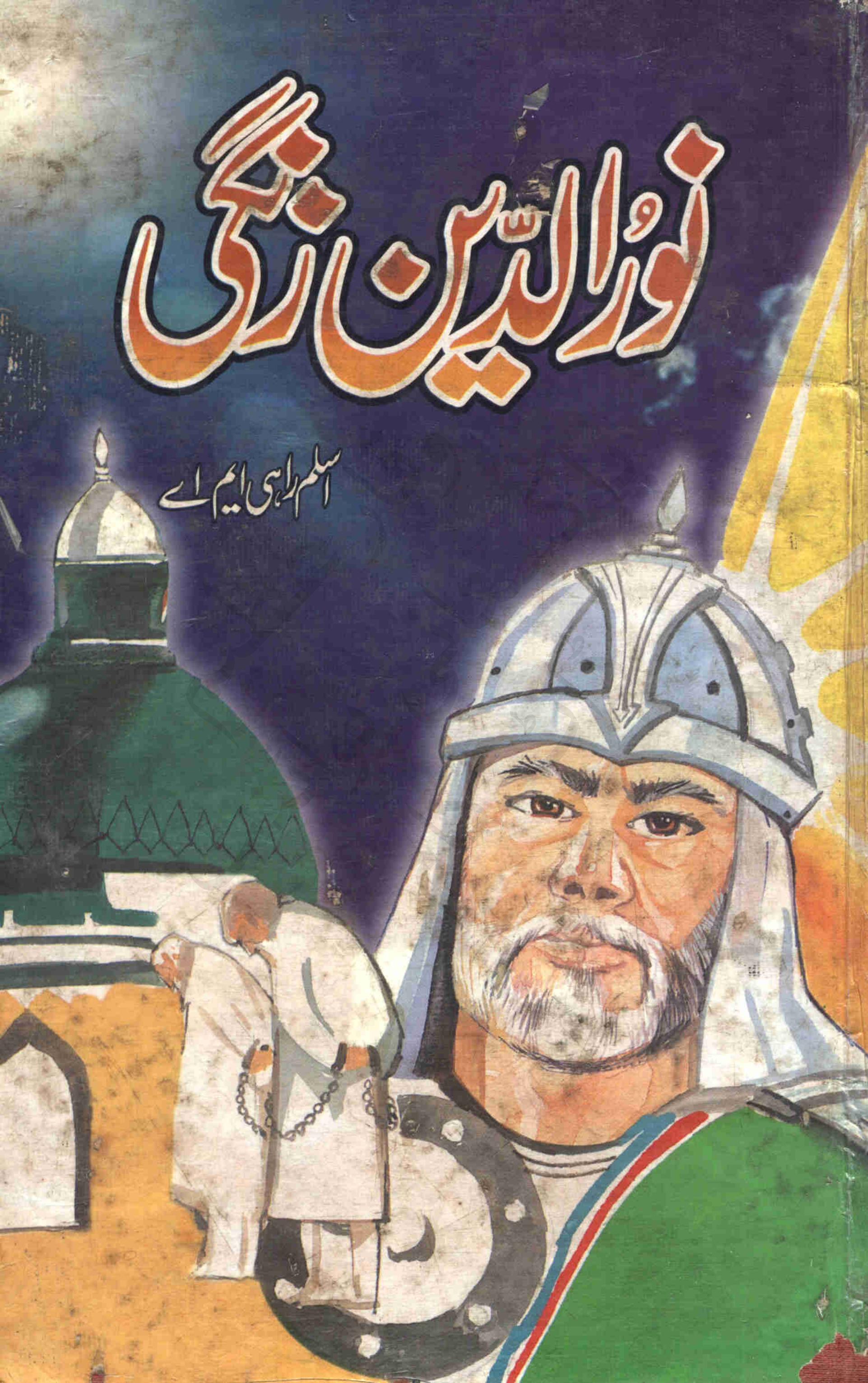

نورالدین زنگی
اسلم راہی ایم اے

الرباشہر کے نواح میں ایک نالے کے کنارے نرسل۔ نے اور جھاؤ کے گھنے جھنڈ کے اندر ڈھلی ہوئی عمر کا ایک شخص خون میں لت پت پڑا ہوا تھا۔ ایسا لگتا تھا لمحہ بہ لمحہ اس پر نقاہت طاری ہو رہی ہو۔ جس کے باعث وہ تھوڑی دیر کے لئے آنکھیں بند کر لیتا تھا۔ دوبارہ شاید زندگی کے سفر کو برقرار رکھنے کے لئے آنکھیں کھول کر ادھر ادھر دیکھنے لگتا تھا۔

اچانک وہ چونک پڑا اس لئے کہ اس کے کانوں میں ایک صدا پڑی تھی۔ کوئی قرآن مقدس کی تلاوت کر رہا تھا اور تلاوت کرنے کا انداز ایسا موہ لینے والا تھا کہ خون میں لت پت اس زخمی کو ایسے لگا جیسے گرم بیابانوں کی ریگ میں رموز کن فیکون اور زبان وحی کی پکار کی طرح اتصال عبودیت و ربوبیت دلوں کا تریاق اور آنکھوں کا مرہم بن کر اٹھ کھڑا ہوا ہو۔

سرکنڈوں کے جھنڈ میں پڑا وہ زخمی نصرانی لگتا تھا اس لئے کہ اس کے گلے میں سنہری صلیب لٹک رہی تھی۔ اس آواز پر چونکا تھا۔ آواز لمحہ بھر کے لئے خاموش رہی۔ بوڑھا بے چین ہو گیا وہ شاید پھر اسی آواز کو سننے کا متمنی تھا۔ یہاں تک کہ آواز پہلے کی نسبت زیادہ پر جوش ہو کر اور قریب سے اس طرح سنائی دی گویا......

جہاں کا کوئی معلم غیب و شہود کے سنگم پر کھڑے ہو کر فسوں خیز چاندنی کی طرح نگار خانہ کن میں خیر و مہر کی ضیاء و زمزمہ، حکمت و ادراک کے گوہر اور فہم و استبصار کی صدائیں بلند کرنے کا عزم کر چکا ہو۔

بوڑھے کے لبوں پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا۔ شاید اس جنگل میں اسے امید نہ تھی کہ کوئی اس کی مدد کے لئے آئے گا اور تلاوت کرنے والے کی آواز نے اس کے دل میں زندہ رہنے کا جذبہ پیدا کر دیا تھا۔

جو شخص قرآن مقدس کی تلاوت کرتے ہوئے قریب آ رہا تھا اس کی آواز تھوڑی دیر

خاموش رہنے کے بعد دوبارہ کچھ اس طرح بلند ہوئی جیسے لیل مظلم میں نور بخش سحر دلوں کے حریم گنبد میں روشنی کے کلبلاتے سویرے۔ صحرا کی کوکھ میں سرگرداں بانجھ ساعتوں کے اندر تخلیق کی اہم ترین قدریں اور تیرگی کے صحرا میں نور کی کشتیوں میں آئینوں کے ساغر اور اجالوں کی شمعیں اپنی موجودگی کا رنگ دکھانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوں۔

بوڑھے نے جب محسوس کیا کہ تلاوت کرنے والا اس کے پاس سے گزر کر آگے نکل جانے والا ہے تب اس نے اپنی پوری قوت اور طاقت کو مجتمع کیا اور مجروح سی آواز میں اس نے مدد کے لئے پکارا۔

تلاوت کرنے والے کی آواز سنائی دینی بند ہو گئی تھی۔ پھر سرکنڈوں کے جھنڈ میں پڑے اس زخمی بوڑھے نے محسوس کیا جیسے ایک نہیں کئی لوگ اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے اس کی طرف آرہے ہوں۔

رات کا آنچل سمٹ چکا تھا۔ چاروں طرف صبح کا دامن پھیلنا شروع ہو چکا تھا۔ ویرانوں میں جھانکتی سورج کی کرنیں اپنی نمو کی راہ میں حائل سارے خودسر جھونکوں کو اپنے لمس کی حدت سے دور کرتی چلی گئی تھی۔ شبنم بدوش کلیاں، ندی نالوں کے ساحل، ساگر کی گہرائیاں، گلشن کی آغوش غرضیکہ ہر شے جاگ اٹھی تھی۔

خون آلود اس بوڑھے نے دیکھا تھوڑی دیر بعد تین سوار اپنے گھوڑوں کو بڑی تیزی سے دوڑاتے ہوئے اس کی طرف آئے تھے اور اس کے پیچھے کئی مسلح جوان جو چند دستوں پر مشتمل تھے ان کے ساتھ اسی کی سمت آرہے تھے۔

ایک سوار جو اپنے ساتھیوں سے قدرے آگے تھا۔ سب سے پہلے اس کی نظر اس بوڑھے پر پڑی۔ اسے خون میں لت پت دیکھتے ہوئے اپنے ہاتھ میں پکڑی ننگی تلوار اور ڈھال سمیت وہ اپنے گھوڑے سے کود گیا تھا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے دونوں ساتھی بھی اپنے گھوڑوں سے اتر گئے وہ نوجوان بوڑھے کے قریب آیا۔ اپنی تلوار زمین میں پیوست کی اور بوڑھے کا جائزہ لیا۔

پھر اس بوڑھے کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''میرے محترم آپ کون ہیں۔ کس نے آپ کو زخمی کیا ہے اور اس وقت یہاں آپ

اکیلے......؟ کیا آپ کی کسی سے دشمنی تھی۔ میں دیکھتا ہوں تمہارے گلے میں صلیب ہے تم نصرانی ہو۔ کیا تمہارا تعلق الرہا شہر سے ہے۔ قریب ترین الرہا ہی ایسا شہر ہے جہاں کافی تعداد میں نصرانی بستے ہیں''۔

اس نوجوان کی اس گفتگو کے جواب میں بوڑھا نصرانی خاموش رہا تاہم بڑے غور سے اس نوجوان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے محسوس کیا جیسے اس کی آنکھوں میں بے سوز سپنوں کو دہکا دینے والی آگ کی لپٹیں اور اس کے چہرے پر صداقتوں کے سمندر میں ابن آدم کے معراج و کمال کی نشاندہی کرنے والے مشیت کے راز چھپے ہوئے ہوں۔ اس کی جسمانی ساخت اس کی آنکھوں کے تجسس اس کے چہرے کے تاثرات سے بوڑھا محسوس کر رہا تھا جیسے وہ نوجوان، سنگلاخوں کو آئینوں، ظلمتوں کو روشنی کے ہالوں، ذروں کو صحرا کی وسعتوں، شبنم کو بے کراں ساگر، لالہ و گل کو برق تپاں، خارزاروں کو تاکستانوں، راہوں کے غبار کو کہکشاؤں اور برفانی تودوں تک کو شعلوں میں تبدیل کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہو۔

بوڑھا اپنے خیالوں میں غرق تھا کہ اس نوجوان نے پھر اس بوڑھے کو چونکا دیا۔

''آپ کہاں کھو گئے ہیں۔ کیا سوچ رہے ہیں۔ بوڑھے نے بڑی شفقت اور بڑی توجہ سے اس نوجوان کو مخاطب کیا۔

''میں جانتا ہوں تم لوگ مسلمان ہو اس لئے کہ تم میں سے کوئی اپنی کتاب مقدس کی تلاوت کر رہا تھا۔ وہی آواز سن کر میں نے تم لوگوں کو ان ویرانوں میں پکارا، یہاں کوئی میری مدد کے لئے نہ تھا......نوجوان اگر تم برا نہ مانو تو کیا میں تمہارا اور تمہارے دونوں ساتھیوں کے نام پوچھ سکتا ہوں''۔

اس پر وہ نوجوان مسکرایا اور کہنے لگا۔

''میرا نام مجد الدین ہے۔ میں سلطان نورالدین زنگی کا ایک سالار ہوں پورا نام مجد الدین بن الدایہ ہے۔ میرے پیچھے جو دو نوجوان کھڑے ہیں ان کے دائیں جانب والا میرا چھوٹا بھائی شمس الدین ہے۔ اور اس کے ساتھ جو بائیں جانب ہے یہ میرا عم زاد ہے نام اس کا قطلغ بن زاہد ہے''۔

بوڑھا تھوڑی دیر خاموش رہا، لگتا تھا وہ اس نوجوان کی باتوں سے جس نے اپنا نام

مجد دالدین بتایا تھا، مطمئن ہو گیا تھا۔ پھر کہنے لگا۔

''عزیز! میرا نام کارلوس ہے۔ فرانس کے شہر ویزلی کا رہنے والا ہوں۔ ان علاقوں کی طرف کیسے آیا، یہ ایک لمبی اور دکھ بھری داستان ہے۔ میرے ساتھ میری تین بیٹیاں دو بیٹے ایک بیوی بھی تھی وہ کس حال میں ہیں، میں نہیں جانتا۔ پہلے میری استدعا ہے کہ نرسل کے جنگل میں انہیں تلاش کرو۔ گو میں خود بھی نصرانی ہوں لیکن صلیبی بھیڑیئے ایک خاص مقصد کے تحت ہمارے پیچھے پڑ گئے تھے جس کی بنا پر ہم جان بچانے کے لئے اس سمت بھاگے ہمارا رخ الربا کی طرف تھا۔ اجنبی ہونے کے باعث راستوں سے بھٹک گئے۔ میں تم لوگوں کو اپنی پوری داستان بعد میں سناؤں گا پہلے میری تم لوگوں سے...... کائنات کے خدا اور تمہارے رسول کے واسطے سے استدعا ہے کہ میرے پیچھے جو یہ جنگل پھیلا ہوا ہے اس میں میرے دو بیٹوں، تین بیٹیوں اور میری بیوی کو تلاش کرو۔ وہ یہیں کہیں ہوں گے۔ تم لوگوں کی آمد سے تھوڑی دیر پہلے تک تعاقب کرنے والے صلیبی بھیڑیئے سرکنڈوں کے اس جنگل میں ہمیں تلاش کرتے پھرتے رہے ہیں۔ پھر نجانے انہوں نے اندھیرے میں کیسی آوازیں سنیں کہ وہ ایک طرف سمٹ گئے یہ جو سامنے نالہ بہہ رہا ہے بالکل تھوڑی دیر پہلے ناکام تلاش کے بعد وہ اس نالے کو عبور کر کے گئے ہیں۔ میرے خیال میں انہوں نے ابھی تک میل ڈیڑھ میل سے زیادہ فاصلہ طے نہ کیا ہوگا وہ تعداد میں دس کے قریب ہیں''۔

اس پر مجد دالدین بن الدایہ ایک دم تبدیل ہو گیا تھا۔ اس کی چھاتی تن گئی تھی۔ چہرے پر غیض وغضب کی پرچھائیاں اپنے سائے لہرا گئی تھیں پھر وہ ایک دم اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے پیچھے کھڑے اپنے سگے چھوٹے بھائی شمس الدین اور اپنے عم زاد خطلخ بن زاہد کو مخاطب کر کے وہ کہہ رہا تھا......

''میرے عزیز بھائیو۔ میں لشکریوں کا ایک دستہ لے کر انہیں زخمی کرنے والے لوگوں کے تعاقب میں نکلتا ہوں تم دونوں بھائی باقی سارے لشکریوں کے ساتھ سرکنڈوں کے اس جھنڈ میں پھیل جاؤ اور اس کے اہل خانہ کو تلاش کرنے کی کوشش کرو۔ ساتھ ہی اس کے زخم صاف کر کے اس کی مرہم پٹی کا بھی سامان کرو''۔

اس کے ساتھ ہی مجد دالدین اٹھ کھڑا ہوا اپنے گھوڑے پر سوار ہوا کچھ لشکریوں کو

اپنے ساتھ لیا پھر وہ ان کے ساتھ نالے کو عبور کرنے کے بعد بڑی برق رفتاری سے مغرب کا رخ کر رہا تھا۔

کچھ دیر تک اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑانے کے بعد مجد دالدین نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان مسلح دس صلیبیوں کو جالیا جن کی نشاندہی بوڑھے کارلوس نے کی تھی۔ ان کے بالکل قریب جا کر مجد دالدین اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کے دائیں طرف سے چھوٹا سا کاوا کاٹتے ہوئے ان کے آگے نکل گیا پھر ایک مناسب جگہ وہ ان کی راہ روک کر کھڑا ہوا۔

وہ صلیبی جنگجو تعداد میں واقعی دس تھے۔ مجد دالدین نے جب اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کی راہ روکی تب ان میں سے ایک جو شاید ان کا سرخیل تھا، مجد دالدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''تمہاری حالت سے لگتا ہے کہ تم مسلمان ہو اور ہمارے در پے ہو۔ میں تمہیں تنبیہ کرتا ہوں کہ ہمیں ہماری منزل کی طرف نکل جانے دو...... اگر تم لوگوں نے ہماری راہ روکی تو یاد رکھنا اپنے لئے رحم مادر سے تاریک سموں اور اندھیری لحد کی اداسی اور غمگینی کو آواز دو گے۔ اگر ہمارا کہا نہیں مانو گے تو یاد رکھنا ہماری نفرتوں ہمارے غضب کو اور بڑھاؤ گے اور پھر جب ہم تمہارے خلاف حرکت میں آئیں گے تو تمہیں بے کار اساطیر قوانین وقواعد اور فرسودہ وقدیم رسموں اور کہنہ روایات کی طرح روندتے چلے جائیں گے''۔

کہنے والا لحہ بھر کے لئے رکا پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

''یاد رکھو۔ ہم اپنے وطن سے دور پردیسی ہی سہی مگر تمہاری ان سرزمینوں میں بھی ساوی نعمتیں، خدا کی برکتیں ہمارے ساتھ ہیں ہم لوگ...... صلیبی نائٹ ہیں۔ ہم گھوڑوں کی ٹاپوں، عقابوں کی پھڑ پھڑاہٹ اور درندوں کی درندگی میں پل کر جوان ہوتے ہیں''۔

صلیبی نائٹوں کا وہ سربراہ جب خاموش ہوا تو مجد دالدین نے اسے انتہائی غصے اور ہولناکی میں مخاطب کیا۔

''تہذیب نفس اور شرافت انسانی کو خرافات کی اپنی زنجیروں میں جکڑنے والو، ہمارا تعلق اس قوم سے ہے جو چراغوں سے آندھیاں، ماتھے کی شکنوں سے نقاب اپنے ارا[illegible] سے ہر قدم پر منزل کے سنگ میل پیدا کرنے کی جرات اور [illegible]

سے ہے جس کے سجود والہانہ کے سامنے برق تپاں پناہ مانگے۔ جس کے رکوع بے قیام کے سامنے زمین پر نصرت کے آسمان دست بستہ کھڑے ہوں...... اجنبی تم دھوکے اور فریب میں ہو، ہماری تلوار کے ساز پر بجلیاں رقص کرتی ہیں۔ ہماری تکبیروں کی آواز پر زمزمے چونک اٹھتے ہیں۔ ہم جب اپنے دشمنوں کے خلاف حرکت میں آتے ہیں تو یاد رکھنا آندھیاں اپنے دوش پر دیئے جلاتی ہیں۔ ظلمت اپنے شانوں پر کرنیں اٹھاتی ہے۔ ہم اپنی تہذیب و تمدن کے پرتو سے اندھے تاریک او طاقوں میں سماں روشن کرنے کی ہمت اور ہنرمندی بھی رکھتے ہیں۔

شرافت نفس، انسان دوستی۔ رحم اور عدل اور انصاف سے بے بہرہ بھیڑیو! اگر تم لوگ یہ خیال کرتے ہو کہ ہم سے بچ جاؤ گے تو یہ تمہاری بھول اور خود فریبی ہے۔ ذرا مجھ سے اور میرے ساتھیوں سے ٹکراؤ اور دیکھو کیسے ہم ہر دورا ہے پر تمہارے لئے صلیب، ہر قدم پر ٹھوکریں کھڑی کرتے ہوئے، تمہارے چہروں کو زرد، تمہارے جسم کو لاغر، تمہارے دلوں کو افسردہ اور تمہاری آنکھوں کو پرنم کرتے ہیں۔ وقت ضائع نہ کرو اگر ٹکرانے کی ہمت رکھتے ہو تو ٹکراؤ اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ بھاگ جاؤ گے تو میں تمہیں خبردار کروں کہ میں تو تم سب کو خشک پتوں کی طرح اپنے پاؤں تلے روندتا ہوا نکل جاؤں گا"۔

مجدالدین کی اس گفتگو کے جواب میں وہ فرانسیسی نائٹ سنبھلے اُن کے سرخیل نے خاص انداز میں ان کی طرف دیکھا پھر وحشیانہ انداز میں وہ آوازیں نکالتے ہوئے مجدالدین اور اس کے ساتھیوں پر کرب والم بھری یلغار ظلم وستم کی یورش، ہر موڑ پر الجھنیں کھڑی کرتے وسوسات و بدگمانیوں اور مکروہ دل آزاریوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

جوابی کارروائی کرتے ہوئے مجدالدین بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان پر ارادوں کو سلب کر دینے والی سحر آفرین قوت شعلوں کی صورت میں راکھ سے نکل کر جوالہ مکھی کی آتش سیال اور جسموں کو ریزہ ریزہ اور روحوں کو لخت لخت بے شرف و بے توقیر بے وقعت و بدنصیب کر دینے والے غیر فانی جذبوں اور ہولناک ابدی آرزوؤں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر کے ٹکراؤ کے نتیجے میں مجدالدین نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان ..... فرانسیسی نائٹوں کی آدھی تعداد کم کر دی تھی۔ جس کے نتیجے میں ان کی حالت بڑی تیزی سے آندھیوں میں سلگتے دیوں اپنے مضراب سے ٹوٹتے وقت کے سازوں۔ زوال وفنا کا شکار غم

گزیدہ قلب دریدہ تاریکیوں کے لبادوں سے بھی بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

عین اس موقع پر فرانسیسیوں پر جان لیوا ضربیں لگاتے ہوئے ان کے سرخیل کو مخاطب کرتے ہوئے مجدالدین چلا اٹھا۔

"فرانس کے بزدل نائٹو! اب بھی وقت ہے ہتھیار ڈال کر اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو۔ تم دیکھتے ہو تمہارے آدھے ساتھیوں کو ہم نے ختم کر دیا ہے۔ اور اگر تم نے اس ٹکراؤ کو جاری رکھا تو پھر تھوڑی دیر تک تم سب قضا کا لقمہ بن کے رہ جاؤ گے"۔

مجدالدین کے ان دھمکی آمیز الفاظ کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ فرانسیسی نائٹوں کے اس سرخیل نے اپنے ساتھیوں کو ہتھیار ڈالنے کا حکم دے دیا تھا۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے ان سب نے ہتھیار ڈال دیئے تھے۔ ان کی اس حرکت پر مجدالدین تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر اپنے ساتھیوں کو اس نے مخاطب کیا۔

"ان سب کے ہتھیار اپنے قبضے میں کر لو"...... مجدالدین کے لشکری فوراً حرکت میں آئے اور ان کے ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا تھا۔ پھر فرانسیسی نائٹوں کے اس سرخیل کے سامنے مجدالدین آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سن! ابلیس گزیدہ انسان۔ اس ٹکراؤ سے پہلے تیری میرے خلاف زبان صحرائی بگولوں میں رقصاں خناس کے وسوسوں کی طرح چلتی تھی۔ تو دلوں کو پامال کرتی المناک گھٹن سی گفتگو کرتا تھا۔ اَب تو بے بس اور مجبور ہو کر ذلت اور پستی کا کفن پہنے اطاعت پیشہ غلاموں، زندگی کے اندھیروں میں بھٹکتے پابہ زنجیر اسیروں اور بوسیدہ ہڈیوں کے قلعی سشدہ قبرستانوں کی طرح خاموش کیوں کھڑا ہے۔ پہلے تو تو ہمارے لوح ذہن کے نقوش میں تیرگی کے صحرا اتارنے کی بات کرتا تھا۔ اب تو شرمندگی میں گردن جھکائے صدیوں کے ویران دیو لاخوں اور بے آواز و بے طوفان سمندر کی طرح چپ کیوں ہے۔ بول اَب شکست اٹھانے کے بعد بھی تو اپنی جرأتمندی اپنی دلیری کے لئے کچھ الفاظ استعمال کر"۔

فرانسیسی نائٹوں کا وہ سربراہ کچھ نہ بولا۔ چپ رہا۔ اس کے اس ردعمل پر مجدالدین مسکرایا پھر اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ان سب کو اپنے آگے آگے ہانکتے ہوئے واپس لے چلو"۔ پھر اس نے

فرانسیسیوں کو مخاطب کیا۔

سنو! میرے ساتھی تمہارے پیچھے دائیں بائیں رہیں گے۔ نالے کو پار کر کے سرکنڈوں کے اس جنگل میں چلو جہاں تم واردات کرنے کے بعد نالہ پار کر کے بھاگے ہو۔ اگر تم میں سے کسی نے بھی بھاگنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا تمہارے پیچھے اور دائیں بائیں میرے ساتھی تمہیں اپنے تیروں سے چھلنی کر کے رکھ دیں گے چپ چاپ ہمارے آگے آگے بڑھتے رہو“۔

اس کے ساتھ ہی وہ فرانسیسی اپنے گھوڑوں کو ہانکتے ہوئے مجدالدین اور اس کے ساتھیوں کے آگے آگے ہو لئے تھے۔

O

مجدالدین اپنے لشکریوں کے ساتھ فرانسیسی تیغ زنوں کو اپنے آگے آگے ہانکتا ہوا اس جگہ جب آیا جہاں وہ زخمی کارلوس کو اپنے چھوٹے بھائی شمس الدین اور اپنے چچا زاد خطلخ بن زاہد کے حوالے کر کے گیا تھا۔ اس نے دیکھا اس کے لشکریوں کا باقی حصہ اپنے گھوڑوں سے اتر کر ایک طرف کھڑا تھا...... کارلوس کے زخموں کی مرہم پٹی کی جا چکی تھی۔ اب وہ پہلے سے بہتر حالت میں تھا۔ دولڑکیاں اس سے لپٹ کر پیار اور محبت کا اظہار کر رہی تھیں۔

مجدالدین اپنے گھوڑے سے اترا، اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے لشکری بھی اپنے اپنے گھوڑوں سے اتر گئے اور فرانسیسیوں کو بھی انہوں نے ان کے گھوڑوں سے اتار دیا تھا۔ اتنی دیر تک مجدالدین آگے بڑھا۔ کارلوس کے قریب ہوا اور اس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے محترم اب آپ کیسے ہیں......؟

کارلوس نے اس بار قدرے پرسکون انداز میں کہنا شروع کیا۔

”میرے عزیز! آپ کے ان دونوں بھائیوں نے میرا بہترین خیال رکھا ہے۔ آپ کے ان دستوں کے اندر جو طب کے کام میں ماہر ہیں انہوں نے میرے زخموں کی بہترین دیکھ بھال کی ہے۔ اب میں سمجھتا ہوں میں بچ گیا ہوں۔ آپ کے حالات تو پوری طرح آپ کے بھائی نے مجھے نہیں بتائے اتنا ہی تعارف کرایا ہے کہ آپ نورالدین زنگی کے بہترین سالاروں

میں سے ایک ہیں اور......“

کارلوس اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا اس لئے کہ انتہائی سنجیدگی میں مجدالدین نے اس کی بات کاٹ دی۔

”میں کچھ بھی نہیں ہوں...... میں سلطان نورالدین زنگی کے لشکر کا ایک عام سا عسکری ہوں بس قدرت نے آپ کی مدد کے لئے ہمارا انتخاب کر لیا......“۔

”یہاں تک کہتے کہتے مجدالدین کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ کارلوس نے ان دونوں لڑکیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ یہ میری دونوں بیٹیاں ہیں بڑی کا نام مرسینہ اور چھوٹی کا نام مثال ہے“۔

مجدالدین نے صرف لمحہ بھر کے لئے ان دونوں لڑکیوں کی طرف نگاہ کی اس نے دیکھا مرسینہ ایسی خوبصورت تھی جیسے زیب و زینت دنیا مجسم کر کے بزم طرب میں لا کھڑی کی گئی ہو۔ وہ نغمات کے دھاروں نغمہ و آتش کے سنگم جیسی حسین، وقت کے سیلاب میں ملکوتی پھبن جیسی پر جمال تھی۔ اس کے خدوخال کی رعنائی اس کے اعضاء کی موزونیت اس کے شبنم کی سی لطافت اسے ایک قیامت بنائے ہوئے تھی۔ اس کے گلنار احمر لب سیمیں عارض۔ لچکتی خم کھاتی کمر۔ نازک سجیلے ہاتھ۔ تیکھی نوکیلی انگلیاں۔ بلور سے تراشا بدن، باریک ریشمی بال اسے ایک قیامت بنائے ہوئے تھے۔ اس کا رخ گلگوں، دہکتے لب مرمر کے پیکر بازو، اس کا شفاف تن کمال قدرت کی صناعی پیش کر رہے تھے۔ دونوں لڑکیاں بھی مجدالدین کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ اس موقع پر مرسینہ کی گھمبیر پراسرار دراز سرمئی پلکوں کے اندر حجاب عصمت و عفت کے تاثرات تھے۔ پھر دونوں بہنیں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئیں۔ مرسینہ آگے اور مثال اس سے پیچھے تھی۔ مرسینہ نے ایک سحر آفریں نگاہ مجدالدین پر ڈالی پھر اس کے ریشم کے سے ہونٹ کھلے طلسماتی جھنکار سی آواز میں اس نے مجدالدین کو مخاطب کیا۔

”امیر! میں، میری چھوٹی بہن، میرا باپ سبھی آپ کے ممنون اور شکر گزار ہیں کہ آپ نے ہماری حفاظت کا سامان کیا“۔

جب مرسینہ مجدالدین سے مخاطب ہوئی تب اس نے پھر ایک نگاہ اس پر اور اس کی چھوٹی بہن پر ڈالی پھر اس نے دیکھا مرسینہ عمر کے اس حصے میں تھی جہاں اٹھتی شوخ جوانی اور

رخصت ہوتی طفلی ملتے ہیں اور کفر ساماں شباب اپنا رنگ جمانا شروع کر دیتا ہے۔ وہ بلوغ کی دہلیز پر قدم رکھ چکی تھی۔ نسوانیت کی اولین کرنیں اس کے چہرے اور اس کی شخصیت کے الاؤ کو خوب روشن کرنے کے درپے تھیں جبکہ چھوٹی بہن مشال ابھی اپنے بچپنے کی آخری حدود طے کر رہی تھی۔ تاہم وہ اپنی بہن مرسینہ سے بھی کہیں زیادہ خوبصورت اور حسین تھی۔

مجدد الدین نے ایک نگاہ ان پر ڈالنے کے بعد اپنی نگاہیں جھکا لیں، زمین کی طرف دیکھنے لگا پھر ان کی طرف دیکھے بغیر وہ کہہ رہا تھا۔

"میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ اور..."

یہاں تک کہتے کہتے مجدد الدین کو رک جانا پڑا کیونکہ اس کا چھوٹا بھائی شمس الدین اور عم زاد خطلخ بن زاہد دونوں اس کے قریب آ گئے تھے پھر خطلخ بن زاہد اپنا منہ مجدد الدین کے کان کے قریب لے گیا اور کہنے لگا۔

"بھائی! آپ کے جانے کے بعد ہم نے انہیں تلاش کیا۔ یہ جو دونوں لڑکیاں ہیں سرکنڈوں کے ایک گہرے جھنڈ کے اندر کسی نے گڑھا کھود رکھا تھا اور وہاں کچھ کٹے ہوئے نرسل پڑے تھے یہ اس گڑھے میں گھس گئی تھیں اور اوپر انہوں نے وہ خشک نرسل ڈال لئے تھے۔ اپنے آپ کو انہوں نے محفوظ کر لیا تھا۔

ان کو تو ہم وہاں سے نکال کر یہاں لے آئے۔ ہم جنگل میں آوازیں دیتے رہے۔ پہلے یہ اس گڑھے سے نہیں نکلیں۔ جب ہم نے انہیں یقین دلا دیا کہ ہم صلیبی بھیڑیئے نہیں ان علاقوں کے مسلمان ہیں اور البا کا رخ کر رہے ہیں اور یہ کہ ان کے زخمی باپ کی بھی ہم نے دیکھ بھال کر دی ہے تب ہمت کر کے یہ دونوں گڑھے سے باہر آ گئیں اور ہم انہیں یہاں لے آئے۔

ان کے باپ کے پاس بٹھانے کے بعد ہم نے ان کے گھر کے دوسرے افراد اور لواحقین کی تلاش شروع کی اور سب سے افسوسناک بات یہ ہے کہ ان کے دو بھائی ایک بہن اور ماں کو قتل کر دیا گیا ہے۔ ان کی لاشیں ہم ابھی تک ان کے سامنے نہیں لائے۔ ان دونوں لڑکیوں کو ابھی تک نہیں بتایا گیا کہ ان کے دونوں بھائیوں بہن اور ماں کو ان صلیبی جنگجوؤں نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ تاہم یہ اطلاع ہم نے کارلوس کو کر دی ہے۔

کارلوس کہنے لگا کہ ابھی تک میری بیٹیوں کو ماں بھائیوں اور بہن کے قتل کی اطلاع نہ کریں۔ پہلے میری مرہم پٹی ہو لے میں کچھ سنبھل جاؤں تو انہیں اطلاع کریں گے۔ کم از کم انہیں یہ تو یقین ہو جائے گا کہ ان کا باپ زندہ ہے۔ اس طرح یہ مرنے والوں کا غم برداشت کر جائیں گی۔ اب جیسا آپ کہتے ہیں ویسا ہی کرتے ہیں۔

خطلخ بن زاہد کے ان الفاظ پر مجدد الدین کے چہرے پر دکھ اور پریشانی کے آثار نمودار ہوئے تھے۔ پھر وہ فرانسیسی ٹھکروں کے سرخیل کی طرف متوجہ ہوا اس کے سامنے کھڑے ہو کر تھوڑی دیر تک بڑے غصے غضب سے اسے دیکھتا رہا پھر اچانک اس کے چہرے پر طمانچوں اور جسم پر گھونسوں کی بارش کر دی تھی۔ وہ معافی مانگتے رہے پر مجدد الدین نے اسے نہیں چھوڑا اس پر پاؤں کی ٹھوکروں کی بارش کر دی تھی پھر وہ انتہائی غصے اور غضب ناکی میں دھاڑا۔

"شیطان کے گماشتے! تو نے اس بے بس بوڑھے اور ان دو معصوم لڑکیوں کی ماں دو بھائیوں اور ایک بہن کو کیوں قتل کیا......؟"

مجدد الدین کی اس آواز پر مرسینہ اور مشال دونوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں۔ چیخنے چلانے لگی تھیں۔ روتی بین کرتی دھاڑیں مارتی ہوئی وہ اپنے باپ سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھیں۔

مجدد الدین کچھ دیر تک اس فرانسیسی کو مارتا پیٹتا رہا پھر اس کو بالوں سے پکڑ کر کھڑا کیا اتنی دیر تک کارلوس نے اپنی دونوں بچیوں کو سنبھالا دیتے ہوئے انہیں چپ کرا دیا تھا۔ پھر مجدد الدین کارلوس کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اب جبکہ آپ کی دونوں بیٹیوں کو بھی خبر ہو چکی ہے کہ ان کی ماں۔ دو بھائیوں اور بہن کو ان صلیبیوں نے قتل کر دیا ہے تو میرے محترم میں آپ ہی کو ان سارے فرانسیسی نائٹوں کا منصف مقرر کرتا ہوں۔ یہ آپ کے ہم مذہب ہیں۔ لہٰذا میرا خیال ہے کہ آپ ہی ان کا بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ آپ ہی کے مجرم ہیں"۔

کارلوس ہمت کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔ ایک بھرپور نگاہ اس نے ان فرانسیسیوں پر ڈالی پھر مجدد الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"امیر! میری آپ سے گزارش ہے کہ ان سب کے سر تن سے جدا کر دیئے

جائیں"۔

کارلوس کے ان الفاظ کے ساتھ ہی مجدد الدین نے اپنے چھوٹے بھائی شمس الدین کو سر ہلا کے مخصوص اشارہ کیا۔ جس پر وہ مسکراتے ہوئے سنبھل گیا۔ اپنے کچھ مسلح جوانوں کو وہ حرکت میں لایا۔ وہ ان سارے فرانسیسیوں کو سرکنڈوں کے ایک بڑے اور گھنے جھنڈ کے پیچھے لے گئے اور ان سب کا خاتمہ کر دیا گیا۔

جب ایسا ہو چکا تب مجدد الدین نے شمس الدین اور اپنے عم زاد ابن زاہد کو اپنے قریب بلایا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اب یہ کہو کہ ان لڑکیوں کی ماں، بھائیوں اور بہن کی لاشیں تم نے کہاں رکھی ہیں"۔

جواب میں ابن زاہد کہنے لگا۔

"بھائی! ان کی لاشیں یہاں سے بائیں جانب ہم نے ایک جگہ رکھ کر اوپر چادریں ڈال دی ہیں"۔

اس پر مجدد الدین بڑے دُکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"تم دونوں بھائی ایسا کرو اپنے کچھ لشکریوں کو اپنے ساتھ لے جاؤ یہ مرنے والوں کے بہت سے گھوڑے ہیں۔ ان لاشوں کو ان گھوڑوں پر رسیوں کے ساتھ باندھ دو پھر یہاں سے کوچ کریں"۔

اس پر شمس الدین نے پھر مجدد الدین کو مخاطب کیا۔

"بھائی! اس کارلوس اور دونوں لڑکیوں کا کیا کریں گے.....؟"

"ان کو فی الحال بھول جاؤ۔ جو میں نے کہا ہے وہ کرو...... کارلوس کی گفتگو سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ یہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ الربا کا رخ کر رہا تھا۔ شاید وہاں کسی کے ہاں یہ پناہ لینا چاہتا تھا۔ یہ اس سمت کیوں آیا۔ فرانسیسی نائٹوں نے کیوں اس کا تعاقب کیا۔ کیوں اس کے اہل خانہ کا تعاقب کیا یہ ساری تفصیل تو اس سے بعد میں پوچھیں گے پہلے جس طرح میں نے کہا ہے اس طرح کرو۔ تاکہ یہاں سے کوچ کریں"۔

مجدد الدین کے ایسا کہنے پر شمس الدین اور طلخ بن زاہد کچھ جوانوں کو لے کر اور کچھ گھوڑے پکڑ کر بائیں جانب چلے گئے تھے۔ پھر مجدد الدین کارلوس کے پاس آیا اور دھیمے لہجے

میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرے محترم! میں نے اپنے کچھ ساتھیوں کو بھیجا ہے وہ آپ کے اہل خانہ کی لاشیں گھوڑوں پر رکھ کر لے آئیں گے آپ ذرا اپنی دونوں بچیوں کو سمجھائیں کہ صبر اور تحمل سے کام لیں۔ جو ہونا تھا وہ ہو چکا اسے واپس نہیں لایا جا سکتا۔ لاشوں کو لانے کے بعد یہاں سے کوچ کیا جائے گا۔ کسی ٹھکانے پر جا کر میں آپ سے اس حادثے کی ساری تفصیل جاننا چاہوں گا"۔

کارلوس نے مجدد الدین کا شکریہ ادا کیا۔ دونوں بچیوں کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا، جو ابھی تک ہلکے ہلکے بین کرتی رو رہی تھیں جب گھوڑوں پر ان کے اہل خانہ کی لاشیں وہاں لائی گئیں تو وہ ایک بار پھر دھاڑیں مار کر رونے لگی تھیں۔ پھر کارلوس نے ان کو سنبھالا دیا پھر اس کے بعد ان تینوں باپ بیٹیوں اور ان کے اہل خانہ کی لاشوں کو لے کر مجدد الدین اپنے لشکر کے ہمراہ فرانسیسیوں کے فالتو گھوڑے لے کر پھر الربا شہر کی طرف بڑھ رہا تھا۔

☆

جب وہ الربا شہر کے نواح میں پہنچے تو انہوں نے دیکھا وہاں دور تک خیموں کا ایک شہر آباد تھا۔ مجددالدین اپنے بھائی شمس الدین اور اپنے عم زاد خطلغ بن زاہد کے ساتھ اپنے مسلح دستوں کو لے کر جب اس خیمہ گاہ میں داخل ہوا تو لشکری اپنے خیموں سے نکل کر بڑے احترام بڑی عقیدت اور ارادت مندی کے ساتھ مجددالدین اس کے بھائی اور عم زاد کا استقبال کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ ایک جگہ مجددالدین رک گیا اپنے گھوڑے سے اتر گیا اس کی طرف دیکھتے ہوئے، شمس الدین اور خطلغ بن زاہد بھی اُتر گئے اس لئے کہ ایک شخص اپنے کچھ ہمراہیوں کے ساتھ سامنے آیا جسے دیکھتے ہی مجددالدین نے اسے اپنے گلے لگا لیا تھا۔ مجددالدین سے ملنے کے بعد وہ شخص اور اس کے ساتھی شمس الدین اور خطلغ سے مل رہے تھے۔

پھر جو شخص اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مجددالدین کے استقبال کو آیا تھا۔ اسے مجددالدین ایک طرف لے گیا۔ جو کچھ کارلوس اور اہل خانہ پر بیتی تھی، اس کی تفصیل اس سے کہی دونوں نے آپس میں کوئی معاملہ طے کیا پھر مجددالدین مڑا اور اپنے بھائی شمس الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''شمس الدین تم دونوں بھائی کارلوس کی دونوں بیٹیوں کو لے جاؤ انہیں آرام کی ضرورت ہے۔ دو لشکری تمہارے ساتھ جاتے ہیں یہ تمہیں اس خیمے کی نشاندہی کر دیں گے۔ یہ خیمہ ان خیموں میں سے ایک ہے جس کا اہتمام ہم نے آنے والوں کی رہائش کے لئے کیا ہے۔''

پھر مجددالدین اپنے بھائی شمس الدین کے قریب ہوا اور اس کے کان میں سرگوشی کرنے لگا۔

''شمس الدین، خیمے میں ان کے آرام ان کی ضرورت کی ہر شے کا خیال رکھنا۔ پھر ان سے یہ تفصیل بھی پوچھنا کہ فرانسیسی نائٹوں نے کیوں ان کا استیصال کیا کیوں ان کو نقصان پہنچایا۔ ان سے یہ بھی تفصیل جاننے کی کوشش کرنا کہ انہوں نے کن حالات میں فرانس سے نکل

کر ان سرزمینوں کا رخ کیا۔ اور پھر وہ کون سے لوگ ہیں جن کے پاس یہ الربا میں قیام کرنا چاہتے ہیں...... پوری تفصیل ان سے جاننا۔ پھر ساتھ ہی جو لشکری تمہارے ساتھ جائیں گے میں نے انہیں ہدایت کر دی ہے کہ وہ طبیب کو بھی اس خیمے میں پہنچائیں جو عارضی مرہم پٹی ختم کر کے کارلوس کا صحیح علاج کر دیں۔ میرے خیال میں اب تم جاؤ میں تھوڑے سے امور پر لشکری معاملات طے کر کے پھر تم سے ملتا ہوں''۔

اس کے ساتھ ہی مجددالدین کے کہنے پر شمس الدین، خطلغ دو لشکریوں کی راہ نمائی میں کارلوس اور اس کی دونوں بیٹیوں کو اپنے ساتھ لے جا رہے تھے۔

وہ دونوں لشکری شمس الدین اور خطلغ کو ایک کافی بڑے خیمے کی طرف لے گئے دونوں لشکریوں نے سہارا دے کر کارلوس کو نیچے اتارا خیمے کے اندر لے کر گئے مرسینہ اور مشال دونوں بہنیں بھی اپنے گھوڑوں سے اُتر کر خیمے میں داخل ہوئیں۔ خیمے میں کارلوس کو ایک بستر پر لٹانے کے بعد ان دو لشکریوں میں سے ایک نے شمس الدین کو مخاطب کیا۔

''محترم شمس الدین یہ خیمہ امیر مجددالدین کے لئے نصب کیا گیا تھا۔ اور انہی کے حکم پر ان مہمانوں کو یہاں لایا گیا ہے۔ اس خیمے کے اندر ضرورت کی ہر شے موجود ہے۔ آپ لوگ یہاں بیٹھیں میں طبیب کو بلا کر یہاں لاتا ہوں اس لئے کہ امیر مجددالدین نے یہ حکم دیا تھا''۔

دونوں لشکری باہر نکل گئے۔ اس موقع پر بڑی شفقت سے شمس الدین نے مرسینہ اور مشال کو مخاطب کیا۔

''میری دونوں بہنو! میں دیکھتا ہوں تم ابھی تک فکر مند اور پریشان ہو۔ دیکھو جو کچھ ہوا سو ہوا...... اب تم یہاں محفوظ ہو۔ کوئی ٹیڑھی نگاہ کر کے بھی تمہاری طرف نہیں دیکھ سکتا۔ یہاں بیٹھو آرام سے بیٹھو جہاں تک تمہارے باپ کا تعلق ہے تو یہ بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔ پھر تم لوگ اپنی نئی زندگی کی ابتداء کرنا''

شمس الدین کے ان الفاظ سے مرسینہ اور مشال کو کچھ آسودگی ہوئی وہ اپنے باپ کے پاس بستر پر بیٹھ گئی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ لشکری پھر آئے ان کے ساتھ طبیب بھی تھا۔ خیمے میں داخل ہونے کے بعد طبیب بڑے پرجوش انداز میں شمس الدین اور خطلغ سے ملا۔ پھر

ان دونوں کے کہنے پر اس نے کارلوس کے زخموں کا جائزہ لیا پہلی عارضی پٹیاں اس نے اتار دیں زخم صاف کیئے پھر زخموں پر مرہم لگا کر اس نے پٹیاں باندھ دی تھیں۔ اپنا کام ختم کرنے کے بعد اس نے شمس الدین اور خطلخ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''زخم خطرناک نہیں ہیں۔ تیروں کے زخم ہیں بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گے۔ فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں اب جاتا ہوں اور میں دن میں ایک بار آ کے زخم دیکھتا رہوں گا اور پٹیاں بدلتا رہوں گا۔ مجھے امید ہے کہ ہفتے تک بالکل ٹھیک ہو جائیں گے''۔

اس کے ساتھ ہی طبیب وہاں سے اُٹھ کر چلا گیا۔ شمس الدین اور خطلخ بھی کارلوس کے پاس بیٹھ گئے۔ پھر شمس الدین نے کارلوس کو مخاطب کیا۔

''اب آپ کیسا محسوس کر رہے ہیں......؟''

کارلوس کے چہرے پر تھوڑا سا تبسم نمودار ہوا کہنے لگا۔

''اب میں محسوس کرتا ہوں کہ بچ گیا ہوں اور مجھے زندہ رہنے کا حق ہے۔ میں سمجھتا ہوں جب تک زندہ ہوں میں آپ دونوں بھائیوں اور امیر مجد الدین کا احسان نہیں اتار سکوں گا''۔

اس بار شمس الدین نے موضوع بدلتے ہوئے گفتگو کا آغاز کیا۔

''اگر آپ بُرا نہ مانیں...... آپ کو تکلیف نہ ہو تو کیا آپ بتائیں گے کن حالات میں آپ نے ان سرزمینوں کا رُخ کیا...... فرانس سے کیوں نکلے...... ادھر آنے کا کیا مقصد تھا۔ فرانسیسی تیغ زنوں نے کیوں آپ کا تعاقب کیا اور کیوں آپ کے اہل خانہ کو قتل کیا......؟''

جواب میں کارلوس نے ایک گہری نگاہ اپنے قریب بیٹھے شمس الدین اور خطلخ پر ڈالی پھر اس نے دکھ بھرا لمبا سانس لیا اس کے بعد شمس الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''اگر تم دونوں برا نہ مانو تو کیا میں تم دونوں کو بیٹا کہہ کر مخاطب کر سکتا ہوں''۔

جواب میں جب مسکراتے ہوئے شمس الدین نے اثبات میں گردن ہلائی تب کارلوس کسی قدر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے پھر کہہ رہا تھا۔

''پہلے تم لوگ مجھے اپنے سلطان نورالدین کے متعلق تھوڑی سی تفصیل اور اس الربا شہر کی فتح کے متعلق روشنی ڈالو اس کے بعد میں تمہیں اپنے پورے حالات سناؤں گا اس لئے کہ

ہمارا فرانس سے نکلنا اور ان سرزمینوں کی طرف آنا الربا کی فتح سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی شہر سے ہماری داستان کا رابطہ ہے''۔

کارلوس کی اس گفتگو کے جواب میں شمس الدین نے سوچا پھر خیمے میں اس کی آواز سنائی دی۔

''کارلوس میرے محترم! جہاں تک ہمارے سلطان نورالدین کا تعلق ہے۔ تو وہ سلطان عماد الدین کا بیٹا ہے۔ سلطان عماد الدین کا نام تم لوگوں نے سن رکھا ہوگا۔ سلطان نورالدین کے تین بھائی ہیں۔ سب سے بڑا سیف الدین۔ اس کے بعد نورالدین پھر قطب الدین اور پھر نصرت الدین۔ عماد الدین کی وفات کے بعد حلب کا سلطان نورالدین بنا...... عماد الدین سے پہلے اور ان کے دور میں ان سرزمینوں میں صلیبیوں کا دور دورہ تھا۔ گو سلطان عماد الدین نے صلیبیوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے ان سے عرقہ و بحرین، معرۃ النعمان، کفرتاب اور الربا چھین لئے تھے۔ لیکن اس کے بعد صلیبیوں نے پھر ایک ہلچل مچادی۔

جن دنوں سلطان عماد الدین نے الربا شہر کو فتح کیا تھا۔ وہاں کا حکمران ایک فرانسیسی صلیبی جوسلین تھا۔ الربا جب فتح ہو گیا تو جوسلین بھاگ کر دریائے فرات کے مغرب میں واقع شہر تل باشر میں جا کر مقیم ہو گیا۔

سلطان عماد الدین کی وفات کے بعد جوسلین نے پھر سر اٹھایا جس وقت سلطان عماد الدین نے الربا شہر کو فتح کیا تھا اس وقت الربا شہر میں ارمنی نصرانیوں کے علاوہ اور بہت سے نصرانی تھے جن سے کوئی باز پرس نہ کی گئی اور سلطان عماد الدین نے بڑی فراخدلی سے کام لیتے ہوئے انہیں عام امان دیتے ہوئے شہر کے اندر زندگی بسر کرنے کا موقع دیا۔

سلطان عماد الدین کی وفات کے بعد جوسلین نے الربا شہر کے اندر جو ارمنی نصرانی تھے ان کے ساتھ ساز باز کی اور الربا شہر پر شب خون مارا اور شہر کے اندر جو مسلمانوں کا لشکر تھا اس کو روندتا ہوا شہر کے اندر داخل ہو گیا۔

اس موقع پر مسلمانوں نے بڑی عقلمندی کا ثبوت دیا اور شہر سے نکل کر قلعہ کے اندر چلے گئے۔ اس طرح شہر کے اندر جو مسلمان تھے ان کی زیادہ تعداد قلعے کے اندر محصور ہو گئی۔

انہوں نے جوسلین سے مقابلہ کرنا شروع کر دیا۔ ساتھ ہی اس واقع کی اطلاع انہوں نے اپنے موجودہ سلطان نورالدین کو کر دی۔

نورالدین ایک جرار لشکر لے کر اس شہر پر حملہ آور ہوا جوسلین سے مقابلہ کیا۔ جوسلین کو بدترین شکست ہوئی۔ جوسلین کے بڑے بڑے سورما اس جنگ میں کام آئے اور جوسلین خود بھیس بدل کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ ان دنوں سلطان نورالدین کا بڑا بھائی سیف الدین جسے سیف الدین غازی بھی کہتے ہیں موصل کا والی تھا اسے جب پتہ چلا کہ صلیبیوں نے الرہا پر یلغار کر دی ہے اور اس کا چھوٹا بھائی نورالدین الرہا پر حملہ آور ہونے کے لئے نکلا ہے تو وہ بھی ایک بہت بڑا لشکر لے کر موصل سے روانہ ہوا۔ لیکن اسے راستے ہی میں خبر ہوئی کہ نورالدین نے صلیبیوں کو بدترین شکست دینے کے بعد الرہا شہر پر دوبارہ قبضہ کر لیا ہے تو وہ موصل لوٹ گیا۔

محترم کارلوس یہ چند برس پہلے کا واقعہ ہے اور اب سلطان نورالدین نے اپنی طاقت اور قوت میں خوب اضافہ کر لیا ہے......

شمس الدین مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی کارلوس بول پڑا وہ کہنے لگا ''میرے عزیز بیٹو! اب اس سے آگے ہماری داستان شروع ہوتی ہے۔ وہ کچھ اس طرح ہے کہ......

''قصہ دراصل یوں ہے کہ عیسائی دنیا میں پانچ شہروں کو مقدس خیال کیا جاتا ہے ایک یروشلم۔ دوسرا روم تیسرا قسطنطنیہ چوتھا انطاکیہ اور پانچواں الرہا۔

یہ شہر فی الحقیقت بے حد اہم تھا اور صلیبی اس کو اپنا مستقر بنا کر پورے عرب اور شام پر قبضہ کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے''۔

یہاں تک کہنے کے بعد کارلوس رکا پھر وہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''میرے عزیزو! تمہارے سلطان عماد الدین نے جب یہ شہر صلیبیوں سے چھینا تو یروشلم کے اہل فرنگ کو اس کا بڑا سخت صدمہ ہوا اور اسی وقت سے یورپ میں صلیبی جنگ کے متعلق گفتگو ہونے لگی تھی۔ تاہم جوسلین چونکہ الرہا سے بھاگ کر تل باشر میں جا کر اپنی قوت جمع

کر رہا تھا لہٰذا یورپ والوں کو یہ ڈھارس تھی کہ ایک نہ ایک دن عماد الدین کو بھگا کر جوسلین اپنی کھوئی ہوئی طاقت قوت اور حکومت کو بحال کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

لہٰذا عماد الدین کے مرنے کے ساتھ ہی یورپ والوں کی شہہ پر فرانسیسی نژاد جوسلین نے الرہا پر حملہ کر دیا۔ وہ ان علاقوں میں صلیبی عزت اور توقیر کو بحال کرنا چاہتا تھا۔ لیکن عماد الدین کے بعد تمہارے نورالدین زنگی نے جب الرہا میں جوسلین کو ذلت آمیز شکست دیتے ہوئے اس پر پھر قبضہ کر لیا تو اس سے پورے یورپ میں غم وحزن اور غصے کی ایک لہر دوڑ گئی۔

اس لہر، اس دُکھ، اس غم میں اس وقت مزید اضافہ ہو گیا جب الرہا سے کچھ ارمنی پادری یورپ گئے اور انہوں نے پوپ یوگنیس کی خدمت میں حاضر ہو کر نصرانی دنیا کے خلاف الرہا میں درد بھری کہانیاں سنانی شروع کیں۔

ان علاقوں کے عیسائیوں کی سفارت کا پرالم بیان سن کر پوپ کی آنکھوں میں کہتے ہیں سیل اشک رواں ہو گیا اور اس نے اعلان کر دیا کہ ارض مقدس نصرانیوں کی مدد کرنا خداوند یسوع کے سارے نام لیواؤں کا فرض اولین ہے۔ اگر وہ اس وقت نہ اٹھے تو یروشلم کو بھی اپنے ہاتھوں سے گنوا بیٹھیں گے۔ پوپ کا یہ اعلان گویا ان علاقوں میں کھلم کھلا اور اعلانیہ صلیبی جنگ کا اعلان تھا۔ جس نے سارے یورپ میں ہلچل اور جنگ کا ہیجان برپا کر کے رکھ دیا۔

حالات کی ستم ظریفی دیکھئے کہ انہی دنوں یورپ میں ایک راہب اٹھا اس کا نام سینٹ برنارڈ تھا اور اس کی مسحور کن شخصیت اور شعلہ بیانی نے سارے یورپ میں آگ لگا کے رکھ دی۔

یہ سینٹ برنارڈ برگنڈی کے ایک امیر کا بیٹا تھا۔ اور لگاتار پندرہ برس سے راہبانیت کی زندگی گزار رہا تھا۔

یہاں وقت کی بدترین ستم ظریفی یہ بھی سامنے آتی ہے کہ پہلی صلیبی جنگ کے شعلوں کو ہوا دینے والا بھی ایک راہب پیٹر تھا۔ تو دوسری صلیبی جنگ پر بھی اہل یورپ کو آمادہ کرنے والا ایک راہب سینٹ برنارڈ ہی اُٹھا۔ گویا تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی تھی۔

سینٹ برنارڈ کی دھواں دھار تقریروں نے یورپ میں وہی کیفیت پیدا کر دی جو گزشتہ صلیبی جنگ سے پہلے پیدا ہوئی تھی بلکہ فی الحقیقت اس سے بھی بڑھ کر جوش پیدا ہو گیا۔

اور ادنیٰ طبقے سے لے کر بادشاہوں تک مسلمانوں کے خلاف غیض وغضب کی ایک لہر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

نوبت یہاں تک پہنچی کہ فرانس کے ایک شہر ویزلی جہاں کے ہم رہنے والے ہیں وہاں عیسائی دنیا کا ایک زبردست اجتماع ہوا جہاں نہ صرف عام لوگوں کا بے پناہ ہجوم تھا بلکہ امرا طبقے کے لوگ بھی بڑی کثرت سے اس میں شریک ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ فرانس کا بادشاہ لوئی ہفتم خود اس اجتماع میں شامل ہوا۔

اس اجتماع میں ساری فضائیں جنگی نعروں سے گونج رہی تھیں اور غیض وغضب میں بھرے لوگ فی الفور کسی فیصلے پر پہنچنا چاہتے تھے۔ اس پر جوش فضا میں راہب سینٹ برنارڈ نے ایک ایسی اثر انگیز تقریر کی کہ لوگوں کے دل دہل گئے۔ خود فرانس کے بادشاہ نے آگے بڑھ کر سینٹ برنارڈ کے ہاتھوں سے صلیب لی اور تمام مجمع کے سامنے صلیب کو اپنے سینے سے لگا کر اعلان کیا کہ وہ صلیبی جنگ میں ضرور حصہ لے گا۔

اب لوگوں کے جوش وخروش کی انتہا نہ رہی سب نے اعلان کیا کہ وہ ضرور صلیب کی سربلندی کی خاطر اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔

ویزلی کی کانفرنس کے بعد گاؤں کے گاؤں اور شہر کے شہر خالی ہونا شروع ہو گئے سوائے اپاہجوں اور بیواؤں اور یتیموں کے وہاں کوئی متنفس نظر نہ آ رہا تھا۔ باقی سب لوگ صلیب برداروں میں شامل ہو گئے۔ جن لوگوں نے ہتھیار اُٹھانے سے گریز کیا صلیب برداروں نے ان کو غیرت دلانے کے لئے چرخے اور تکلے بھیجے۔

ویزلی کی کانفرنس سے فارغ ہونے کے بعد راہب سینٹ برنارڈ نے جرمنی کا رُخ کیا اور جرمنی کے بادشاہ برکانرڈ کو صلیبی جنگ میں شامل ہونے کی ترغیب دی۔ پہلے تو جرمنی کے بادشاہ نے سردمہری سے کام لیا لیکن جب ایک دن راہب برنارڈ نے اس کے سامنے ایک انتہائی موثر اور دردناک تقریر کی تو اس کا دل پگھل گیا اور اس نے فوراً راہب برنارڈ سے صلیب لے کر صلیبی جنگ میں شریک ہونے کا اعلان کر دیا۔

ان دو طاقتور یورپی بادشاہوں کے علاوہ امراء کے طبقے کے بے شمار سرداروں نے اپنے طور پر صلیبی جنگ کے لئے زبردست تیاریاں کیں یہاں تک کہ جرمنی اور فرانس کے کونے

کونے سے صلیبی جنونیوں کا سیلاب اُمڈ پڑا۔ ان سب پر مستزاد، نیزے ڈھالوں تلواروں سے مسلح صلیب والی عورتوں کی ایک فوج تھی جس کی قیادت فرانس کے بادشاہ لوئی کی ملکہ ایلیز کر رہی تھی۔

جرمنی کا بادشاہ کانرڈ اور فرانس کا بادشاہ لوئی اپنی سلطنتوں کے انتظامات کے لئے نائب مقرر کرنے کے بعد آزمودہ کار جنگجوؤں کے جرار لشکر لے کر قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس لشکر کی تعداد نو لاکھ کے لگ بھگ تھی اور ان میں پچاس ہزار عورتوں کا بھی ایک لشکر شامل تھا۔ اب یورپ سے نکل کر یہ لشکر اس وقت قسطنطنیہ میں قیام کئے ہوئے تھا۔

میرے، بچو! ہماری بدقسمتی کہ میں بھی اپنے اہل خانہ کے ساتھ لوئی کے ایک لشکر میں شامل ہو گیا۔ مدعا صلیبی جنگ میں حصہ لینا نہیں تھا بلکہ اپنے بھائی کے پاس آنا تھا۔ میرے بھائی کا نام سمرون ہے۔ کچھ عرصہ پہلے وہ یروشلم کی زیارت کے لئے آیا تھا۔ پھر وہ الرہا شہر میں آ کر آباد ہو گیا۔ واپس فرانس نہیں گیا اس کے متعلق خبریں ملتی رہیں آخری خبر جو مجھے ملی وہ یہ تھی کہ کچھ عرصہ اس نے یروشلم میں قیام کیا پھر اس نے الرہا میں آ کر مستقل رہائش کر لی۔ وہ گھر کے تین افراد ہیں ایک میرا بھائی سمرون، دوسری اس کی بیوی ازبل اور تیسری ان کی بیٹی جمارا......

ہمارا ارادہ تھا کہ صلیبیوں کے لشکر کے ساتھ سفر کرتے ہوئے ہم بھی ان سرزمینوں میں داخل ہو جائیں گے صلیبی جب اپنی جنگجوں کی ابتداء کریں گے تو ہم وہاں سے نکل کر الرہا میں اپنے بھائی کے پاس چلے جائیں گے۔

مگر عزیزو! اس لشکر میں رہتے ہوئے یوں جانو ہماری بدقسمتی کی ابتداء ہو گئی۔ صلیبیوں کے نو لاکھ کے لشکر میں جو عورتوں کا پچاس ہزار کا لشکر تھا اس میں یورپ کی مانی ہوئی اوباش، بدمعاش، فاحشہ اور بے آبرو عورتیں بھی شامل تھیں۔ ان کے علاوہ کچھ انتہائی سرکردہ عورتیں تھیں۔ ان میں پہلی فرانس کے بادشاہ لوئی کی بیوی ملکہ ایلیز، دوسری کا نام کاؤنٹ ٹولوز، تیسری کا نام کاؤنٹ بلوئیلیس چوتھی کا نام ٹال کیولری پانچویں کا نام مورائل کاؤنٹس چھٹی کا نام ڈچس آف بوٹلن اور ساتویں کا نام سیبلے ہے۔

عورتوں کا لشکر بھی انہی سات سربراہ قسم کی عورتوں نے تیار کیا۔ یورپ سے اسی قدر

لشکر جس کی تعداد نو لاکھ کے قریب تھی وہ ان عورتوں کی وجہ سے بھی جمع ہو گیا تھا اس لئے کہ لوگ ان یورپ کی حسین ترین عورتوں کے ساتھ داد عیش دینا چاہتے تھے۔ ان سات حور شمائل اور بلند مرتبہ عورتوں نے خود شرم و حیا کی تمام حدود کو توڑ دیا۔ نہ صرف یہ کہ انہوں نے لشکر میں شامل دیگر عورتوں کو شہوت رانی اور بدکاری پر آمادہ کیا بلکہ خود بھی اس گناہ میں سب سے بازی لے گئیں دراصل اس لشکر میں جو سب سے بری بات تھی وہ کچھ یوں تھی کہ نو لاکھ کے صلیبی لشکر میں جو پچاس ہزار عورتوں کا لشکر شامل ہوا تھا اس میں بے شمار فاحشہ اور بے آبرو عورتیں بھی شامل تھیں۔ اکثر اوباش نوجوانوں کو ان عورتوں کی موجودگی نے ہی جنگ میں حصہ لینے کی ترغیب دی۔ فی الحقیقت ان عورتوں کی وجہ سے صلیبی لشکر میں بدکاری اور گرم بازاری ایسی ہوئی کہ شیطان بھی پناہ مانگنے لگا۔

اور یہ ساری بدکاری ملکہ ایلیز اور دوسری اس کی ہمنوا چھ سرکردہ عورتوں کی وجہ سے شروع ہوئی۔ (فرانس کے بادشاہ لوئی کی بیوی ایلیز انتہا درجہ کی فاحشہ اور بدکردار عورت تھی۔ اس کی بدکرداری کی وجہ سے فرانس کے شہنشاہ لوئی نے اسے طلاق دے دی اور اس نے طلاق لینے کے بعد انگلستان کے بادشاہ ہنری دوم سے شادی رچائی اور پھر اسی کے بطن سے رچرڈ پیدا ہوا جس نے تیسری صلیبی جنگ میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے خلاف بڑھ چڑھ کر حصہ لیا)

یہاں کارلوس رکا اور پھر شمس الدین اور خطلخ کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''میرے عزیز بیٹو! میرے خاندان کی بدبختی کچھ اس طرح شروع ہوئی کہ نو لاکھ کے اس صلیبی لشکر میں اندلس کے شہر طلیطلہ کا والی اور صلیبی جنگجو بھی اپنی والدہ کے ساتھ شامل تھا۔ فنش نام کا یہ نوجوان جنگجو تھا۔ خوبصورت لڑکیوں کا بڑا شیدائی اور رسیا تھا۔ اس نے لشکر میں کہیں میری بیٹی مرسینہ اور میری بیٹی جو مر چکی ہے اس کو دیکھ لیا۔ اور تہیہ کر لیا کہ وہ ان دونوں کو حاصل کرے گا اور انہیں بے آبرو کر کے رہے گا۔ اس مقصد کے لئے اس نے فرانس کی ملکہ ایلیز سے رابطہ قائم کیا وہ اس کا بڑا چہیتا تھا۔ لہٰذا ایلیز نے میری طرف پیغام بھجوایا کہ میں اپنی دونوں بیٹیوں کو فنش کے سامنے پیش کر دوں۔

میری غیرت نے یہ گوارا نہ کیا کہ میں خود ہاتھوں سے اپنی بیٹیوں کو بے آبرو ہونے دوں۔ لہٰذا صرف اور صرف اپنی بیٹیوں کی عزت بچانے کے لئے میں بھاگ نکلا۔ اس وقت نو

لاکھ کے صلیبی لشکر نے قسطنطنیہ میں قیام کر رکھا تھا۔ لہٰذا قسطنطنیہ سے رات کے پچھلے پہر ہم کچھ اس طرح بھاگے کہ کسی کو خبر نہ ہوئی۔

کافی فاصلہ ہم نے بغیر کسی خطرے کے طے کر لیا لیکن ہمیں یقین تھا کہ ہمارا تعاقب ضرور کیا جائیگا۔

وہی ہوا جس کا خدشہ تھا۔ آخر وہ فرانسیسی صلیبی نائٹ جن کا تم لوگوں نے خاتمہ کیا وہ ہمارے تعاقب میں لگ گئے۔ ہمیں امید تھی کہ ہم مسلمانوں کے علاقوں کے قریب پہنچ چکے ہیں لہٰذا بچ جائیں گے لیکن وہ ان علاقوں میں بھی گھس آئے آگے آگے بھاگتے ہوئے ہم خوفزدگی کی حالت میں الرہا کی طرف جانے کی بجائے راستہ بھٹک گئے اور اس نالے کے کنارے سرکنڈوں میں جا گھسے جہاں تم لوگوں سے ہماری ملاقات ہوگئی۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا میرے عزیزو تم لوگوں کو خبر ہے''۔

کارلوس جب خاموش ہوا تو شمس الدین نے اسے مخاطب کیا۔

''محترم کارلوس آپ بالکل مطمئن رہیں۔ میں ابھی تھوڑی دیر تک بھائی سے جا کر بات کروں گا۔ الرہا شہر کے رہنے والے کچھ لوگوں سے ہم رابطہ قائم کریں گے اور آپ کے بھائی کو تلاش کریں گے کہ وہ شہر کے اندر کہاں رہتا ہے۔ پھر آپ کو باعزت طور پر آپ کے بھائی کے گھر میں منتقل کر دیا جائے گا''۔

شمس الدین کی اس گفتگو کا جواب کارلوس دینا ہی چاہتا تھا کہ اس بار مرسینہ شمس الدین کو مخاطب کرتے ہوئے بول اٹھی۔

''بھائی شمس الدین اگر تم دونوں بھائی برا نہ مانو تو میں ایک بات کہوں''۔

شمس الدین کی بجائے خطلخ بول پڑا اور مرسینہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میری عزیز بہن! ہم دونوں کو بھائی بھی کہتی ہو اور ساتھ یہ بھی بات چسپاں کرتی ہو کہ ہم برا نہ منائیں تو تم کچھ کہو...... تم جو کچھ کہنا چاہتی ہو بلا جھجک کہو۔ تمہاری کسی بات کا ہم برا نہیں مانیں گے۔ کہو تم کیا کہنا چاہتی ہو''۔

خطلخ کے ان الفاظ پر مرسینہ کو حوصلہ ہوا۔ پھر دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

جیسا کہ ہمیں بتایا گیا ہے شمس الدین تم مجد الدین کے سگے بھائی ہو جسے تم امیر کہہ کر مخاطب کر رہے ہو۔ اور خطلخ تم دونوں کا عم زاد بھائی ہے۔ تم دونوں کا مزاج ہم جان گئی ہیں۔ بہت اچھا ہے۔ آپ دونوں بھائی خوش طبع ہیں۔ لیکن جہاں تک امیر مجد الدین کا تعلق ہے۔ وہ مجھے مردم بے زار سے لگے ہیں ادھر آتے ہوئے راستے میں تم دونوں بھائی ہم تینوں سے گفتگو کرتے رہے۔ لیکن امیر مجد الدین تم لوگوں کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی بالکل خاموش اور سنجیدہ رہے نہ تم دونوں سے کوئی گفتگو کی نہ ہم سے کسی موضوع پر ایک لفظ کہا۔ نہ اپنے لشکریوں سے کوئی بات کی۔ لگتا ہے امیر مجد الدین مردم بے زار ہونے کے ساتھ ساتھ انتہا درجہ کے سخت دل اور سنجیدہ رہنے والے شخص ہیں۔

جب تک مرسینہ بولتی رہی شمس الدین اور خطلخ دونوں دھیرے دھیرے مسکراتے رہے جب وہ خاموش ہوئی تب مجد الدین کا چچازاد بھائی خطلخ بول اٹھا۔

''مرسینہ میری بہن!......ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ گو وہ مجھ سے صرف ایک سال بڑا ہے اور شمس الدین سے دو ڈھائی سال بڑا ہوگا لیکن ہم اس کا احترام ایک باپ کی حیثیت سے کرتے ہیں اس بنا پر نہیں کہ وہ لشکریوں کا سالار اور امیر ہے بلکہ اس کا ہمارے ساتھ رویہ ہی ایسا شفیقانہ ہے کہ ہم اسے اپنا باپ ہی خیال کرتے ہیں۔ میری بہن جہاں تک تمہارا یہ اندازہ ہے کہ بھائی مردم بے زار ہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ وہ مردم بے زار نہیں بلکہ مردم گزیدہ ہیں۔ کبھی بڑے ہنس مکھ، بات بات پر قہقہے لگانے والے تھے لیکن ان کی زندگی کے ایک حادثے نے انہیں ایسا بنا دیا ہے۔ جیسا کہ وہ ہیں''۔

خطلخ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ کارلوس چونکنے کے انداز میں بول اٹھا اور پوچھا ''کیسا حادثہ؟''

گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے خطلخ پھر کہہ رہا تھا۔

''بات کچھ یوں ہے کہ جوسلین کے الربا شہر پر حملہ آور ہونے سے پہلے ان علاقوں کی دیکھ بھال ہمارے بھائی مجد الدین کے ذمہ تھی۔ ان علاقوں پر اس نے چند ماہ قیام کئے رکھا اور ان کی حفاظت کا بڑے احسن طریقے سے سامان کیا۔ یہاں قیام کے دوران ایک نصرانی لڑکی اس کی کارگزاری، اس کی شخصیت سے متاثر ہو کر اس سے محبت کرنے لگی اس کو

چاہنے لگی۔

یوں جانو یہ محبت یکطرفہ تھی۔ بھائی کو نہیں پتہ تھا کہ وہ لڑکی اس سے محبت کرتی ہے اس کو چاہتی ہے۔ چند ماہ اسی طرح گزر گئے۔ پھر ایک روز اس لڑکی نے اور اس کے لواحقین نے بھی بھائی سے ملاقات کر کے لڑکی کی، بھائی سے محبت کا اظہار کیا۔ لڑکی بہت حسین اور خوبصورت تھی۔ بھائی نے اس کی محبت کو قبول کیا۔ بات ہماری ماں تک پہنچی ماں نے اس لڑکی کو بھائی کے لئے پسند کیا ماں چاہتی تھی کہ جلد دونوں کی شادی کا اہتمام کر دے۔

مگر حالات کی ستم ظریفی یوں ہوئی کہ انہی دنوں ہمارے بھائی حلب کی طرف گئے ہوئے تھے کہ جوسلین نے الربا پر حملہ کر دیا۔ اس حملے کے دوران لڑکی کے لواحقین جنگ میں کام آ گئے، جوسلین کو جب شکست ہوئی اور وہ شکست اُٹھا کر بھاگا تو وہ لڑکی جو بھائی سے محبت کرتی تھی وہ بھی ایک صلیبی کے ساتھ بھاگ گئی۔

بھائی کو اس کے اس رویئے کا بڑا دکھ اور صدمہ ہوا۔ بس اس واقعے کے بعد وہ کچھ سنجیدہ اور خاموش سے ہو گئے ہیں۔ بہت کم بات کرتے ہیں۔ ورنہ وہ ایسے نہیں جیسے ان دنوں ہیں''۔ خطلخ جب خاموش ہوا تو اس بار کارلوس کی بجائے مرسینہ بول پڑی۔

''جب وہ لڑکی واقعی امیر مجد الدین سے محبت کرتی تھی تو پھر اس نے بڑی حماقت کا ثبوت دیا۔ اگر جنگ میں اس کے اہل خانہ کام آ گئے تھے، تو اس کا کام یہ تھا کہ اس صلیبی کے ساتھ بھاگ جانے کی بجائے امیر مجد الدین کے پاس چلی جاتی اپنے پیار اور محبت کو حاصل کرتی اور اپنا گھر آباد کرتی۔ بہر حال اب ہمیں پتہ چلا کہ امیر مجد الدین مردم بے زار نہیں بلکہ مردم گزیدہ ہیں''۔

مرسینہ کے خاموش ہونے پر مثال شمس الدین اور خطلخ کو مخاطب کرتے ہوئے پہلی بار بولی۔

''میرے دونوں عزیز بھائیو۔ جس وقت آپ لوگوں نے سرکنڈوں کے جنگل میں ہماری مدد کی تھی وہاں سے میرے ذہن میں ایک سوال اُٹھ رہا تھا۔ لیکن میں پوچھ نہ سکی۔ میرا سوال یہ ہے کہ آپ امیر مجد الدین کی سرکردگی میں اپنے محافظ دستوں کے ساتھ الربا شہر کا رخ کر رہے تھے یا آپ کی منزل کچھ اور تھی۔ گو ہم لوگ خوش ہیں کہ آپ لوگ ادھر آئے اور آپ

لوگوں نے ہماری مدد کی ورنہ میرے خیال میں ہم لوگ سرکنڈوں کے جنگل میں ہی سسک سسک کر مر جاتے''۔

مشال مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس بار شمس الدین بول اٹھا۔

ان علاقوں میں ہم بے مقصد نہیں آئے بلکہ ہماری منزل الربا شہر ہی ہے۔ دراصل یورپ کے صلیبی لشکر کی اطلاع ہمارے نورالدین کو ہو چکی ہے۔ ہمیں یہ بھی خبر ہے کہ نو لاکھ کے صلیبی لشکر نے ان دنوں قسطنطنیہ میں قیام کیا ہوا ہے۔ عنقریب وہ پیش قدمی کرے گا اور مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا۔

الربا شہر کے باہر خیموں کا شہر آباد ہے۔ یہ وہ لشکر ہے جو حلب کی طرف سے سلطان نے یہاں بھیجا ہوا ہے۔ شہر کا محافظ لشکر شہر کے اندر ہے۔ اس لشکر کے ذمے یہ کام لگایا گیا ہے کہ جونہی کوئی صلیبی ہراول ان علاقوں کا رخ کرے ہم دو کام کریں۔ اس کی راہ روکیں ساتھ ہی ان کی آمد کی اطلاع سلطان کو کر دیں تا کہ سلطان خود بھی اپنے لشکر کو لے کر صلیبیوں سے دفاع کے لئے یہاں پہنچ جائے۔

یہ جو لشکر ہے اس کا سرکردہ ہمارا ایک سالار فخر الدین مسعود بن علی تھا۔ اس کو سلطان نے تبدیل کر کے اپنے پاس حلب میں بلا لیا ہے اور بھائی مجد الدین کو ان علاقوں کے اندر لشکر کا سالار اعلیٰ بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اس لئے کہ سلطان باقی سالاروں کی نسبت ہمارے بھائی مجد الدین کی کارگزاری پر زیادہ بھروسہ اور اعتماد کرتے ہیں۔ اب فخر الدین مسعود واپس چلا جائے گا اور اس لشکر کی کمانداری بھائی مجد الدین کریں گے۔

میرے خیال میں بھائی اس وقت فخر الدین مسعود کے ساتھ ان علاقوں میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کے متعلق گفتگو کر رہے ہوں گے۔ اور میرا یہ بھی اندازہ ہے کہ فخر الدین مسعود کی روانگی کے بعد وہ ضرور یہاں آپ لوگوں کے پاس آئیں گے اور آپ لوگوں سے احوال پرسی کریں گے۔

یہاں تک کہتے کہتے شمس الدین کو رک جانا پڑا اس لئے کہ وہ دونوں لشکری خیمے میں داخل ہوئے جو اس خیمے تک انہیں لے کے آئے تھے۔ دونوں کھانے پینے کی اشیاء کے طشت اٹھائے ہوئے تھے۔ ساری چیزیں انہوں نے خیمے میں ایک طرف رکھ دیں پھر ان میں سے

ایک شمس الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''محترم شمس الدین! تھوڑی دیر تک امیر مجد الدین خود یہاں آئیں گے۔ دراصل کچھ دیر تک وہ امیر فخر الدین مسعود سے یہاں کے حالات کے متعلق گفتگو کرتے رہے امیر فخر الدین مسعود اب یہاں سے کوچ کر چکے ہیں۔ امیر مجد الدین اس وقت اپنے لشکر اور ان علاقوں کے حالات کا جائزہ لینے کے لئے لشکر کے چھوٹے سالاروں کے ساتھ ان علاقوں کے حالات اور لشکری امور پر گفتگو کر رہے ہیں۔ تھوڑی دیر تک وہ یہاں آئیں گے''۔

وہ لشکری جب خاموش ہوا تو خطلخ نے اسے مخاطب کیا۔

کیا امیر یہاں کھانا ہمارے ساتھ آ کر کھائیں گے......؟''

''نہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ کھانا کھا لیں وہ تھوڑی دیر ٹھہر کر آئیں گے اس کے ساتھ ہی دونوں لشکری باہر نکل گئے تھے۔ پھر خطلخ کے کہنے پر مرسینہ اور مشال نے اُٹھ کر کھانے کے برتن کارلوس کے قریب لگا دیئے تھے۔ پھر سب کھانا کھانے لگے تھے۔

جب وہ کھانا کھا چکے تو وہی لشکری آ کر برتن لے گئے کارلوس مرسینہ، مشال شمس الدین اور خطلخ پھر موجودہ حالات کے متعلق گفتگو کرنے لگے تھے کہ مجد الدین اس خیمے میں داخل ہوا اسے دیکھتے ہوئے شمس الدین اور خطلخ دونوں فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے۔ مرسینہ اور مشال بھی کھڑی ہو گئیں۔ مجد الدین بڑی نرمی اور طمانیت سے مرسینہ اور مشال کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

آپ دونوں بہنوں کو کھڑا ہونے کی زحمت نہیں کرنی چاہیے تھی۔ میں کوئی اتنا اہم شخص نہیں ہوں۔ معمولی سا ایک لشکری ہوں۔ ان دونوں بھائیوں کو میں کافی منع کر چکا ہوں لیکن یہ ضدی ہیں۔ میرا ایسا احترام کرتے ہیں جس کا میں حقدار نہیں ہوں۔ بہرحال آپ لوگ آرام سے بیٹھیں۔

مرسینہ اور مشال سے ہٹ کر مجد الدین کارلوس کے قریب آیا۔ اس کے پاس بیٹھ گیا پھر بڑی ہمدردی میں پوچھا۔

''میرے محترم! اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟''

ہاتھ بڑھا کر کارلوس نے بڑے پیارے انداز میں مجد الدین کی پیٹھ تھپتھپائی اور

کہنے لگا۔

''اب میں زندہ ہوں۔ مجھ میں زندہ رہنے کی ترنگ ہے اور یہ سب آپ کی مدد کی وجہ سے ہے۔ جب تک زندہ ہوں آپ کے اس احسان کو کبھی فراموش نہیں کر سکوں گا''۔

کارلوس کو کہتے کہتے خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ مجد الدین نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ کہنے لگا۔

''ہم نے آپ پر کوئی احسان نہیں کیا اور آئندہ آپ کو ایسے الفاظ استعمال کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے''۔

پھر مجد الدین نے بات کا رخ بدلا اور کہنے لگا۔

''آپ لوگوں کو شاید چند روز تک اس خیمے میں قیام کرنا پڑے''۔

مجد الدین کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے مرسینہ بول پڑی تھی ''امیر ہم نے سنا ہے یہ خیمہ آپ کے لئے نصب کیا گیا تھا۔ ہماری آپ سے گزارش ہے کہ آپ خود اس خیمے میں قیام کریں جب تک الربا شہر میں ہمارا عم ہمیں نہیں ملتا ہمارے لئے آپ کسی اور خیمے کا اہتمام کر دیں۔ آپ کی مہربانی ہو گی''۔

مجد الدین نے مرسینہ کی طرف دیکھے بغیر کہنا شروع کیا۔

''آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں اس لشکر میں یہ خیمہ میرے لئے ہی نصب کرایا گیا تھا۔ لیکن اس میں اب قیام آپ تینوں باپ بیٹی کریں گے۔ میرا قیام ایک دوسرے خیمے میں ہو گا۔ جہاں مجھ سے پہلے اس لشکر کا سالار قیام کرتا تھا۔ اگر میرے ان دونوں بھائیوں نے آپ کو کچھ حالات بتائے ہیں تو آپ جان چکی ہوں گی کہ یہ جو لشکر ہے اس کا سالار پہلے ایک اور شخص تھا۔ اور وہ واپس چلا گیا ہے اس کی جگہ اس لشکر کی کمانداری مجھے سونپی گئی ہے۔ آپ لوگ یہیں قیام کریں گے۔ اس وقت تک جب تک آپ اپنے عزیز نہیں مل جاتے''۔ پھر مجد الدین نے شمس الدین کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

''شمس الدین کیا تم نے ان کے عزیز جو الربا میں پہلے سے رہتے ہیں ان کی تفصیل لے لی ہے''۔

شمس الدین ایک دم با ادب ہو گیا کہنے لگا......

''بھائی ہم نے اس سے ساری تفصیل حاصل کر لی ہے''

شمس الدین کی بات کاٹتے ہوئے مجد الدین پھر بول پڑا۔

''اگر یہ معاملہ ہے تو کل سے کچھ لوگوں کے ذمے لگاؤ کہ ان کے جو رشتے دار الربا شہر میں ہیں ان کو تلاش کریں۔ اور یہ کام ان لوگوں سے لینا جو الربا شہر کے رہنے والے ہیں''۔

پھر مجد الدین نے کچھ سوچا اور کارلوس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ویسے اس موقع پر میں آپ کو یہ بھی مشورہ دوں گا کہ جب تک آپ کے زخم ٹھیک نہیں ہو جاتے آپ یہاں لشکر کے اندر ہی قیام رکھیں یہاں جو لشکر کے طبیب ہیں وہ آپ کی بہترین دیکھ بھال کریں گے اور جب آپ کے زخم ٹھیک ہو جائیں گے تو آپ بخوشی اپنے رشتہ داروں کے پاس الربا شہر میں منتقل ہو جانا''۔

کارلوس کی بجائے اس بار اس کی چھوٹی بیٹی مشال بول پڑی۔

''امیر! ہم آپ کی اس پیشکش کے ممنون اور شکر گزار ہیں۔ میں خود چاہ رہی تھی کہ یہ الفاظ جو آپ نے ادا کئے ہیں یہ آپ کہیں۔ ہم دونوں بہنیں خود چاہتی ہیں کہ ہمارا قیام اس وقت تک آپ کے لشکر میں رہے جب تک ہمارے باپ مکمل طور پر صحت مند نہیں ہو سکتے۔ اور پھر امیر ہمارے لئے ایک اور دشواری بھی ہے''

مجد الدین نے چونک کر مشال کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

''کیسی دشواری؟''

مشال نے کچھ سوچا پھر وہ دوبارہ کہہ رہی تھی۔

''امیر! تھوڑی دیر پہلے ہم دونوں نے آپس میں صلاح مشورہ کیا تھا اور ہمارے دل میں یہ خدشات اٹھے تھے کہ اگر ہم آپ کے لشکر سے نکل کر الربا شہر میں اپنے چچا کے ہاں منتقل ہو جاتے ہیں اور فرانس کے صلیبیوں کو خبر ہو جاتی ہے کہ ہم نے یہاں قیام کر رکھا ہے تو وہ ضرور اس شہر میں بھی حملہ آور ہو کر ہمارا خاتمہ کرنے کی کوشش کریں گے اس لئے کہ پہلے تو انہیں صرف صلیبی لشکر سے ہمارے بھاگنے کا دکھ صدمہ اور انتقامی جذبہ تھا۔ اب آپ لوگوں نے ان لوگوں کا مکمل خاتمہ کر دیا ہے جو ہمارے تعاقب میں آئے تھے۔ اب تو ہمارے خلاف ان کے انتقامی جذبے اور بھی زیادہ بھڑک اُٹھے ہوں گے کہ ہماری وجہ سے اتنے فرانسیسی نائٹوں کا

خاتمہ ہوا"۔

مثال جب خاموش ہوئی تو اس کی ڈھارس، اس کی تسلی کے لئے مجد الدین نے کہنا شروع کیا۔

"بی بی! تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ کسی صلیبی نائٹ کی ایسی تیسی کہ وہ الرہا شہر میں داخل ہو کر تم لوگوں کو نقصان پہنچائے۔ بہر حال مطمئن رہو جب تم لوگ میرے لشکر سے نکل کر الرہا شہر میں اپنے چچا کے پاس منتقل ہو جاؤ گی تو یاد رکھنا وہاں بھی میں تمہاری حفاظت کا بہترین اہتمام کروں گا۔ تم تینوں کو کسی قسم کا گلہ اور شکوہ نہیں رہے گا۔

اس کے بعد جب میں یہاں سے حلب کی طرف کوچ کر جاؤں گا تب بھی اس شہر میں جو حفاظتی لشکر کا سربراہ ہوگا اس کو بھی تاکید کروں گا کہ یہاں تمہاری حفاظت کا عمدہ انتظام کرے۔ بہر حال تم لوگوں کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ کوئی صلیبی تمہیں اپنا ہدف نہیں بنا سکے گا"۔

مجد الدین جب خاموش ہوا مرسینہ اس کو مخاطب کرتے ہوئے بول پڑی۔

"امیر اگر آپ برا نہ مانیں تو میں آپ لوگوں کی ذات سے متعلق ایک سوال کرنا چاہتی ہوں یا یوں جانیں ایک ذاتی سوال ہے جو میں کرنا چاہتی ہوں امید ہے آپ برا نہیں مانیں گے"۔

مجد الدین نے مرسینہ کی طرف دیکھے بغیر کہہ دیا۔

"بی بی! جو کچھ تم پوچھنا چاہتی ہو پوچھ لو ہم برا ماننے والے لوگ نہیں ہیں"۔

مرسینہ کی آواز خیمے میں پھر سنائی دی۔

"امیر! آپ تینوں کے ادھر آنے کی وجہ تو پہلے بھائی شمس الدین ہمیں بتا چکا ہے۔ ہم یہ بھی جان چکے ہیں آپ الرہا کے نہیں بلکہ حلب کے رہنے والے ہیں۔ اگر آپ برا نہ مانیں تو بتائیں، آپ گھر کے کتنے افراد ہیں؟"

ہلکی سی مسکراہٹ مجد الدین کے چہرے پر نمودار ہوئی پھر کہنے لگا۔

"ہم گھر کے چار افراد ہیں۔ تین ہم یہاں بیٹھے ہیں اور حلب میں چوتھی ہماری ماں ہے جو ہمہ وقت ہماری منتظر رہتی ہے۔ دراصل خطلخ میرے چچا کا بیٹا ہے۔ میرا باپ اور چچا بس دو ہی بھائی تھے۔ دونوں ماضی میں ایک صلیبی جنگ میں کام آ چکے ہیں۔ ان کے ساتھ ایک میرا بڑا بھائی اور ایک خطلخ کا بڑا بھائی صلیبی جنگ میں کام آ چکا ہے۔ خطلخ صرف دو بھائی تھے۔ صلیبی

جنگ میں اس کا باپ بھائی اور ماں تک مارے گئے۔ میرا باپ اور بھائی اس میں شہید ہوئے۔ اس وقت ہم چھوٹے تھے۔ خطلخ کو بھی میری ماں نے ہی پالا۔ اسی بنا پر ہم تینوں اپنے آپ کو سگے بھائی خیال کرتے ہیں اور خطلخ میری ماں کو ماں ہی کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔ اس بنا پر ہم اپنے آپ کو گھر کے چار افراد شمار کرتے ہیں"۔

مجد الدین خاموش ہو گیا۔ پھر اپنے لباس کے اندر سے اس نے چھوٹی سی ایک تھیلی نکالی اور وہ تھیلی اس نے کارلوس کے پہلو میں رکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"محترم کارلوس! آپ ان سرزمینوں میں اجنبی ہیں۔ فرانسیسی نائٹوں سے بھاگتے ہوئے اور ان کے ہاتھوں نقصان اٹھانے کے بعد آپ کے پاس کچھ بھی نہیں بچا ہوگا میرے خیال میں آپ اپنے ذاتی سامان تک سے محروم ہو گئے ہیں۔ آپ کا سارا اثاثہ یہ کپڑے ہوں گے جو آپ لوگوں نے پہن رکھے ہیں۔ یہ جو تھیلی میں نے آپ کے پہلو میں رکھی ہے۔ اس میں کچھ نقدی ہے۔ جو اس غریب الوطنی اور پردیس میں آپ کے کام آئے گی۔ اس کے علاوہ میں کچھ رقم اپنے بھائی شمس الدین کے حوالے بھی کروں گا۔ آپ ایسا کیجئے گا آج پچھلے پہر مرسینہ اور مثال دونوں بہنوں کو شمس الدین اور خطلخ کے ساتھ الرہا شہر کے بازار کی طرف بھیج دیجئے گا یہ اپنی پسند کے کپڑوں کے علاوہ آپ کے لئے بھی کچھ پہناوے لے کر آئیں گی اس کے علاوہ بازار سے اپنی ضروریات کا جو دیگر سامان یہ خریدنا چاہیں ان دونوں کے ہمراہ خرید لیں گی"۔

مجد الدین کی اس گفتگو کے جواب میں کارلوس کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ مجد الدین نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا کہنے لگا۔

"میں جانتا ہوں آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ شکریہ ادا کریں گے، ممنونیت کا اظہار کریں گے لیکن میں ایسے الفاظ سننے کا عادی نہیں ہوں۔ میں جو کچھ کر رہا ہوں یہ آپ لوگوں کی ضرورت ہے"۔

اس کے ساتھ ہی مجد الدین اُٹھ کھڑا ہوا۔ ساتھ ہی شمس الدین اور خطلخ کو بھی اس نے اشارہ کیا پھر وہ تینوں خیمے سے نکل گئے تھے۔

............☆............

نو لاکھ کے صلیبی لشکر کا پڑاؤ قسطنطنیہ تھا۔ وہاں اس وقت مینول اول کی حکومت تھی وہ یورپی صلیبی لشکر کی کثرت تعداد سے گھبرا اٹھا تاہم اس نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ نو لاکھ کے صلیبی لشکر سے اچھا سلوک کیا جائے اور ہر ممکن طریقے سے ان کی مدد کی اور آئندہ بھی ان کی امداد کرنے کا یقین دلایا۔

لیکن یورپی صلیبیوں کی مستیاں نا قابل برداشت تھیں اور قسطنطنیہ کے یونانی ان کی حرکتوں سے بہت جلد بے زار ہو گئے اور انہوں نے اندر ہی اندر کوششیں شروع کر دیں کہ وہ نو لاکھ کا صلیبی لشکر جس قدر جلدی ممکن ہو قسطنطنیہ سے مسلمانوں کے علاقوں کی طرف کوچ کر جائے۔

ان حالات میں جرمن کے بادشاہ کانرڈ اور فرانس کے بادشاہ لوئی نے اپنے لشکریوں کے ساتھ قسطنطنیہ سے کوچ کیا۔ طے یہ پایا کہ دونوں لشکر اکٹھے سفر نہ کریں بلکہ مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے نیفیا کے مقام پر جا کر دونوں لشکر متحد ہو جائیں۔

جن علاقوں سے ان دونوں لشکروں نے گزرنا تھا وہ علاقے قونیہ کے سلجوقی سلطان مسعود کی سلطنت کا حصہ تھے۔ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے بعد بے شک سلجوقیوں کے اندر پہلا سا دم خم نہیں تھا لیکن صلیبی آمد پر اپنی کچھار میں سویا شیر جاگ اٹھا۔ سلطان مسعود سلجوقی نے باری باری اپنے علاقوں میں جرمنی کے شہنشاہ کانرڈ اور فرانس کے شہنشاہ لوئی کو اپنا ہدف بنانے کا ارادہ کیا۔

سلجوقی جنگ کے بڑے ماہر تھے۔ سلطان مسعود سلجوقی نے کوہستانی سلسلوں کے اندر اپنے لشکر کے مختلف حصے کر کے انہیں پھیلا دیا اور جونہی جرمنوں کا شہنشاہ کانرڈ وہاں سے گزرنے لگا تب سلجوقی ان پر جلتے چڑھتے دکھ کے آتش فشاں کی صورت رات کی گہری

اداسیوں میں دلوں کو لخت لخت کر دینے والے غم کی بے روک یلغار کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔ جرمنوں کے مقابلے میں سلجوقیوں نے ایسی عزیمت، جرأت اور ہمت کا مظاہرہ کیا جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ بے شک وہ تعداد میں تھوڑے تھے۔ جنگی تیاری بھی نہ ہونے کے برابر تھی۔ پھر بھی انہوں نے آزادی اور خودمختاری کی حفاظت کی خاطر بڑی پُرشکوہ اور باوقار قوت و عظمت کا مظاہرہ کیا۔ وہ راز صداقت میں کھولتی صحرائی ویرانیوں کی طرح جرمنوں پر حملہ آور ہوئے اور جس جس کوہستانی سلسلوں سے اُتر کر وہ جرمنوں پر حملہ آور ہوتے رہے وہاں وہاں انہوں نے بغاوت کے علم دار شیطان پرستوں کے خلاف کمال کی علامتوں اور ماضی کی عظمتوں کی نشانیوں کا بہترین مظاہرہ کیا جس سمت جس طرف سلجوقی حملہ آور ہوئے جرمنوں کی حالت وہ بکھری کہ تیلیوں کی طرح لاشوں، دیمک آلود در و بام وحشت کی پت جھڑ اور خیالات کی مسمار ہوتی کائنات سے بھی بدتر کرتے چلے گئے تھے۔

صلیبی قونیہ کے سلطان مسعود سلجوقی کو بوڑھا شیر سمجھتے تھے لیکن وہ بوڑھا شیر ابھی بیدار تھا۔ اپنی کچھار سے اس طرح بیدار ہو کر نکلا کہ کوہستانی سلسلے کی گھاٹیوں کے اندر اس نے جرمنوں کو خشک پتوں کی طرح اڑانا شروع کر دیا تھا۔

مورخین تک اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ قونیہ کے سلطان مسعود سلجوقی کے ہاتھوں جرمنی کو بدترین تباہی اور بربادی کا سامنا کرنا پڑا اور وہ اپنا کافی نقصان اٹھائے ہوئے گرتے پڑتے بچے کھچے لشکر کو لے کر بمشکل تمام نیفیا پہنچنے میں کامیاب ہو سکے۔

جرمنوں کو نقصان پہنچانے اور ان کی ہمت اور صلیبی جذبوں کو نیست و نابود کرنے کے بعد قونیہ کے سلطان مسعود نے اب فرانسیسیوں سے بھی اسی طرح نمٹنے کا تہیہ کر لیا تھا جس طرح اس نے جرمنوں کے لاکھوں کے لشکر کو بے ضرر بھیڑ کی طرح ہانک کے رکھ دیا تھا۔

بہر حال اپنی تباہی اور بربادی کا تماشا دیکھتے ہوئے بچے کھچے لشکر کو لے کر جرمنی کا شہنشاہ کانرڈ نیفیا شہر پہنچنے میں کامیاب ہو گیا چونکہ سلطان مسعود سلجوقی جرمنوں کے خلاف برسرپیکار رہا تھا لہٰذا فرانس کا بادشاہ لوئی دوسرے راستے سے اپنے لشکر کو بچا کر نیفیا پہنچ گیا۔

مورخین لکھتے ہیں جب دونوں بادشاہ نیفیا میں ملے اور فرانس کے بادشاہ کو جرمن لشکر کی تباہی اور بربادی کا علم ہوا تو دونوں شہنشاہ اپنی تباہی اور بربادی پر رو دیئے۔ مورخین یہ

بھی لکھتے ہیں جب دونوں بادشاہ ایک دوسرے کے گلے لگے تو خوب روئے اور عہد کیا کہ دونوں اکٹھے فلسطین جائیں گے اور یروشلم کو اپنا مسکن بنا کر سب سے پہلے مسلمانوں کے شہر دمشق پر حملہ آور ہوں گے۔

چند دن تک دونوں بادشاہوں نے نیفیا میں قیام کیا۔ اس دوران موسم سرما اپنے عروج پر آ رہا تھا۔ سلجوقیوں کے ہاتھوں جرمنوں کے بادشاہ کانرڈ نے ایسی تباہی اور بربادی دیکھی تھی کہ وہ پھر سلجوقیوں کے علاقوں سے ہو کر یروشلم کا رُخ کرتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔ لہٰذا اس نے فرانس کے بادشاہ لوئی سے بہانہ بنایا کہ وہ موسم سرما قسطنطنیہ میں گزارنا چاہتا ہے اس کے بعد موسم کی تبدیلی پر یروشلم کا رُخ کرے گا۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد جرمنوں کا بادشاہ کانرڈ اپنے لشکر کو لے کر محفوظ ترین راستوں سے ہوتا ہوا واپس قسطنطنیہ چلا گیا تھا۔

فرانس کا بادشاہ لوئی جرمن فرمانروا کے الگ ہو جانے کے باوجود اپنے عزم پر قائم رہا اور بڑی ہوشیاری اور احتیاط کے ساتھ نیفیا سے اس نے کوچ کیا اور اب اس کا رخ لاؤڈیسیا کی طرف تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ انطاکیہ کی بندرگاہ پہنچ کر وہ سمندر کے راستے یروشلم کی طرف چلا جائے گا۔

سلجوقیوں کے متوقع حملے سے بچنے کے لئے اس نے اپنے لشکر کے دو حصے کیے۔ اگلے حصے کا سالار اس نے اپنے ایک کماندار جیفری کو بنایا اور پچھلے حصے کے درمیانی حصے میں خود رہا تا کہ جیفری راستوں کو صاف کرتا چلا جائے گا اور اس کے پیچھے پیچھے دوسرے حصے کو لے کر لوئی بھی لاؤڈیسیا کی طرف بڑھتا رہے۔

کچھ آگے جا کر لوئی نے جیفری کو پیغام بھجوایا کہ لشکریوں کو آرام فراہم کرنے کے لئے وہ کوہ بابا داغ کے بلند سلسلے پر چڑھ جائے اور چوٹی پر جا کر کچھ پہرے دار مقرر کر دے تا کہ وہ ارد گرد نگاہ رکھیں اور ان پر کوئی شب خون نہ مار سکے۔ یا اچانک حملہ آور ہو کر نقصان نہ پہنچائے جیفری لوئی کے حکم کے مطابق اور اس کی تعمیل کرتے ہوئے کوہ بابا داغ کی بلندیوں پر پہنچنا چاہتا تھا لیکن یہاں لوئی کی ملکہ ایلیز آڑے آئی وہ لشکر کے اگلے حصے میں سفر کر رہی تھی جب اپنے لشکر کو لے کر جیفری نے کوہ بابا داغ کی بلندیوں پر چڑھنا چاہا تو اس نے اصرار کیا کہ ہمیں سامنے نظر آنے والی سرسبز نشیبی وادی میں قیام کرنا چاہیے۔

جیفری ملکہ ایلیز کی اس خواہش کو ٹھکرا نہیں سکتا تھا۔ لہٰذا مجبور ہو کر نشیبی وادی میں اُتر گیا۔ جونہی اس نے پہاڑ کی بلندیوں کو چھوڑا اور نشیب میں اُترا قونیہ کے سلطان مسعود کے سلجوقی جنگجو جو گھات لگائے فرانسیسیوں کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے کوہ بابا داغ کی بلندیوں پر فوراً قابض ہو گئے۔

ان بلندیوں کے پاس سے اگلا حصہ جو جیفری کی کمانداری میں سفر کر رہا تھا وہ تو گزر گیا۔ اب پچھلا حصہ باقی رہتا تھا۔ جس میں خود فرانس کا بادشاہ لوئی سفر کر رہا تھا۔

فرانسیسیوں کے لشکر کا وہ حصہ جس میں خود ان کا شہنشاہ لوئی تھا کوہ بابا داغ کی ان چوٹیوں کے قریب آیا۔ جن کے اوپر سلجوقی جنگجو گھات لگائے بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر ایک خونی منظر نمودار ہوا۔

کوہستانی چوٹیوں کے اوپر سے جنگجو سلجوقی خوفناک انداز میں تکبیریں بلند کرتے ہوئے اس طرح اُترے تھے جس طرح لاہوتی قوتوں کے بحر بیکراں میں چارسو کو بکو پھیل جانے والے دکھوں کے چڑھتے آسیب نمودار ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کوہستانی پر خار اور دشوار گزار سنسان راستوں پر مسلمان سلجوقی جنگجو حیرت و جلال کے پیکر اور شب و روز کی گردشوں میں اندھیری راہ کی پرچھائیوں کی طرح حملہ آور ہونے لگے تھے۔

وقت کی چشم الہام نے دیکھا جنگجو سلجوقی ترک مسلمان مجاہدین ہر سمت سے اس طرح اُمڈ پڑے تھے جیسے راکھ کے اندر سے چنگاریاں پھیلتی ہوئی بارودی ہواؤں سے مل کر رگ رگ میں خوف پھیلانا شروع کر دیتی ہیں۔ آگے بڑھتے ہوئے فرانسیسی دنگ اور خوفزدہ ہو گئے تھے۔ اس لئے کہ اب ایک نہیں انگنت اطراف سے سلجوقی ٹڈی دل کی طرح یلغار کرتے سوالات اور قہر و بربادی کے دوش پر بھاپ اور تیل کے جلتے غبار کی طرح ان پر ٹوٹ پڑے تھے۔

کوہستان بابا داغ کی ان وادیوں میں فرانسیسی کرم خوردہ ہنگاموں خون پیتی یورشوں کا شکار ہو گئے تھے۔ ترک تندگام طوفانوں کی طرح ان کے اسم و جسم اور نفس و نبض میں، اطوار کا انتشار، بحران کی گردشیں۔ گومگو کے انداز، دکھ کے جال، فنا کے سیل اور بد دلی کے سوزاں شعلے بھرتے چلے گئے تھے۔

تیز حملوں میں سلجوقی مسلمانوں نے ہزاروں صلیبیوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کے رکھ دیا تھا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ فرانس کے بادشاہ لوئی کے محافظ دستوں کے کم از کم تیس نامور جنگجو اور تیغ زن ان سلجوقی حملہ آوروں کا شکار ہو گئے۔ ان کے مارے جانے اور اپنے لشکر کے بے پناہ نقصان کے بعد فرانس کا بادشاہ بڑی مشکل سے اپنی جان بچا کر اپنے لشکر کے اگلے حصے میں پہنچا تھا۔

مشہور مورخ آرچر لکھتا ہے کہ صلیبیوں کے لئے ایک بہت بڑا مہلک صدمہ تھا وہ دمشق فتح کر کے اس شہر میں داخل ہونا چاہتے تھے لیکن فرانس کا پھول دمشق پہنچ کر کھلنے سے پہلے ہی مرجھا گیا۔ صلیبی یہ سمجھتے تھے کہ کوہ بابا داغ کے آس پاس نقصان اُٹھانے کے بعد سلجوقی مسلمان ان کا پیچھا چھوڑ دیں گے لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ سلجوقیوں نے دور تک ان کے ساتھ کبھی چھاپہ مار کبھی شب خون کا کھیل کھیلا۔ جگہ جگہ انہیں پریشان کیا۔ جو لشکری تھوڑی دیر کے لئے علیحدہ ہوتے ان کا وہ کام تمام کر کے رکھ دیتے۔ یہاں تک کہ فرانس کا بادشاہ تنگ کوہستانی راستوں سے ہوتا ہوا بڑی مشکل سے انطاکیہ نام کی بندرگاہ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔

جس وقت سلجوقیوں نے فرانسیسوں پر زوردار حملے کئے تھے اس وقت فرانسیسی اس طرح بدکے تھے جس طرح خوفناک بکریاں درندوں کے حملہ آور ہونے سے بدکتی ہیں۔ لہٰذا کچھ فرانسیسی انطاکیہ کا رخ کرنے کی بجائے سیدھا آگے بڑھ گئے اور جب راستے میں انہیں خبر ہوئی کہ جس شاہراہ پر وہ بھاگتے جا رہے ہیں اس سے آگے الرہا کا وہ شہر ہے جس کی خاطر صلیبی جنگ کی ابتداء کی گئی ہے تو ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ انہوں نے قسمت آزمانے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ ایک کافی بڑا بلکہ ایک جرار لشکر تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ اگر وہ الرہا پر اچانک حملہ آور ہو کر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تو راستے میں جس قدر انہیں دشواریاں اُٹھانا پڑی ہیں ان سب کی تلافی ہو جائے گی۔ لہٰذا وہ بڑی تیزی سے الرہا شہر کے رُخ پر آگے بڑھے تھے۔

دوسری جانب فرانس کے بادشاہ لوئی نے انطاکیہ کی بندرگاہ پر زیادہ دیر قیام نہیں کیا۔ اس کو خدشہ تھا کہ کہیں یہاں بھی سلجوقی مسلمان ان پر حملہ آور ہونے یا شب خون مارنے کی ابتداء نہ کر دیں۔ لہٰذا وہ فی الفور سمندر کے راستے سے وہاں سے روانہ ہو گیا اور اپنے لشکر کے ساتھ انطاکیہ جا پہنچا۔

O

ایک روز کارلوس، مرسینہ اور مشال تینوں اپنے خیمے میں بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے کہ خیمے کے دروازے پر مجدالدین کا چھوٹا بھائی شمس الدین نمودار ہوا اور کہنے لگا......

''میں اندر آ سکتا ہوں؟''

کارلوس نے اسے اندر آنے کے لئے کہا جب وہ ان کے نزدیک گیا تب شکوؤں بھری آواز میں کارلوس نے اسے مخاطب کیا۔

''شمس الدین بیٹے یہ جو تم دروازے پر رک کر اندر آنے کے لئے اجازت طلب کرتے ہو۔ تو میرے خیال میں اس میں اجنبیت کا اظہار ہے۔ دروازہ کھلا تھا۔ ہم تینوں تمہیں صاف دکھائی دے رہے تھے۔ بچے! میں تمہیں اپنے بیٹے کی طرح سمجھتا ہوں مرسینہ اور مشال دونوں تمہیں بھائی کہتی ہیں۔ تم بھی انہیں بہنیں کہہ کر پکارتے ہو اب ایک طرح سے تمہارے ساتھ ہمارا ایک رشتہ ہے بیٹے! اس طرح دروازے پر کھڑے ہو کر رکنا ایک طرح کی اجنبیت کا اظہار ہے۔ آؤ میرے قریب بیٹھو''۔

شمس الدین بیٹھا نہیں مسکراتا رہا۔ پھر کہنے لگا۔

''محترم کارلوس! مرسینہ اور مشال میری دونوں بہنیں ہیں، تم تینوں کے لئے ایک اچھی بلکہ خوش خبری لے کر آیا ہوں''۔

کارلوس نے غور سے شمس الدین کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''بیٹے! اگر کوئی ہمارے لئے خوش خبری ہے تو کہو دیر کا ہے کی''۔

اس پر شمس الدین بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''محترم کارلوس مجھے آپ کے بھائی سمرون، ان کی بیوی ازبل اور بیٹی جمارا مل گئے ہیں۔ اگر آپ کہیں تو میں انہیں اندر لے کر آؤں؟''

شمس الدین کی اس گفتگو سے کارلوس، مرسینہ اور مشال تینوں دنگ رہ گئے تھے۔

کارلوس کے زخم اب چونکہ مکمل طور پر ٹھیک ہو چکے تھے اور وہ بالکل تندرست تھا لہٰذا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا خیمے کے دروازے کی طرف بڑھا اور کہنے لگا۔

"بیٹے! لگتا ہے تم ان تینوں کو باہر کھڑا کر آئے ہو"۔

مرسینہ اور مثال بھی اُٹھ کر کارلوس کے پیچھے ہو لی تھیں۔ عین اس لمحہ شمس الدین بھاگتا ہوا باہر نکلا پھر جونہی کارلوس۔ مرسینہ اور مثال خیمے کے دروازے کے قریب پہنچے باہر سے کارلوس کا بھائی سمرون اس کی بیوی ازبل اور بیٹی جمارا داخل ہوئے۔ سب روتے ہوئے ایک دوسرے سے گلے ملنے لگے تھے۔ پھر سب آ کر خیمے میں بیٹھ گئے کچھ دیر تک سمرون اس کی بیوی اور بیٹی جمارا تینوں کارلوس کی بیوی دونوں بیٹوں اور بڑی بیٹی کے مرنے کا دُکھ اور افسوس کرتے رہے۔ پھر سمرون جو کارلوس سے بڑا تھا اس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"کارلوس میرے بھائی! دراصل امیر مجد الدین ہمارے کئی ماہ پہلے سے جاننے والے ہیں اور ان کے ساتھ ہمارے بڑے اچھے تعلقات ہیں۔ ہمیں تلاش کرنے میں انہیں تاخیر ایک وجہ سے ہوئی دراصل بھائی یہاں آ کر ہم نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس بنا پر جو آدمی امیر مجد الدین نے ہمیں تلاش کرنے کے لئے بھیجے تھے وہ الرہا کے ارمنی محلے میں ہمیں تلاش کرتے رہے۔ جہاں زیادہ تر عیسائی رہتے ہیں۔ ہم اس محلے میں منتقل ہو چکے ہیں جہاں مسلمانوں کی آبادیاں ہیں۔ اس لئے انہیں ہمیں تلاش کرنے میں تاخیر ہوئی۔ بہرحال میں محترم مجد الدین، شمس الدین اور ان کے چچا زاد بھائی...... خطلخ کا انتہا درجہ کا شکر گزار ہوں کہ کم از کم انہوں نے آپ تینوں کو تو تعاقب کرنے والے فرانسیسی نائٹوں سے بچا لیا"۔

اتنا کہنے کے بعد سمرون رکا پھر دوبارہ کارلوس کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"امیر مجد الدین کی یہ بھی مہربانی ہے کہ انہوں نے اپنے خیمے میں تم تینوں کے قیام کا اہتمام کیا۔ اب تینوں اٹھو ہمارے ساتھ گھر چلو"۔

اس پر کارلوس بولا اور کہنے لگا۔

"سمرون تم ٹھیک کہتے ہو لیکن"۔

کارلوس اپنی بات مکمل نہ کر سکا اس لئے کہ اس سے پہلے ہی مرسینہ بول پڑی۔ سمرون کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"عم! ہمارا اس طرح یہاں سے آپ کے پاس چلے جانا بڑا معیوب ہو گا جب تک امیر مجد الدین یہاں نہیں آتے ان کا ہم پر بڑا احسان اور عنایت ہے۔ اگر ہم ان سے ملے

بغیر ہی یہاں سے چلے جائیں تو میں سمجھتی ہوں یہ اخلاقاً اچھا نہیں ہے"۔ پھر مرسینہ نے شمس الدین کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

"شمس الدین میرے بھائی امیر کیوں تمہارے ساتھ نہیں آئے...... اگر ہمارے چچا ہماری بہن جمارا ہماری چچی ازبل مل گئے ہیں تو میرے خیال میں ان کو بھی ان کے ساتھ آنا چاہیے تھا"۔

اس پر شمس الدین کی بجائے مرسینہ کا چچا سمرون بول پڑا۔

"مرسینہ میری بیٹی! راستے میں شمس الدین نے مجھے سارے حالات بتا دیئے ہیں۔ امیر مجد الدین اس وقت یہاں نہیں ہیں"۔

دکھ بھری آواز میں شمس الدین کی طرف دیکھتے ہوئے مرسینہ نے پوچھا۔

"بھائی! امیر یہاں کیوں نہیں ہیں کیا وہ ہم سے ملے بغیر واپس حلب جا چکے ہیں"

اس پر شمس الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

"نہیں میری بہن ایسی بات نہیں۔ حلب کی طرف نہیں گئے تم لوگوں کو یہاں تک تو پتہ تھا کہ صلیبیوں کے نو لاکھ کے لشکر نے قسطنطنیہ میں قیام کیا ہوا تھا پھر انہوں نے وہاں سے کوچ کیا ہمارے مخبر اور نقیب ان علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے اور ان کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ راستے میں جرمن اور فرانسیسی دونوں لشکروں کو قونیہ کے سلجوقی سلطان نے اپنا ہدف بنایا اور انہیں بے پناہ نقصان پہنچایا۔

اب جو خبریں آئی ہیں ان کے مطابق سلجوقیوں سے نقصان اُٹھا کر جرمنی کا شہنشاہ کانرڈ تو سرما گزارنے کے لئے واپس قسطنطنیہ چلا گیا ہے۔ جبکہ فرانسیسی سلجوقیوں کے ہاتھوں نقصان اُٹھانے کے بعد انطاکیہ کی بندرگاہ کی طرف گئے۔ وہاں سے وہ انطاکیہ چلے گئے ہیں اور فرانسیسیوں کے لشکر کا ایک بہت بڑا حصہ جو سلجوقیوں کے حملہ آور ہونے کے باعث اپنے لشکر کے بڑے حصے سے علیحدہ ہو گیا تھا وہ الرہا کا رُخ کر رہا ہے۔ سُنا ہے اس لشکر میں بڑے بڑے منجھے ہوئے اور تجربہ کار فرانسیسی نائٹ ہیں۔ ہمارے مخبر ان کے اردگرد منڈلا رہے تھے۔ ان فرانسیسیوں کو جب خبر ہوئی کہ وہ اپنے بادشاہ لوئی کے لشکر سے بچھڑ گئے ہیں اور یہ کہ انطاکیہ کی بندرگاہ کی بجائے جس شاہراہ پر وہ سفر کر رہے ہیں وہ الرہا کی طرف جاتی ہے۔ تو وہ بے حد

خوش ہوئے۔

اس لئے کہ الرباشہر سے ہی اس صلیبی جنگ کی ابتداء ہو رہی ہے۔ ان فرانسیسیوں نے تہیہ کر لیا ہے کہ اچانک الرباشہر پر قبضہ کر کے صلیبیوں کے باقی لشکر کو دنگ کر کے رکھ دیں گے۔ انہی فرانسیسی صلیبیوں اور نائٹوں کی راہ روکنے کے لئے بھائی مجدالدین اور خطلخ گزشتہ شب اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کر چکے ہیں۔ یہاں خیمہ گاہ میں چھوٹا سا ایک لشکر ہے۔ جو میری کمان داری میں خیمہ گاہ کی حفاظت پر رکھا گیا ہے''۔

شمس الدین جب خاموش ہوا تب اپنے بھائی سمرون کی طرف دیکھتے ہوئے کارلوس کہنے لگا۔

''سمرون میرے بھائی! مجھے اس وقت جو سب سے بڑی خوشی ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ تم ہمیں مل گئے ہو اور یہ کہ''

سمرون نے اس کی بات کاٹ دی کہنے لگا۔

''بھائی برا مت ماننا۔ تم میرے چھوٹے بھائی ہو۔ میرا دل کہتا ہے کہ تمہیں اس بات کا صدمہ بھی ہو رہا ہوگا کہ میں اسلام قبول کر چکا ہوں''۔

کارلوس مسکرایا۔ سمرون کا شانہ تھپتھپایا کہنے لگا۔

''بھائی قسم مسیح کی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ دیکھو اگر تم نے اسلام قبول کیا ہے تو کچھ دیکھ کے کیا ہوگا۔ اور اگر تم سمجھتے ہو کہ جو راستہ تم نے اختیار کیا ہے یہ نیکی کا راستہ ہے تو بخدا یہ راستہ اختیار کرنے پر میں خوشی محسوس کروں گا''۔

کارلوس رُکا پھر اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''بھائی معاملہ کچھ یوں ہے۔ کہ امیر مجدالدین سے ملے اور اسے بتائے بغیر میں یہاں سے جانا نہیں چاہتا۔ اگر تم بُرا نہ مانو تو میری یہ خواہش ہے کہ امیر مجدالدین یہاں واپس آ جائیں تو پھر ان سے ملنے کے بعد ان سے اجازت لینے کے بعد میں تم لوگوں کے ساتھ جاؤں گا''۔

جواب میں سمرون مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''کارلوس میرے بھائی جہاں تک امیر مجدالدین کا تعلق ہے تو آپ بالکل بے فکر رہیں میں ان سے خود بات کرلوں گا۔ آپ تینوں ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ چلیں۔ اور

میں اس لئے بھی آپ تینوں کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں کہ اس طرح مجھے امیر مجدالدین کی دعوت اور ضیافت کرنے کا موقع مل جائے گا۔

اس وقت اگر تم تینوں میرے ساتھ جاؤ گے تو ظاہر ہے امیر مجدالدین جب اپنی مہم سے لوٹیں گے تو وہ آپ لوگوں سے ضرور ملنا پسند کریں گے اس موقع پر میں خود ان سے ملاقات کروں گا اور اپنے ہاں ان کی دعوت کروں گا جس میں یہ تینوں بھائی شامل ہوں گے''

سمرون مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے کارلوس شمس الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''شمس الدین بیٹے! تمہیں اس سلسلے میں کوئی اعتراض ہے؟''

شمس الدین مسکرا دیا کہنے لگا۔

''محترم کارلوس مجھے بالکل کوئی اعتراض نہیں۔ دیکھئے آپ کے بھائی آپ کو مل گئے ہیں یہ بہت بڑی خوشی اور آپ کے لئے اطمینان کا باعث ہے۔ اگر یہ ابھی اور اسی وقت آپ کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ آپ تینوں ان کے ساتھ جائیں۔ اس کے علاوہ''۔

شمس الدین کی اس گفتگو سے لگتا تھا سمرون بے حد خوش ہو گیا تھا۔ فوراً بول پڑا......

''شمس الدین بیٹے میں تمہاری اس گفتگو سے بے حد خوش ہوا ہوں۔ بہر حال تینوں کو ابھی اور اسی وقت اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔ اور جونہی امیر لوٹیں۔ شمس الدین بیٹے مجھے اس کی اطلاع کرنا۔ ان کی آمد کے بعد میں تم تینوں کی اپنے ہاں ضیافت کا بہترین اہتمام کرنا چاہتا ہوں''

پھر سمرون اُٹھ کھڑا ہوا اور کارلوس کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

''اب تم تینوں اُٹھو اور چلیں''

شمس الدین بھی کھڑا ہو گیا اور مرسینہ کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

''مرسینہ بہن اپنا سارا سامان سمیٹو۔ اس کے باوجود بھی اگر یہاں کوئی چیز رہ جائے تو وہ میں تم لوگوں کو پہنچا دوں گا''۔

مرسینہ مشال اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ جلدی جلدی انہوں نے اپنا سامان سمیٹا۔ پھر تینوں باپ بیٹی، سمرون، ازبل اور جمارا کے ساتھ چلے گئے تھے۔

..........☆..........

الربا کی طرف بڑھنے والا صلیبیوں کا لشکر کچھ اس طرح بے فکری سے آگے بڑھ رہا تھا جیسے اپنے مقدر کی لکیریں تلاش کرتے آسمان پر بھورے بادلوں کے قافلے آگے بڑھتے ہیں۔ جیسے غبار راہ میں اپنے نصیبوں کے نقش پا کے نشانات کے متلاشی کاروان اپنے سفر پر رواں دواں ہیں۔ وہ سایہ سایہ گھر میں تیرگی کے راج کی طرح مطمئن آگے بڑھ رہے تھے۔ انہیں امید تھی کہ وہ الربا شہر کو فتح کر کے باقی صلیبیوں پر بازی لے جائیں گے۔ لیکن ابھی وہ الربا شہر سے کافی دور تھے کہ مجد الدین الدایہ اور خطلخ بن زاہد کسی اتھاہ بے پایاں، بے کراں، لامحدود اور بے کنار بحر کی طرح ان کی راہ روک کھڑے ہوئے۔

صلیبیوں کو اب بھی یقین تھا کہ جس لشکر نے ان کی راہ روکی ہے انہیں اپنے پاؤں تلے روندتے ہوئے وہ الربا پر حملہ آور ہونے میں کامیاب ہو جائیں گے، دوسری جانب امیر مجد الدین کے ساتھ جو لشکر تھا اسے اس نے دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ایک حصہ اس نے اپنے پاس رکھا۔ دوسرا اس نے خطلخ بن زاہد کی کمانداری میں دیا تھا۔ کچھ دیر دونوں صلاح مشورہ کرتے رہے۔ پھر حملے کی ابتداء خود مجد الدین بن الدایہ نے کی تھی۔ وہ صلیبیوں پر اس طرح حملہ آور ہوا جس طرح عباد الصنم اور کار طفلاں کا کھیل کھیلنے والوں پر اخلاص و استقامت کے ساتھ اور نون والقلم کا راز کھولنے والے عناصر نزول کر جاتے ہیں۔ جیسے مستی میں جھاگ اُڑاتے تند جولاں گرم رو صرصر کسی کو اپنا شکار بناتی ہے۔ وہ ان پر اس طرح ٹوٹ پڑا تھا جیسے سمندر کے ساحل کی گیلی ریت تک کو صحرا میں دفن کر دینے والے انجمن کن فیکون کے صدر نشین اپنے کام کی ابتداء کرتے ہیں۔ مجد الدین کا یہ حملہ ایسا پر قوت اور زور دار تھا جیسے وہ اپنے دامن اپنی جھولی میں دریاؤں کا اضطراب سمندر کی خوفناک صدائیں اپنی ریاضتوں اور ہنر کے ثمر سمیٹتے ہوئے ہوش و دانش ضائع کر دینے والی ہجر و حرارت اور جوش

جذبہ کے ساتھ حملہ آور ہو گیا تھا۔

مجد الدین جب اپنے حملے کی تکمیل کر چکا تب خطلخ بن زاہد نے اپنے کام کی ابتداء کی وہ اپنے لشکر کو مزید بائیں جانب لے گیا پھر دشمن کے پہلو پر وہ پگھلنے کے عمل سے گزار دینے والے لافنا دست اجل نفرت پرستی کے طوفانوں اور انبوہ در انبوہ درندگی اور سفاکی کو دھواں بنا کر اڑا دینے والے موت کے بے کراں بگولوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

مجد الدین جب صلیبیوں پر حملہ آور ہوا تو صلیبی سارے اس کی طرف سمٹ گئے تھے۔ ان کا ارادہ تھا کہ اس کے حملے کو روک کر جوابی کارروائی کریں گے مگر ان کی جوابی کارروائی کرنے سے پہلے ہی خطلخ بن زاہد نے ان کے پہلو پر ایسی زوردار ضربیں لگائیں کہ جو جوش جذبہ اور زور مجد الدین کی طرف بڑھا تھا اس میں سے کچھ کا رُخ خطلخ بن زاہد کی طرف ہو گیا جس سے مجد الدین نے پورا فائدہ اُٹھایا اور اپنے سامنے آنے والے صلیبیوں کو اس نے تقریباً روندتے ہوئے گھسیٹتے ہوئے آگے بڑھنا شروع کیا تھا۔

فرانسیسی جس غرور و تکبر اور تعصب و گھمنڈ اور عقائد و نظریات کے گرداب کو لے کر الربا کی طرف بڑھے تھے وہ دھوئیں کی طرح تحلیل ہوتے دکھائی دے رہے تھے۔ مجد الدین اور خطلخ بن زاہد نے ان پر حملہ آور ہوتے ہوئے اجل کے کھیل کا ایک عجیب سماں باندھ کر رکھ دیا تھا۔ ان کے اس طرح حملہ آور ہونے سے میدان جنگ میں بربادی کی پرچھائیاں بدنصیبی کے سائے رقص کرنے لگے تھے۔ آوازیں تند زبان کے انگاروں کی طرح میدان جنگ میں افراتفری کا عالم پھیلانے لگی تھیں۔ اجل کی دستک ہر شے کو گراں گوش کرتی چلی گئی تھی۔ چٹختی چنگاریوں کی طرح آہوں کی طوفان خیزیاں ہر شے پر خوف و ہراس طاری کرتی چلی گئی تھیں۔ بے بسی کی المناک چیخیں روحوں کو موت کی تاریکیوں تک میں گم کرتی چلی گئی تھیں۔

مجد الدین اور خطلخ بن زاہد کے ان حملوں کے جواب میں صلیبیوں نے اپنی پوری طاقت اور قوت کو یکجا کرتے ہوئے زوردار حملے شروع کئے۔ لیکن انہیں کوئی کامیابی نہ ہوئی اس لئے کہ ان کے سامنے مجد الدین اور خطلخ بن زاہد کی کمانداری میں لڑنے والے جبل صفا و نور کی

وادیوں کے پاسبان، احد کی عجوبہ چٹانوں کے وارث، بدر کے متبرک میدانوں کے چوپان، کسی نقش گر کے عزم صمیم کی طرح اپنے سامنے آنے والے صلیبیوں کی حالت مخدوش اور شکستہ امیدوں کی طرح کرتے چلے گئے تھے۔ ان کے حملوں میں ایسا زور ایسی کاٹ تھی کہ وہ خدشات کے گرداب میں صلیبیوں کے قلب ونظر کی تطہیر اور ان کے فکر و کردار کی ترتیب تک کو درہم برہم کرتے چلے گئے تھے۔

تھوڑی ہی دیر کی جنگ کے بعد صلیبیوں کی حالت نسلوں اور صدیوں کی آہ و بکا ہتھکڑیاں پڑی کلائیوں۔ بوجھ تلے دبی گردنوں اور ٹوٹے خوابوں کی کرچیوں سے بھی بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ انہیں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔

جس قدر ان کے پاس سامان تھا وہ سارا انہوں نے وہیں چھوڑا۔ مجد الدین اور خطلخ بن زاہد نے بڑی خوفناکی بڑی تندی سے ان کا تعاقب کیا۔ ان کی تعداد کو مزید کم کیا جب دیکھا کہ وہ بے ضرر ہو گئے ہیں تو وہ لوٹ آئے۔ بھاگنے والے وہ صلیبی انطاکیہ کی طرف چلے گئے تھے۔ اپنے لشکر کے ساتھ مجد الدین اور خطلخ بن زاہد اس جگہ آئے جہاں جنگ ہوئی تھی۔ دشمن کی ہر چیز کو انہوں نے سمیٹ لیا تھا۔ پھر اپنے لشکر کے ساتھ انہوں نے وہیں پڑاؤ کر لیا تھا۔ احتیاط کی خاطر چند روز وہ وہاں قیام کرنا چاہتے تھے تا کہ پھر کوئی صلیبی قافلہ الربا کا رخ نہ کرنے پائے۔

دوسری جانب فرانس کا شہنشاہ لوئی اپنے لشکر کے ساتھ انطاکیہ پہنچا۔ انطاکیہ کا اس وقت ایک شخص ریمنڈ حکمران تھا جو فرانس کی ملکہ ایلیز کا چچا تھا۔ انطاکیہ کے بادشاہ ریمنڈ نے فرانس کے بادشاہ اور اس کے لشکر کی فراخدلی سے خاطر مدارت کی اور ان کی ایسی خدمت کی کہ وہ گذشتہ ان مصیبتوں کو بھول گئے جو انہیں سلجوقیوں کے ہاتھوں برداشت کرنی پڑی تھیں۔

لشکر کے اندر جو یورپ کی حسین ترین عورتیں موجود تھیں وہ انطاکیہ پہنچ کر اور بھی کھل گئیں اور صلیبی سورماؤں کے ساتھ انہوں نے خوب داد عیش دینا شروع کی۔ لشکریوں کے اندر وہ سات سرکردہ اوباش عورتیں جن میں ملکہ ایلیز، کونٹ ٹولوز، کونٹ بلوئیس، ٹال کیولری، مورائل

کونٹس، ڈچس آف بوٹلن اور سیبیلے تھیں انہوں نے بھی ہر شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ کر بدکاری میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کی تھی۔

اسی بدکاری اور اوباشی کی وجہ سے چند ہی دن کے بعد انطاکیہ کے بادشاہ ریمنڈ اور فرانس کے بادشاہ لوئی میں بدمزگی پیدا ہو گئی۔ اور لوئی انطاکیہ سے رخت سفر باندھنے پر مجبور ہو گیا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ انطاکیہ کے بادشاہ ریمنڈ اور فرانس کے بادشاہ لوئی میں بدمزگی کی وجہ فرانس کے بادشاہ کی ملکہ ایلیز تھی۔ جس کی بدکاریاں روز افزوں بڑھتی چلی جارہی تھیں۔ لوئی کو ریمنڈ اور ایلیز میں ناجائز تعلقات کا شبہ ہو گیا تھا۔ حالانکہ ریمنڈ ایلیز کا چچا تھا۔ جب اس نے ملکہ پر اس شبہ کا اظہار کیا تو وہ ناراض ہو کر ریمنڈ کے پاس چلی گئی اور لوئی سے طلاق لینے کی کوشش کرنے لگی۔

لوئی اپنی اس توہین پر برافروختہ ہو گیا اور اس نے رات کے وقت ایلیز کو جبراً ریمنڈ کے محل سے اٹھوا لیا۔ اور اپنے لشکر کے ساتھ وہ انطاکیہ سے یروشلم کی طرف کوچ کر گیا۔

مغربی مورخین فرانس کی ملکہ ایلیز کے متعلق یہاں تک لکھتے ہیں کہ ملکہ ایلیز کی بدچلنی سے مسلمانوں اور مشرقی عیسائیوں میں صلیب برداروں اور صلیبیوں کی بڑی بدنامی ہوئی اور لشکر پر بہت برا اثر ہوا۔ وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ ملکہ ایلیز نے انطاکیہ کے قیام کے دوران صلیبی نائٹوں کے علاوہ ایک ترک نوجوان پر بھی خاص عنایات کیں اس مسلمان ترک کو اس نے بیش قیمت تحائف دیئے اور اسی کی خاطر اس نے ایک بار پھر لوئی سے اپنی شادی منسوخ کرانا چاہی تھی۔ بہرحال ان بدترین حالات سے گزرتے ہوئے لوئی اپنے لشکر کے ساتھ یروشلم پہنچ گیا تھا۔

دوسری جانب جرمنی کے بادشاہ کانرڈ کو جب خبر ہوئی کہ لوئی یروشلم پہنچ گیا ہے۔ تو اس نے سمندر کے راستے قسطنطنیہ سے یروشلم کا رخ کیا یورپ کی ان دو طاقتور حکومتوں کے اکٹھا ہو جانے سے نصرانیوں میں مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی۔ دونوں بادشاہ جب یروشلم میں اکٹھے ہوئے تو دونوں نے مل کر اپنی گذشتہ کوتاہیوں پر توبہ استغفار کی اور مسلمانوں کے خلاف متحد ہو کر جنگ کرنے کا عہد کیا۔ یروشلم کا بادشاہ ان دنوں بالڈون تھا۔ جو پہلی صلیبی جنگ کے نصرانی

سردار گاڈفرے کا چھوٹا بھائی تھا۔ یوں جرمنی اور فرانس کے بادشاہ نے یروشلم کے بادشاہ بالڈون کے ساتھ مل کر اپنے لشکریوں کو استوار کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت کا کام شروع کر دیا اور ارادہ کر لیا کہ تینوں قوتیں متحد ہو کر مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آئیں گی اور سب سے پہلے دمشق پر حملہ کیا جائے گا اور دمشق پر قبضہ کرنے کے بعد آس پاس کے مسلمان شہروں اور علاقوں کو اپنا ہدف بنایا جائے گا۔

O

سلطان نور الدین زنگی حلب شہر میں ایک روز اپنے قصر میں بیٹھا ہوا تھا اس کے دائیں بائیں اس کے دونوں چھوٹے بھائی قطب الدین اور نصرت الدین جگہ سنبھالے ہوئے تھے جبکہ دائیں جانب جو لوگ بیٹھے ہوئے تھے ان میں امیر العساکر اسد الدین شیر کوہ، اس کے علاوہ دوسرے سالاروں میں سے اسامہ بن مرشد، فخر الدین مسعود بن علی، عزیز الدین جرولک، ارسلان، نجم الدین اور دوسرے سالار بیٹھے ہوئے تھے۔ جبکہ دوسری جانب قاضی عبدالواحد بن بلال، قاضی کمال الدین شہ زوری۔ طبیب ابوالمجد، طبیب رشید الدین، طبیب کمال الدین، طبیب شمس الدین، طبیب مہذب الدین، امام عبداللہ، ابن عساکر، کاتب عماد اور امام قطب الدین نیشاپوری بیٹھے ہوئے تھے ان کے علاوہ سلطنت کے دیگر عمائدین بھی اپنے منصب کے مطابق اپنی جگہ سنبھالے ہوئے تھے۔ سلطان خاموش تھا۔ شائد اس کے سامنے کسی کو پیش کیا جانے والا تھا۔

سلطان نور الدین انتہائی موزوں اندام اور خوش چہرہ تھا۔ رنگ سرخ و سفید آنکھیں بڑی بڑی سیاہ گہری تھیں۔ سر بڑا چہرہ کتابی اور پیشانی کشادہ تھی۔ قد کاٹھ میں سلطان خوب لمبا تھا اور جسم بھرا ہوا تھا۔ داڑھی کے بال کم تھے۔ اس کی آنکھوں سے عقل و فراست دانشمندی نمایاں تھی۔ چہرہ بارعب ہونے کے ساتھ ساتھ آنکھوں سے ایک ہیبت ٹپکتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد ایک چوبدار ایک شخص کو لے کر سلطان کے پاس حاضر ہوا سلطان اسے مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ آنے والا شخص جو الربا کی طرف سے مجد الدین کا بھیجا ہوا تھا، اس نے قونیہ کے سلطان کے ہاتھوں جرمن اور فرانسیسیوں کا بدترین نقصان پھر الربا سے دور صلیبیوں کے ایک لشکر کی مجد الدین اور خطلخ کے ہاتھوں بدترین شکست اور پھر فرانسیسی اور جرمن صلیبیوں کے انطاکیہ اور یروشلم کی طرف جانے کی ساری تفصیل کہہ دی تھی۔

جب تک آنے والا وہ مخبر بولتا رہا سلطان دھیرے دھیرے مسکراتا رہا۔ سلطان کے سامنے قریب بیٹھے اسد الدین شیر کوہ کے چہرے پر بھی بڑی پرسکون مسکراہٹ تھی۔ آنے والا قاصد جب خاموش ہوا تو بڑی پرسکون آواز میں سلطان نے شیر کوہ کو مخاطب کیا۔

''شیر کوہ! یہ قاصد ہمارے لئے ایک اچھی اور دلفزا خبر لے کر آیا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ اسے اچھے انعام سے نوازو۔ دوسری یہ کہ اسے ہی پیغام دے کر مجد الدین کی طرف بھیجو اسے میری طرف سے یہ پیغام بھجواؤ کہ اگر وہ یہ خیال کرتا ہے کہ صلیبی اب یروشلم کی طرف چلے گئے ہیں اور الربا کے آس پاس اس وقت صلیبیوں کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں تو وہ فوراً اپنے لشکر کو لے کر حلب آ جائے۔ تاہم الربا میں اس وقت ہمارا جو لشکر ہے اس کے سالار کو تاکید کرتا آئے کہ وہ سرحدوں تک اپنے نقیب پھیلا کر رکھے اور جونہی صلیبیوں کی طرف سے کوئی خطرہ محسوس کرے فوراً نامہ بر کبوتروں کے ذریعے ہمیں اس کی اطلاع کرے۔

کبوتروں سے نامہ بر کا کام لینا گو عہد اسلامی میں عباسی اور سلجوقی سلطانوں کے ادوار میں محدود پیمانے پر شروع ہو چکا تھا لیکن سلطان نور الدین پہلا مسلمان فرمانروا ہے جس نے نامہ بر کبوتروں سے نہایت وسیع پیمانے پر کام لیا۔ نامہ بر کبوتروں کے ذریعے مراسلت کا آغاز کب ہوا۔ اس کے متعلق مختلف روائتیں ہیں بعض مورخین کا بیان ہے کہ اس سے پہلے قدیم مصر میں کبوتروں کے ذریعے مراسلت کا طریقہ ایجاد ہوا۔ کچھ دوسرے مورخین کا خیال ہے کہ کبوتروں کے ذریعے پیغام رسانی کا سہرا قدیم یونانیوں اور رومیوں کے سر ہے۔ اس مقصد کے لئے کبوتروں کو خاص طور پر سدھایا جاتا تھا اور پھر ضرورت کے وقت کسی سدھائے ہوئے کبوتر کے گلے میں خط لکھ کر باندھ دیا جاتا تھا اور اسے منزل مقصود کی طرف اڑا دیا جاتا تھا۔

انہی نامہ بر کبوتروں کے ذریعے سلطان نور الدین زنگی نے یورپی حملہ آوروں کے

حملے کا نہایت موثر طریقے سے سدباب کیا۔ کبوتروں سے کام لینے کے لئے سلطان نورالدین نے اپنی وسیع قلمرو میں جا بجا چوکیاں قائم کیں۔ اور ہر ایک چوکی پر وقائع نویس مقرر کئے جو نواحی علاقوں کی خبریں سلطان کو پہنچانے کے ذمہ دار تھے۔ ان چوکیوں سے متصل اونچے اونچے مینار تعمیر کئے گئے تا کہ نامہ بر کبوتر چوکی کی شناخت کر کے ان میناروں پر اتر سکیں۔ سلطان نورالدین کے حکم سے کبوتروں کے ذریعے خبر رسانی کا طریقہ یہ تھا کہ خبر نویس کسی اہم اور فوری واقع کی اطلاع ورق الطائر پر قلمبند کرتا تھا۔ ورق الطائر ایک خاص قسم کا کاغذ تھا جو پانی میں بھیگ کر خراب نہ ہوتا تھا۔ اس کاغذ پر خبریں نہایت اختصار کے ساتھ قلمبند کی جاتی تھیں اور اس میں کوئی حاشیہ نہیں چھوڑا جاتا تھا۔ تحریر کے آغاز میں بسم اللہ لکھنے کی بجائے اس کے ہندسوں کا لفظ استعمال کیا جاتا تھا۔ مکتوب الیہ کے لئے کسی قسم کے القاب اور تعریفی جملے نہ لکھے جاتے تھے۔ البتہ خط کے آخر میں حسبنا اللہ ونعم الوکیل لکھ دیا جاتا تھا۔ ان نامہ بر کبوتروں کی رفتار معتدل موسم میں اکتالیس میل فی گھنٹہ کے لگ بھگ ہوا کرتی تھی۔ اور اگر ہوا سمت پرواز کی طرف چل رہی ہو تو بعض کبوتر سڑسٹھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے بھی سفر کرتے تھے۔ کبوتر اگر راستہ نہ بھولے تو بہت جلد اپنی منزل مقصود پر پہنچ جاتے تھے اور جب تک اپنی منزل پر نہ پہنچ جاتے تھے راستے میں کچھ کھاتے نہ تھے۔

ورق الطائر پر خط لکھ کر کبوتر کے بازو میں باندھ کر اسے چھوڑ دیا جاتا تھا اور نامہ بر کبوتر تیزی سے اُڑتا ہوا سیدھا اگلی چوکی پر پہنچ جاتا تھا۔ اس چوکی کا محافظ یا اخبار نویس اس کبوتر کے بازو سے ورق الطائر کھول کر دوسرے کبوتر کے بازو میں باندھ دیتا تھا وہ اگلی چوکی پر پہنچ جاتا۔ علی ہذا القیاس یہ خبر بڑی سرعت کے ساتھ سلطان تک پہنچ جاتی تھی۔

اگر کوئی خبر زیادہ طویل ہوتی تو ایک ساتھ دو کبوتر چھوڑے جاتے ایک کبوتر کے خط میں دوسرے کبوتر کے خط کا حوالہ ضرور دیا جاتا۔ تا کہ ان میں سے اگر کوئی کبوتر دوسرے سے پیچھے رہ جائے تو اس کا انتظار کر لیا جائے۔ سلطان نے حکم دے رکھا تھا کہ سفر میں ہو یا خیمہ میں بستر خواب پر ہو یا کھانا تناول کر رہا ہو نامہ بر کبوتر کی خبر کی آمد اس کو فی الفور کر دی جائے۔ چنانچہ جب کبھی کوئی نامہ بر کبوتر اقامت گاہ سلطانی یا دوران سفر اس کے پڑاؤ کے مینارہ پر اترتا تو سلطان اپنے ہاتھ سے خط کو کھولتا اور اس پر اسی وقت مناسب احکامات جاری کر دیتا تھا۔

سلطان نے اس طریقہ سے پورا پورا کام لیا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دشمن ابھی منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے پر ہی تول رہا ہوتا تھا کہ سلطان اپنے لشکر کے ہمراہ اس کے سر پر پہنچتا اور اس کے ناپاک عزائم کو بکھیر کر رکھ دیتا تھا۔ اس طرح سلطان کی سلطنت کے دور دراز علاقے بھی دشمن کی دست برد سے محفوظ رہے۔ اور اس کا رعب حکومت دوست دشمن سب کے دلوں پر چھایا رہا۔

نورالدین زنگی کے بعد لگ بھگ دو سو سال بعد بھی مسلمانوں کے اندر کبوتروں کے ذریعے نامہ بری کا سلسلہ جاری رہا۔

سلطان نورالدین تھوڑی دیر کے توقف کے بعد پھر امیر العساکر اسدالدین شیرکوہ کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

شیرکوہ، مجدالدین کو میری طرف سے اس کی کارگزاری پر تعریفی پیغام بھی پہنچا اس نے اب تک جو صلیبیوں کے خلاف کارروائی کی ہے وہ میری خوشنودی، میری خوشی کا باعث ہے‘‘۔ اس کے ساتھ ہی سلطان نے وہ مجلس برخواست کر دی تھی اور آنے والے اس قاصد کو اسدالدین شیرکوہ اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

O

الرباشہر میں وہ ایک درمیانے اور اوسط درجے کا مکان تھا جس میں کارلوس نے اپنی دونوں بیٹیوں مرسینہ اور مشال کے ساتھ اپنے بھائی سمرون کے ہاں قیام کیا ہوا تھا۔ ایک روز نشست گاہ میں کارلوس سمرون کی بیوی ازبل، بیٹی جمارا، مرسینہ اور مشال اکٹھے بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے کہ مسکراتے ہوئے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس کمرے میں سمرون داخل ہوا۔ اس کی حالت دیکھتے ہوئے اس کے چھوٹے بھائی کارلوس نے پوچھ لیا۔

’’بھائی میں تمہاری حالت دیکھتا ہوں تم بڑے خوش ہو۔ پہلے کی نسبت کچھ زیادہ مطمئن دکھائی دے رہے ہو۔ کیا کوئی خاص بات ہے؟‘‘

اس پر سمرون مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

’’واقعی خاص بات ہے۔ میں ابھی امیر مجدالدین کی لشکر گاہ سے آ رہا ہوں وہ اپنے

لشکر کے ساتھ لوٹ آئے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ صلیبی انطاکیہ سے یروشلم کی طرف چلے گئے ہیں۔ لہٰذا اب الرہا کے لئے کوئی خطرہ نہیں جس کی بنا پر وہ اپنی خیمہ گاہ میں اپنے لشکر کے ساتھ واپس آ گئے ہیں ان کا چچا زاد خطلخ بھی ان کے ہمراہ ہے۔ میں ان سے ملا، ان کی کارگزاری کی پوری تفصیل بھی سنی، ساتھ ہی میں انہیں آج اپنے ہاں کھانے کی دعوت بھی دے آیا ہوں اس لئے کہ ان کے پاس حلب کی طرف سے سلطان نورالدین زنگی کا پیغام آ گیا ہے اور سلطان نے مجدالدین کو واپس حلب بلا لیا ہے میرے خیال میں ایک یا دو دن تک مجدالدین واپس حلب چلا جائے گا''۔

اس پر کارلوس بول پڑا۔

''اس کا بھائی شمس الدین اور خطلخ بھی مجدالدین کے ساتھ جائیں گے یا وہ یہیں قیام کریں گے''۔

''نہیں وہ دونوں بھی اس کے ساتھ چلے جائیں گے۔ اس وقت جو الرہا شہر کے اندر حفاظتی لشکر ہے وہ یہاں رہے گا اس کے علاوہ وہ لشکر جس نے شہر سے باہر پڑاؤ کر رکھا ہے۔ وہ بھی مجدالدین کے ساتھ حلب چلا جائے گا''۔

یہاں تک کہنے کے بعد سمرون رکا کچھ سوچا پھر وہ کارلوس کے پاس بیٹھتے ہوئے دوبارہ کہہ رہا تھا۔

''کارلوس میرے بھائی! یہ تو خوشی کی ایک وجہ ہے اس کے علاوہ ہمارے لئے خوشی کی ایک اور وجہ بھی ہے''۔

کارلوس نے چونکنے کے انداز میں سمرون کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''بھائی اگر کوئی اور بھی بات خوشی کی ہے تو پھر رک کیوں گئے ہو کہو کیا معاملہ ہے''۔

اس پر سمرون مسکراتے ہوئے بول اُٹھا۔

''امیر مجدالدین نے اپنے بھائی شمس الدین کے لئے میری بیٹی جمارا کا رشتہ مانگا ہے۔ بھائی میں نے تم پر انکشاف کیا تھا کہ امیر مجدالدین ہمیں اس وقت سے جانتے ہیں جب پہلی بار سلطان کے ہمراہ وہ اس شہر پر حملہ آور ہوا تھا۔ جمارا کو بھی امیر مجدالدین نے پہلے سے دیکھ رکھا ہے اور وہ اس کی عزت اس کا احترام ایک چھوٹی بہن کی طرح کرتا ہے۔ آج

جب میں ان سے ملنے کے لئے گیا تو اس نے مجھ پر انکشاف کیا کہ جمارا کی بات اس نے اپنی ماں سے کی تھی۔ ماں اس رشتے پر متفق ہے۔ ماں کے کہنے پر ہی اس نے شمس الدین کے لئے جمارا کا رشتہ مانگا ہے''۔

سمرون رُکا پھر وہ کہنے لگا۔

''مجدالدین کہہ رہا تھا اگر ہمیں یہ رشتہ منظور ہو تو وہ آج ہی منگنی کے طور پر جمارا کو انگوٹھی پہناوے گا''۔

کارلوس نے سمرون کی بات کاٹ دی کہنے لگا۔

''بھائی پھر تم نے امیر مجدالدین کو کیا جواب دیا''۔

''میں نے کیا جواب دینا تھا'' سمرون نے ازبل کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ ''میں نے امیر سے یہی کہا کہ مجھے تو کوئی اعتراض نہیں تاہم اس سلسلے میں وہ آ کر میری بیوی ازبل سے بات کرے''۔ اس پر ازبل فوراً بول پڑی۔

''مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ میری بیٹی کے لئے شمس الدین سے بڑھ کر اور اچھا کیا رشتہ آ سکتا ہے۔ جونہی مجدالدین اس سلسلے میں مجھ سے بات کرے گا تو میں ہاں کہہ دوں گی اور اگر وہ آج رشتہ پکا کرنے کے لئے جمارا کو انگوٹھی پہنانا چاہے تو میں سمجھتی ہوں یہ ہماری خوش قسمتی کا باعث ہوگی۔ بلکہ میں کہتی ہوں اس کے آنے سے پہلے پہلے آپ بھی شمس الدین کے لئے ایک انگوٹھی کا۔ اہتمام کر رکھیں''۔

ازبل جب خاموش ہوئی تو سمرون پھر بول پڑا۔

''دراصل مجدالدین اپنے بھائی شمس الدین اور چچا زاد خطلخ دونوں کی شادی ایک ساتھ کرنا چاہتا ہے۔ خطلخ کا رشتہ پہلے ہی خطلخ اور مجدالدین کی پھوپھی کی بیٹی سے طے ہے۔ ان کی پھوپھی بھی ان کے ساتھ ہی حلب میں رہتی ہے''۔

سمرون مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے کارلوس بول پڑا۔

''کیا مجدالدین کی شادی ہو چکی ہے۔ جو اپنے سے چھوٹے بھائیوں کے لئے وہ شادی کی فکرمندی کا اظہار کر رہا ہے'' اس پر دکھ کا اظہار کرتے ہوئے سمرون بول اٹھا۔

''بھائی اس کے ساتھ ایک حادثہ پیش آ چکا ہے لہٰذا اب اس کا شادی کرنے کا ارادہ

ہی نہیں۔ اس کی ماں بڑا زور دیتی ہے لیکن وہ ہر بار ٹال دیتا ہے۔ لگتا ہے اس نے تہیہ کر رکھا ہے کہ اب وہ شادی نہیں کرے گا''۔

سمرون کی اس بات کے جواب میں کارلوس بول پڑا......

''اس حادثے کا تو ہمیں علم ہے کہ یہاں ایک لڑکی پہلے مجدد الدین سے محبت کرنے لگی تھی پھر کسی صلیبی کے ساتھ بھاگ گئی۔ یہی واقعہ اور حادثہ مجدد الدین کی سنجیدگی اور چُپ کا باعث بن چکا ہے۔ بہر حال جہاں تک میں خیال کرتا ہوں مجدد الدین کو پہلے اپنی شادی کا معاملہ طے کرنا چاہیے۔

اس کے بعد شمس الدین اور خطلخ کے متعلق سوچنا چاہیے۔ اس لئے کہ مجدد الدین ان دونوں سے بڑا ہے''۔

کارلوس جب خاموش ہوا تب سمرون کچھ سوچتے ہوئے اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''کارلوس میرے بھائی! مجدد الدین کو میں اپنے بیٹوں کی طرح سمجھتا ہوں وہ بڑا معتبر، بڑا ہمدرد، بڑا قابل اعتبار قسم کا شخص ہے۔ سنو! اس کے لئے بھی میں نے ایک لڑکی دیکھ رکھی ہے۔ لیکن ابھی اس موضوع پر اس سے گفتگو کرنے کا وقت نہیں آیا''۔

یہاں تک کہنے کے بعد سمرون رکا۔ کچھ سوچا اس کے بعد اس نے اپنی بیٹی جمارا، مرسینہ اور مشال کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''میری بچیو! آج مجدد الدین، شمس الدین اور خطلخ کی دعوت کا ایسا عمدہ اہتمام کرو کہ ہمارے ہاں ان کی یہ دعوت ایک ایسی یادگار بن کر رہ جائے۔ کھانے کا بہترین اہتمام کرو۔ اور کسی چیز کی میرے بچو کمی نہیں رہنی چاہیے۔ اس دعوت کے لئے جو جو چیزیں تم نے منگانی ہیں وہ کہو میں ابھی جا کر تمہیں لا دیتا ہوں۔ اُٹھو اور مطبخ کی طرف جاؤ اور جس چیز کی کمی ہے وہ آ کر مجھے بتاؤ''

اس کے ساتھ ہی سمرون کے کہنے پر مرسینہ، جمارا اور مشال اٹھ کر وہاں سے چلی گئی تھیں۔ ان کے جانے کے بعد کارلوس نے اپنے بڑے بھائی سمرون کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''سمرون میرے بھائی یہ جو مجدد الدین نے اپنے چھوٹے بھائی شمس الدین کے لئے ہماری بیٹی جمارا کا ہاتھ مانگا ہے تو میں سمجھتا ہوں یہ ہماری خوش قسمتی ہے۔ یہ تینوں بھائی بہت اچھے لوگ ہیں۔ میں چونکہ مرسینہ اور مشال کے ساتھ چند دن ان کے ہاں رہ کر آیا ہوں لہٰذا میں ان کے اخلاق و کردار اور ان کی انسان دوستی سے بے حد متاثر ہوا ہوں۔ بھائی! اگر تم برا نہ مانو تو میں اس موقع پر کہوں گا کہ تم دیکھتے ہو کہ مرسینہ بے شک جمارا سے چھوٹی ہی سہی لیکن وہ بلوغت کی حد کو پہنچ چکی ہے۔ ماں ان کی مر چکی ہے۔ بھائی یا بڑی بہن ہوتب بھی میرا بوجھ کچھ کم ہوتا۔ اب میں ہی ان دونوں کی ماں اور باپ بھی ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ مرسینہ کا بھی کہیں اچھا سا رشتہ طے ہو جائے اور میں کم از کم ایک بوجھ سے تو ہلکا ہو جاؤں''

کارلوس کے خاموش ہونے پر مسکراتے ہوئے سمرون کہنے لگا۔

''یاد رکھنا میرے لئے مرسینہ اور مشال ایسے ہی ہیں جیسے جمارا۔ جیسے مجھے جمارا کے رشتے کی فکر ہے ایسے ہی ان دونوں بیٹیوں کی ہے۔ تھوڑی دیر پہلے بھائی میں نے تم سے کہا تھا کہ میں نے مجدد الدین کے لئے ایک لڑکی تلاش کر رکھی ہے۔ اس وقت تینوں بیٹیاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان کی موجودگی میں میں گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میرے بھائی! اگر مرسینہ کا ہاتھ مجدد الدین کو دے دیا جائے تو تم کیسا محسوس کرو گے''۔

کارلوس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

''اگر ایسا ہو جائے تو سمرون میں اپنے آپ کو دنیا کا سب سے خوش قسمت اور انتہائی خوش بخت انسان خیال کروں گا۔ اگر میری بیٹی مرسینہ کو مجدد الدین جیسا زندگی کا ساتھی مل جائے تو میرے خیال میں اس سے بہتر۔ اس سے اچھا ہماری زندگی میں کوئی واقعہ اور ہماری زیست میں کوئی خوش خبری ہو ہی نہیں سکتی۔ بھائی یہ معاملہ لیکن بڑا الجھا ہوا ہے۔ مجدد الدین پہلے ایک لڑکی سے دھوکا کھا چکا ہے اور وہ لڑکی بھی نصرانی تھی۔ اب پتہ نہیں وہ اس رشتے پر یا اپنی شادی کے لئے تیار بھی ہوتا ہے یا نہیں''۔

کارلوس جب خاموش ہوا تو سمرون کے کچھ جواب دینے سے پہلے ہی اس کی بیوی ازبل بول پڑی اور کارلوس کی طرف دیکھ کر کہنے لگی۔

''بھائی! اس موضوع پر بات کرنے سے پہلے مرسینہ کا بھی عندیہ لینا چاہیے کہ وہ اس

رشتے کے لئے تیار ہو جائے گی یا نہیں۔ بھائی حقیقت یہ ہے کہ میں جمارا کے سلسلے میں بھی بڑی محتاط تھی۔ جمارا نے پہلے شمس الدین کو دیکھ رکھا تھا۔ بلکہ مجد الدین، شمس الدین اور خطلخ اس سے پہلے کئی بار ہمارے ہاں آ بھی چکے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے ان تینوں کی موجودگی میں اسلام قبول کیا تھا اور وہ ہم سے بے حد خوش تھے۔ جس وقت آپ نے انہیں ہمارے نام دیئے اور تلاش کرنے کو کہا اور کچھ دن لگ گئے تب میں نے مجد الدین سے پوچھا تھا کہ بیٹے جب آپ لوگوں کا ہمارے ہاں آنا جانا تھا تو پھر ہمارے بھائی کارلوس کو ہمارے متعلق بتانے میں اتنے دن کیسے لگ گئے۔ اس پر مجد الدین معذرت کرتے ہوئے کہنے لگا۔

دراصل ان تینوں بھائیوں کے ذہن میں ہمارا خیال ہی نہیں آیا اور وہ کسی نصرانی سمرون کو ارمنی محلے میں تلاش کرتے رہے۔ بہر حال وہ تینوں بھائی بہت اچھے ہیں جیسا کہ آپ کے بھائی بتا چکے ہیں۔ خطلخ کی اپنی پھوپھی زاد سے بات طے ہو چکی ہے۔ جمارا کا رشتہ شمس الدین کے ساتھ کرتے ہوئے میں خوشی محسوس کروں گی۔ رہی بات مرسینہ کی تو پہلے اس کے متعلق مرسینہ کا عندیہ لینا چاہیے اگر وہ اس کے لئے راضی ہو جائے تو پھر مجد الدین سے اس کے متعلق بات نہیں کریں گے اس لئے کہ اگر مجد الدین سے بات کی تو وہ فی الفور شادی کرنے سے انکار کر دے گا۔ پہلے میں یہ بات شمس الدین اور خطلخ دونوں کے کانوں میں ڈالوں گی۔ وہ کوشش کریں گے کہ اس رشتہ پر وہ مجد الدین کو تیار کریں۔ پھر جب جمارا اور شمس الدین کی نسبت طے ہو جاتی ہے تو میں اسی بہانے حلب جاؤں گی۔ مجد الدین کی ماں سے ملوں گی اور اس موضوع پر اس سے بات کروں گی۔ میرے خیال میں مجد الدین جوان دنوں شادی سے انکار کر رہا ہے۔ جب شمس الدین خطلخ اور خود ان کی ماں زور ڈالے گی تو میرے خیال میں مجد الدین شادی کرنے پر تیار ہو جائے گا بہر حال ابھی فی الحال اس سلسلے میں مجد الدین سے بات نہیں کرنی۔ ہاں ہم اپنی بیٹی مرسینہ کا عندیہ ضرور لے لیں گے۔ اگر اس نے ہاں کہہ دی تو اس سلسلے میں ہم اپنی کوششیں شروع کر دیں گے۔ اس سلسلے میں تم دونوں بھائیوں کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں خود اس سلسلے میں بڑی شفقت اور محبت کے ساتھ مرسینہ سے بات کروں گی۔ پھر دیکھیں وہ کیا جواب دیتی ہے''۔

اس کے ساتھ ہی ازبل کو کہتے کہتے خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ اسی لمحہ کمرے

میں جمارا داخل ہوئی تھی۔ اور دعوت کے لئے جو اشیاء اس کو چاہئے تھیں وہ اس نے اپنے باپ سمرون سے کہہ دی تھیں اس پر سمرون اٹھا اور بازار چلا گیا تھا۔ پھر ازبل بھی اٹھی اور کارلوس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''بھائی آپ یہیں بیٹھیں۔ میں ذرا مطبخ میں لڑکیوں کا ہاتھ بھی بٹاؤں اور پھر ذرا اس موضوع پر میں اپنی بیٹی مرسینہ سے بھی بات کرلوں گی''۔

ازبل بھی اُٹھ کر اس کمرے سے نکل گئی تھی۔

جب وہ مطبخ میں داخل ہوئی تو دیکھا وہاں جمارا، مرسینہ اور مشال تینوں کام میں لگی ہوئی تھیں۔ ازبل تھوڑی دیر تک تینوں کو مسکراتے ہوئے دیکھتی رہی پھر اس نے مرسینہ کو مخاطب کیا......

''مرسینہ بیٹی! تم ذرا میرے ساتھ آؤ۔ جمارا اور مشال تم دونوں یہیں رہو جو کام کر رہی ہو اس میں لگی رہو''۔

پھر ازبل نے آگے بڑھ کر مرسینہ کا ہاتھ پکڑا اور اسے باورچی خانے سے ملحقہ جو کمرہ تھا اس میں لے گئی۔ اس موقع پر جمارا اور مشال کو بھی جستجو ہوئی دونوں نے عجیب سے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر جمارا نے مشال کا ہاتھ پکڑا اور اس دروازے کے پردے کے پیچھے جا کر دونوں کھڑی ہو گئیں جس کمرے میں ازبل مرسینہ کو لے کر گئی تھی۔

دونوں نے دیکھا ایک نشست پر ازبل نے اپنے ساتھ مرسینہ کو بٹھا لیا تھا۔ پھر بڑی شفقت بڑے پیار میں مرسینہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''مرسینہ! میری بیٹی میں صرف تیری چچی نہیں ہوں تیری خالہ بھی ہوں۔ میں ایک انتہائی اہم موضوع پر تم سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے سوچ سمجھ کر جواب دینا۔

''بیٹے! ہر لڑکی اپنا گھر آباد کرنے کے خواب دیکھتی ہے۔ اس سلسلے میں جیسی فکر مجھے اپنی بیٹی جمارا کی ہے۔ ایسی تمہاری بھی ہے۔ تمہاری مرنے والی ماں میری سگی بہن تھی اس لئے اب تم دونوں کی جمارا کی طرح میں ہی ماں ہوں۔ بیٹی کوئی چیز مجھ سے چھپانا مت۔ دیکھو جمارا کی نسبت آج کل میں سمجھتی ہوں شمس الدین کے ساتھ طے ہو جائے گی۔ بیٹے مجھے تمہاری بھی فکر ہے۔ اس سلسلے میں میں کارلوس بھائی سے بات کر کے آئی ہوں میری بچی اگر ہم تمہارا رشتہ

امیر مجدالدین سے طے کرنے کی کوشش کریں تو تمہیں اس سلسلے میں کوئی اعتراض تو نہ ہوگا''۔

مرسینہ چونک سی پڑی۔ لرزنے کے انداز میں اس نے اپنی خالہ ازبل کی طرف دیکھا۔ کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

''خالہ! آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں کہاں امیر مجدالدین کہاں میں۔ وہ سعادت و کامرانی کا مجسمہ، عزت و وقار کا سرچشمہ۔ جبکہ میں ان کے مقابلے میں نظر فریب سبزہ زار اور انحطاط و زوال بھرا ہجر و فراق ہوں۔ وہ فضاؤں میں رقصاں جگنوؤں کی مانند ہیں وہ جراتمندی کی آبائی روایات کا وقار ہیں جبکہ میں ان کے مقابلے میں خشک پتوں کی حزیں آواز اور اندھیرے کی گھنی موجوں میں سرد خواب سے بھی بدتر حیثیت رکھتی ہوں۔ خالہ! وہ بڑے زیرک اور فرزانہ ہیں اپنے دشمن کے لئے تباہی کے غار کھول دینے والے ہیں۔ وہ اگر شادی کرنا چاہیں تو میرے جیسی ہزاروں لڑکیاں ان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو سکتی ہیں''۔

مرسینہ جب خاموش ہوئی تو ازبل بول پڑی۔

''میری بیٹی یہ بات نہیں ہے۔ اللہ نے تمہیں حسن سے نوازا ہے۔ فطرت نے تمہیں خوبصورتیوں کی ساری رعنائیاں عطا کی ہیں۔ قدرت نے تمہیں لا انتہا جمال کی ساری دلکشیوں سے سنوارا ہے۔ تمہارا حسن دعوت کیف و وجد دیتا ہے۔ تمہاری خوبصورتی کھوجنے کی حدت پیدا کرتی ہے۔ تمہاری جسمانی ساخت۔ تمہاری موہ لینے والی آنکھیں۔ دیکھنے والے کے لئے بہاروں کے چمن زاروں، نور آلودہ تبسم اور اجالوں کے طربناک نشان چھوڑ کر رکھتی ہے۔

تو میرے سامنے اپنا اور امیر مجدالدین کی شخصیت کا موازنہ نہ کر۔ تو اپنی شخصیت سے پوری طرح آگاہ نہیں۔ اگر امیر مجدالدین کے لئے ہزاروں رشتے ہیں تو تمہاری خوبصورتی کو بھی دیکھتے ہوئے تمہارے لئے بھی ہزاروں رشتے آ سکتے ہیں۔ میں تو تم سے صرف یہ پوچھنا چاہتی ہوں اگر ہم تمہیں امیر مجدالدین کی زندگی کا ساتھی بنانے کی کوشش کریں تو کیا تمہیں اس سلسلے میں کوئی اعتراض ہوگا''۔

اس موقع پر مسکراتے ہوئے مرسینہ نے ازبل کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''خالہ! جب آپ نے پوچھ ہی لیا ہے تو میں آپ سے کوئی چیز چھپاؤں گی نہیں اگر امیر مجدالدین کو میری زندگی کا ساتھی بنا دیا جائے تو میں سمجھوں گی سورج نے شفق کو ماہتاب کی

کرنوں نے سبزہ زاروں کو اور پھول نے شبنم کو اپنا لیا ہے۔ اگر امیر مجدالدین کو میری زیست کا ساتھی بنا دیا جائے تو خالہ میں سمجھوں گی مجھے حالات نے ذلت کی آغوش بدبختی کے غاروں، وقت کے دھندلکوں اور تخیل کی نگینہ کاری سے نکال کر نغموں کے تواں نگاہوں کے خمار، صباحت ولطیف و ناز کی دہلیز۔ آرائش و تزئین کے نشیلے افسانوں اور معجزات اور عجائبات میں لا کھڑا کیا ہے۔ خالہ اگر ایسا ہو جائے تو میرے ہونٹوں کو پھولوں کا تبسم۔ میری نگاہوں کو زندگی کا اسرار مل جائے گا۔ میں سمجھوں گی کہ مجھے حدی خوانوں کی حلاوت مل گئی ہے۔ میری زندگی کے سفر کے لئے ستاروں کو بادبان بنا دیا گیا ہے اور پیاسے سرابوں جیسی میری زیست کو دھنک کے لازوال رنگوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے''۔

یہاں تک کہنے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے مرسینہ رکی پھر کسی قدر دکھ بھرے انداز میں وہ ازبل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''مگر خالہ یہ باتیں سب کی سب خواب و خیال سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتیں امیر مجدالدین اس سے پہلے ایک نصرانی لڑکی کے ہاتھوں دھوکہ کھا چکے ہیں۔ اس کی وجہ سے بڑے سنجیدہ اور تنہائی پسند ہو چکے ہیں اگر ان سے میرے رشتے کی بات کی جائے تو میرا دل کہتا ہے وہ مانیں گے نہیں''۔

مرسینہ کی اس گفتگو سے ازبل خوش ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر کے لئے اس نے اسے اپنے ساتھ لپٹائے رکھا اسے پیار کیا۔ پھر علیحدہ ہوئی اور کہنے لگی......

''بیٹی! پانی اگر لگاتار سخت سے سخت پتھر پر بھی پڑتا رہے تو اس میں بھی اپنے اثرات چھوڑے بغیر نہیں رہتا۔ بیٹی! ہم تو اپنی طرف سے کوشش کریں گے ہی، اس سلسلے میں حلب جا کر امیر مجدالدین کی ماں سے بھی بات کروں گی۔ شمس الدین اور خطلخ کے ذمے بھی یہ کام لگاؤں گی کہ وہ تمہیں اور امیر مجدالدین کو زندگی کا ہمسفر بنانے کی کوشش کریں۔ لیکن بیٹی! اس سلسلے میں تمہیں بھی کچھ کرنا ہوگا''۔

اگر انسان ہاتھ پاؤں توڑ کے بیٹھ جائے اور صرف اللہ پر ہی توکل ڈال دے تو پھر اللہ کی طرف سے بھی کچھ نہیں ملتا۔ امیر مجدالدین یہاں آئیں تو میری بچی تم اپنے اخلاق سے اور ان کی خدمت کرتے ہوئے کم از کم ان پر اپنی شخصیت کا پرتو ڈال سکتی ہو۔ ایسا کر کے تم

مجھے امید ہے کہ امیر مجدالدین کو اپنی طرف مائل کرنے میں ضرور کامیاب ہو جاؤ گی۔ بہرحال بیٹی! جو جواب تم نے دیا ہے اس سے میں بڑی مطمئن اور خوش ہوں۔ اب تم مطبخ میں جاؤ، جمارا اور مشال کے ساتھ جا کر کام کرو اور آج جب وہ تینوں بھائی یہاں آئیں تو جمارا اور مشال کے ساتھ تم بھی ان کے ساتھ گفتگو میں بھرپور حصہ لینا''۔

پھر ازبل اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑی ہوئی مرسینہ بھی کھڑی ہوگئی۔ عین اسی لمحہ جمارا مشال کا ہاتھ پکڑے اس کمرے میں داخل ہوئی اور قہقہہ لگاتے ہوئے اپنی ماں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''ماں! جو گفتگو آپ نے اس کمرے میں بیٹھ کر مرسینہ سے کی ہے۔ وہ میں اور مشال دونوں بہنوں نے سن لی ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔ جس مہم کا آغاز آپ امیر مجدالدین کے خلاف کرنا چاہتی ہیں اس مہم میں خداوند نے چاہا تو میں اور مشال بھی پوری طرح شامل ہوں گی۔ ہم بھی کوشش کریں گی کہ یہ دونوں زندگی کے ہمسفر بن جائیں''۔

ازبل ڈانٹ دینے کے انداز میں جمارا سے کہنے لگی۔

''بیٹی! بہت بری بات۔ اس طرح علیحدگی کی گفتگو نہیں سنتے''۔

جمارا بھی ہنس دی۔

''ماں اب تو ہم دونوں بہنوں نے سن لی ہے۔ بہرحال تم فکر مت کرو ہم کوشش کریں گی کہ یہ کام ہو کے رہے''۔ پھر جمارا آگے بڑھی اور مرسینہ کا ہاتھ پکڑ کر مطبخ میں لے گئی۔ تھوڑی دیر تک سمرون بھی لوٹ آیا۔ اور جو سامان انہوں نے منگوایا تھا وہ بھی اس نے لا کر انہیں باورچی خانے میں دے دیا تھا۔ اس طرح تینوں بہنیں بڑے زور شور سے دعوت کے سامان کا اہتمام کرنے لگی تھیں۔

مغرب کی نماز کے بعد سمرون کے گھر کے دروازے پر جب دستک ہوئی تو مشال بھاگتی ہوئی دروازے پر گئی۔ دروازہ جب اس نے کھولا تو دروازے پر مجدالدین، شمس الدین اور خطلخ کھڑے تھے۔ مشال نے بڑے خوش کن انداز میں انہیں سلام کیا۔ پھر دروازہ کھول کر ایک طرف کھڑی ہوگئی، اتنی دیر تک سمرون اور کارلوس بھی اُٹھ کر دروازے کے قریب آ گئے تھے۔ باری باری ان تینوں سے انہوں نے مصافحہ کیا۔ ان تینوں کو لے کر وہ نشست گاہ کی

طرف بڑھے۔ مشال دروازہ بند کرنے کے بعد اس کمرے کی طرف چلی گئی جس میں مرسینہ اور جمارا بیٹھی تھیں۔

سمرون اور کارلوس ان تینوں کو لے کر نشست گاہ میں داخل ہوئے تو اسی لمحہ ازبل بھی نشست گاہ میں داخل ہوئی تینوں سے مل کر وہ بھی ایک نشست پر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر گفتگو کا آغاز مجدالدین نے کیا۔

''محترم سمرون! میں نے آپ سے گزارش کی تھی میرے خیال میں آپ نے اپنے گھر والوں سے مشورہ کیا ہو گا......اور''

مجدالدین کہتے کہتے رک گیا اس لئے کہ سمرون مسکراتے ہوئے بول پڑا۔

''بیٹے! فکرمند مت ہو میں اس موضوع پر اپنے بھائی کارلوس اور ازبل دونوں سے بات کر چکا ہوں۔ جہاں تک جمارا کا تعلق ہے میں اس کا عندیہ پہلے ہی لے چکا ہوں اور وہ اس رشتے کے لئے تیار ہی نہیں بلکہ خوش بھی ہے۔ اس موضوع پر میں نے ازبل سے بھی بات کی۔ اب تم ازبل کا جواب خود ہی سن لو۔ مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ ساتھ ہی سوالیہ انداز میں سمرون نے اپنی بیوی ازبل کی طرف دیکھا تھا۔

ازبل مسکرائی پھر مجدالدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''مجدالدین میرے بیٹے! اپنی بیٹی جمارا کے لئے شمس الدین سے بڑھ کر ہمیں کوئی مل ہی نہیں سکتا۔ میں اس رشتے پر صرف رضامند ہی نہیں بلکہ بے حد خوش ہوں''۔

ازبل کا یہ جواب سن کر شمس الدین کی تو گردن جھکی ہوئی تھی لیکن مجدالدین اور خطلخ بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ پھر مجدالدین نے ازبل کو مخاطب کیا۔

''اگر یہ بات ہے تو پھر جمارا کو یہاں بلائیں۔ ویسے مجھے امید تھی کہ آپ لوگ اس رشتے کے لئے تیار ہو جائیں گے لہٰذا میں اپنے ساتھ جمارا کے لئے نسبت کی انگوٹھی لے کر آیا ہوں یہ انگوٹھی میری ماں نے دی تھی''۔

اس پر ازبل بول پڑی۔

''بیٹے! کیا ہی بہتر ہوتا کہ تمہاری ماں بھی یہاں موجود ہوتی خود اپنی آنکھوں سے جمارا کو دیکھ لیتی

مجد دالدین نے سکھ کا ایک سانس لیا اور کہنے لگا۔

''آپ کو اس سلسلے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ جمارا کے متعلق میں تفصیل سے اپنی ماں سے بات کر چکا ہوں۔ اور جمارا کے متعلق اس کو تفصیل بھی بتا چکا ہوں۔ وہ اس رشتے پر خوش ہے پھر میں آپ سے یہ بات بھی کہوں کہ میری پسند میری ماں کی پسند ہے۔ اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ'' شمس الدین جمارا کو پسند کر چکا ہے۔ بس میرے خیال میں اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے''۔

مجد دالدین رکا پھر اس کی خوشیوں بھری آواز سنائی دی۔

''اب آپ ایسا کریں جمارا کو یہاں بلا کے لائیں تا کہ ہم رسم کی ادائیگی کریں''۔

اس پر ازبل اُٹھ کھڑی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ جمارا کو اپنے ساتھ لائی اس کے پیچھے مرسینہ اور مشال بھی تھیں۔ تینوں آگے بڑھ کر وہاں بیٹھ گئیں جہاں ازبل بیٹھی ہوئی تھی اس موقع پر سمرون اپنی جگہ سے اٹھا اپنے لباس میں سے اس نے ایک انگوٹھی نکالی اپنی بیوی کو تھمائی پھر سرگوشی کے انداز میں کہنے لگا۔

'' یہ جمارا کو دینا۔ شمس الدین کو پہنا دے گی''۔ پھر مسکراتے ہوئے سمرون اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ یہ ساری کارروائی مجد دالدین نے بھی دیکھ لی تھی۔ مسکرا رہا تھا۔ اس نے بھی اپنے لباس کے اندر سے ایک انگوٹھی نکالی اور شمس الدین کو تھما کر کہنے لگا۔

'' تمہیں جمارا کو پہنانی ہے''۔ مسکراتے ہوئے شمس الدین نے انگوٹھی لے لی پھر کارلوس جو سب کچھ دیکھ رہا تھا، مسکراتے ہوئے بول اُٹھا۔

''شمس الدین بیٹے! اپنی جگہ سے اُٹھ کر یہاں جمارا کے پاس آ کر بیٹھو''۔ اس موقع پر شمس الدین نے جواب طلب انداز میں مجد دالدین کی طرف دیکھا۔ مجد دالدین مسکرایا پھر کہنے لگا۔

''محترم کارلوس ٹھیک کہتے ہیں۔ جاؤ جا کر جمارا کے پاس بیٹھو تا کہ رسم کی ادائیگی کی جا سکے''۔

شمس الدین اپنی جگہ سے اٹھا آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔ مرسینہ اور مشال دونوں ایک طرف ہٹ گئی تھیں۔ آہستہ آہستہ بڑھتے ہوئے شمس الدین جمارا کے پہلو میں بیٹھ گیا۔

اس موقع پر مجد دالدین پھر بولا۔

''وہاں جا کر بیٹھ نہیں جانا...... انگوٹھی پہنانی ہے''۔

اس پر سب نے ایک قہقہہ لگایا پھر شمس الدین حرکت میں آیا۔ جمارا کو اس نے انگوٹھی پہنا دی تھی جواب میں اپنی ماں ازبل کے کہنے پر جمارا نے بھی مسکراتے ہوئے گردن کو جھکائے ہوئے شمس الدین کو انگوٹھی پہنا دی تھی۔

اس کے بعد مجد دالدین مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''محترم سمرون اور کارلوس! میں آپ سب لوگوں کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے اس رشتے کے لئے ہاں کی۔ میری ماں جب سنے گی کہ میں نے جمارا کے ساتھ شمس الدین کی نسبت طے کر دی ہے تو میں بتا نہیں سکتا کہ اس کی خوشی کی کیا انتہا ہو گی۔ وہ بے حد خوش ہو گی۔ اگر کبھی حالات نے اجازت دی تو میں اپنی ماں کو لے کر یہاں ضرور آؤں گا۔ کاش حالات ایسے ہوتے کہ میں اس رسم میں اپنی ماں کو یہاں بلا سکتا ہم تینوں بھائی آج رات کے پچھلے پہر اپنے لشکر کے ساتھ حلب کی طرف کوچ کر جائیں گے اس لئے کہ سلطان نور الدین زنگی نے مجھے واپس بلا لیا ہے''۔

مجد دالدین مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بیچ میں جراتمندی، بڑی دلیری کا مظاہرہ کرتی ہوئی پہلی بار مرسینہ مجد دالدین کو مخاطب کرتے ہوئے بول اُٹھی۔

''امیر! سب سے پہلے تو میں بھائی شمس الدین اور بہن جمارا کی نسبت پر آپ کو مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ دوسرے میرا آپ سے یہ سوال ہے کہ آپ نے ابھی تک اپنی ماں، اپنی پھوپھی اور اس پھوپھی زاد کا نام تو بتایا ہی نہیں جس کی نسبت بھائی خطلخ سے طے ہو چکی ہے۔ اور یہ کہ کیا آپ تینوں کے باہر رہنے سے آپ کی ماں اکیلی رہتے ہوئے دشواریوں کا سامنا نہ کرتی ہوں گی''۔

مرسینہ جب خاموش ہوئی تو اس کی طرف دیکھے بغیر مجد دالدین کہنے لگا۔

''بی بی! میری ماں کا نام عبیدہ ہے۔ پھوپھی کا نام زہران، اور پھوپھی زاد بہن کا نام عُبیرہ ہے جس کی نسبت خطلخ کے ساتھ طے ہو چکی ہے۔ اس لئے کہ وہ خطلخ کی بھی پھوپھی زاد ہے۔ رہا سوال تمہارا کہ ہماری غیر موجودگی میں ہماری ماں تنہائی محسوس کرتی ہو گی تو ایسی

کوئی بات نہیں ہمارا اور ہماری پھوپھی کا گھر بالکل ساتھ ساتھ ہیں۔ بیچ میں دیوار بھی نہیں اکٹھا ہی ہے۔ اس لئے میری ماں اکیلا پن محسوس نہیں کرتی۔ جب ہم تینوں بھائی باہر ہ ہیں تو میری پھوپھی زہران اور عبیرہ دونوں اس کی دیکھ بھال کرنے کے لئے موجود ہوتی ہیں

سمرون، کارلوس، ازبل، جمارا اور مشال خوشی اور سکون محسوس کر رہے تھے کہ م نے مجدد الدین کے ساتھ گفتگو کا آغاز کیا تھا۔ مجدد الدین کے جواب سے شائد مرسینہ مطم گئی تھی۔ لہٰذا خاموش رہی۔ اس پر ازبل اٹھی اور کہنے لگی۔

''میری بیٹیو! اُٹھو یہیں کھانے کے برتن لگاؤ۔ سب مل کر کھانا کھاتے ہیں، ا مرسینہ اور مشال دونوں اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ جمارا بھی جب اُٹھی تو اس کو مخاطب کر مجدد الدین کہنے لگا۔

''جمارا میری بہن تم بیٹھی رہو۔ تمہاری تو آج نسبت طے ہوئی ہے۔ میرے ل میں تمہیں آج کام نہیں کرنا چاہیے''۔

جمارا چند قدم آگے بڑھ کر رُکی۔ مسکراتے ہوئے مجدد الدین کی طرف دیکھ کہنے لگی۔

''نہیں بھائی ایسی کوئی بات نہیں۔ میں مرسینہ اور مشال کے ساتھ مل کر سارا کروں گی''۔ اس کے ساتھ ہی وہ مرسینہ اور مشال کے ساتھ باہر نکل گئی تھی۔

تھوڑی دیر میں تینوں نے وہاں مل کر کھانے کے برتن لگا دیئے تھے۔ اور سب م کھانا کھانے لگے تھے۔

سب وہاں کچھ دیر بیٹھ کر باتیں کرتے رہے پھر مجدد الدین سمرون اور کارلوس طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''اب آپ آرام کریں۔ ہم تینوں جاتے ہیں۔ وقت تھوڑا ہے۔ ہم نے تیاری کرنی ہے اس لئے کہ رات کے پچھلے حصے میں ہم نے یہاں سے کوچ کرنا ہے''۔ مجدد الد کی طرف دیکھتے ہوئے شمس الدین اور خطلخ بھی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ سمرون، کارلوس، از جمارا، مرسینہ اور مشال بھی کھڑی ہوگئی تھیں اس کمرے سے نکل کر سب باہر آئے صحن میں آ جمارا نے مجدد الدین کو مخاطب کیا۔

''مجدد الدین میرے بھائی اب جبکہ آپ آج رات یہاں سے رخصت ہو جائیں گے اگر آپ سے میں ایک بات کہوں تو آپ اپنی بہن کی بات کا برا نہ مانیں گے''۔

مجدد الدین ازبل کے قریب ہوا اس کے سر پر ہاتھ رکھا کہنے لگا۔

''میری بہن تم جو چاہو کہو جس قسم کی سخت اور کڑوی بات کہنی چاہو کہہ سکتی ہو میں برا نہیں مانوں گا''۔

مرسینہ، مشال بھی جمارا کے قریب کھڑی تھیں۔ باقی بھی ان کے گرد آ جمع ہوئے تھے۔ جمارا پھر بول پڑی۔

''بھائی کتنے دُکھ اور کتنے افسوس کی بات ہے کہ آپ نے خطلخ اور شمس الدین کی نسبت کا اہتمام تو کر دیا! آپ نے اپنے لئے کچھ نہیں کیا۔ ایک بہن کی حیثیت سے میں آپ سے گذارش کروں گی کہ آپ شادی کر لیں''۔

مجدد الدین بالکل سنجیدہ ہو گیا تھا۔ چہرہ اس کا سُرخ ہو گیا تھا۔ اس کی حالت دیکھتے ہوئے شمس الدین اور خطلخ بھی سہم گئے تھے۔ کچھ دیر ایسا ہی سماں رہا پھر مجدد الدین سنبھلا دوبارہ اس نے جمارا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''جمارا میری بہن یوں جانو میں شادی کر چکا ہوں''۔

جمارا چونک سی پڑی۔

''کس سے شادی کر چکے ہیں آپ؟''

مجدد الدین ایک دم اپنا ہاتھ تلوار کے دستے پر لے گیا پھر اپنی تلوار اس نے بے نیام کی اور کہنے لگا ''یوں جانو میری شادی اس تلوار سے ہو چکی ہے۔ میں نے اپنی زندگی کو ایک مقصد کے لئے وقف کر دیا ہے۔ رہا میری شادی کا سوال تو میری بہن وہ میرے مقدر، میری قسمت میں نہیں ہے''۔

اس کے ساتھ ہی نہایت سنجیدہ اور اداس سا مجدد الدین آگے بڑھ گیا تھا۔ کسی کو کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوئی۔ پھر سب نے ان تینوں کو الوداع کیا اور وہ وہاں سے رخصت ہو گئے۔ اسی رات مجدد الدین، شمس الدین اور خطلخ اپنے لشکر کے ساتھ الربا سے حلب کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

O

سلطان نور الدین زنگی اور امیر العساکر اسد الدین شیر کوہ دوسرے سالاروں کے ساتھ حلب شہر سے باہر عسکریوں کی تربیت کا جائزہ لے رہے تھے کہ مجد دالدین، شمس الدین اور خطلخ اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے وہاں آئے انہیں دیکھتے ہی سلطان نور الدین، اسد الدین شیر کوہ اور دوسرے سالار ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ قریب آ کر تینوں گھوڑوں سے اُتر آئے ان تینوں سے سب پر جوش انداز میں ملے پھر سلطان نے مجد دالدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''ابن الدایہ تمہاری الربا سے باہر کارگزاریوں کی ساری تفصیل مجھے مل چکی ہے۔ تمہاری آمد سے بھی مجھے آگاہ کیا جا چکا ہے۔ صلیبیوں کو روکنے میں جس کارگزاری کا تم نے مظاہرہ کیا اس کے لئے تم قابل تعریف ہو۔ تم خوش قسمت ہو کہ تھوڑی دیر پہلے شیر کوہ تمہاری عسکری فراست اور تمہاری جنگی مہارت کی تعریف کر رہا تھا۔ بہر حال جس مقصد کے لئے تم الربا کی طرف گئے تھے۔ اس سلسلے میں میں پوری طرح تم تینوں سے مطمئن ہوں۔ دیکھو...... تمہاری ماں کو تمہاری آمد کی اطلاع کر دی گئی ہے۔ اور وہ بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ اب ہم تمہیں یہاں باتوں میں الجھانا نہیں چاہتے۔ تفصیل سے تمہارے ساتھ بعد میں گفتگو ہو گی۔ ابھی تم سیدھے گھر جاؤ۔ اس لئے کہ میں تمہاری ماں کی بے چینی کو جانتا ہوں۔ وہ دروازے پر کھڑی تمہاری راہ دیکھ رہی ہو گی''۔

اس کے ساتھ ہی سلطان کے کہنے پر تینوں گھوڑے پر سوار ہوئے اور شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ تینوں اپنے گھوڑوں سے اتر کر ایک کھلے مکان میں داخل ہوئے۔ صحن میں تین ڈھلی ہوئی عمر کی عورتیں اور ایک نوجوان لڑکی کھڑی شاید ان تینوں کا ہی انتظار کر رہی تھیں۔ ڈھلی ہوئی عمر کی عورتوں میں ایک مجد دالدین اور شمس الدین کی ماں عبیدہ تھی۔ دوسری عورت ان تینوں کی پھوپھی زہران اور تیسری ان کی پھوپھی زاد اور خطلخ کی منسوبہ عمیرہ تھی۔

اپنے گھوڑوں کی باگیں چھوڑ کر تینوں آگے بڑھے۔ عبدہ اور زہران نے بھرپور شفقت اور مامتا میں ان کا استقبال کیا اتنی دیر تک عمیرہ فوراً حرکت میں آئی ان کے گھوڑوں کو

پکڑ کر اس نے ایک طرف باندھ دیا۔ پھر عبدہ اور زہران ان دونوں کو سامنے والی نشست گاہ میں لے گئیں۔ عمیرہ ان کے پیچھے پیچھے تھی سب جا کر نشست گاہ میں بیٹھ گئے۔ پھر اپنی ماں عبدہ کے کہنے پر مجد دالدین انہیں الربا میں اپنی کارگزاری کی تفصیل بتا رہا تھا۔ اس تفصیل میں کارلوس، مرسینہ، مشال سے ملاقات پھر صلیبیوں کے خلاف جنگ اور ان کا انطاکیہ کی طرف بھاگ جانا۔ اور آخر میں وہ انہیں سمرون کے ہاں شمس الدین اور جمارا کی نسبت طے ہونے کی تفصیل بتا رہا تھا۔

☆

جب تک ملک شاہ سلجوقی مسلمانوں کا سلطان رہا، یورپ کی صلیبی قوتوں کو مسلمانوں کے علاقوں کی طرف آنکھ اٹھانے کی جرات نہ ہوئی۔ سلطان ملک شاہ سلجوقی کی وفات کے بعد جب عالم اسلام کا شیرازہ بکھرا۔ مختلف شہروں پر مختلف حکمران قابض ہوئے تب یورپ والوں نے مسلمانوں کے خلاف پہلی صلیبی جنگ کی ابتداء کر دی۔ اس صلیبی جنگ کے نتیجے میں انطاکیہ، سور، صدا بیروت، یروشلم۔ طرابلس اور دیگر بہت سے شہر مسلمانوں سے صلیبیوں نے چھین لئے۔ اور اب صورتحال یہ تھی کہ مختلف شہروں پر چھوٹے چھوٹے حکمران تھے۔ جن میں سے حلب پر سلطان نورالدین زنگی اور موصل پر اس کا بڑا بھائی سیف الدین حکمران تھے۔

اب جرمنی کا بادشاہ کانرڈ اور فرانس کا بادشاہ لوئی یروشلم پہنچ کر اپنی عسکری طاقت اور قوت کو استوار کرنے لگے تھے اور یروشلم کے بادشاہ بالڈون نے بھی ان کا ساتھ دیا اس طرح یروشلم میں تین بڑی قوتیں یکجا ہوگئی تھیں اور جب انہوں نے دیکھا کہ اب وہ مسلمانوں پر ضرب لگانے کے لئے اپنے لشکریوں کو ترتیب دے چکے ہیں تب انہوں نے فیصلہ کیا کہ سب سے پہلے دمشق پر حملہ آور ہونا چاہیے۔ اور دمشق پر قبضہ کرنے کے بعد مسلمانوں کے دوسرے علاقوں اور شہروں کی طرف یلغار کر دینی چاہیے۔

یہ فیصلہ ہونے کے بعد تینوں نصرانی بادشاہ اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ یروشلم سے نکلے اور بڑی برق رفتاری سے انہوں نے دمش کا رُخ کیا۔

دمشق ارض شام کا سب سے بڑا شہر تھا۔ یہ سطح سمندر سے تقریباً سات سو میٹر بلند صحرا کی حد پر اور لبنان شرقیہ کے سلسلہ کوہ کی شرقی سرحد پر جبل قاسیون کے دامن میں واقع ہے۔ یہ شہر حضرت داؤدؑ کے ہاتھوں فتح ہوا لیکن حضرت سلمانؑ کے عہد میں دمشق کے بادشاہ نے شمال کے شاہان آشور اور جنوب کے مملوک اسرائیل کیخلاف جنگ میں کامیابی حاصل کی۔

732ق م میں تگلت پلاسر نے دمشق کی بادشاہت کا خاتمہ کر دیا۔ آٹھویں صدی ق م میں اشوریوں نے ساتویں صدی میں بابلیوں نے چھٹی صدی میں ہخامنشیوں نے چوتھی صدی میں یونانیوں نے پہلی صدی ق م میں بزنطینیوں نے دمشق پر یکے بعد دیگرے قبضہ کیا۔

64 ق م میں دمشق رومن سلطنت کا ایک صوبہ بنا رومیوں کی جگہ بزنطینیوں نے سنبھال لی۔ 395ء میں یہ سلطنت شرقیہ کا ایک حصہ بن گیا۔ 612ء میں ایران کے بادشاہ خیرو ثانی نے دمشق پر قبضہ کر لیا۔ اور 627ء میں ایرانی شہنشاہ کی وفات پر دمشق خالی کر دیا گیا۔ اور 624ء میں رومن بادشاہ ہرکولیس اس پر قابض ہو گیا۔

635ء میں حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت ابوعبیدہ ابن الجراحؓ نے دمشق پر حملہ کیا اور دمشق پر قبضہ کر کے مغرب کی ہزار سالہ سیاست کا خاتمہ کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے یزید بن ابی سفیان کو دمشق کا والی نامزد کیا۔ بہت جلد دمشق کو ایک مقدس شہر کا درجہ حاصل ہو گیا روایات کی روشنی میں ان مقامات کا سراغ لگایا گیا جنہیں انبیاء سابقین نے شہرت عطا کی تھی چنانچہ زائرین کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا۔ زیادہ تر لوگ جبلِ قاسیون دیکھنے جاتے جہاں حضرت آدمؑ کے بیٹے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا تھا۔

647ء میں یزید بن ابی سفیان کے انتقال کے بعد دمشق کی قیادت حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ میں آئی۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد امیر معاویہ حاکم بنے تو انہوں نے دمشق میں اقامت اختیار کر لی۔ ایک صدی تک یہ خلافت کے مرکزی صوبے کا مدنی مرکز رہا۔ یہاں تک کہ خلیفہ ابوالعباس السفاح نے دمشق کی جگہ بغداد کو دارالحکومت بنا دیا۔

عباسی خلیفہ المتوکل نے ایک بار پھر اپنا دارالحکومت دمشق تبدیل کرنے کی کوشش کی لیکن وہ صرف اڑتیس یوم قیام کرنے کے بعد سامرہ شہر چلا گیا۔

867ء میں بخارا کے ترک احمد بن طولون کو خلیفہ نے دمشق کا والی مقرر کیا۔ اس نے خلیفہ کی کمزوریوں کے مدنظر دمشق پر قبضہ کر لیا۔ بنی طولون کے زوال اور قرالطہ کی روز افزوں سرگرمیوں کو دیکھتے ہوئے۔ خلیفہ وقت نے اپنا لشکر دمشق روانہ کر دیا۔ قراسطہ کو ہتھیار ڈالنے پڑے۔

اس کے بعد حکمرانی کا سلسلہ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ سلجوقی سلطان الپ ارسلان نے

اپنے بھائی تمش کو دمشق کا حاکم مقرر کیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا داق دمشق کا حکمران بنا وقاق کے بعد تمش ثانی حکمران ہوا لیکن وہ جلد ہی وفات پا گیا اس کے بعد ایک شخص اتابک ظہیرالدین دمشق کا حاکم بنا۔ اب جس وقت تین متحدہ صلیبی بادشاہوں کا لشکر دمشق پر حملہ آو ہوا اس وقت ظہیرالدین کی نسل سے ہی ایک شخص مجیدالدین دمشق کا حاکم تھا۔

جن دنوں صلیبی دمشق پر حملہ آور ہوئے ان دنوں دمشق شہر کے تین طرف مٹی کی مضبوط دیوار بنی ہوئی تھی۔ اور ایک طرف گنجان باغوں کی اس قدر کثرت تھی کہ کوئی بڑا لشکر ا میں سے آسانی سے نہ گزر سکتا تھا۔ صلیبیوں نے اسی طرف سے شہر کا محاصرہ کر لیا۔

دمشق کا حاکم مجیرالدین بڑا نا اہل آدمی تھا۔ اور اس کی نا اہلی اور نالائقی کی وجہ سے اس کا وزیر معین الدین حکومت کے سیاہ وسفید کا مالک بنا ہوا تھا۔

سارا معاملہ مجیرالدین کے ہاتھ ہوتا تو وہ یقیناً صلیبیوں کے سامنے ہتھیار ڈال د لیکن معین الدین بڑا عقلمند، بڑا جراتمند تھا اس نے دمشق کے پر جوش عوام اور علماء کی مدد سے صلیبیوں کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی۔

جرمنی کے بادشاہ کانرڈ، فرانس کے لوئی اور یروشلم کے بالڈون نے دمشق شہر کا محاصر کر لیا اور ایک بہت بڑا لشکر انہوں نے دمشق کے نواح میں پھیلا دیا تا کہ نواحی علاقوں پر حملہ آور ہوں۔ وہاں سے مال و دولت جمع کریں اور لشکر کے لئے خوراک کے ذخیروں کے ڈھیر لگائیں۔

محاصرے کے دوران صلیبیوں اور مسلمانوں کے درمیان کئی خونریز جھڑپیں ہوئیں شیخ عبدالرحمٰن حلحلال اور فقیہ امام یوسف فندلاوی جن کا شمار دمشق کے مشائخ اکبار میں ہو ہے۔ انہی جھڑپوں میں صلیبیوں کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ اما یوسف بڑے کبیر سن تھے معین الدین نے ان کو لڑائی سے روکنا چاہا لیکن ان کی غیرت دینی نے گوارہ نہ کیا۔ کہ ان کے گھر یعنی دمشق کے دروازے پر جہاد دستک دے رہا ہو اور وہ اس میں شرکت سے محروم رہیں۔ قرآن مقدس کی آیات کی تلاوت کرتے ہوئے آگے بڑھے مردا وار صلیبی فوج میں گھس گئے اور نہایت بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ صلیبی لشکر کی تعداد چونکہ بہت زیادہ تھی۔ قوت میں بھی وہ دمشق کے لشکر سے زیادہ تھے لہٰذا ان کا دباؤ دمشق

اس قدر بڑھ گیا کہ ایک دن وہ شہر سے متصل میدان اخضر تک پہنچ گئے۔ دمشق کے والی مجیرالدین کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ صلیبیوں کے خلاف سلطان نورالدین اور اس کے بھائی سیف الدین کو مدد کے لئے پکارے اس لئے کہ وہ جانتا تھا کہ صرف نورالدین اور سیف الدین کی طاقت ہی صلیبیوں کا سر توڑ سکتی ہے۔ اس نے تیز رفتار قاصد نورالدین اور سیف الدین کی طرف بھیجے اور جو حالات پیش آ رہے تھے ان کی تفصیل بھیجی۔

صلیبیوں کے دمشق پر حملہ آور ہونے کی اطلاع جب حلب بھیجی تو مسلمانوں کے اندر ایک شور اور جذبہ سا اُٹھ کھڑا ہوا۔ دوسری جانب مجیدالدین کے قاصد موصل میں سیف الدین کے پاس بھی پہنچ گئے۔ سب سے پہلے نورالدین حرکت میں آیا۔ ہراول کے طور پر اس نے فی الفور ایک لشکر تیار کیا اور وہ لشکر اسدالدین شیرکوہ کی سرکردگی میں اور مجدالدین کو اس کا نائب بناتے ہوئے دمشق کی طرف روانہ کیا۔ اور اس کے چند دن بعد خود بھی ایک بہت بڑا لشکر لے کر حلب سے نکل کھڑا ہوا۔ اُدھر سیف الدین کی حالت یہ تھی کہ جس دن اس کے پاس مجیر الدین کا قاصد پہنچا اس کے دوسرے روز وہ بھی ایک لشکر کے ساتھ۔ دمشق کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ یہاں سلطان نورالدین نے جو سب سے اچھا کام کیا وہ یہ کہ اسدالدین شیرکوہ اور مجدالدین کو دمشق کی طرف روانہ کرنے سے پہلے اس نے اپنے تیز رفتار قاصد دمشق کی طرف روانہ کئے تا کہ رونما ہونے والے حالات اور دشمن کی نقل و حرکت کے متعلق اسدالدین شیرکوہ اور مجدالدین کو بروقت اطلاع کر سکے۔

اسدالدین شیرکوہ اور مجدالدین ابن الدابہ نے بڑی برق رفتاری سے اپنے لشکر کے ساتھ دمشق کی طرف پیش قدمی کی تھی۔ ابھی وہ دمشق سے دور ہی تھے اور مشرق سے سورج طلوع ہو رہا تھا کہ سامنے کی طرف سے وہ نقیب آئے جنہیں ان کی روانگی سے پہلے سلطان نور الدین نے حالات کا جائزہ لینے کے لئے روانہ کیا تھا۔ قریب آ کر وہ نقیب رکے شیرکوہ اور مجدالدین نے بھی رُک کر اپنے لشکریوں کو رک جانے کا اشارہ دے دیا تھا۔ پھر شیرکوہ نے آنے والوں کو مخاطب کیا۔

''میرے عزیزو کہو دمشق کے اطراف میں صلیبیوں کی صورتحال کیا ہے''۔

''امیر! فرانس کے بادشاہ لوئی۔ جرمنی کے بادشاہ کانرڈ اور یروشلم کے بادشاہ بالڈون نے دمشق کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ اور دمشق کا وزیر معین الدین دمشق کے اندر جو حفاظتی لشکر ہے اس کے ساتھ کمال جراتمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے صلیبیوں کو روکے ہوئے ہے۔ لیکن دمشق کے اندر جو لشکر ہے زیادہ دن تک صلیبیوں کی اس یلغار کو روک نہیں سکے گا۔

اور پھر جس قدر صلیبیوں کا لشکر اس وقت دمشق کا محاصرہ کئے ہوئے ہے اتنا ہی ایک بڑا لشکر دمشق کے نواح میں ہے۔ وہ اس وقت دمشق سے لگ بھگ دو فرلانگ کے فاصلے پر ہے اور انہوں نے دمشق کے اطراف میں مسلمان علاقوں کے اندر لوٹ مار مچا رکھی ہے''۔

یہاں تک کہتے کہتے آنے والے اس نقیب کو رُک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے اسد الدین شیر کوہ بول اُٹھا تھا۔

''کیا تم صلیبیوں کے اس لشکر تک ہماری راہ نمائی کر سکتے ہو۔ جو اس وقت دمشق کے نواح میں مسلمان علاقوں میں ترکتاز کئے ہوئے ہے۔ دیکھو یہ بڑا اہم معاملہ ہے''۔

وہ نقیب اس پر چھاتی تانے ہوئے بول اُٹھا۔

''امیر آپ فکر مند نہ ہوں ہم ان کے محل وقوع سے پوری طرح باخبر ہو کر آپ کی طرف آئے ہیں۔ جس جگہ آپ اس وقت ہیں۔ اس سے آگے بائیں جانب وہ لشکر اپنے کام میں مصروف ہے۔ لیکن امیر ایک بات میں کہوں جو لشکر آپ کے ساتھ ہے اس لشکر کی تعداد اس لشکر سے کئی گنا زیادہ ہے اور وہ......''

اسد الدین شیر کوہ نے سر کو جھٹک دیا...... کہنے لگا۔

''میرے عزیز تم تعداد کو چھوڑو۔ تم سب کا کام ہے کہ اس لشکر تک ہماری راہ نمائی کرنی ہے۔ تم تھوڑی دیر رکو میں ذرا اپنے عزیز مجد الدین سے بات کر لوں۔ اس کے بعد ہم اپنے کام کی ابتداء کریں گے''۔

پھر اسد الدین شیر کوہ مجد الدین کے قریب ہوا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیز بھائی بتا اب تیرا کیا خیال ہے؟''

مجد الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

وہ زیادہ بڑے جرم کا مرتکب ہے۔ جو دمشق کا محاصرہ کئے ہوئے ہے۔ ان سے تو ہم نپٹ لیں گے لیکن پہلے ان سے نپٹنا چاہیے جو مسلمان علاقوں کو لوٹ رہے ہیں۔ میرے خیال میں پہلے ان کا رُخ کریں اس کے بعد میرا اندازہ ہے کہ سلطان خود بھی یہاں پہنچ جائے گا۔ ویسے بھی ہمارے لئے سلطان کا یہی حکم ہے کہ ہم نے محاصرہ کرنے والے صلیبی لشکر کو اپنے ساتھ الجھانا ہے اور کسی بھی صورت انہیں اس قابل نہیں رہنے دینا کہ وہ دمشق میں داخل ہو جائیں۔ ان پر آخری ضرب اسی وقت لگائی جائے گی جب سلطان خود اپنے لشکر کے ساتھ یہاں پہنچ جائیں گے بہرحال اس وقت جو سب سے پہلا کام ہم نے کرنا ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی لوٹ کھسوٹ کرنے والوں سے فی الفور نپٹنا چاہیے''۔

مجد الدین کی اس گفتگو سے اسد الدین شیر کوہ اطمینان اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''اگر یہ بات ہے تو ابن الدایہ سنو! یہ جو ہمارے نقیب آئے ہیں ان کو بھی دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ اپنے لشکر کو بھی دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں اب دشمن پر حملہ آور ہونے کے لئے طریقہ کار کچھ اس طرح اپناتے ہیں کہ آدھے لشکر کے ساتھ ایک طرف سے تم حملہ آور ہو اس طرح دشمن کو وہ نقصان پہنچائیں کہ وہ دمشق پر حملے کو اپنی سب سے بڑی غلطی تسلیم کرتا ہوا یہاں سے بھاگنے ہی میں عافیت جانے''۔

اسد الدین شیر کوہ جب خاموش ہوا تب مجد الدین بول اُٹھا۔

''شیر کوہ میرے بھائی! تم ٹھیک کہتے ہو۔ میرے حوالے صرف دو نقیب کر دو۔ یہ میری راہ نمائی کریں گے اور میں ایک لمبا کاوا کاٹتے ہوئے دشمن کے سامنے کی طرف جاؤں گا، آپ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ باقی نقیبوں کو لے کر دشمن کی پشت پر نمودار ہو کر حملہ کر دیں۔ میرے خیال میں آپ جس وقت دشمن سے ٹکرائیں گے اس وقت یا اس سے تھوڑی دیر بعد میں بھی دشمن پر ایسی ضرب لگاؤں گا کہ انہیں شکست تسلیم کرنے اور بھاگنے کے سوا کوئی اور راستہ دکھائی نہ دے گا۔

اس موقع پر اسد الدین شیر کوہ نے کچھ سوچا پھر وہ مجد الدین الدایہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''ابن الدایہ آج زندگی کے جمال کو پرانی شرابوں اور جذبات کی پامالی سے آراستہ کرنے والوں کے خلاف تیرا میرا امتحان ہے۔ یوں جاننا آج خوشبو سُلگا کر فضا...... بات سے معطر کر کے رخصت ہونے والی روحوں کو پکارنے والوں کے خلاف تیری میری آزمائش کا وقت آن پہنچا ہے۔ آؤ دونوں بھائی مل کے عہد کریں کہ ان کے چنگھاڑتے طوفان جیسے جذبوں میں طلسم سکوت سے لبریز کر دیں گے ان کے جسم و روح کے ربط میں اداس صبحوں کی دھند۔ غمگین شاخوں کا دکھ بھر کے رکھ دیں گے اور ان کی حالت مردہ لمحوں کے ڈھیر روحوں کے سلگتے غموں اور آوارہ بدی کو ترستی خواہشوں سے بھی بدتر بنا کے رہیں گے''۔

اسد الدین شیر کوہ جب خاموش ہوا تو مسکراتے ہوئے مجد الدین نے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''میرے محترم بھائی جس طرح کی خواہشات کا تم نے اظہار کیا ہے۔ میرے خداوند کو منظور ہوا تو ان کی حالت ہم اس سے بھی بدتر کریں گے۔ اور جو لائحہ عمل ہم نے طے کیا ہے آؤ اس کے مطابق حرکت میں آئیں اور اپنے ردعمل کی ابتداء کریں''۔

اس پر شیر کوہ نے اتفاق کیا پھر جو نقیب سامنے کی طرف سے آئے تھے انہیں بھی آپس میں تقسیم کر لیا گیا۔ سب سے پہلے اپنے آدھے لشکر کے ساتھ مجد الدین حرکت میں آیا اور وہاں سے کوچ کر لیا۔ اس لئے کہ اس نے لمبا کاوا اور چکر کاٹتے ہوئے دشمن کے سامنے نمودار ہونا تھا۔ اس کے تھوڑی ہی دیر بعد دشمن کی پشت کی طرف جانے کے لئے باقی ماندہ نقیبوں کی راہ نمائی میں اسد الدین شیر کوہ بھی وہاں سے کوچ کر چکا تھا۔

شیر کوہ نے جب اندازہ لگایا کہ مجد الدین اپنے لشکر کے ساتھ دشمن کے سامنے کے حصے کے قریب پہنچ چکا ہو گا تب وہ اچانک دشمن کی پشت کی طرف نمودار ہوا۔ پھر اس نے اور اس کے لشکر نے کچھ اس انداز میں تکبیریں بلند کیں جیسے تاریکی اور وحشت بھرے میدانوں میں چیختی چلاتی ہواؤں اور رقص کرتے پر شور بگولوں نے خاک سے خلاؤں تک ایک عجیب و غریب سماں باندھ کر رکھ دیا ہو۔ تکبیروں کی ان آوازوں نے تڑپتے دل کے درد چاروں طرف پھیلا کر رکھ دیئے تھے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے اسد الدین شیر کوہ دشمن کی سپاہ پر اس طرح حملہ آور ہوا جس طرح تند خو بگولے سر برہنہ شاخوں سے برگ و باد کی تقدیر میں جدائی پیدا کرتے ہیں۔

جس طرح دھوئیں کے زرد بادلوں میں سانس کی ڈوریاں منقطع ہونے لگتی ہیں اور جس طرح موت کی رقصاں انگلیاں کائنات کے اندھیروں کی تہوں سرد خوابوں اور گرم سرابوں تک میں اُتر جاتی ہیں۔

اسد الدین شیر کوہ کا یہ حملہ ایسا جان لیوا بے روک تھا کہ دور تک وہ صلیبیوں کی لاشوں کے ڈھیر لگاتا چلا گیا تھا۔

عین اس لمحہ جب صلیبی جو اپنا کافی نقصان کرانے کے بعد سنبھل رہے تھے اور چاہتے تھے کہ پورے لشکر کو مجتمع کر کے شیر کوہ پر ضرب لگائیں۔ اچانک کاوا کاٹتے ہوئے مجد الدین نمودار ہوا۔ اس نے بھی اپنے حملوں کی اس طرح ابتداء کی جس طرح نسلوں اور صدیوں کی آہ و بکا کھڑی کرنے کے لئے طلسمی غاروں سے نکل کر کالی راتوں کے جنگجو کسی کو اپنا ہدف بناتے ہیں۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے مجد الدین نے دشمن کے ہونٹوں کی شبنم کو زخمی نطق۔ آنکھوں کی جوت کو سپنوں کی آگ روح کو بے درماں گھاؤ۔ دل کو ناآشنا خلش جسم و جاں کو ہجر کی تلخیوں میں تبدیل کر دینے والے لاکھوں طوفانی غموں، خوفناک اندھی قوت اور سمندر کے غصیلے رقص کی طرح چھانا شروع کر دیا تھا۔

صلیبی اس دو طرفہ حملے سے بوکھلا گئے تھے۔ شاید اس سے پہلے ان کا ایسے مجاہدوں سے پالا نہیں پڑا تھا جو ہولناک طاقتور موت کو زندگی کے اسرار میں تبدیل کر دیتے ہوں۔ انہوں نے ایسے جنگجو نہ دیکھے تھے جو اوہام کی زنجیروں اور کفر و الحاد کے تمدن کو تسلیم و دوام میں ڈھالنے کی خو ڈال دینے کا ہنر جانتے ہیں۔ اس سے پہلے انہوں نے ایسے سرفروش نہ دیکھے تھے جن ننگ و ذلت کے شبستانوں کو خیر و سعادت کے سرچشموں میں تبدیل کرنے کا ہنر جانتے ہوں۔ شاید وہ ایسے بے لوث سرفروشوں کی جنگی مہارت سے آگاہی نہ رکھتے تھے جو صنم خانوں کی خاموشیوں کی عبودیت کے پراسرار نغموں میں تبدیل کرنے کی ہمت و جرات و شجاعت رکھتے ہوں۔

صلیبیوں نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کا دو طرفہ زور لمحہ بہ لمحہ بڑھتا چلا جا رہا ہے اور لشکریوں کے اندر بددلی کے آثار نمودار ہونا شروع ہو چکے ہیں تو انہیں فکر لاحق ہوئی۔

وہ جانتے تھے کہ اگر انہیں اس جگہ شکست ہوئی اور رسوائی کا سامان کرنا پڑا تو اس کے دو طرح کے دوررس نتائج ہوں گے۔

اول یہ کہ مسلمانوں کے مقابلے میں صلیبیوں کے حوصلے پست ہو جائیں گے۔ آنے والی جنگوں میں وہ ڈٹ کر ان کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔

ثانیاً یہ کہ اگر اس جگہ انہیں شکست کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو ان کا وہ صلیبی لشکر جو کا لوئی اور بالڈون کی سرکردگی میں دمشق شہر کا محاصرہ کئے ہوئے ہے اس میں بھی بد دلی کے آ پیدا ہو جائیں گے۔ اور وہ بھی اس شکست کا سن کر جنگ جاری رکھنے سے کترانے لگیں گے۔

یہ سوچتے ہوئے اس صلیبی لشکر کے سالاروں نے اپنے آپ کو پوری طرح مجتمع پھر وہ اپنے پورے لشکر کے ساتھ مسلمانوں پر شب کے سناٹوں میں صحرا کے اندر رقص کر موت کے ہولناک سایوں قصر ذلت سے اچانک بلا خیز طوفانوں کی طرح اُٹھ کھڑے ہو والے فضا کے تاریک ہیولوں اور بدی کی تاب کاری پھیلاتے بے ربط فتنوں کی طرح حملہ ہو گئے تھے۔

انہوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ ایک دفعہ اپنے لشکر کی پوری اور ناک ضرب لگاتے ہوئے مسلمانوں کو پسپا ہونے پر مجبور کریں۔ اس کے بعد ان کا ایسا تع کریں کہ کہیں ان کے قدم جمنے نہ پائیں۔ لیکن یہ ان کی غلط فہمی ان کی ذہنی سوچوں کا د اس لئے کہ آندھیوں میں چراغ جلانے والے ان مجاہدوں، وقت کی کرچیوں میں دشمنوا ہر آثار کو توڑنے والے ان جاں نثاروں نے رزم گاہوں کے ایسے طوفان بہت دیکھ رکھے صلیبیوں کا زور دار حملہ ان کے عزم کو نہ پسپا کر سکا نہ بد دل بلکہ انہوں نے ہی پہلے کی اپنے حملوں میں عارف کے دل و جان کی تڑپ سالک کے سفر کی جاں سپاری سے بھی جراتمندی اور حیرت انگیز سرعت پیدا کر لی تھی۔ پھر صلیبیوں نے دیکھا کہ ان کے سامنے کی پچھلی طرف سے مسلمان مجاہدین ریزہ ریزہ کر دینے والی برفانی ہواؤں، چہروں کو سلگے میں ڈھال دینے والے خون برساتی گھٹاؤں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس صلیبی لشکر کی حالت سوختہ فکر کی رات، زخم خوردہ رگ و پے میں پیوست ہو کر ہراساں و شکستہ کر دینے والے کثرت آلام سے بھی بدتر ہو ہو گئی تھی۔

گو شیر کوہ اور مجد الدین کے لشکر کے مقابلے میں صلیبیوں کے لشکر کی تعدا

لیکن شیر کوہ اور مجد الدین نے اپنے تیز اور جان لیوا حملوں سے انہیں پوری طرح کھنگال کے رکھ دیا تھا۔ یہاں تک کہ صلیبیوں کو بدترین شکست ہوئی۔ کچھ دور تک اسد الدین شیر کوہ اور مجد الدین نے ان کا خوفناک تعاقب کیا۔ اب صلیبیوں کی حالت یہ تھی کہ دمشق کے نواح میں جس قدر سامان انہوں نے لوٹا تھا وہ تو وہیں دھرے کا دھرا رہ گیا وہ اپنی ذاتی اشیاء اور قیمتی چیزیں بھی چھوڑ کر ایسے بھاگے کہ پیچھے مڑ کر دیکھنا بھی پسند نہ کیا۔

دمشق کے نواح میں یہ صلیبیوں کی بدترین شکست تھی۔ شیر کوہ اور مجد الدین نے ہر چیز پر قبضہ کر لیا۔ پھر جن بستیوں اور قصبوں کو صلیبیوں تے لوٹا تھا ان کے اندر مال واموال تقسیم کرنا شروع کر دیا تھا۔

وہ شکست خوردہ لشکر جب دمشق پہنچا تو لوئی کانرڈ اور بالڈوں کو ان کی اس شکست کا بہت صدمہ ہوا۔ اور انہوں نے تہیہ کر لیا کہ سلطان نور الدین زنگی کے جن سالاروں نے صلیبیوں کو شکست دی ہے ان پر حملہ آور ہو کر ان سے انتقام ضرور لیا جائے گا۔

دوسری جانب سلطان نور الدین زنگی حلب سے اور اس کا بڑا بھائی موصل سے اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ بڑی برق رفتاری کے ساتھ دمشق کا رخ کئے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ دونوں بھائی موصل میں آگے چلے گئے۔

ادھر فرانس، جرمنی اور یروشلم کے بادشاہوں کو جب خبر ہوئی کہ مسلمانوں کے جس لشکر کے ہاتھوں صلیبیوں کو شکست ہوئی اس کے علاوہ ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ سلطان نور الدین اور اس کا بھائی سیف الدین بھی انہی کا رُخ کر رہے ہیں تو ان کے حوصلے خطا ہو گئے سارے ولولے مردہ لمحوں میں تبدیل ہو کے رہ گئے۔

سلطان نور الدین زنگی اور سیف الدین کا صلیبیوں پر اس قدر خوف اس قدر وحشت طاری ہوئی کہ لوئی، کانرڈ اور بالڈون نے مل کر یہی فیصلہ کیا کہ فی الفور دمشق کا محاصرہ ترک کر کے کسی محفوظ مقام کی طرف چلے جانا چاہیے۔

یہ فیصلہ ہوتے ہی تینوں شہنشاہوں نے فوراً اپنا محاصرہ اُٹھا لیا اور یروشلم کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔

سلطان نور الدین زنگی کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ دمشق کا محاصرہ ترک کر کے صلیبی بھاگ

گئے ہیں۔ یہ خبر سنتے ہی سلطان کا بڑا بھائی سیف الدین تو اپنے لشکر کے ساتھ موصل کی طرف چلا گیا۔ جو لشکر سلطان نور الدین زنگی اپنے ساتھ لے کر آیا تھا اس کے ساتھ سلطان نے بعلبک کا رُخ کیا اور وہاں اس نے پڑاؤ کر لیا۔ تا کہ اس سمت سے اگر کوئی صلیبی مسلمان علاقوں میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو اس کی سرکوبی کی جا سکے۔

ساتھ ہی سلطان نے شیر کوہ اور مجد الدین کو بھی پیغام بھجوایا کہ جب وہ یہ یقین کر لیں کہ صلیبی دمشق سے پوری طرح سمٹ کر یروشلم کی طرف چلے گئے ہیں۔ تب وہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ بعلبک میں اس سے آن ملیں۔

یوں تینوں شہنشاہ جب اپنی صلیبی لشکر کو لے کر یروشلم کی طرف چلے گئے تب اسد الدین شیر کوہ اور مجد الدین بھی اپنے لشکر کے ساتھ بعلبک کی طرف چلے گئے تھے۔

یروشلم پہنچ کر تینوں شہنشاہوں کے متحدہ لشکر نے آپس میں صلاح مشورہ کیا کہ اب عسقلان کا محاصرہ کر لینا چاہیے۔ مسلمانوں کے اس شہر پر قبضہ کرنے کے بعد پھر کسی سمت کا رُخ کرنا چاہیے۔

لیکن یہ لائحہ عمل بھی اپنی تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ اس لئے کہ جرمنی کا شہنشاہ کانرڈ سمجھ چکا تھا کہ مسلمانوں کے مقابلے میں کسی میدان میں انہیں فتح نصیب ہوتی دکھائی نہیں دیتی لہٰذا وہ ان جنگوں سے بے زار ہو گیا۔ دمشق کے نواح میں صلیبیوں کو جو بدترین شکست ہوئی تھی، دمشق کے محاصرہ میں ناکامی کے بعد وہ دل برداشتہ سا ہو گیا اور واپس جانے کا ارادہ کر لیا۔

تاہم بہت سے جرمن صلیبی اس کے ساتھ واپس نہیں گئے۔ ان مختلف شہروں اور قلعوں میں جاگزین ہو گئے جو نصرانیوں کے قبضے میں تھے۔

دوسری جانب فرانس کا شہنشاہ کچھ عرصہ فلسطین میں رہا پھر وہ بھی یورپ چلا گیا تاہم اس کے ساتھ واپس جانے والے بہت کم فرانسیسی تھے باقی سارے فرانسیسی مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے ارض فلسطین میں ہی رہ گئے۔ فرانسیسیوں نے روئین نام کے قلعے کو اپنا مسکن بنا لیا اور اسی قلعے میں وہ اپنی قوت جمع کرنا شروع ہو گئے۔ تا کہ مناسب وقت پر مسلمانوں پر ضرب لگاتے ہوئے ان کے خلاف اپنی صلیبی جنگوں کو کامیاب بنا سکیں۔

تاہم صلیبیوں کا نو لاکھ کا وہ لشکر جو ایک طوفان کی طرح اُمڈ کر ارض فلسطین کی طرف

آیا تھا۔ اپنے لاکھوں آدمی کٹوا کر واپس چلا گیا۔ اور حاصل کچھ بھی نہ ہوا۔ الٹا فرانس کے بادشاہ لوئی اور جرمنی کے بادشاہ کانرڈ کے ماتھے پر بدنامی کا ایسا داغ لگا کہ پھر کبھی انہوں نے زندگی بھر بھول کر صلیبی جنگوں میں حصہ لینے کی کوشش نہ کی۔

جرمنی اور فرانس کے بادشاہوں کے واپس یورپ کی طرف چلے جانے کے بعد بالڈون تو مسلمانوں پر کاری ضرب لگانے کے لئے اپنی جنگی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ اس دوران فلش نام کا جو صلیبی سورما فلیطلہ سے آیا تھا اور اس کے ساتھ بے شمار جنگجو تھے۔ اس نے صلیبی جنگوں میں قسمت آزمانے کا فیصلہ کیا۔ دونوں یورپی بادشاہوں کے واپس جانے کے بعد اس نے تہیہ کر لیا کہ مسلمانوں کے خلاف ایک نہ ختم ہونے والی صلیبی جنگ کا آغاز کرے گا۔ اور صلیبیوں کے اندر ایک ناقابل شکست سورما بن کر نمودار ہو گا۔

اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے فلش نے اپنے کام کی ابتداء کی۔ اس کام میں اس کی ماں جو اس کے ساتھ آئی تھی وہ بھی اس کی مدد کر رہی تھی پہلا کام اس نے یہ کیا کہ ادھر ادھر مختلف قلعوں اور شہروں میں منتشر یورپ کے مختلف حصوں سے تعلق رکھنے والے صلیبیوں کو جمع کیا ان کا ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا۔ دوسرا کام اس نے یہ کیا کہ اپنے مختلف نمائندے ان شہروں اور ریاستوں کی طرف روانہ کئے جن پر نصرانیوں کی حکومت تھی اور جن پر انہوں نے پہلی صلیبی جنگ کے دوران قبضہ کر لیا تھا اور انہیں یہ پیغام بھجوایا کہ ان علاقوں میں جہاں صلیبی حکومت ہے سارے صلیبی سربراہ حرکت میں آئیں اپنے مسلح جنگجو سلطان نور الدین زنگی کی سلطنت کی طرف روانہ کریں اور اس کی سلطنت کے اندر جو عیسائی رعایا ہے اسے سلطان کے خلاف بغاوت پر مجبور کر دیں۔

اس کا ارادہ تھا کہ اس طرح جب نور الدین زنگی کی سلطنت میں جو عیسائی ہیں وہ عام بغاوت کا اعلان کریں گے اور نور الدین کی سلطنت میں افراتفری کا عالم پھیلے گا تب وہ مسلمانوں کے خلاف کارروائی کرے گا اور صلیبی جنگوں کو کامیاب بنانے کی کوشش کرے گا۔

تیسرا فیصلہ جو اس نے کیا وہ انتہائی خطرناک تھا اور وہ یہ کہ ان دنوں حسن حریقہ نام کا قلعہ بڑا مضبوط اور مستحکم خیال کیا جاتا تھا۔ یہ قلعہ اس وقت طرابلس کے نصرانی حکمران ریمنڈ کی عملداری میں شامل تھا۔ اس نے چونکہ گزشتہ جنگوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ نہیں لیا تھا۔ لہٰذا فلش

نے یہ ارادہ کیا کہ اس قلعہ پر قبضہ کر کے اسے صلیبیوں کا مرکز بنائے اور وہاں سے نکل کر نورالدین کے علاقوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کرے۔

سلطان نورالدین نے ان دنوں اپنے لشکر کے ساتھ بعلبک میں قیام کیا ہوا تھا اور دمشق کے حکمران مجیر الدین کا وزیر وہاں اپنے چند دستوں کے ساتھ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور وہاں اس نے سلطان کی بہترین ضیافت کا اہتمام کیا تھا۔

قتش نے اپنے کام کی ابتدا بڑی برق رفتاری سے کی جو صلیبی لشکر اس کے پاس جمع ہو گیا تھا اس کے ساتھ وہ حرکت میں آیا فی الفور وہ حسن حریمہ کے نام کے قلعے پر حملہ آور ہوا اور وہ ریمنڈ کے اس لشکر کو جو وہاں تھا۔ اسے شکست دینے کے بعد قلعے پر اس نے قبضہ کر لیا۔

یہاں اس قلعے میں اپنی قوت اور طاقت کو مجتمع کرنے کے بعد قتش اب طرابلس پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کرنے کے متعلق لائحہ عمل تیار کرنے لگا تھا۔ لیکن قتش کی بدقسمتی کہ ریمنڈ بھی بے کار نہیں بیٹھا تھا اس نے اپنے خاص آدمی بعلبک، سلطان نورالدین زنگی کی خدمت میں بھیجے اور سلطان سے التماس کی کہ حسن مریمہ قتش نے مجھ سے چھین لیا ہے۔ اگر سلطان نورالدین حسن حریمہ پر حملہ آور ہو کر اس کو قتش سے آزاد کروا کر اپنے قبضے میں کر لے تو وہ قتش کی نسبت حسن حریمہ پر مسلمانوں کے قبضے کو ترجیح دے گا۔

اس طرح طرابلس کے حکمران ریمنڈ نے سلطان نورالدین کو اجازت دے دی کہ وہ اگر حسن حریمہ فتح کرے تو اسے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ ریمنڈ کا یہ پیغام ملتے ہی سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ بعلبک سے کوچ کیا اور حسن حریمہ کا رُخ کیا۔ معین الدین جو اس وقت بعلبک میں مقیم تھا وہ بھی اپنے دوستوں کے ہمراہ سلطان کے ساتھ ہو لیا۔

حس حریمہ پہنچ کر سلطان نے اپنے لشکر کو شہر کے باہر پڑاؤ کرنے کا حکم دیا۔ جب کہ قتش والی طلیطلہ نے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے فصیل کے اوپر ان گنت لشکری پھیلا دیئے تھے صرف فصیل کے اوپر اس قدر لشکری تھے کہ جن کی تعداد سلطان نورالدین کے کل لشکر سے بھی زیادہ تھی۔ اور صلیبیوں کا جو لشکر شہر کے اندر محفوظ تھا۔ وہ اس کے علاوہ تھا۔

جب لشکر خیمہ زن ہو چکا تب سلطان اپنے خیموں سے باہر شہر پناہ کی طرف آیا۔ اس وقت اس کے ساتھ شیر کوہ، مجد الدین، شمس الدین، خطلخ اور دوسرے نامور جرنیلوں میں نجم

الدین، اسامہ بن مرشد۔ فخر الدین مسعود اور کچھ دوسرے چھوٹے سالار تھے۔

سلطان کچھ دیر تک حسن حریمہ کی فصیل کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''عزیزان من! حسن حریمہ کی فصیل تمہارے سامنے ہے اندلس کا سورما قتش ایک بہت بڑے صلیبی لشکر کے ساتھ اس کے اندر موجود ہے۔ تم دیکھتے ہو جو لشکر اس وقت فصیل کے اوپر دکھائی دے رہا ہے۔ اس کی تعداد ہمارے اپنے لشکر سے کہیں زیادہ ہے۔ لیکن ہم نے حسن حریمہ کو اپنے سامنے زیر ضرور کرنا ہے''۔

اس موقع پر اسد الدین شیر کوہ سلطان نورالدین زنگی کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

''سلطان محترم! یہ جو صلیبی اس وقت حسن حریمہ کی فصیل پر ہیں۔ عنقریب یہ فصیل کے اوپر دکھائی نہیں دیں گے، سلطان محترم''۔

اسد الدین شیر کوہ کو رُک جانا پڑا۔ اس لئے کہ مسکراتے ہوئے سلطان نورالدین زنگی بول پڑا تھا۔

''شیر کوہ میرے عزیز! میں دیکھتا ہوں یہ جو صلیبی لشکر اس وقت فصیل کے اوپر ہے ان میں سے بہت سوں کے سر پک چکے ہیں جو کٹنے والے ہیں اور بہت، بڑی مشکل سے جانیں بچا کر یہاں سے بھاگ پائیں گے۔ جو لائحہ عمل میں نے حسن حریمہ پر حملہ آور ہونے کے لئے تیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ پوری طاقت اور قوت سے شہر کے اوپر حملہ کر دیا جائے۔ جو لشکر اس وقت ہمارے پاس ہے۔ اسے تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ ایک حصے پر فخر الدین مسعود کو سالار بنایا جائے۔ اسامہ بن مرشد اور نجم الدین دونوں کو اس کے تحت کر دیا جائے۔ ان کے ساتھ لشکر کا وہ حصہ ہوگا جو تیر انداز ہیں جو بے خطا نشانہ لگانے کے ماہر ہیں۔

دیکھو جب ہم شہر پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کریں گے تو ظاہر ہے فصیل کے اوپر جو لشکر ہے وہ ہم پر تیر اندازی کرے گا۔ ان کی تیر اندازی کو ناکارہ بنانے کے لئے فخر الدین مسعود، اسامہ بن مرشد اور نجم الدین اپنی کارروائی کریں گے اور ان سے بھی زیادہ ہولناک انداز میں شہر کی فصیل پر تیر اندازی کریں گے ایسی زوردار تیر اندازی کہ شہر کے اوپر جو صلیبی لشکری ہیں وہ اپنی جانیں بچانے کے لئے برجوں کے اندر چھپنے پر مجبور ہو جائیں۔

لشکر کے باقی جو دو حصے ہیں ان میں سے ایک میرے پاس ہو گا، شمس الدین اور خطلخ دونوں میرے ساتھ کام کریں گے۔ اس لئے کہ جو لشکر اس دمشق پر حملہ آور ہونے کے لئے لایا تھا، اس میں یہ میرے ساتھ شامل تھے۔ تیسرا لشکر شیر کوہ تمہارے اور مجدد الدین کے پاس ہو گا۔ جو لشکر میرے اور تم دونوں کے پاس ہو گا وہ شہر پر زور دار حملے شروع کرے گا۔ اور شہر کے فصیل کے اوپر جو تیر انداز ہوں گے ان کی تیر اندازی کو فخر الدین مسعود، نجم الدین اور اسامہ بن مرشد ناکام بنائیں گے۔ اس طرح اگر ہم تیز حملے کر کے شہر کی فصیل کو کسی نہ کسی طرح گرانے میں کامیاب ہو جائیں تو شہر زیادہ دیر ہمارے سامنے ٹھہر نہیں سکے گا۔

سارے سالاروں نے سلطان نور الدین زنگی کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر لشکر کی تقسیم کو آخری شکل دی گئی۔ اس کے بعد شہر پر حملہ کر دیا گیا۔

سلطان نور الدین زنگی۔ شیر کوہ۔ مجدد الدین۔ شمس الدین اور خطلخ کی طرف سے حسن حریمہ پر یہ ہولناک حملے تھے۔ اور پھر ان کی مدد کے لئے فخر الدین مسعود اور اسامہ بن مرشد اور نجم الدین بھی کمال جراتمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اس طرح تیر اندازی کرا رہے تھے کہ شہر کی فصیل کے اوپر جو صلیبیوں کا حفاظتی لشکر تھا اپنی جانیں بچانے کے لئے وہ فصیل کے بُرجوں اور فصیل کے اوپر جو تیر اندازی کے لئے خلاء بنے ہوئے تھے ان کے پیچھے چھپ گئے تھے۔ اس موقع سے سلطان نور الدین زنگی، شیر کوہ اور مجدد الدین نے فائدہ اٹھایا۔ جنوبی فصیل کا حصہ گرا دیا۔ فصیل کا گرنا تھا کہ ایک طوفان اُٹھ کھڑا ہوا۔ مسلمان لشکری ہولناک انداز میں تکبیریں بلند کرتے ہوئے شہر میں گھُس گئے۔ صلیبی لشکر نے ایک باری پوری طاقت اور قوت سے حملہ کیا۔ لیکن ان کی جب کافی بڑی تعداد مسلمانوں کے ہاتھوں تہہ تیغ ہو گئی تب ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ تب انہوں نے ہتھیار ڈال کر امان طلب کر لی۔

حسن حریمہ میں جن صلیبیوں نے ہتھیار ڈالے تھے اور امان طلب کی تھی ان میں اندلس کے علاقے طلیطلہ کا حاکم فنتش اور اس کی ماں دونوں شامل تھے۔ ان دونوں کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔

سلطان نور الدین زنگی نے اس جنگ کے دوران جو مال غنیمت ہاتھ لگا اس میں

سے ایک حصہ جنگ میں گرفتار ہونے والے قیدیوں کے ساتھ اپنے بڑے بھائی سیف الدین کے پاس موصل روانہ کر دیا۔

اس دوران ایک اور...... اُٹھ کھڑی ہوئی۔ صلیبیوں نے اپنے جو نمائندے سلطان نور الدین زنگی کے شامی مقبوضات کی طرف روانہ کئے تھے اور وہاں موجود نصرانیوں کو بغاوت کے لئے اکسایا تھا تو اس کے خاطر خواہ نتائج ہوئے صلیبیوں کے کہنے پر سلطان نور الدین زنگی کے شامی مقبوضات میں جس قدر عیسائی تھے۔ انہوں نے سلطان کے خلاف عام بغاوت کر دی۔ جگہ جگہ فتنے فساد اُٹھ کھڑے ہوئے ایک طرح سے مسلمانوں کے خلاف نصرانیوں نے بغاوت کر دی تھی۔ صلیبیوں نے وہاں آباد نصرانیوں کے ذہن میں یہ بات ڈال دی تھی کہ سلطان عماد الدین زنگی فوت ہو چکا ہے۔ اور اس کا بیٹا نور الدین زنگی اس قابل نہیں کہ اپنے باپ کی سلطنت کو سنبھال سکے۔ انہوں نے شامی مقبوضات میں آباد نصرانیوں کو یہ بھی یقین دلا دیا تھا کہ بس ایک بار نور الدین زنگی کے خلاف بغاوت کرتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوں اگر وہ ایسا کریں گے تو بہت جلد سلطان نور الدین ان کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جائے گا۔

یہ صورتحال یقیناً پریشان کن تھی لیکن سلطان نور الدین کے پائے استقلال میں کوئی لغزش نہ آئی۔ حسن حریمہ کو فتح کرنے کے بعد صلیبیوں پر وہ پہلے ہی ایک کارگر ضرب لگانا چاہتا تھا۔ اس نے پھر اپنے کام کی ابتدا کی۔ اس نے اپنے لشکر کے کئی حصے کئے۔ اور انہیں مختلف شہروں اور علاقوں جہاں نصرانیوں نے بغاوت کھڑی کی تھی انہیں فرو کرنے کے لئے روانہ کر دیا تھا۔ خود بھی سلطان اس بغاوت کو سر کرنے میں پیش پیش تھا۔

نصرانی بلوائیوں کا خیال تھا کہ انہوں نے جو سلطان کے خلاف بغاوت، سرکشی کی ہے اس میں وہ ہر صورت کامیاب ہونگے۔ اس کے علاوہ طرابلس کے حاکم ریمنڈ نے مسلمانوں کے خلاف ایک اور سازش کھڑی کی۔ اس نے بے شمار اور ان گنت صلیبیوں کو ایک جگہ جمع کیا۔ اور انہیں یہ مشورہ دیا کہ وہ سب متحد ہو کر حلب کی طرف پیش قدمی کریں۔ سلطان نور الدین اپنے مرکزی شہر کی حفاظت کے لئے جب ان کے سامنے آیا تو آدھے صلیبی سلطان نور الدین کو اپنے ساتھ الجھائے رکھیں اور دوسرے آدھے صلیبی علیحدہ ہو کر حلب پر حملہ آور ہوں اس طرح سلطان نور الدین کی عسکری قوت دو حصوں میں بٹ کر کمزور ہو جائے گی۔ اور

اس پر قابو پانا آسان اور سہل ہو جائے گا۔

ان سب نصرانیوں نے جو طریقہ کار طے کیا اس کی خبر وقائع نگاروں نے فو سلطان کو کر دی۔ سلطان اپنے سالاروں کے ساتھ اپنا لشکر لے کر نکلا وہ ابھی اپنے عمل کی ابتا بھی نہ کر پائے تھے کہ سلطان ان پر وارد ہو گیا۔ اور ایسا حملہ کیا کہ ان گنت صلیبیوں کو اس موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور وہ بے سروسامانی کی حالت میں بھاگ کھڑے ہوئے۔

اس سازش کے متعلق علامہ ابنِ کثیر کا بیان ہے کہ اس لڑائی میں ان گنت نصرا مارے گئے۔ اور جو باقی بچے ان کی تعداد کافی کم تھی۔ ان باغیوں کے کئی نامور سالاروں سلطان اور اس کے سالاروں نے گرفتار کر لیا۔ اس طرح سلطان اور اس کے سالاروں جراتمندی اور عقلمندی کے باعث یہ ہولناک فتنہ بھی مکمل طور پر دبا دیا گیا۔

اس فتنے کو دبانے کے بعد سلطان نور الدین زنگی کے ہاتھ اس قدر مال غنیمت ا قیدی لگے کہ مال غنیمت کا ایک حصہ خلیفہ بغداد کو۔ موصل میں اپنے بھائی سیف الدین کو ا قونیہ کے سلطان مسعود سلجوقی کو بھی بھجوایا۔ سلطان نور الدین زنگی کی اس فتح پر مسلم شاعروں۔ بڑے طویل اور تاریخی قصیدے لکھے۔

اس دوران سلطان نور الدین زنگی کو ایک بہت بڑا صدمہ بھی ہوا اور وہ یہ کہ اس کا بھائی جو موصل کا حکمران تھا اور جس کا نام سیف الدین تھا، بیمار ہو کر فوت ہو گیا۔ اس کی جگہ موصل کا والی سلطان نور الدین زنگی کا دوسرا بھائی قطب الدین مردود ہو گیا۔ اس موقع نور الدین زنگی اور قطب الدین مردود کے درمیان کچھ اختلافات بھی ہوئے۔ لیکن معا بڑھنے نہیں پایا۔ مرنے والے سیف الدین کے وزیر جمال الدین نے دونوں بھائیوں درمیان جو غلط فہمیاں تھیں دور ہو گئیں اور سیف الدین کی جگہ نور الدین کا دوسرا بھائی قطب موصل کا والی مقرر ہو گیا۔

اس موقع پر سلطان نور الدین زنگی نے ایک اور قدم اُٹھایا۔ منجہ کا علاقہ بھی چھو۔ بھائی قطب الدین کو دے دیا۔ اس طرح دونوں بھائیوں کے درمیان صلح واتحاد قائم رہا۔

............☆............

ایک روز کارلوس اور سمرون دونوں بھائی نشست گاہ مین بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے کہ مکان کے دروازے پر کسی نے دستک دی۔ کارلوس پنی جگہ سے اُٹھنا چاہتا تھا کہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے سمرون خود اٹھا اوز اسے بیٹھنے کے لئے کہا اور کہنے لگا

''تم بیٹھو میں خود دیکھتا ہوں کون ہے''۔

پھر سمرون نشست گاہ سے نکلا۔ جب اس نے مکان کا بیرونی دروازہ کھولا تو اس نے دیکھا سامنے شمس الدین اور خطلخ دونوں کھڑے مسکرا رہے تھے۔

ان دونوں کو دیکھتے ہی سمرون کی خوشی اور اطمینان کی کوئی انتہا نہ تھی دونوں سے وہ باری باری بغلگیر ہوا۔

سمرون نے جب لوٹنے میں دیر لگائی تب کارلوس بھی نشست گاہ سے نکلا اس نے دروازے کے اندرونی حصے میں جب سمرون کو شمس الدین اور خطلخ سے گلے ملتے دیکھا تو بڑی تیزی سے آگے بڑھا اور احتجاجی سے انداز میں کہنے لگا۔

''ان دونوں کو وہیں کھڑا کر کے گلے مل رہے ہو ان کو آگے تو آنے دو''۔

اس دوران ازبل، مرسینہ، مشال اور جمارا بھی باہر نکل آئی تھیں اور اس سارے لمحے کو مسکراتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔

اتنی دیر تک کارلوس آگے بڑھ گیا اور سمرون کی طرح وہ بھی ان دونوں سے گلے ملا تھا پھر دونوں شمس الدین اور خطلخ کو لے کر نشست گاہ میں داخل ہوئے۔

ازبل، مرسینہ اور مشال بھی نشست گاہ میں آ کر بیٹھ گئیں لیکن جمارا دروازے پر ہی کھڑی رہی۔ مرسینہ کو کچھ شرارت سوجھی اپنی جگہ سے اُٹھی دروازے پر کھڑی جمارا کا ہاتھ پکڑ کر اُسے نشست گاہ کے اندر کھینچتے ہوئے بولی۔

"تم بھی آ جاؤ۔ باہر کیوں کھڑی ہو۔ آ جاؤ۔ بھائی شمس الدین تمہیں کچھ نہیں کہیں گے"۔

مرسینہ کے ان الفاظ پر سب کھلکھلا کر ہنس پڑے تھے اور جمارا اپنے سر کو جھکاتے ہوئے مرسینہ اور مشال کے پاس بیٹھ گئی تھی۔

مرسینہ اور مشال کے درمیان بیٹھتے ہوئے جمارا کچھ سنبھلی پھر اس نے مرسینہ کو کہنی ماری اور اپنا منہ اس کے کان کے قریب لے جاتے ہوئے کہنے لگی۔

"یہ دونوں آئے ہیں ان کے ساتھ بھائی مجد الدین کیوں نہیں ہیں"۔

مرسینہ نے بھی سرگوشی کے انداز میں جمارا سے کہا۔

"مجھ سے کیا پوچھتی ہو یہ جو دونوں آئے ہیں ان سے پوچھ لو۔ اور پھر تم لوگ خود ہی کہتے ہو کہ وہ مردم بیزار ہیں تو مردم بیزار ہمارے پاس ان کے ساتھ کیوں آئیں گے"۔

اس پر جمارا بڑی سنجیدگی میں کہنے لگی۔

نہیں مرسینہ، بھائی مجد الدین بہت اچھے ہیں۔ مردم بیزار نہیں۔ بس ان کی دل شکنی ہوئی ہے۔ جس کی بنا پر وہ لوگوں سے ذرا کھنچے کھنچے رہتے ہیں۔

جمارا کو خاموش ہو جانا پڑا۔ اس لئے کہ سمرون نے شمس الدین کو مخاطب کیا۔

"میرے دونوں بیٹو! میں تمہیں اپنے گھر میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ کیا تم حلب سے آئے ہو تم دونوں ہو کیا امیر مجد الدین یہاں نہیں آئے"۔

اس پر شمس الدین نے خطلخ کی طرف دیکھا اور خطلخ کارلوس کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"دراصل ہمارے شامی مقبوضہ جات میں جگہ جگہ بغاوتیں اُٹھ کھڑی ہوئی تھیں ان علاقوں کی ذمہ داری ہمیں سونپی گئی تھی۔ بغاوتوں کو تو ہم نے فرو کر دیا۔ لیکن اس دوران سلطان کو یہ بھی خبریں ملیں کہ انطاکیہ کا بادشاہ ریمنڈ ان گنت صلیبیوں کو اپنے پاس جمع کر چکا ہے۔ اور اس کے کیا ارادے ہیں ابھی تک کچھ پتہ نہیں چلتا۔ احتیاطاً ہم اپنے لشکر کے ساتھ ان علاقوں میں مقیم ہوئے ہیں۔ سلطان اور ہمارا امیر حلب کی طرف گئے ہیں اس لئے کہ ان کے بڑے بھائی سیف الدین فوت ہو چکے ہیں اور کچھ رسوم نمٹانے کے لئے سلطان اور شیر کوہ کو حلب کی

طرف جانا پڑا۔

جہاں تک بھائی مجد الدین کا تعلق ہے تو وہ ہمارے ساتھ ہی ہیں۔ ہم گذشتہ شب کے پچھلے پہر یہاں آئے ہمارے لشکر نے شہر کے باہر پڑاؤ کر رکھا ہے۔ مجد الدین ہمارے ساتھ ہیں۔ دراصل وہ اس وقت شہر کے اندر جو حفاظتی لشکر ہے۔ اس کے سربراہ کے ساتھ اہم گفتگو کر رہے ہیں۔ ہم دونوں کو انہوں نے یہاں بھیجا ہے...... دراصل"۔

خطلخ کو کہتے کہتے رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے سمرون بول پڑا۔ "اس کا مطلب ہے امیر مجد الدین نے تم دونوں کو بھیج دیا ہے۔ اور وہ خود یہاں نہیں آئیں گے"۔

اس پر شمس الدین بول پڑا۔

"نہیں میرے محترم۔ وہ آئیں گے۔ انہوں نے کچھ ضروری امور نمٹانے ہیں۔ اس کے بعد وہ یہاں ضرور آئیں گے۔ انہوں نے خود مجھے کہا تھا کہ وہ ہمارے پیچھے پیچھے یہاں آئیں گے"۔

پھر ایک تھیلی جو شمس الدین نے اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی وہ اس نے کارلوس کی گود میں رکھ دی۔ پھر کہنے لگا۔

"محترم کارلوس جو الفاظ میں کہنے لگا ہوں وہ میرے نہیں بلکہ بھائی مجد الدین کے ہیں۔ وہ کہہ رہے تھے کہ میں ان کی طرف سے آپ سے یہ کہوں کہ اس تھیلی میں کچھ نقدی اور سونے کے سکے بھی ہیں۔ وہ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ میں ان کی طرف سے آپ سے یہ بھی کہوں کہ چونکہ آپ تینوں باپ بیٹی سب کچھ گنوا کر یہاں آئے ہیں اس لئے آپ کو نقدی کی سخت ضرورت ہے۔ آپ یہ تھیلی رکھیں بھائی یہ بھی کہہ رہے تھے کہ اس نقدی سے آپ اپنی اور اپنی دونوں بیٹیوں کی ضروریات پوری کریں"۔

سمرون نے ہاتھ آگے بڑھا کر چمڑے کی وہ تھیلی لے لی پھر اپنے بھائی کارلوس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میرے بھائی اگر اجازت ہو تو میں اس کو کھول کر دیکھ لوں؟"

اس پر کارلوس مسکرایا اور کہنے لگا۔

"اس پر اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے۔ تم ہی اس نقدی کے مالک ہو جو چاہے کرو"۔

اس پر سمرون مسکرایا کہنے لگا۔

"نہیں میرے بھائی میں صرف دیکھنے لگا ہوں۔ مالک آپ تینوں باپ بیٹی ہیں اس لئے کہ امیر مجدد الدین نے یہ تھیلی خصوصیت کے ساتھ آپ تینوں کے لئے بھیجی ہے"۔

پھر دونوں بھائی تھیلی کھول کر سکے اور نقدی دیکھنے لگے تھے۔

اس دوران ازبل نے شمس الدین اور خطلخ دونوں کو مخاطب کیا۔

"میرے بچو! ویسے یہ بتاؤ تم دونوں نے کھانا کھایا ہے یا نہیں"۔

اس پر خطلخ از راہ تمسخر کہنے لگا۔

"پہلے آپ لوگ بتائیں کہ آپ لوگوں نے کھانا کھالیا ہے یا نہیں؟"

اس موقع پر مشال ہنس دی کہنے لگی۔

"نہیں بھائی ابھی تک ہم نے بھی کھانا نہیں کھایا"۔

خطلخ پھر بول پڑا۔

"اگر آپ لوگوں نے نہیں کھایا تو ہم نے بھی نہیں کھایا۔ اگر آپ نے کھانا ہے تو ہم بھی ساتھ کھالیں گے"۔

اس پر مرسینہ اپنی جگہ سے اُٹھی اور بڑی سنجیدگی میں وہ شمس الدین اور خطلخ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"کھانا ہم اپنے لئے بھی تیار کرنے لگے ہیں۔ آپ لوگ کہیں مذاق تو نہیں کر رہے کہ امیر مجدد الدین یہاں آئیں گے۔ اگر ایسا ہے تو ہم امیر مجدد الدین کے لئے بھی کھانا تیار کریں گی"۔

اس بار شمس الدین نے مرسینہ کو مخاطب کیا۔

"میری بہن کیا ہم نے پہلے کبھی ایسا مذاق کیا ہے"۔

شمس الدین کے اس جواب سے مرسینہ خوش ہوگئی کچھ کہنا چاہتی تھی کہ دروازے دستک ہوئی تھی۔

اس پر شمس الدین چھلانگ لگانے کے انداز میں اُٹھ کھڑا ہوا کہنے لگا۔

"میرے خیال میں بھائی آ گئے ہیں"۔

مرسینہ جہاں تھی وہیں رُک گئی۔ شمس الدین بھاگتا ہوا باہر گیا۔ جب وہ لوٹا تو اس کے ساتھ مجدد الدین بھی تھا۔ مجدد الدین جب کمرے میں داخل ہوا تو سب اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ باری باری کارلوس اور سمرون آگے بڑھ کر اس سے گلے ملے پھر کارلوس نے مجدد الدین کو اپنے ساتھ لپٹا کر اپنے پاس ہی بٹھالیا مجدد الدین کو دیکھتے ہوئے مرسینہ تھوڑی دیر تک اپنی جگہ کھڑے ہو کر مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتی رہی۔ مجدد الدین کے آنے سے اس کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے راتوں کے سایوں کا فرغل۔ میں صدیوں کے پیاسے وصل جوا پیشولک استھان پر ناچ اٹھے ہوں جیسے لب سے رنگ و داستانیں انداز خاموش میں اپنی صداقت بھری روداد کہہ اٹھے ہو۔ جیسے چاہو تن کے ابلتے سینے پر اپنایت کے سچے صحیفوں نے دھنک رنگ جذبے اوڑھ لئے ہوں۔

وہ نور و جمال کی نگہت۔ اور ہم آغوش کی خواہشوں جیسی پُرکشش، پرلطف ساعتوں میں حروف محبت اور چشم التاف کی نظر جیسی حسین خوابوں کی تعبیر کے نشے اور لمحوں کی تنہائی میں خراماں اور نوزائیدہ سرور جیسی پُر جمال ہو کے رہ گئی تھی۔

اس کی چشم و نظر میں سپردگی کا ایک خمار تھا اس کی کمر بھی زاویے اس کا بلور سے تراشا بدن۔ اس کے رخشندہ لب و رُخسار کی تابش اور بدن پر سجا اس کا کاسنی پیراہن اسے مجسم قیامت خیز لمحوں اور سبزہ زاروں پر دمکتی شبنم کی افشاں سے بھی کہیں زیادہ پُرکشش بنا کے رکھ گئے تھے۔

مجدد الدین کے آنے پر چونکہ باہر جانے کے لئے مرسینہ کھڑی تھی لہٰذا دوبارہ اپنی نشست پر بیٹھی نہیں وہیں کھڑی رہی پھر اس نے جراتمندی کا اظہار کرتے ہوئے مجدد الدین کو مخاطب کیا۔

"امیر مجدد الدین آپ کی آمد سے پہلے ہم تینوں بہنیں کھانا تیار کرنے کے لئے اٹھنے لگی تھیں۔ اچھا ہوا آپ آ گئے کھانے میں آپ کی پسند کی کوئی چیز ہو تو بتائیں۔ ہم وہی تیار کر دیں گی"۔

مجد دالدین نے مرسینہ کی طرف دیکھے بغیر کہہ دیا۔

''خاتون! مجھ فقیر کی کوئی فرمائش اور تمنا نہیں ہے۔ میں ایک قانع، خدا پرست اور تارک لذات انسان ہوں۔ میرے جیسا انسان تھوڑے اور مختصر سے خورد و نوش پر ہی خوش ہو جاتا ہے''۔

مجد دالدین کے ان الفاظ پر لمحہ بھر کے لئے مرسینہ اور افسردہ سی ہوگئی تھی۔ مگر وہ جلد ہی سنبھل گئیں۔ اس نے جمارا اور مشال کو اشارہ کیا پھر وہ کھانا تیار کرنے کے لئے وہاں سے نکل گئی تھیں۔

تینوں کے باہر جانے کے بعد کارلوس نے مجد دالدین کو مخاطب کیا۔

''آپ نے نقدی اور سونے کے سکوں کی تھیلی بھجوائی''۔

مجد دالدین نے فوراً کارلوس کی بات کاٹ دی۔

''یہ آپ پر کوئی احسان نہیں تھا۔ آپ کا حق تھا۔ پہلی یہ بات کہ آپ غریب الوطن ہیں۔ جن حالات میں آپ آئے آپ بالکل بے سروسامانی کی حالت میں تھے۔ کوئی شک نہیں کہ اس وقت آپ اپنے بھائی کے ہاں رہ رہے ہیں لیکن آپ کی پھر بھی کچھ ضروریات ہیں۔ آپ کے ساتھ آپ کی دو بیٹیاں بھی ہیں۔

ساتھ ہی میں آپ سے بھی گزارش کروں کہ گزشتہ جنگوں کے دوران مال غنیمت میں سے جو مجھے شمس الدین اور طلیخ کو ملا اس کے ہم نے برابر تین حصے کئے ایک حصہ اپنی ماں کے لئے رکھا۔ دوسرا پھوپھی کے لئے اور تیسرا آپ کی طرف بھجوایا۔ آپ اس کا حق رکھتے ہیں۔ آپ یہاں نووارد ہیں آپ کو اس نقدی کی ضرورت تھی۔ دوسرا حق آپ کا اس طرح بنتا ہے کہ اب جمارا چونکہ میرے بھائی شمس الدین سے منسوب ہو چکی ہے لہٰذا آپ کے ساتھ ہمارا اب ایک قریبی رشتہ بھی ہے۔ اور اس رشتے کو سامنے رکھتے ہوئے بھی آپ کے ہم پر کچھ حقوق بنتے ہیں''۔

جواب میں کارلوس کچھ بھی نہ کہہ سکا پھر وہ دوسرے موضوعات پر بات کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد نشست گاہ کے دروازے پر جمارا نمودار ہوئی اور مجد دالدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''بھائی! آپ ذرا باہر آیئے''۔

مجد دالدین چپ چاپ اُٹھ کھڑا ہوا جب وہ نشست گاہ کے دروازے پر آیا تو جمارا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میری بہن خیریت تو ہے۔ کیا تمہیں ہم سے کوئی شکوہ شکایت ہے؟''

اس پر جمارا ہنس دی کہنے لگی۔

نہیں بھائی مجھے آپ سے نہ کوئی شکوہ ہے نہ شکایت ہے۔ میں ایک سعادت حاصل کرنا چاہتی ہوں۔

چونکنے کے انداز میں مجد دالدین نے اس کی طرف دیکھا پھر پوچھا۔

''کیسی سعادت''

جمارا نے کسی قدر بے باکی سے مجد الدین کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے کھینچتی ہوئی طہارت خانے میں لے گئی اسے بیٹھنے کو کہا جب مجد دالدین بیٹھ گیا تو پانی سے بھرا ایک کوزہ جمارا نے اُٹھایا پھر مجد دالدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''بھائی کھانا تیار ہے۔ تھوڑی دیر تک کھانا کمرے میں لگ جائے گا آج میں آپ کے ہاتھ دھلوا کر بس ایک سعادت حاصل کرنا چاہتی تھی''۔

مجد دالدین نے ایک لمبا سانس لیا کہنے لگا۔

''میں تو گھبرا ہی گیا تھا۔ کہ تم نجانے کیا کہنے لگی ہو''۔

پھر وہ ہاتھ دھونے لگا اور جمارا پانی ڈالنے لگی تھی۔ اس دوران تھوڑی دیر تک مجد دالدین کو غور سے دیکھنے کے بعد جمارا نے نئے انداز میں مخاطب کیا۔

''بھائی میں آپ سے ایک بات کہنا چاہتی ہوں۔ دراصل یہ ہاتھ دھونے کے بہانے میں آپ کو علیحدگی میں لائی ہوں۔ پہلے آپ یہ بتائیں جو کچھ میں کہوں گی آپ بُرا نہیں مانیں گے''۔

مجد دالدین نے تیز نگاہوں سے جمارا کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

کہو۔ تم بہن ہو۔ اب تمہارے ساتھ ایک ایسا رشتہ کہ کڑوی سے کڑوی کسیلی سے کسیلی بات بھی تم کہو تو میں مجد دالدین برا نہیں مانوں گا۔ کہو تم کیا کہنا چاہتی ہو''۔

اس پر جمارا کو کچھ حوصلہ ہوا پھر کہنے لگی۔

"بھائی اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ مرسینہ آپ کو پسند کرتی ہے۔ تو پھر آپ کا کیا جواب ہوگا"۔

اس موقع پر مرسینہ اور مشال بھی طہارت گاہ کے دروازے کے قریب ہی کھڑے ہو کر مجدد الدین اور جمارا کی گفتگو سننے کی کوشش کر رہی تھیں۔

جمارا کے اس انکشاف پر مجدد الدین کے چہرے پر بہت سی تلخیاں بھرے نادیدہ مناظر کی گہری یادیں چھا گئی تھیں۔ اس کی بصارت کی جھیلوں میں بے سکون سوالات کے حیرت انگیز کارواں اور بے ربط لمحوں کی ان گنت تصویریں رقص کر گئی تھیں اس کی حالت یکسر بدل گئی تھی۔

اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے جمارا خوفزدہ سی ہوگئی تھی۔ پھر مجدد الدین نے اپنے آپ پر کسی قدر قابو پایا۔ پھر بڑے پرسکون انداز میں وہ جمارا کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

"جمارا میری بہن! ایسے انکشافات اب نہ میرے لئے نئے ہیں نہ میری ذات پر کوئی گہرے اثرات چھوڑتے ہیں۔ اور پھر اب میں زیست کی حیات آموز نواؤں میں زخموں کی کائنات اور سفر کی لکیروں میں اپنی فنا کی تحریریں نہیں بھرنا چاہتا۔ سانپ کے ہاتھوں ایک دفعہ ڈس چکنے کے بعد کوئی بھی مسافر اس راستے پر سفر نہیں کرتا جہاں پہلے ڈسا جا چکا ہو۔ دیکھ میری بہن میں اپنی زیست کی حالت، سرد راتوں کی اداسی اور کھوئی شام کی قناتوں میں کہنہ شجر کی بے بہار شاخوں جیسی نہیں کرنا چاہتا۔ میری بہن اب میں اپنے حریم ذات میں زمانے کی دوریاں سمیٹ چکا ہوں۔ اور اس میں اب میں کوئی ہلچل برپا نہیں کرنا چاہتا۔ یوں جانو یہ جو میری تلوار ہے میں نے اس سے اپنی زندگی کا عہد کر رکھا ہے۔ یہی میری ساتھی ہے۔ یہی میرے دل کا درماں میرے دل کا قرار ہے۔ اسی کے ساتھ وقت کا ہمراز بن کر اب میں مٹی کے لمس پانی کے ذائقوں کو تبدیل کر چکا ہوں۔ اسی کے سہارے میں سمتوں اور رفتار میں جو فرق ہے اس کو میں پہچان چکا ہوں۔ اب اس کے سوا نہ کوئی میرا مخرج ہے نہ منبع نہ مطلع نہ مقطع۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں جو فرق کو سزا۔ جبر کو امن تپش کو چاندنی۔ ریت کو آب سمجھ کر خاموش ہو جاتے ہیں۔

میری بہن میں جانتا ہوں کہ یہ جو گفتگو تم نے کی ہے۔ میرا دل رکھنے کے لئے کی ہے اور اگر مذاق کیا ہے۔ تو یہ بہت بدترین مذاق ہے۔ جمارا میری بہن تو یہ بھی دیکھ مرسینہ انتہا درجہ کی خوبصورت لڑکی ہے۔ وہ اپنے حریم دل میں میرے جیسے خشک انسان کو جگہ دینے پر کیسے تیار ہو جائے گی اور پھر میری اس کی ملاقات ہی کتنی طویل ہے۔ چند روز وہ میرے لشکر میں رہی اس کے بعد یہاں منتقل ہوگئی۔ نہ کبھی میں نے اس پر کوئی بڑا احسان کیا جس تلے دب کر وہ میری طرف مائل ہوئی۔ نہ ہی مجھ میں کوئی ایسی خوبی ہے۔ نہ کوئی میں بہت بڑے مال و متاع کا مالک ہوں۔ جو اسے میری طرف مائل ہونے پر آمادہ کرتے۔

بہن! اگر وہ یہ سمجھ کر میری طرف مائل ہوئی ہے کہ میں نے فرانس کے ان نائٹوں کا قلع قمع کیا جو اس کی ماں بہن اور بھائیوں کے قاتل تھے اور چند روز اپنے لشکر میں رکھ کر ان کی مہماں نوازی کی۔ تو یہ کوئی بہت بڑا کارنامہ نہیں۔ میری جگہ کوئی اور وہاں ہوتا تو وہ بھی ایسا ہی کرتا اور ایسا کرنا چاہیے تھا۔ انسانیت کے ناطے سے وہ میرا فرض بنتا تھا اور اگر کسی اور وجہ سے مرسینہ میری طرف مائل ہو چکی ہے تو اسے سمجھا دینا کہ وہ راستے جو میری طرف آتے ہیں ان میں کانٹوں اور خار کے سوا کچھ نہیں رکھا ہوا۔ بہر حال میری بہن تو نے میرے ہاتھ دھلوائے اس کے لئے میں تیرا شکر گزار ہوں"۔

اس کے ساتھ ہی طہارت خانے سے نکل کر مجدد الدین نشست گاہ کی طرف چلا گیا تھا۔

جمارا جب طہارت خانے سے نکلی۔ اور موڑ مڑی تو دیکھا وہاں مرسینہ اور مشال دونوں بہنیں اداس اور افسردہ کھڑی تھیں۔ ان کی طرف دیکھتے ہوئے جمارا کی حالت بھی انہی جیسی ہوگئی پھر آگے بڑھتے ہوئے باری باری اس نے مرسینہ اور مشال کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ پھر وہ مرسینہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"مرسینہ! دیکھ فکر مند نہ ہونا۔ میرا خیال ہے جو گفتگو میرے اور بھائی مجدد الدین کے درمیان ہوئی وہ تم دونوں بہنوں نے سن لی ہے۔ بھائی مجدد الدین بہت اچھے انسان ہیں۔ میری گفتگو سے شاید انہوں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ میں نے انہیں شادی پر آمادہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ یا ان کے ساتھ محبت بھرا ٹھٹھہ اور مذاق کیا ہے۔ وہ ایک بار ڈسے جا چکے ہیں۔

بڑے محتاط ہیں لیکن میری بہن وہ ایسے نہیں ہیں کسی کی دل شکنی کریں۔ ایک بات یاد رکھنا جس روز انہیں یقین ہو گیا کہ تم واقعی ان سے محبت کرتی ہو اور انہیں اپنی زندگی کا ساتھی چن چکی ہو تو یاد رکھنا وہ تم سے ایسی محبت کریں گے جو یقیناً بے کنار اور بے اتھاہ ہوگی۔

آؤ وہاں کھانا لگائیں۔ سب ہمارے انتظار میں وہاں بیٹھیں ہوں گے''۔

جمارا کی گفتگو سے مرسینہ اور مثال دونوں بہنیں سنبھل گئی تھیں۔ پھر تینوں بڑی تیزی سے نشست گاہ میں کھانے کے برتن لگانے لگی تھیں۔ کھانا کھانے کے بعد مجدد الدین شمس الدین اور خطلخ تھوڑی دیر وہاں بیٹھ کر باتیں کرتے رہے پھر اُٹھ کر اپنی خیمہ گاہ کی طرف چلے گئے۔ چند روز تک مجدد الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ الرباشہر کے باہر قیام کئے رکھا۔ اس کے بعد سلطان کی طرف سے پیغام آنے کے بعد وہ حلب کی طرف چلا گیا تھا۔

مجدد الدین اور شمس الدین کی ماں عبدہ ان کی پھوپھی زہران۔ پھوپھی زاد بہن اور خطلخ کی منسوبہ عبیدہ اکٹھی بیٹھی گفتگو کر رہی تھیں کہ گھر میں شمس الدین اور خطلخ دونوں داخل ہوئے اسی نشست گاہ میں داخل ہوئے جس میں وہ تینوں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ تینوں نے دیکھا شمس الدین اور خطلخ کچھ اداس اور پریشان تھے۔ دونوں آگے بڑھ کر نشستوں پر بیٹھ گئے۔ کچھ سوچا پھر اپنی ماں کو مخاطب کرتے ہوئے شمس الدین کہنے لگا۔

''ماں تھوڑی دیر تک لشکر یہاں سے کوچ کرے گا۔ بھائی کے ساتھ ہم بھی یہاں سے روانہ ہوں گے۔ ماں ہم دونوں بھائیوں کی آپ سے ایک گزارش ہے یا یوں جانیں ایک ایسا کام ہے جو آپ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ ماں! ہم دونوں بھائیوں کی نسبت طے ہو چکی ہے، مجدد الدین ہمارا بڑا بھائی ہے۔ پہلے بھی میں نے آپ سے ذکر کیا تھا کہ مرسینہ نام کی لڑکی بھائی کو پسند کرتی ہے۔ وہ اور اس کی چھوٹی بہن مثال ایسی خوبصورت ہیں کہ دونوں ایک سے ایک بڑھ کر ہیں۔ ماں! میں چاہتا ہوں بھائی کی اگر شادی نہیں تو کم از کم ان دنوں نسبت ہی مرسینہ سے طے ہو جائے۔ آپ جانتی ہیں کہ جب تک بھائی کی شادی نہیں ہوگی میں نے اور خطلخ نے بھی تہیہ کر رکھا ہے کہ ہم شادی نہیں کریں گے۔ ماں، ہم بھائی سے پہلے اس لئے گھر آئے ہیں کہ اس موضوع پر ان کی آمد سے پہلے آپ سے بات کریں۔ صرف آپ ہی انہیں شادی پر آمادہ کر سکتی ہیں۔ ہمارے پیچھے پیچھے وہ بھی آ رہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ روانگی سے قبل آپ اس موضوع پر ان سے بات کریں اور انہیں شادی پر آمادہ کریں۔ ماں وہ لڑکی بڑی خوبصورت بڑی اچھی اور بڑی خدمت گزار ہے۔ پھر یہ کہ بھائی کو پسند بھی کرتی ہے۔ بھائی سے محبت بھی کرتی ہے۔ اور ہمیں کیا چاہیے''۔

جب تک شمس الدین بولتا رہا۔ زہران، عبیدہ اور خطلخ تینوں بڑے غور سے عبدہ کی

طرف دیکھتے رہے۔ جب شمس الدین خاموش ہوا تب عبدہ بولی۔

''پہلے یہ بتاؤ کہ لشکر کس سمت کا رُخ کر رہا ہے۔ کیوں کر رہا ہے۔ کیا کوئی نیا خطرہ اُٹھا ہے۔''

اس بار شمس الدین کی بجائے خطلخ عبدہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''ماں! انطاکیہ کے بادشاہ ریمنڈ نے پر پرزے نکالنے شروع کر دیئے ہیں۔ گو جرمنی اور فرانس کے بادشاہ ہزیمت اُٹھا کر واپس جا چکے ہیں لیکن اب پھر یورپ سے صلیبی سورماؤں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ ہر روز سینکڑوں صلیبی ان علاقوں کا رُخ کر رہے ہیں۔ ان میں سے کچھ انطاکیہ کے بادشاہ ریمنڈ کے پاس جمع ہو رہے ہیں اور کچھ یروشلم کے نصرانی بادشاہ بالڈون کے پاس جوق در جوق جمع ہونا شروع ہو چکے ہیں''۔

زیادہ صلیبی انطاکیہ میں ریمنڈ کے پاس جمع ہوئے ہیں۔ ریمنڈ نے جب دیکھا کہ اس کے لشکر کی تعداد سلطان نورالدین کے لشکر سے بھی زیادہ ہو گئی ہے۔ تب اس نے ہمارے علاقوں میں چھیڑ چھاڑ کرنی شروع کر دی ہے۔ ہمارے وقائع نگار نے اطلاع کر دی ہے کہ ریمنڈ ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ ہماری سرحدوں پر آیا ہے۔ اور ہمارے علاقوں میں شب خون مارنے کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ دراصل وہ ہمارے ساتھ جنگ کرنے پر آمادہ ہے۔ اسی کی سرکوبی کے لئے ماں! لشکر تھوڑی دیر بعد یہاں سے کوچ کرے گا۔ میں چاہتا ہوں کوچ کرنے سے قبل کم از کم آپ اس موضوع پر بھائی سے بات تو کریں''۔

خطلخ کی اس گفتگو کا جواب عبدہ دینا ہی چاہتی تھی کہ عبیدہ نے مجدالدین کو آتے صحن میں دیکھ لیا تھا لہٰذا سرگوشی کے انداز میں کہنے لگی۔

''بھائی آ رہے ہیں۔''

سب خاموش ہو گئے پھر ایک دم بات کا رُخ بدلتے ہوئے بلند آواز میں عبیدہ بول پڑی اس نے شمس کو مخاطب کیا تھا۔

''شمس الدین میرے بھائی روانگی سے قبل کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دیں میں تیار کر دوں'' اتنی دیر تک مجدالدین بھی نشست گاہ کے اس دروازے تک پہنچ گیا تھا لہٰذا اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے عبیدہ کہنے لگی۔

''اچھا ہوا بھائی بھی آ گئے ہیں۔ یہ خود ہی بتا دیں گے کیا کیا چیز اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں''

اندر داخل ہوتے ہوئے مجدالدین آگے بڑھ کر اپنی ماں کے پہلو میں بیٹھ گیا اور عبیدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''عبیدہ میری بہن کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ ابھی میرے آنے سے پہلے ان دونوں بھائیوں نے بتا دیا ہوگا کہ لشکر تھوڑی دیر تک یہاں سے روانہ ہوگا میں آپ سے ملنے کے لئے آیا ہوں۔ بس تھوڑی دیر تک یہاں سے رخصت ہوں گا۔ اسی بنا پر میں اپنے گھوڑے کو ساتھ نہیں لایا۔ گھوڑا لشکر گاہ ہی میں چھوڑ آیا ہوں۔ دونوں بھائیوں کے گھوڑے بھی وہیں ہیں۔ ماں! حسب سابق جس طرح تم مجھے اجازت دیا کرتی تھی مجھے اجازت دو کہ میں رخصت ہوں۔ ماں، میرے حق میں دعا بھی کرنا اس لئے کہ ماں جب تم دعائیں دیتے ہوئے مجھے رخصت کرتی ہو تو جہاں جنگ میں میری تلوار اپنا کام کرتی ہے وہاں ماں تمہاری دعائیں بھی میرے کام آتی ہیں۔ مجھے خوشی خوشی رخصت کرو''۔

عبدہ بڑی سنجیدگی سے مجدالدین کی طرف دیکھ رہی تھی جب وہ خاموش ہوا تب بڑی سنجیدگی میں عبدہ نے اسے مخاطب کیا۔

''مجدالدین میرے بیٹے! میں نے آج تک تم سے کچھ نہیں مانگا اس لئے کہ''

عبدہ کو خاموش ہو جانا پڑا۔ اس لئے کہ بیچ میں مجدالدین بڑی ارادت مندی کا اظہار کرتے ہوئے بول پڑا۔

''ماں! تم مانگو کیا مانگتی ہو۔ ماں! قسم مجھے پیدا کرنے والے کی تم جان بھی مانگو تو میں اپنی جان طشت میں سجا کر تمہارے سامنے پیش کر دوں''۔

عبدہ نے تڑپ کر اپنا ہاتھ مجدالدین کے منہ پر رکھ دیا کہنے لگی......

''بیٹے ایسی بری باتیں نہیں کرتے۔ بچے! میں تیری بہتری چاہتی ہوں۔ میری خواہش ہے اس گھر میں تیرے بچے کھیلیں۔ پھول کی طرح کھیلیں شور کریں اور میں ان کے درمیان بیٹھ کر اپنے مستقبل کی درخشندگی دیکھ سکوں''۔

مجدالدین سنجیدہ ہو گیا۔ کچھ سوچا پھر اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہنے لگا۔

''ماں اگر یہ بات ہے تو شمس الدین اور خطلخ کی شادی کر دیتے ہیں۔ پھر دیکھیں صحن میں بچے کھیلیں گے آپ بھی خوش ہوں گی۔ اس کے بچوں کو دیکھ کر میں بھی خوش ہوتا رہوں گا''۔

عبدہ نے اس موقع پر تیز نگاہوں سے مجددالدین کو گھورا۔

''اور تم......''۔

مجددالدین نے بڑے پیارے انداز میں اپنا سر عبدہ کی گود میں رکھ دیا اپنے دونوں ہاتھ اس کے دونوں گھٹنوں پر رکھے پھر دھیمے سے لہجے میں کہنے لگا۔

''ماں! میرے متعلق یہی فیصلہ کر لیں کہ مجھے قدرت نے صرف آپ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا ہے۔ ماں! جنگوں میں میں عالم اسلام کی خدمت اور بہتری کے لئے وقف ہوتا ہوں۔ اور جب میں گھر پر ہوتا ہوں تو ماں میری ساری توانائیاں آپ کی بہتری بھلائی اور خدمت کے لئے وقف ہوتی ہیں۔ کیا اتنا ہی کافی نہیں ہے؟

عبدہ نے پھر تیز نگاہوں سے مجددالدین کو گھورا کہنے لگی۔

''اگر تمہارا باپ بھی اپنی ماں کی گود میں سر رکھ کر یہی الفاظ کہہ دیتا تو پھر یاد رکھنا اس کی نسل کیسے بڑھتی۔ تم لوگ کہاں سے آتے''۔

مجددالدین سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ بڑی عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''ماں! ہماری نسل کون سی ختم ہو رہی ہے۔ شمس الدین اور خطلخ کی شادی ہو جائے گی تو نسل بڑھنے کا سلسلہ جاری رہے گا۔ ماں! مجھے ان راستوں پر نہ گھسیٹو تو اچھا ہے۔ ماں تمہاری بڑی مہربانی ایک بار ایک لڑکی سے تم نے میری نسبت بھی طے کر دی۔ شادی کا بھی ارادہ کر لیا۔ اب بدقسمتی سے میرے نصیب میں نہ تھی۔ تو اس میں تمہارا کیا قصور بس یوں جانو میرے سلسلے میں تم اپنا فرض ادا کر چکی ہو۔ اب شمس الدین اور خطلخ کا فرض ادا کرنا باقی ہے۔ پہلے ان دونوں کا معاملہ اپنی تکمیل کو پہنچے گا''۔

عبدہ کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار نمودار ہوئے تھے۔ کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

''مجددالدین! تم میرے بڑے بیٹے ہو۔ سب سے زیادہ مجھے عزیز بھی ہو۔ میں اس بات کو بھی تسلیم کرتی ہوں کہ شمس الدین اور خطلخ کی جو عزت جو وقار ہے وہ بھی تمہاری ہی

جدوجہد کا مرہون منت ہے۔ مگر بیٹے ایک بات یاد رکھنا میں جس قدر تم سے زیادہ محبت کرتی ہوں۔ اس سے کہیں زیادہ تمہارے معاملے میں انتہا پسند بھی ہو جاؤں گی۔ سب لوگ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ شمس الدین اور خطلخ کی نسبت میں تمہیں زیادہ چاہتی ہوں ایسا تمہاری اپنی شخصیت کی وجہ سے ہے۔ تمہارے اپنے کردار کے باعث ہے۔ ابھی میں محبت اور پیار سے کام لے رہی ہوں اگر تم اپنی ضد پر اڑے رہے تو یاد رکھنا میں بھی اپنی انتہا پر اتر آؤں گی اور اس وقت تک کھانا پینا ترک کر دوں گی جب تک تم شادی کے لئے ہاں نہیں کر دیتے''۔

مجددالدین نے تڑپ کر اپنا ہاتھ عبدہ کے منہ پر رکھ دیا۔ پھر اپنا سر اس کی گود سے ٹکاتے ہوئے کہنے لگا۔

''اتنا بڑا فیصلہ نہ کرنا۔ جس روز تم نے یہ فیصلہ کر لیا اس روز ماں یہ بات سمجھ لینا کہ وہ دن مجددالدین کی زندگی کا آخری دن ہوگا، ماں میں اپنے آپ کو دشواریوں، کٹھانیوں میں دیکھ سکتا ہوں لیکن میں یہ کسی صورت برداشت نہیں کروں گا کہ میری ماں بھوکی پیاسی تڑپتی رہے۔ نہیں۔ ہرگز نہیں''۔

''ماں کو بھوکا پیاسا نہیں دیکھ سکتے تو پھر ماں کی بات ماننا ہوگی''۔ تحکمانہ سے انداز میں عبدہ نے کہا تھا۔ اس پر گھورنے کے انداز میں مجددالدین نے شمس الدین اور خطلخ کی طرف دیکھا اور پھر کہنے لگا۔

''لگتا ہے یہ دونوں کسی خاص مقصد کے تحت مجھ سے پہلے گھر داخل ہوئے ہیں ورنہ پہلے یہ ہمیشہ میرے ساتھ ہی گھر میں آیا کرتے تھے اور میری آمد سے پہلے پہلے ماں ان دونوں نے مل کر اس موضوع پر آپ سے بات ضرور کی ہوگی۔ ان کے چہرے بھی بتاتے ہیں کہ کچھ انہوں نے کیا ہے۔ اس لئے کہ دیکھتا ہوں کہ یہ مجھ سے کچھ نظریں چرا بھی رہے ہیں۔ ماں میں اس بات کو تو تسلیم کرتا ہوں کہ تم سب لوگ میری بہتری اور بھلائی کے لئے یہ سب کچھ کر رہے ہو مگر دیکھو ماں......''۔

عبدہ نے اسے ڈانٹ دیا۔

''دیکھو۔ دیکھو۔ کچھ نہیں۔ بس میں آخری فیصلہ کرنا چاہتی ہوں''۔

مجددالدین نے پھر پیار بھرے انداز میں اپنا سر عبدہ کے کندھے پر رکھ دیا۔ پھر

کہنے لگا۔ ''اچھا ماں! ابھی تو میں لشکر کے ساتھ رخصت ہو رہا ہوں مجھے دعائیں تو دو نا۔ بار ا کا اظہار نہ کرو۔ میں تمہارے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ جنگ سے لوٹنے کے بعد اس موضو بات کریں گے اور''۔

عبدہ نے پھر سختی سے اس کی بات کاٹ دی۔

''اور کیا''

مجددالدین مسکرایا۔ ہنس دیا کہنے لگا۔

''اور جیسا آپ کہیں گی ایسا کر لیں گے''۔

مجددالدین کے ان الفاظ سے سب کے چہرے کھل اُٹھے تھے۔ مسکرا رہے تھے اچانک عبدہ نے اپنے دونوں بازو پھیلا دیئے۔ مجددالدین بھی شاید سمجھ گیا تھا۔ اپنی ماں گلے لگ گیا عبدہ نے اس کا سر اس کی پیشانی چومی پھر اپنے دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ لے لیا اور جب وہ مجددالدین سے کچھ کہنے لگی تو مجددالدین نے دیکھا اس کی ماں کی آنکھوں سے آنسو کی جھڑی لگ گئی تھی۔ مجددالدین تڑپ کر علیحدہ ہو گیا اور پوچھا۔

''تم رو رہی ہو ماں''۔

اس موقع پر عبدہ سسک پڑی تھی۔ اس کی یہ حالت زہران اور عبیدہ برداشت نہ کر سکیں سب سے پہلے بھاگتی ہوئی عبیدہ اٹھی۔ عبدہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ اتنی دیر تک زہران بھی پہنچ گئی اس نے بھی عبدہ کا سر اپنے کندھے پر رکھا پھر عجیب سا سماں بندھ گیا۔ زہران رونے لگی تھی۔ عبیدہ، عبدہ کے شانے پر سر رکھ کر سسکیاں اور ہچکیاں لے رہی تھی۔

شمس الدین اور ظلخ اُداس، گم سم بیٹھے تھے۔ اس موقع پر مجددالدین اپنی جگہ سے اٹھا اس کی اپنی آنکھیں بھی نم ہو چکی تھیں۔ بڑے پیار سے اس نے زہران اور عبیدہ کو علیحدہ کیا۔ پھر اپنی ماں کے سامنے ننگے فرش پر بیٹھ گیا۔ اپنے دونوں ہاتھ اس کے سامنے جوڑ دیئے اور کہنے لگا......

''ماں! تم روئی ہو اس کا مطلب ہے تم نے میرے کسی فعل کو ناپسند کیا ہے۔ ماں میں بڑا بدنصیب شخص ہوں جس کی وجہ سے میری ماں روئی۔ مجھ سے غلطی ہو گئی ہو تو معاف کر دو''۔ پھر اس کے ساتھ ہی مجددالدین نے اپنا سر اپنی ماں کی گود میں رکھ دیا اور اپنے جڑے

ہوئے ہاتھ اس کے چہرے کے قریب لے گیا پھر وہ خود بھی سسک پڑا تھا۔

''میں نے اپنے رویئے سے تمہیں رلا دیا''۔

عبدہ نے مسکراتے ہوئے اس کے دونوں جڑے ہوئے ہاتھ علیحدہ کیئے۔ اس کا سر اوپر کرتے ہوئے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا پھر کہنے لگی۔

''بیٹے! یہ زہران اور عبیدہ خوامخواہ جذباتی ہو گئی ہیں۔ قسم خدائے پاک کی میرے یہ آنسو خوشی کے آنسو تھے۔ کہ تم کم از کم میری بات ماننے کے لئے تو تیار ہو گئے ہو۔ بیٹے! پہلے یہ بتاؤ کہ مرسینہ نام کی وہ لڑکی کیسی ہے۔ جس کی تم نے مدد کی تھی''۔

مجددالدین مسکراتے ہوئے اُٹھا۔ اپنی نشست پر بیٹھ گیا پھر اپنی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''بہت اچھی لڑکی ہے''۔

عبدہ مسکرائی اور کہنے لگی۔

''اگر بہت اچھی ہے تو پھر میں اسے تم سے بیاہنے کا ارادہ کر چکی ہوں۔ دیکھ بیٹے اچھی لڑکی خداوند قدوس کی رحمت ہوتی ہے۔ اب میرا آخری فیصلہ یہ ہے کہ پہلے تمہاری شادی ہو گی اس کے بعد مرسینہ اپنے ہاتھوں سے شمس الدین اور ظلخ کی شادی کا اہتمام کرے گی۔ بیٹے یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔ اور اس میں میں کوئی تبدیلی نہیں چاہوں گی''۔

مجددالدین اُٹھ کھڑا ہوا کہنے لگا۔

''ماں! جو مرضی ہے کرتی رہو۔ میں تمہارے ارادوں میں حائل نہیں ہوں گا بلکہ تم جو کچھ کرو گی اس کی ہاں میں ہاں ملاتا رہوں گا اب اُٹھو اور حسب سابق ہم تینوں بھائیوں کو رخصت کرو''۔

مجددالدین کے اس فیصلے سے سارے خوش ہو گئے تھے پھر عبیدہ بھاگتی ہوئی باہر نکل گئی تھی تھوڑی دیر بعد وہ لوٹی اس کے ہاتھ میں قرآن مقدس تھا جو اس نے عبدہ کو تھما دیا۔ حسب سابق نشست گاہ سے نکلی سب اس کے ساتھ تھے۔ پھر عبدہ صدر دروازے کے سامنے قرآن مقدس اونچا کر کے کھڑی ہو گئی۔ باری باری مجددالدین، شمس الدین اور ظلخ اس کے نیچے سے گزرے تینوں کو سب نے الوداع کہا پھر وہ تینوں وہاں سے رخصت ہو گئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد سلطان نورالدین کے لشکر نے حلب سے کوچ کیا تھا۔

O

انطاکیہ کا نصرانی بادشاہ ریمنڈ مسلمانوں کے علاقوں کے اندر یلغار کر چکا تھا سلطان نور الدین زنگی بڑی برق رفتاری کے ساتھ اپنے لشکر کے ساتھ اس کی طرف بڑھا ......ایک مقام پر دونوں لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے آئے۔

جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے انطاکیہ کے بادشاہ ریمنڈ نے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں دوسری طرف سلطان نور الدین نے بھی شیر کوہ اور مجد دالدین کے ساتھ اپنے لشکر کی ترتیب درست کرنا شروع کر دی۔

لشکر کے وسطی حصے یعنی قلب میں سلطان نور الدین خود رہا۔ اپنے ساتھ اس نے فخر الدین مسعود اور اسامہ بن مرشد کو رکھا تھا۔ دائیں پہلو پر اسد الدین شیر کوہ میمنہ کی کمانداری کر رہا تھا۔ نجم الدین اس کے نائب کے طور پر رکھا گیا تھا۔ میسرہ یعنی لشکر کے بائیں حصے کا کماندار مجد دالدین تھا۔ حسب سابق شمس الدین اور خطلخ دونوں اس کے ماتحت کام کر رہے تھے۔

جب لشکر کی ترتیب درست ہو چکی اور ہر کماندار اپنے لشکر کے سامنے چلا گیا تب سلطان نے اپنے سامنے ایک نگاہ دشمن کے لشکر پر ڈالی جو اپنی ترتیب درست کر رہے تھے پھر لمحہ بھر کے لئے سلطان نے میدان جنگ پر نگاہ دوڑائی۔ اس کے اندر گھوڑے دوڑنے کے باعث میدان جنگ کی حالت ایسی ہو رہی تھی جیسے دھند میں لپٹی سرما کی بھیگی دھوپ، آسمان پر بوند بوند پانی کو ترستے بادل ادھر ادھر تیر رہے تھے۔ زمین کی خوش لباسی اور رنگ رعنائی اُڑتی دھول کے اندر ماند پڑ گئی تھی۔ فضاؤں میں کھنکتی صدائیں کسی خون آلودگی کی خبر دے رہی تھیں۔

تھوڑی دیر تک میدان جنگ کا جائزہ لینے کے بعد سلطان نور الدین زنگی کا سر اپنے گھوڑے کی زین کے ہانے پر جھک گیا پھر وہ بڑی عاجزی اور انکساری میں دعا مانگ رہا تھا۔

"اے اللہ! اے مالک مہربان! اس اداس دنیا کے آب و گل میں یہ چاند تارے یہ کہکشاں یہ زہرہ و مشتری یہ صحراؤں میں خاک چھانتے پرندے یہ زمین۔ یہ آسمان، یہ ماہتاب

کی ملگجی چاندنی۔ ستاروں کی آبنوسی روشنی یہ پتوں کو لوریاں دیتی شبنم، اور خاموشی کی ردا میں رنگ بکھیرتی خوشبو۔ میرے اللہ سب تیری ہی حمد تیری ہی توصیف کرتے ہیں۔ میرے اللہ! میں بھی تیرا ایک عاجز اور منکسر المزاج بندہ ہوں۔ ضرورت کے ہر لمحہ تجھ ہی سے مدد مانگنے اور تیری ہی بندگی اور عبادت تیری ہی صفت وحمد کرنے والا ہوں۔

میرے اللہ تو چاہے تو نکہت گل کو شمشیر بنا دے۔ جبر کی داستانوں کو کفن کی دھجیوں میں تبدیل کر دے۔ میرے اللہ تو چاہے تو بلبل کی غمزدہ آنکھ، سسکیاں لیتی فاختہ، وریدہ بدن کلیوں۔ شجر شجر دہکتے بدن اور بیواؤں کی سینہ چاک کرتی ہوک کو تاروں کے افسانوں، ستاروں کے ترانوں اور خوش کن نظاروں کے خزانوں میں تبدیل کر دے۔

میرے اللہ وقت کے منجدھار اور تاریخ کی رفتار میں تو اگر چاہے تو مکان کو لامکان کر دے۔ ستاروں کو کہکشاں ذرے کو صحرا۔ قطرے کو سمندر۔ اور شب کے اندھیروں کو دن کے اجالوں میں تبدیل کر دے۔ میرے اللہ اس پیمانہ مشیت میں کسی نے تجھے ......نمرود میں۔ کسی نے طور کی سربلندیوں پر کسی نے صلیب سے، کسی نے تجھے غار حرا میں پکارا...... میرے اللہ میں عاجز و منکسر تیرا بندہ نور الدین تجھے اپنی ملت اپنی قوم کی فلاح اور خیر و نیکی کے فروغ کے لئے اس رزم گاہ میں اپنی فتح مندی، اپنی کامیابی کے لئے پکارتا ہوں۔

میرے اللہ مجھے دردغریبی کے لمحوں سے نکال کر لمحوں کے طوفان میں تبدیل کر دے میرے اللہ ہمارے مقابلے میں سات سمندروں کے اس پار سے آنے والے طوفانوں کے مقابل مجھے آگ کا دریا اور طوفانوں کے اندھیرے لشکر کے سامنے قوت مندی کی چٹان بنا دے۔ میرے اللہ میں تیرا ایک عاجز بندہ ہوں مجھے تھکے ہارے جگنو سے اپنی باوقار تجلی کا امین بنا دے۔ میرے اللہ خون کے چھینٹوں سے منہ دھونے والے دشمن اور مکاری کو ذہانت، نرم دلی کو کمزوری اور بکواس کو علم سمجھنے والے اس عدو کے سامنے میرے اللہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ان کے لئے آگہی کا آشوب، سمندروں کا عقید رقص اور فتح مندی کی بے دار چٹان بنا دے۔

میرے اللہ میں تیرے مقدس نام کے طفیل تجھ سے دشمن کے خلاف کامیابی اور فتح مندی کی التجا کرتا ہوں"۔

اس کے بعد سلطان نے اپنا سر اٹھا لیا۔ وقت کی آنکھ نے دیکھا اس لمحہ سلطان کی

آنکھوں میں آنسوؤں کے چمکتے ستارے تھے۔ اپنی کھلی آستین سے سلطان نے آنسو پونچھے اچانک اس کے چہرے پر سختی پھیل گئی۔ ایک قہر بھری نگاہ اس نے دشمن کے لشکر پر ڈالی پھر ا دائیں بائیں اسد الدین شیر کوہ اور مجد الدین ابن الدایہ کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے فضا میں بلند کی۔ شاید یہ سلطان کی طرف سے ان دونوں کو ابتداء کرنے کا اشارہ تھا۔ اس بعد ایک طوفان اُٹھ کھڑا ہوا۔

سلطان نور الدین زنگی نے تکبیر بلند کی تھی۔ اس تکبیر کے جواب میں سار سالاروں اور سارے لشکریوں نے میدان جنگ میں کچھ اس طرح زوردار انداز میں تکبیر بلند کیں کہ تکبیروں کی آوازیں ایک خوفناک بازگشت کے ساتھ صحرا صحرا پھیلتی، بادصرصر سا ساگر بھرتی موجود اور تغیر کی رسدگاہوں میں دہکتی، سلگتی آتش کی طرح چاروں طرف پھیل تھیں۔

اس کے ساتھ ہی سلطان نور الدین زنگی نے جنگ کی ابتداء کی۔ اس نے اپنے کو آگے بڑھنے کی ہدایت کی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے سب سے پہلے انطاکیہ کے بادشاہ ر کے لشکر پر سلطان نور الدین زنگی اندھیری راتوں کا غمگین سماں باندھ کر فنا کے گھاٹ اتار طوفانوں، فطرت کی جولاں گاہوں میں ہر شے کو تلپٹ کر دینے والی آندھیوں اور موت کے منہ پر طمانچے مار دینے والی بے پناہ سردی کی سنگدلی میں برف کی تیر افگنی کی طرح حملہ ہو گیا تھا۔

سلطان کے ساتھ ہی ساتھ دشمن کے پہلو پر عالم اسلام کا رجل عظیم اسد الدین شیر صلیبیوں پر دم بخود اور بے آسرا اور منزلوں کو موہوم کر دینے والے بحر ہیبت ناک اور سینے میں دل آشوبی بے یقینی کی دھند بھر دینے والی گرم ستیزہ کاری کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اسی وقت مسلم امہ کا عظیم سپوت مجد الدین ابن الدایہ راتوں کی جلن، دلوں دھڑکن نغموں کی تواں، نگاہوں کے خمار، مہینوں کی تڑپ اور سالوں کی کسک تک میں کر مسلسل ہوس باختگی بھر کر مخدوش اور شکستہ کر دینے والے بگولوں، ذلت کے گرداب بھر دینے وال چنگھاڑتی چیختی شمال برفانی آندھیوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

میدان جنگ کے اندر وادیوں کی گل اندامی لمس و لذت کی عطر افشانیاں وقت

نغمگی کے سیلاب اور جاگتے لمحوں کی انگڑائیاں سب خون آلود ہونا شروع ہو گئی تھیں۔

یورپ کے صلیبیوں کو چونکہ ابھی تک مسلمان مجاہدین سے لڑائی میں پالا نہ پڑا تھا اور وہ بڑی خوش فہمی میں مبتلا تھے وہ تہیہ کیے ہوئے تھے کہ ہر صورت میں مسلمانوں کو شکست دے کر اپنے سامنے بھاگنے پر مجبور کر دیں گے لیکن جب مسلمان انہیں اپنے سامنے اس طرح ہانکنا شروع ہو گئے جس طرح زندگی کو بے بس کر کے موت ہانکتی ہے تب انطاکیہ کے بادشاہ ریمنڈ کی حالت بڑی تیزی سے دل شکستگی کی غماز آوازوں، بے بسی میں جکڑتی تلخی و مایوسی بے منزل و بے راہ سنسان صحراؤں سے بھی بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

شاید اسد الدین شیر کوہ اور مجد الدین الدایہ سلطان کے ساتھ پہلے سے طے شدہ عمل کے مطابق کارروائی کر رہے تھے۔ سلطان نے سامنے والے لشکر کو روک کر بُری طرح ان کی تعداد کم کرنا شروع کر دی تھی اور دائیں بائیں سے اسد الدین شیر کوہ اور مجد الدین دشمن کو کاٹتے ہوئے ان کے وسطی حصے میں اندر داخل ہونا شروع ہو گئے تھے۔

انطاکیہ کا بادشاہ ریمنڈ اپنے لشکر کے وسط میں رہتے ہوئے صلیبیوں کو طرح طرح کے نعرے دیتے ہوئے جنگ پر اُبھار رہا تھا۔ اس کے اردگرد اس کی حفاظت کے لئے ان گنت صلیبی سورما مستعد تھے۔ پھر ریمنڈ کی بدقسمتی کہ ایک طرف سے شیر کوہ دوسری طرف سے مجد الدین اس کے لشکر کے وسطی حصوں کو کاٹتے ہوئے اس کے قریب پہنچ گئے۔ پھر شیر کوہ نے مجد الدین کو بلکارتے ہوئے ریمنڈ کے محافظ دستوں سے نمٹنے کے لئے کہا اور خود اس نے طرابلس کے ریمنڈ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ ظاہر کر دیا تھا۔

جونہی شیر کوہ نے اس انداز میں مجد الدین کو للکارا وہ اپنے لشکریوں کے ساتھ آندھی۔ طوفان اور خونی بگولوں کی طرح حرکت میں آیا۔ اس نے بڑی تیزی سے ریمنڈ کے محافظ دستوں کا خاتمہ کرتے ہوئے انہیں منتشر ہونے پر مجبور کر دیا۔ دوسری طرف شیر کوہ اچانک بند ٹوٹ جانے والے سیلاب کی طرح آگے بڑھتا ہوا ریمنڈ کے سر پر جا پہنچا تھا۔ پھر انتہائی ہولناک انداز میں اسے مخاطب کرتے ہوئے شیر کوہ کہنے لگا۔

''شیطان کے گماشتے! تو کیا سمجھتا تھا کہ یورپ کے سارے صلیبیوں کو اپنے ساتھ ملا کر تو مسلمانوں کو اپنے سامنے زیر کرے گا۔ خدا کی قسم تو جس قدر صلیبی اپنے سامنے لے کر آیا

ہے۔ اس سے دس گنا تو اور اپنے پاس جمع کر لیتا تب بھی ہم تیری گردن کاٹنے سے نہ ٹلتے اس کے ساتھ ہی شیر کوہ نے اپنی تلوار بلند کی پھر وہ تلوار کوندتی برق کی طرح گری اور انطاکیہ کے بادشاہ ریمنڈ کا خاتمہ کرتی چلی گئی تھی۔

اس طرح انطاکیہ کے بادشاہ کے مرجانے کے بعد انطاکیہ اور صلیبیوں کے اس متحدہ لشکر کو بدترین شکست ہوئی اور شکست اُٹھا کر وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ سلطان نے اپنے پورے لشکر کے ساتھ کچھ دور تک ہولناک انداز میں ان کا تعاقب کر کے انہیں نقصان پہنچایا پھر سلطان واپس میدان جنگ میں آ گیا تھا۔

یہاں دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کیا گیا اور زخمیوں کی مرہم پٹی کا سامان کیا گیا۔

دوسری طرف انطاکیہ والے بھی آرام اور سکون سے نہیں بیٹھے تھے اپنے بادشاہ ریمنڈ کے مرجانے کے بعد انہوں نے اس کے ایک سالار کو اپنا سربراہ بنالیا اور ریمنڈ کی بیوی نے اس سے شادی کر لی۔ اس لئے کہ ریمنڈ کا ایک ہی بیٹا تھا۔ جس کا نام بوہیمنڈ تھا وہ ابھی نابالغ تھا۔ ریمنڈ کے سالار نے اس کی بیوی سے شادی کرنے کے بعد پھر سلطان نورالدین سے جنگ کی طرح ڈال دی۔ لیکن اس جنگ میں بھی سلطان نورالدین، شیر کوہ اور مجدالدین نے اسے ایسی ہولناک شکست دی کہ صلیبی اور انطاکیہ کے لشکری نہایت بے ترتیبی سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے دور تک ان کا تعاقب کیا اور جگہ جگہ ان کی لاشوں کے انبار لگا دیئے تھے۔ اس خون ریز معرکے میں انطاکیہ کے بڑے بڑے سورما اور یورپ کے بڑے بڑے نامور اور تیغ زن اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے اور ریمنڈ کا وہ سالار جس نے اس کی بیوی سے شادی کرنے کے بعد مسلمانوں سے جنگ کی طرح ڈالی تھی۔ وہ بھی امور جنگ میں مارا گیا۔ آخر انطاکیہ والوں نے ریمنڈ کے نابالغ بیٹے بوہیمنڈ کو انطاکیہ کے تخت پر بٹھایا۔ لیکن ان دو شکستوں کے بعد انطاکیہ والوں کو سالہا سال سلطان نورالدین زنگی کے مقابلے پر آنے کی جرات و جسارت نہ ہو سکی۔

میدان جنگ میں قیام کے دوران ایک روز مجدالدین سلطان نورالدین کے خیمے میں داخل ہوا۔ خیمے میں اس وقت صرف سلطان نورالدین اور امیر العساکر شیر کوہ بیٹھے ہوئے تھے۔ خیمے میں داخل ہونے کے بعد بڑی عاجزی اور انکساری میں مجدالدین نے سلطان کو مخاطب کیا۔

''سلطان محترم آپ نے مجھے طلب کیا؟''۔

سلطان نورالدین نے اثبات میں گردن ہلائی پھر ہاتھ کے اشارے سے ایک نشست پر اسے بیٹھنے کے لئے کہا۔ مجدالدین جب بیٹھ گیا تو سوالیہ انداز میں سلطان نورالدین کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ اس موقع پر سلطان ہی نہیں شیر کوہ کے چہرے پر بھی ہلکی سی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ اس موقع پر مجدالدین نے پھر سلطان کو مخاطب کیا۔

''سلطان محترم لگتا ہے۔ کوئی خاص بات میری ذات کے گرد گھومتی ہے۔ ورنہ آپ دونوں کے چہروں پر کھیلتی مسکراہٹ عام نہیں ہو سکتی''۔

سلطان مسکرا دیا...... کہنے لگا۔

''مجدالدین تمہارا اندازہ درست ہے۔ میں جانتا ہوں تم بڑے زیرک انسان ہو دیکھو۔ پہلے تو مجھے اور شیر کوہ دونوں کو تم سے شکایت ہے اور دوسرے کچھ لوگ تم سے ایک خاص تم کی اجازت مانگتے ہیں''۔

لمحہ بھر کے لئے مجدالدین سٹپٹا سا گیا...... کہنے لگا۔

''سلطان محترم آپ کو اور محترم شیر کوہ کو مجھ سے شکایت ہے۔ زندگی میں کوئی ایسا کام تو نہیں کیا جس کی وجہ سے سلطان محترم مجھے ندامت کا سامنا کرنا پڑے۔ تاہم مجھ سے اگر کوئی غلطی سرزد ہوئی ہو میدان جنگ کے دوران اگر مجھ سے کوئی کوتاہی ہوئی ہو تو اس کے لئے میں......''۔

سلطان نے فوراً بولتے ہوئے مجدالدین کی بات کاٹ دی کہنے لگا۔

''نہیں مجدالدین ایسی کوئی بات نہیں جہاں تک میدان جنگ کا تعلق ہے تمہاری کارکردگی ہمیشہ شیر کوہ کی طرح بے مثال ہی رہی ہے۔ تم سے شکایت یہ ہے کہ تم شادی کے لئے تیار ہو گئے اور ہمیں پتہ ہی نہیں''۔

سلطان کے ان الفاظ پر مجد الدین مسکرایا، کہنے لگا۔

''سلطان محترم لگتا ہے شمس الدین اور خطلخ دونوں آپ کے پاس سے ہو کر گئے ہیں۔ سلطان محترم آپ کا کہنا درست ہے۔ لیکن اس موضوع پر بات میری ماں سے اس وقت ہوئی جب میں اس جنگ میں حصہ کے لئے دمشق سے کوچ کر رہا تھا۔ اس کے بعد سلطان محترم وقت ہی نہیں ملا کہ میں آپ سے اس موضوع پر گفتگو کرتا۔

سلطان نے بڑی فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پھر کہنا شروع کیا۔

''تمہارا اندازہ درست ہے۔ شمس الدین اور خطلخ دونوں میرے خیمے میں آئے۔ شیر کوہ میرے پاس ہی تھا۔ انہوں نے ساری باتیں تفصیل سے بتائیں اور یہ بات درست ہے کہ دمشق سے کوچ کرتے وقت تم اپنی ماں کے سامنے شادی کے لئے تیار ہوئے اور وہ لڑکی خوش قسمت ہے جس نے از خود تمہارا انتخاب کیا ہے۔ اس لڑکی کی تفصیل بھی شمس الدین مجھے بتا کے گیا ہے۔ ایسی لڑکیاں واقعی انسان کے لئے رحمت بن کر نازل ہوتی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ لڑکی تمہاری زندگی کا سکون بن کے تمہارے گھر میں داخل ہوگی۔

مجد الدین، یہ تو ایک موضوع تھا جس پر تم سے گفتگو کرنا چاہتے تھے۔ دوسرا موضوع بھی اچھا ہے۔ شمس الدین اور خطلخ ہمارے پاس آئے۔ وہ چاہتے تھے کہ یہاں سے سیدھا حلب جانے کی بجائے الربا سے ہو کر حلب جانے کی اجازت دی جائے۔ وہ اس خدشے کا اظہار کر رہے تھے کہ اگر انہوں نے تم سے اجازت مانگی تو تم انہیں جانے کی اجازت نہیں دو گے۔ لہٰذا یہ التماس انہوں نے مجھ سے اور شیر کوہ سے کی۔ دراصل وہ دونوں بھائی الربا جا کر اسی لڑکی کو خوش خبری دینا چاہتے ہیں جس سے تم شادی کے لئے رضا مند ہوئے ہو۔ اور میرے خیال میں انہیں ایسا کرنا چاہیے۔ اس لئے کہ شمس الدین مجھے بتا رہا تھا کہ وہ لڑکی تمہیں چاہنے لگی ہے۔ تم سے محبت کرنے لگی ہے۔ لیکن تم نے اس سے بے گانگی کا اظہار کیا ہے۔ ایسی صورت میں وہ میرے خیال میں بڑی اذیت میں دن گزار رہی ہوگی۔ اس بنا پر میں نے شمس الدین اور خطلخ دونوں کو الربا جانے کی اجازت دے دی ہے۔ اس سلسلے میں تم ان سے کوئی باز پرس نہیں کرو گے''۔

مجد الدین مسکرا دیا کہنے لگا۔

''سلطان محترم! جیسا آپ چاہ رہے ہیں ایسا ہی ہوگا''۔

اس کے ساتھ ہی سلطان نور الدین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا کہنے لگا۔ ''اب تم دونوں میرے ساتھ آؤ لشکر کے کچھ امور نمٹانے ہیں''

اس کیساتھ ہی سلطان کیساتھ شیر کوہ اور مجد الدین دونوں خیمے سے نکل گئے تھے۔

O

شمس الدین اور خطلخ ایک روز پھر سمرون کے دروازے پر دستک دے رہے تھے۔ دروازہ کارلوس نے کھولا تھا۔ دونوں کو اس نے خوش آمدید کہا۔ اتنی دیر تک سمرون، ازبل، جمارا، مرسینہ اور مثال بھی صحن میں نکل آئے تھے۔ سمرون آگے بڑھ کر ان سے ملا پھر ان دونوں کو سب نشست گاہ میں لے گئے۔ اس بار گفتگو کا آغاز مرسینہ نے کیا اور شمس الدین کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگی۔

''بھائی شمس الدین اس بار بھی آپ میرے خیال میں یہی کہیں گے کہ امیر مجد الدین شہر کے لشکر کے سالار کے ساتھ کچھ کام نمٹانے کے لئے چلے گئے ہیں لہٰذا آپ دونوں بھائی ادھر آئے ہیں''۔

اس پر شمس الدین نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا۔

''مرسینہ میری بہن اس بار معاملہ ایسا نہیں ہے۔ دراصل ادھر ہم دونوں بھائی ہی آئے ہیں۔ جبکہ ہمارا لشکر اس وقت یہاں سے بہت دور ہے اور بھائی لشکر میں سلطان کے ساتھ ہیں دراصل ہم ایک انتہائی ضروری کام کے سلسلے میں بھائی سے اجازت لے کر ادھر آئے ہیں اور میری بہن وہ کام آپ کی ذات کے گرد گھومتا ہے''۔

شمس الدین کی اس گفتگو سے سارے چوکنے سے ہو گئے تھے۔ سمرون کی طرف دیکھتے ہوئے شمس الدین کہنے لگا۔

''محترم سمرون! کیا مجھے اجازت ہے کہ میں اپنی بہن مرسینہ سے علیحدگی اور تنہائی میں کچھ کہہ سکوں''۔

اس موقع پر مثال بول پڑی کہنے لگی۔

"علیحدگی اور تنہائی میں کیوں۔ کیا ہم غیر ہیں۔ جو بات آپ نے کہنی ہے یہیں سب کی موجودگی میں کہیں۔ کیا وہ کوئی ایسی بات ہے جو ہم سب کی ناراضگی کا باعث ہوسکتی ہے؟"

شمس الدین مسکرا دیا کہنے لگا۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے بلکہ وہ ایک خوش خبری ہے۔ جسے سن کر سب خوشی اور سکون محسوس کریں گے"۔

شمس الدین کی ان باتوں سے مرسینہ عجیب سے تجسس میں پڑی ہوئی تھی جمارا اور باقی لوگ بھی عجیب طرح سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس بار فیصلہ کن انداز میں کارلوس بول پڑا۔

"جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو اگر وہ ہماری خوشی کا باعث ہے تو میرے بیٹے سب کے سامنے کہو اب تم اس گھر کے ایک فرد ہو۔ مرسینہ اور مثال دونوں تمہاری بہنیں ہیں۔ کہو۔ سب کے سامنے کہو مرسینہ کے لئے تم کیا اچھی خبر لے کر آئے ہو؟"

اس موقع پر شمس الدین نے اپنے پہلو میں بیٹھے خطلخ کی طرف دیکھا۔ خطلخ نے مسکراتے ہوئے جب اثبات میں گردن ہلائی تب مسکراتے ہوئے شمس الدین کہہ رہا تھا۔

"دراصل اچھی بات یہ ہے کہ بھائی مجد الدین، مرسینہ کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کے لئے تیار ہو گئے ہیں۔ اور......"

شمس الدین کو رُک جانا پڑا اس لئے کہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے سمرولا نے آگے بڑھ کر اُسے اپنے ساتھ لپٹا لیا پھر وہ قہقہے برساتی آواز میں کہہ رہا تھا......

"شمس الدین میرے بیٹے! تو نے یہ خبر سنا کر یوں جانو ہم سب سے ہمارے سارے غم اور دُکھ چھین کر ہمارے دامن ہماری جھولیاں آسودگی اور خوشی سے بھر دی ہیں"۔

بیٹے! تم لوگوں کے جانے کے بعد جمارا اور مثال دونوں بہنیں مرسینہ کی حالت کا جائزہ لیتی رہی ہیں اور اس کی حالت سے ہمیں بھی آگاہ کرتی رہی ہیں۔ دراصل مرسینہ حقیقی معنوں میں بے پناہ انداز میں امیر مجد الدین کو چاہنے لگی ہے۔ کئی مواقع پر خود ازبل نے اسے تنہائی میں اس بنا پر روتے ہوئے دیکھا ہے کہ امیر مجد الدین کی طرف سے اس کی محبت کا

جواب محبت سے نہیں ملا۔

بہر حال جو خبر تم نے کہی ہے یوں جانو اس سے ہمارے دُکھ اور غم ڈھل کے رہ گئے ہیں"۔

اس موقع پر شرم و حیا کے باعث مرسینہ کی گردن جھکی ہوئی تھی تاہم اس کا جسم کپکپا رہا تھا۔ چہرے پر ایسا تبسم تھا جسے زہد شکن کہا جاسکتا تھا۔ پھر شمس الدین نے مرسینہ کو چونکا دیا۔

"مرسینہ بہن میں نے آپ کو اتنی اچھی خبر دی ہے۔ یہ یقیناً آپ کی خوشی آپ کے سکون کا باعث ہوگی۔ کیا آپ اس خوشی میں ہم دونوں بھائیوں کو کھانا نہیں کھلائیں گی بات یہ ہے کہ بھوک لگی ہوئی ہے اور پھر ہم نے یہاں قیام نہیں کرنا۔ کھانا کھانے کے بعد ہم یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔ یہاں قیام کرنے کی بھائی کی طرف سے ہمیں اجازت نہیں ہے"۔

مرسینہ چپ چاپ اُٹھی اور پھر بھاگنے کے انداز میں کمرے سے نکل گئی۔ جمارا اور مثال بھی اس کے پیچھے پیچھے باہر چلی گئی تھیں۔ مطبخ میں جا کر جمارا نے مرسینہ کا بازو پکڑا۔ اسے کھینچا پھر اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے کہنے لگی۔

"مرسینہ میری بہن جو خبر شمس الدین نے آ کر دی ہے یوں جانو اس نے ہماری کائنات بدل کے رکھ دی ہے۔ میری بہن! امیر مجد الدین ایک ہیرا ہے جسے نگینے کے طور پر تمہارے حوالے کیا جا رہا ہے۔ میں سمجھتی ہوں تم خوش قسمت ہو میری بہن اب تمہیں اسے یاد کر کے تنہائی میں رونا نہیں پڑے گا۔ اداسیوں کی بکل تم پر وارد نہ ہو سکے گی۔ اب مجھے اور مثال کو ایک بار مسکرا کر تو دکھاؤ۔

جواب میں ہلکے قہقہے کے ساتھ مرسینہ مسکرا دی تھی۔ پھر تینوں بہنیں جلدی جلدی کھانا تیار کرنے لگی تھیں۔

کھانا انہوں نے نشست گاہ میں ہی شمس الدین اور خطلخ کو پیش کر دیا دونوں نے کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد وہیں کچھ دیر بیٹھ کر انہوں نے سب سے گفتگو کی پھر ان سے اجازت لے کر وہ وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔

..........☆..........

انطاکیہ اور یورپ کے صلیبیوں کو شکست دینے کے بعد سلطان نور الدین زنگی اور اس کے لشکریوں نے ابھی سکھ کا سانس بھی نہ لیا تھا کہ ان کے لئے دو بڑی اور اہم مہمات اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ پہلی مہم دمشق کی تھی۔

دمشق کے ساتھ بدنصیبی یہ ہوئی کہ دمشق کا حکمران مجیر الدین انتہائی غیر ذمہ دار اور بے حمیت انسان تھا۔ اس کی سلطنت کا سارا کاروبار اس کے وزیر معین الدین کے بل بوتے پر چل رہا تھا جو انتہائی مخلص اور عالم اسلام سے محبت کرنے والا انسان تھا۔

دمشق کی بدقسمتی کہ انہی دنوں معین الدین فوت ہو گیا اور دمشق کا نظم و نسق مکمل طور پر نالائق اور احمق مجیر الدین نے سنبھال لیا۔

اُدھر نصرانیوں کو جن کے اندر بے شمار یورپی صلیبی بھی آن جمع ہوئے تھے انہیں جب خبر ہوئی کہ معین الدین فوت ہو گیا ہے اور اب دمشق کا سارا نظم و نسق مجیر الدین کے ہاتھوں میں ہے تو انہوں نے موقع پا کر حران کے نواحی علاقوں کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا۔ ان کے حوصلے، ان کی ہمت اس قدر بڑھی کہ وہ دن دیہاڑے حملہ آور ہو کر مسلمان عورتوں بچوں کو گرفتار کر کے لے جاتے اور ان کو غلام بنا کر فروخت کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا۔

سلطان نور الدین کو جب اس کے وقائع نگاروں نے اس کی اطلاع کی تو سلطان نے فی الفور پہلے ان واقعات کی تصدیق کرائی جب ثابت ہوا کہ یہ سب سچائی پر مبنی ہیں تب سلطان نور الدین زنگی نے دمشق کے حکمران مجیر الدین کو جو ایک نا اہل شخص تھا پیغام بھجوایا کہ جبران کے مسلمانوں کے خلاف جو کچھ ہو رہا ہے اسے روکے۔ اگر وہ نہیں روکتا تو یہ کام سلطان خود کرے گا۔

مجیر الدین ایسا احمق اور قومی حمیت سے عاری شخص تھا کہ اس نے سلطان نور الدین

کی اس پیشکش کا مثبت جواب دینے کی بجائے نصرانیوں اور صلیبیوں سے ساز باز کر لی اور سلطان نور الدین کے پیغام کو بڑی حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا۔

سلطان نور الدین کو جب مجیر الدین کے اس غیر ذمہ دارانہ رویہ کی اطلاع ملی تو اس نے اس کے خلاف کارروائی کرنے کا تہیہ کر لیا۔

اس دوران سلطان کو جو دوسری مہم پیش آ گئی وہ یہ کہ افاصیہ کا ایک مضبوط قلعہ تھا۔ یہ قلعہ صلیبیوں کے قبضے میں تھا اور انطاکیہ سے پچاس میل کے فاصلے پر جنوب میں تھا۔ اس کی فصیل اس کے دفاعی استحکامات بڑے مضبوط اور مستحکم تھے۔ یہاں کے صلیبیوں اور نصرانیوں نے نکل کر مسلمانوں کے علاقوں پر حملے کرنے شروع کر دیئے۔ اور لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ اس طرح یورپ سے آئے ہوئے صلیبی اور مقامی نصرانیوں نے مسلمانوں کے خلاف اپنی طاقت اور قوت کو مستحکم کرنا شروع کر دیا تھا۔ لہٰذا اب سلطان نے ان دونوں مہمات کو سر کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

نور الدین زنگی اپنے لشکر کے ساتھ نکلا پہلے اس نے دمشق کا رُخ کیا۔ صلیبیوں کو جب خبر ہوئی کہ دمشق کی سرکوبی کے لئے سلطان نور الدین نکل چکا ہے تو انہوں نے سلطان کی طاقت اور قوت کو بانٹنے کے لئے ایک اور محاذ کھول دیا اور وہ یہ کہ ان کا ایک بہت بڑا لشکر جمع ہوا اور اس نے مسلمانوں کے شہر جبران کا رُخ کیا۔ اس طرح صلیبی یہ چاہتے تھے کہ سلطان نور الدین زنگی جب پیش قدمی کرتے ہوئے آگے بڑھے گا تو وہ اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ ایک کو دمشق کی طرف روانہ کرے گا اور دوسرا جبران کی طرف بڑھے گا۔

سلطان کو جب صورتحال کی خبر ہوئی تو اس نے بغیر کسی ہچکچاہٹ اور خوف کے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ لشکر کا ایک حصہ اس نے شیر کوہ اور مجد الدین کی سرکردگی میں دیا۔ اس کے نائب کی حیثیت سے نجم الدین کو ان کے ہمراہ کر دیا۔ لشکر کا دوسرا حصہ سلطان نور الدین نے اپنے پاس رکھا اور اپنی مدد کے لئے اس نے اسامہ بن مرشد، شمس الدین، خطلخ اور فخر الدین مسعود جیسے سالاروں کو رکھا اس طرح لشکر کا ایک حصہ تو لے کے شیر کوہ، مجد الدین اور نجم الدین جبران کا رُخ کر گئے تھے۔ جبکہ سلطان باقی حصے کو لے کر مجیر الدین کی سرکوبی کے

لئے نکلا۔

سلطان نے دمشق کی طرف پیش قدمی کچھ اس طرح کی کہ پہلے وہ آگے بڑھتے ہوئے بعلبک کی طرف روانہ ہوا۔

بعلبک میں سلطان نے پڑاؤ کیا۔ یہاں بعلبک کے لوگوں کی خوش قسمتی کہ بعلبک میں خشک سالی کی وجہ سے یہاں کے لوگ بے حد پریشان اور فکر مند تھے۔ اس لئے کہ ان کے ہاں گزشتہ کئی ماہ سے بارش نہ ہوئی تھی اور لوگ کھانے پینے کی چیزوں کی طرف سے قحط سالی کا شکار تھے۔

خدا کی قدرت کہ جس روز سلطان نور الدین بعلبک میں داخل ہوا اسی دن بعلبک اور اس کے گرد و نواح میں موسلا دھار بارش ہوئی۔ بعلبک کے لوگوں نے سلطان کی آمد کو خداوند قدوس کی رحمت تصور کیا اور سلطان کے حق میں وہ فتح و کامرانی کی دعائیں مانگنے لگے۔

سلطان نور الدین نے صرف ایک دن بعلبک میں قیام کیا۔ اس کے بعد وہاں سے کوچ کر کے اس نے دمشق کا رُخ کیا۔ اور دمشق کے قریب جسیر خشم میں اُس نے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کرلیا۔

دمشق کے حکمران مجیر الدین کو جب سلطان نور الدین کی آمد کی خبر ملی تو اس نے ایک انتہائی گستاخانہ پیغام سلطان کو روانہ کیا اور اس پیغام میں دھمکی آمیز انداز میں مجیر الدین نے سلطان سے کہا تھا۔

''بہتر یہی ہے کہ تم یہاں سے واپس چلے جاؤ، ورنہ ہماری تلواریں اور نیزے تمہارا استقبال کریں گے اور تمہیں نامرادی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا''۔

سلطان نور الدین زنگی کو جب یہ پیغام ملا تو اسے دمشق کے حکمران مجیر الدین پر بڑا غصہ آیا۔ تاہم اس نے بڑی رواداری سے کام لیا اور مجیر الدین کو جواب میں لکھا کہ تم خود میرے پاس آؤ یا کسی اپنے قابل اعتماد شخص کو میرے پاس بھیجو تاکہ آپس میں گفت وشنید اور صلاح مشورہ کیا جائے اور کسی طریقے سے دونوں مل کر کسی اچھے فیصلے پر پہنچ جائیں اور ناحق مسلمانوں کا خون نہ ہو۔

مجیر الدین کی بدقسمتی کہ اس نے سلطان نور الدین کے اس پیغام کو سلطان کی

شرافت اور عاجزی کے بجائے اس کی کمزوری خیال کیا اور اپنے غیر ذمہ دارانہ رویئے پر بضد رہا۔ مجیر الدین کا یہ رویہ دیکھتے ہوئے سلطان نور الدین حرکت میں آیا اور دمشق شہر کا اس نے چاروں طرف سے محاصرہ کرلیا اور دمشق پر اس نے ایسا دباؤ ڈالا کہ مجیر الدین اپنی ساری چوکڑیاں بھول گیا۔

مجیر الدین نے جب دیکھا کہ اب شہر سلطان کے ہاتھوں فتح ہو جائے گا تو اس کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا کہ سلطان سے معافی مانگ کر صلح کی درخواست کرے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔

سلطان نور الدین زنگی ایک رحم دل، انسان دوست اور عالم اسلام سے محبت کرنے والا شخص تھا۔ مجیر الدین کے نامعقول اور بے حمیت رویئے کو فراموش کرتے ہوئے اس کی درخواست کو قبول کرلیا۔ اس لئے کہ وہ مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگنا نہیں چاہتا تھا۔ لہٰذا مجیر الدین کو معاف کر کے صلح کو تسلیم کرلیا۔

مجیر الدین نے تسلیم کیا کہ اس کی سلطنت کے خطبوں میں سلطان نور الدین کا نام پڑھا جائے گا۔ اس کے علاوہ اس کے لشکر میں جس قدر اہم سالار ہوں گے ان کا تقرر سلطان نور الدین زنگی سے منظوری حاصل کرنے کے بعد ہوا کرے گا۔ ساتھ ہی اس نے یہ بھی تسلیم کیا کہ اس کے ہاں سلطان کے نام کا ہی سکہ جاری کیا جائے گا۔ اس طرح سلطان نے بڑے احسن طریقے سے دمشق کی مہم کو بغیر کسی جنگ کے سر کرلیا تھا۔

O

نیند سے بری طرح الجھتی رات، خوشبو کی طرح پھیل گئی تھی۔ صلیبی جو میدان جنگ کو سامان شوق سے لبریز، طغیانِ ذوق، نگارستان حُسن اور عورت کے قرب کا خیالستان خیال کرتے تھے۔ جیران کے نواح میں گہری نیند سوئے ہوئے تھے۔ جاگتی فطرت اپنی پوری رعنائیوں اور دلکشیوں سے حالات کا جائزہ لے رہی تھی۔ شاید ازل کا کوئی خونی راز فاش ہونے والا تھا قرن باقرن سے اپنی کرنوں میں جھلملاتے ستارے شاید اپنے نہاں خانہ ذہن و دل میں کسی خونی انقلاب کی چاپ سُن رہے تھے۔

ایسے میں صلیبیوں کے اس لشکر پر شیر کوہ اچانک ایک طرف سے جاگتے لمحوں کی انگڑائی میں بدقسمتی کے ہولناک سیلاب اور ہر شے کو کھوجنے اور تلپٹ کر دینے والے شرر فشاں آتش بگولوں اور تاریکی کی گھنی موجوں میں بپھرتی، کڑکتی، ٹوٹتی اور گرتی برق کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

اس اچانک شب خون سے صلیبی لشکر دہشت اور خوف کا شکار ہو گیا تھا۔ بڑی تیزی سے انہوں نے اپنے ہتھیار باندھے اور شیر کوہ کا راستہ روک کر اس کے خلاف جوابی کارروائی کرنے کے لئے بھاگ دوڑ کرنے لگے تھے۔ عین اسی لمحہ ان کے لشکر کی دوسری سمت سے مجد الدین پسلیوں کے نیچے تک لامتناہی اور غیر مختتم خوف طاری کر دینے والی لامحدود طلسم جھنکار فطرت کی نواؤں کی طرح اپنے عزائم کو مضبوط اور مستحکم رکھ کر ہوس اور جبر کے مے کدوں میں بے محابہ داخل ہو جانے والے غیض وغضب کی انگڑائی اور بغض وعداوت کی شرر خیزی کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

رات کی گہری تاریکی میں صلیبیوں کے لشکر کے دو سمتوں سے شیر کوہ اور مجد الدین کے شب خون مارنے کے باعث ان کے لشکر کے اندر ذلت کی آغوش اور اہانت اور ذلت کی جولان گاہیں بے دار ہو گئی تھیں۔ جسم نیند کی تاثیرات سے عاری ہو کر اضطراب آفرین لہروں کا شکار ہونے لگے تھے۔

شیر کوہ اور مجد الدین نے صلیبیوں کو اس طرح اپنے سامنے ہانکنا اور دبانا شروع دیا تھا جس طرح خوف کی اندھی قوت آسیائے دہر کی طرح ہر شے کو اپنے سامنے پیسنا شروع کر دیتی ہے۔ دونوں شب کے سوداگروں کی طرح قسمت کی زنجیریں کھول کر ہر فتنہ پروار کے کتبہ دل پر رات کے گھمبیر اور ہیبت ناک سناٹے رقم کرنے لگے تھے۔

ان کے تیز اور جان لیوا حملوں کے باعث یوں لگتا تھا جیسے صلیبیوں کے لشکر میں بوڑھی سوچوں سے جوان جذبے الجھ گئے ہوں۔ اس لئے کہ اپنے تیز حملوں کے باعث انہوں نے ہر دل کے ورق ورق پر اپنے عزم کی خار دار فصلیں نصب کرنا شروع کر دی تھیں اور صلیبیوں کو اپنے سامنے بے بس کرتے ہوئے وہ اندھیرے میں ان کی سوچوں کا بوجھ بنتا گئے تھے۔

دوسری جانب کوکب وتلوم، زمین و آسمان، شمس و قمر، ہوائیں، فضائیں دامن فطرت رقص کرتے فضا کے سائے، رات کی حشر سامانیاں اور سرسراتی پر ہول وحشتیں مسکراتے ہوئے رات کی گہری تاریکی میں رونما ہونے والے اس حادثے اور تماشے کو طنزیہ مسکراہٹ میں دیکھ رہے تھے۔ رات کے اندھیروں میں صلیبی لشکر کو شیر کوہ اور مجد الدین کے ہاتھوں عبرت خیز اور ذلت آمیز شکست کا سامان کرنا پڑا اور وہ اپنا سارا سامان اور مسلمانوں سے لوٹا ہوا مال ومتاع وہیں چھوڑ کر اپنی جانیں بچانے کے لئے بھاگ کھڑے ہوئے۔

شیر کوہ اور مجد الدین نے صبح تک وہیں انتظار کیا۔ پھر دشمن کے پڑاؤ سے ملنے والی ہر چیز کو سمیٹ کر وہ دمشق کے نواح میں سلطان نور الدین زنگی سے جا ملے تھے۔ جس نے ان دونوں کا بہترین استقبال کیا۔

اب اپنے لشکر کے ساتھ سلطان نے اقامیہ کا رُخ کیا جو ایک مضبوط اور مستحکم قلعہ تھا اور یہاں سے صلیبی نکل کر مسلمانوں کے علاقوں کو نقصان پہنچانے کی کارروائی شروع کر چکے تھے۔ اقامیہ پہنچ کر سلطان نے دو طرف سے قلعہ کی ناکہ بندی کر لی۔

شرقی دروازے کے سامنے سلطان اپنے لشکر کے ساتھ خود رہا۔ جبکہ لشکر کے اس حصے کو جو شیر کوہ اور مجد الدین کی کمانداری میں تھا اُسے شہر پناہ کے غربی دروازے پر مامور کیا گیا تھا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ اقامیہ نام کا قلعہ ایک بلند کوہستانی سلسلے کے اوپر واقع تھا جبکہ اس کی فصیل بھی بڑی مضبوط اور مستحکم تھی۔

قلعے کے اندر جس قدر صلیبی تھے انہوں نے محصور رہتے ہوئے سلطان نور الدین زنگی کا مقابلہ شروع کیا۔ پھر نجانے ایک دن ان پر کیا جنون سوار ہوا کہ وہ اس قلعے کے جنوبی دروازے سے نکل کر تنگ کوہستانی دروں سے ہوتے ہوئے اچانک آ کر سلطان کے لشکر پر حملہ آور ہو گئے۔

سلطان نے نہایت چابک دستی، نہایت عقل، عزم اور استقلال کے ساتھ ان کے اس اچانک حملے کو روکا۔ ساتھ ہی اس نے شیر کوہ اور مجد الدین کو دوسری طرف سے حملہ آور ہونے کا حکم بھی بھیج دیا تھا۔

شیر کوہ کے پاس جس قدر لشکر تھا اس نے اس کے مزید دو حصے کئے ایک حصہ اس نے مجد الدین کی کمانداری میں دیا۔ ایک حصہ اپنے پاس رکھا اور مجد الدین کو اس نے قلعہ کے جنوبی دروازے کی طرف روانہ کر دیا اور خود حملے کے لئے مناسب گھات میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا تھا۔

شام تک سلطان نور الدین نے قلعے سے نکل کر حملہ آور ہونے والے صلیبیوں کو پسپا کر دیا تھا اور جونہی وہ پیچھے ہٹ کر قلعے میں داخل ہونے لگے شیر کوہ ان پر برق کی طرح ٹوٹ پڑا۔

دوسری جانب جنوبی دروازے پر متعین مجد الدین بھی حرکت میں آیا اور اس نے بھی حملے کی ابتداء کر دی تھی اور صلیبیوں کے لشکر کی حالت یہ تھی کہ ایک طرف سے شیر کوہ ان پر سراب نفس کو پیاسا کرتی فطرت کی سطوت و جبروت۔ ادراک کی پیشانی اور ذہن میں حبابوں کی طرح اُٹھ کھڑے ہونے والے خوف کی طرح حملہ آور ہو رہا تھا۔ جبکہ دوسری طرف سے مجد الدین معاشی ناہمواری۔ طبقاتی تضاد، سب کو سیال لمحوں کی طرح بہا لے جانے والے آتش کے سیل وطوفان اور مرگ کے دریائے تند کی طرح ان کی تعداد کم کرتا چلا جا رہا تھا۔ جبکہ پشت کی جانب سے سلطان نور الدین زنگی، قضا کے گہرے سمندر کی طرح ان کے تعاقب میں آیا تھا اور پھر خونی لمحوں کی یورش اور برہم آگ کے شعلوں کی طرح پشت کی طرف سے اس نے ان کی تعداد بڑی تیزی سے کم کرنا شروع کر دی تھی۔

اس سہ طرفہ حملے سے صلیبیوں کی حالت نیم جان مسافروں، بے امان مقتولوں خوف و ہراس کو گلے لگاتی شرمندگی اور رسوائی سے بھی بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

شہر پناہ کے دروازے شیر کوہ اور مجد الدین نے مسدود کر دیئے تھے۔ لہٰذا وہ قلعے کے اندر داخل بھی نہیں ہو سکتے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ سلطان نور الدین زنگی۔ شیر کوہ اور مجد الدین تین طرف سے ان پر حملہ آور ہوتے ہوئے بڑی تیزی سے ان کی تعداد کو کم کرتے چلے جا رہے ہیں تب انہوں نے اپنے ہتھیار پھینک دیئے اور امان امان پکارتے ہوئے جنگ کے خاتمے کا اعلان کرنے لگے۔

جن صلیبیوں نے ہتھیار ڈالے تھے سلطان کے حکم پر انہیں گرفتار کر کے پیچھے بھیج دیا

گیا۔ جبکہ قلعہ کا محاصرہ برابر جاری رکھا۔ کہتے ہیں افامیہ کے اس ہولناک ٹکراؤ میں لگ بھگ ڈھائی ہزار صلیبی مارے گئے۔ اور تقریباً اسی قدر مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ صرف بیس مسلمان اس جنگ میں شہید اور پندرہ زخمی ہوئے۔

افامیہ کے وہ صلیبی جو قلعے کے اندر محصور ہو گئے تھے۔ انہوں نے دوسرے علاقوں کے صلیبیوں سے در پردہ پیغام رسانی کر کے سلطان کے خلاف مدد طلب کی۔ ساتھ ہی سلطان سے گفت وشنید کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس طرح وہ وقت گزار کر سلطان کے خلاف ایک بڑی جنگ کی ابتداء کرنا چاہتے تھے۔

مگر سلطان ان کے ان ناپاک ارادوں کو بھانپ گیا تھا اور اس نے ان کے ساتھ گفت وشنید کا سلسلہ جاری رکھنے سے انکار کر دیا اور قلعے کے اندر جو محصور صلیبی تھے انہیں پیغام بھجوایا کہ تم لوگوں کو صرف ایک رات کی مہلت ملتی ہے اس عرصہ میں تم قلعہ سے نکل جاؤ یا قلعہ کے دروازے کھول دو اگر ایسا نہیں کرو گے تو پھر ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ تلوار کرے گی۔

صلیبیوں نے ہتھیار ڈالنے سے انکار کر دیا اور رات پھر محصور ہو کر مقابلہ کرتے رہے اگلے روز کا جب سورج طلوع ہوا تو سلطان کے لشکر نے قلعہ پر تین اطراف سے تیز وتند اور جان لیوا حملے شروع کر دیئے تھے۔ یہاں تک کہ قلعے میں محصور صلیبی ہمت ہار بیٹھے اور انہوں نے ہتھیار ڈال دینے کی پیش کش کر دی۔

جب صلیبیوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ تب سلطان اپنے لشکر کے ساتھ قلعہ میں داخل ہوا اور خود اپنے ہاتھوں سے قلعہ کے سب سے بلند برج پر اپنا علم نصب کیا۔ جبکہ سلطان قلعے کے اندر قیام کئے ہوئے تھا۔ سلطان کو خبر ملی کہ شام کے جن صلیبیوں کو افامیہ کے صلیبیوں نے اپنی مدد کو پکارا تھا وہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر افامیہ والوں کی مدد کے لئے آ رہے ہیں۔

سلطان کی پیغام رسانی کا سلسلہ چونکہ کبوتروں کے ذریعے تھا۔ لہٰذا اس کے وقائع نگار بڑے بروقت ہر معاملے اور دشمن کی نقل وحرکت کی اُسے اطلاع کر دیتے تھے۔ شام کے صلیبیوں کی آمد کا سن کر سلطان نے شیر کوہ اور مجد الدین کو ان کا استقبال کرنے کے لئے بھیجا۔ افامیہ سے دور کھلے میدانوں میں ہولناک جنگ ہوئی اس جنگ کے دوران شیر کوہ اور مجد الدین نے صلیبیوں کے اس لشکر کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔

کہتے ہیں تین دن تک صلیبی اس گھیرے کو توڑ کر بھاگنے کی کوشش کرتے رہے لیکن مسلمان لشکریوں نے ان کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے سلطان کے پاس صلح کا پیغام بھیجا۔ سلطان نے بڑی فراخ دلی سے کام لیتے ہوئے تاوان کی ایک رقم مقرر کر کے انہیں رہا کر دیا۔ سلطان نے یہاں تک رحمدلی سے کام کیا کہ افامیہ کی جنگ کے دوران صلیبیوں کو جو گرفتار ہوئے تھے سلطان نے انہیں بھی رہا کر دیا تھا۔

سلطان نورالدین زنگی اب صلیبیوں کی آئے دن کی سرکشی شورش اور افراتفری سے تنگ آ چکا تھا۔ لہٰذا اس نے صلیبیوں کے خلاف۔ نہ ختم ہونے والی جنگوں کی طرح ڈالنے کا فیصلہ کر لیا تھا تاکہ ہر صورت انہیں اپنے ساتھ زیر بنا کے رکھے۔ اس مقصد کے لئے سب سے پہلے اس نے صلیبیوں کے سب سے بڑے سرکردہ فرانسیسی صلیب جوسلین کا انتخاب کیا۔

جوسلین کبھی الرہا کا حاکم تھا۔ لیکن جب سلطان نے الرہا شہر فتح کر کے اس سے چھین لیا تب حلب کے شمالی علاقے کی طرف چلا گیا تھا اور وہاں اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔

افامیہ کو فتح کرنے کے بعد سلطان نے جوسلین سے نمٹنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ جوسلین ایک جنگجو، انتہا درجہ کا متعصب اور شریر طبع انسان تھا۔ کوئی بھی موقع مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا ہاتھ سے جانے نہ دیتا تھا۔ آئے دن وہ مسلمانوں کے علاقوں اور سرحدوں پر شورش برپا کرتا رہتا تھا اور سرحدی علاقوں پر حملہ آور ہو کر لوٹ مار کا بازار گرم کرتا تھا۔ اس کے علاوہ ایشیاء میں قیام کرنے والے صلیبی جب کبھی بھی کسی مہم پر سلطان کے خلاف نکلتے تو وہ جنگ کی ابتداء کرنے کے لئے اس جوسلین سے ہی صلاح و مشورہ کرتے تھے۔ اس لئے یہ شخص اسلام دشمنی میں سب سے بڑھا ہوا تھا۔

حلب شہر سے نکلنے کے بعد سلطان نورالدین زنگی نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ شیرکوہ اور مجدالدین کی سرکردگی میں رکھا گیا۔ چھوٹے سالار بھی کچھ ان کی سرکردگی میں دیئے۔ باقی لشکر، چند دیگر سالاروں کے ساتھ اس نے اپنی کمانداری میں رکھا۔

دوسری طرف جوسلین اپنے علاقوں سے نکل کر الرہا پر حملہ آور ہونے کے لئے پر تول رہا تھا۔ الرہا پر وہ حکومت کر چکا تھا۔ شہر کے اندر کافی ارمنی عیسائی بھی تھے۔ اور وہ ہر صورت میں اپنے کھوئے ہوئے شہر کو دوبارہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس مقصد کے لئے انطاکیہ، یروشلم اور

صلیبیوں کے شہروں سے اسے کافی تعداد میں رضا کار بھی پہنچ گئے تھے۔ جن کی تعداد ان گنت اور بے شمار ہو گئی تھی اور جوسلین کو یقین تھا کہ اس لشکر کے ساتھ وہ سلطان نورالدین زنگی کے سارے علاقوں کو فتح کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

ایسا لشکر تیار کر کے جوسلین الرہا کی طرف روانہ ہوا۔

ابھی وہ راستے ہی میں تھا کہ اسے خبر ملی کہ سلطان نورالدین اس کا مقابلہ کرنے کے لئے الرہا سے نکل چکا ہے۔ ساتھ ہی اسے اس کے مخبروں نے یہ بھی اطلاع کر دی تھی کہ سلطان نے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک حصہ خود سلطان لے کر جوسلین کا رُخ کر رہا ہے اور دوسرے حصے کے ساتھ شیرکوہ اور مجدالدین تل باشر کے رُخ پر کوچ کر چکے ہیں۔

جوسلین کے پاس اس قدر بڑا لشکر تھا کہ سلطان نورالدین، شیرکوہ اور مجدالدین کے لشکر کو یکجا کر دیا جائے تب بھی اس کے لشکر کی تعداد کئی گنا زیادہ تھی اور پھر اس پر مستزاد یہ کہ ابھی تک یروشلم، انطاکیہ، جلاک، دلوکا، کنز سوپ، قورس، راوضوان، مرغش، صیدا، معن البارہ اور دیگر کئی نصرانی شہروں سے جوق در جوق لشکر اس کی مدد کے لئے پہنچ رہے تھے۔

جوسلین کے سامنے جو صورتحال آئی تھی اس کے تحت اس نے دو بڑے بڑے لشکر ترتیب دیئے۔ ایک لشکر کو اس نے تل باشر کے نواح میں متعین کر دیا اور اسے حکم دیا کہ شیرکوہ اور مجدالدین کو اپنے ساتھ جنگ میں مصروف رکھیں اور جو لشکر جوسلین سے شیرکوہ اور مجدالدین کا مقابلہ کرنے کے لئے متعین کیا تھا وہ شیرکوہ اور مجدالدین کے لشکر سے کم از کم چھ گنا بڑا تھا۔

اسی قدر زیادہ لشکر لے کر جوسلین، سلطان نورالدین کا مقابلہ کرنے کے لئے پڑاؤ کر گیا تھا۔

جوسلین کی یہ بہترین جنگی چال تھی اس نے شیرکوہ اور مجدالدین کو صرف جنگ میں مصروف رکھا تاکہ وہ کسی بھی لحہ سلطان نورالدین زنگی کی مدد کے لئے نہ پہنچ سکیں۔ دوسری طرف جس قدر لشکر سلطان نورالدین زنگی کے پاس تھا، اس سے کئی گنا زیادہ لشکر لے کر وہ سلطان کے سامنے آیا اور جو دوسرے شہروں سے صلیبی گروہ در گروہ اس کی مدد کے لئے آ رہے تھے ان کی طرف اس نے پیغام بھجوایا کہ جب سلطان نورالدین زنگی اس کے ساتھ برسرپیکار ہو

تو وہ پشت اور اطراف کی طرف سے اس پر حملہ آور ہو جائیں تا کہ اس کی شکست کو یقینی بنایا جا سکے۔

بہر حال سلطان نور الدین زنگی اور جوسلین کے درمیان خون ریز جنگ شروع ہوئی۔ اسی اثنا میں اطراف و جوانب سے صلیبیوں کے تازہ دم لشکر جو جوزلین کی مدد کے لئے پہنچ رہے تھے وہ سلطان نور الدین زنگی کی پشت اور اطراف سے حملہ آور ہو گئے۔ جس کے باعث سلطان کے لشکر میں بدنظمی سی پھیل گئی تھی۔

اس موقع پر جوسلین مسلمانوں کی افراتفری اور کمزوری کو بھانپ گیا اس نے نئے آنے والے صلیبیوں کو سلطان پر چاروں طرف سے حملہ آور ہونے کا حکم دے دیا تھا۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے سلطان نے اندازہ لگا لیا کہ چاروں طرف سے صلیبی امڈتے ہوئے اس پر حملہ آور ہونے کے لئے آ رہے ہیں اور سامنے کی طرف سے جوسلین اس پر حملہ آور ہونے کے لئے ایسا لشکر تیار کر چکا ہے جس کی تعداد اس کے اپنے لشکر سے کئی گنا زیادہ ہے۔ لہٰذا سلطان جنگ کو موقوف کرتے ہوئے پیچھے ہٹ گیا۔

اپنے لشکریوں کو محفوظ کرنے کے لئے سلطان ایک ٹیلے کی طرف ہو لیا۔ اس طرح سلطان کو اپنی زندگی میں پہلی بار صلیبیوں کے مقابلے میں پیچھے ہٹنا پڑا۔ پسپا ہونا پڑا۔

دوسری جانب جوسلین کا وہ لشکر جسے وہ تل باشر کی طرف روانہ کر چکا تھا وہ جوزلین کی خواہش کے مطابق اپنا کام کرنے میں کامیاب رہا۔ انہوں نے شیر کوہ اور مجد الدین پر کوئی خوفناک حملہ نہیں کیا۔ بلکہ انہیں اپنے ساتھ جنگ میں اس وقت تک الجھائے رکھا جب تک سلطان اپنے لشکر کو لے کر پیچھے نہ ہٹ گیا۔

دوسری طرف شیر کوہ اور مجد الدین کو بھی خبر ہو گئی کہ جوسلین کے مقابلے میں سلطان پیچھے ہٹ گیا ہے لہٰذا وہ بھی پیچھے ہوئے اور سلطان سے جا ملے۔

اب سلطان نے اپنے لشکر کو یکجا کیا۔ اس کے حکم پر مزید لشکری بھی حلب سے اس کے پاس پہنچ گئے تھے۔ پھر سلطان کچھ دیر تک اپنے لشکر کو ترتیب دیتا رہا۔ دوسری جانب جوسلین کو بھی خبریں پہنچ رہی تھیں وہ ہر صورت شہر پر قبضہ کرنے کا تہیہ کئے ہوئے تھا لہٰذا وہ لشکر کو جو اس نے شیر کوہ اور مجد الدین کی راہ روکنے کے لئے تل باشر کی طرف روانہ کیا تھا۔ اس کو بھی

اس نے اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ اور اس کی خوش قسمتی کہ ابھی تک گروہ در گروہ صلیبی رضا کار مختلف نصرانی شہروں سے اس کی مدد کو پہنچ رہے تھے۔

لیکن سلطان نے اس ساری صورتحال کی کوئی پرواہ نہ کی۔ سلطان جانتا تھا کہ جوسلین کے پاس کم از کم اتنا بڑا لشکر ہے جو اس کے سات گنا سے بھی بڑا ہو گا۔ پھر بھی سلطان نے اپنے لشکر کو ترتیب دینے کے بعد اور اپنے سارے سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد الربا کے نواح میں ان علاقوں کا رُخ کیا۔ جہاں اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ جوسلین پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔

گذشتہ جنگ میں سلطان نور الدین زنگی کو پسپا کرنے کے بعد جوسلین، اس کے سالاروں اور اس کے لشکریوں کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے۔ اور اب وہ پیچ و تاب کھا رہے تھے کہ کب سلطان نور الدین زنگی ان کے سامنے آئے اور وہ ایک بار پھر اسے بدترین شکست سے دوچار کریں۔

دوسری جانب سلطان نور الدین زنگی کے علاوہ اسد الدین شیر کوہ، مجد الدین اور دوسرے سارے سالار بھی انتقام کی آتش میں تپ رہے تھے۔ اور وہ ہر صورت میں صلیبیوں سے اپنی گذشتہ پسپائی کا انتقام لینے پر تل گئے تھے۔ لہٰذا سلطان نور الدین زنگی اپنے لشکر کو لے کر بڑی تیزی سے الربا کی طرف بڑھا تھا۔ الربا کے نواح میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے۔

جب دونوں لشکر اپنی صفیں درست کر رہے تھے جوسلین کے لشکر سے دو سورما اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے میدان جنگ میں اُترے اور مسلمانوں کو مقابلے کے لئے للکارا۔ شاید وہ انفرادی مقابلے کی ابتداء کرنا چاہتے تھے۔

سلطان نور الدین اس وقت اپنے سارے سالاروں کے ساتھ اپنے لشکر کے سامنے کھڑا تھا لشکری اپنی صفیں درست کر چکے تھے۔ لشکر کے حصوں کی تنظیم بھی اپنی آخری شکل اختیار کر چکی تھی۔

جب وہ دونوں سورما میدان میں آئے تو اپنے گھوڑے کی باگ پر اسد الدین شیر کوہ کی گرفت سخت ہو گئی تھی۔ اس کی ہاتھوں کی انگلیاں بھنچ گئی تھیں۔ چہرے پر غضبناکی کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔ آنکھیں آگ برسا گئی تھیں۔ پھر اس نے سلطان کو مخاطب کیا۔

''سلطان محترم ان دو صلیبی سورماؤں کے سامنے ہماری طرف سے دو تیغ زن نہیں اتریں گے۔ میں اکیلا ان کے مقابلے پر جاؤں گا اور ان پر ثابت کروں گا کہ انہوں نے جو ہمیں انفرادی مقابلے کی دعوت دی ہے تو یہ ان کی طرف سے انتہا درجہ کی حماقت ہے۔ سلطان محترم! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ دونوں سورما میرے سامنے زیادہ دیر نہیں نکالیں گے''۔

جب تک شیر کوہ بولتا رہا۔ سلطان نور الدین عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا۔ پاس کھڑے مجد الدین کی نگاہیں بھی شیر کوہ پر جمی ہوئی تھیں۔ شیر کوہ کے ان الفاظ کا جواب سلطان دینا ہی چاہتا تھا کہ مجد الدین نے آگے بڑھ کر شیر کوہ کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی پھر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتا ہوا کہنے لگا۔

''محترم اسد الدین آپ امیر عساکر ہیں۔ سلطان کے بعد لشکریوں میں آپ کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ آپ جب لشکر کے اندر موجود ہوتے ہیں۔ تو لشکریوں کے ولولے جذبے جوان رہتے ہیں۔ ان دو صلیبی سورماؤں کے مقابلے میں آپ نہیں میں مجد الدین جاؤں گا۔ محترم شیر کوہ میں آپ کو اور سلطان کو یقین دلاتا ہوں کہ میں ان دو کے مقابلے میں آپ لوگوں کو مایوس نہیں کروں گا''۔

شیر کوہ نے مسکراتے ہوئے مجد الدین کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''مجد الدین اگر لشکر میں میری موجودگی لشکریوں کے حوصلے اور جوان جذبے کا باعث بنتی ہے تو تمہاری حیثیت اس سے کم نہیں ہے اور یہ کہ......''۔

اس سے آگے شیر کوہ کچھ نہ کہہ سکا۔ رُک گیا۔ اس لئے کہ عین اسی لمحہ مجد الدین نے مسکراتے ہوئے سلطان کو سلام کیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑی لگاتے ہوئے اسے انفرادی مقابلہ کرنے کے لئے میدان جنگ کی طرف بڑھا دیا تھا۔

جس وقت وہ اپنے گھوڑے کو بڑھاتا ہوا صلیبی سورماؤں کی طرف جا رہا تھا تو بڑی عقیدت اور ارادت مندی میں شیر کوہ کو مخاطب کرتے ہوئے سلطان نور الدین کہہ رہا تھا۔

''شیر کوہ یہ ابن الدایہ بھی عجیب و غریب انسان ہے۔ کمال کی جرات مندی اور لا انتہا دلیری رکھتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ ان دو صلیبی سورماؤں کو زیر کرنے میں زیادہ وقت نہیں لے گا''۔

اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا مجد الدین جب ان صلیبیوں کے قریب گیا تب ان میں سے ایک نے اسے مخاطب کیا۔

''کون ہو۔ اپنا نام بتاؤ۔ مسلمانوں کے لشکر میں تمہاری کیا حیثیت ہے؟''

ان کی اس گفتگو کا مجد الدین نے کوئی جواب نہ دیا۔ اپنے گھوڑے کو ایڑ پر ایڑ لگاتے ہوئے ان کے گرد چکر لگانے لگا تھا۔ اور اس کا گھوڑا جو جنگ میں اپنے مالک کے اشاروں پر کام کرنے کا ماہر تھا۔ لحہ بہ لحہ اپنی رفتار تیز کرتا جا رہا تھا۔ پھر اسی تیز رفتاری کے دوران مجد الدین نے بلند آواز میں تکبیر پڑھی اس کے ساتھ ہی اس نے ان دو کو مخاطب کیا۔

''تم میرا نام پوچھو نہ میں تمہارے نام جاننے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ سنبھلو میں تم پر حملہ آور ہونے لگا ہوں''۔

اس کے ساتھ ہی ایک خاص انداز میں مجد الدین نے جب اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی تو گول چکر لگاتا ہوا گھوڑا ایک دم ہنہناتے ہوئے نتھنے پھڑ پھڑاتے ہوئے کنوتیاں تیزی سے بدلتے ہوئے پلٹا اور ان دو کی طرف بڑھا۔ اور اس کے ساتھ ہی مجد الدین نے اپنی تلوار بلند کرتے ہوئے اس زوردار انداز میں حملہ کیا کہ ان میں سے ایک کو شانے سے لے کر پسلیوں تک کاٹتا ہوا آگے نکل گیا تھا۔

تھوڑا سا آگے جا کر اس نے اپنے گھوڑے کو موڑا فضا میں الف ہوتے ہوئے وہ سرکش انداز میں ہنہنایا۔ دوبارہ مڑا اس کے ساتھ ہی اپنی خون آلود تلوار لہراتے ہوئے مجد الدین دوسرے پر حملہ آور ہوا۔ دوسرے نے اس کے وار کو اپنی ڈھال پر روکا۔ تین چار بار دونوں نے ایک دوسرے پر خونخوار انداز میں حملے کئے پھر ایک دم مجد الدین نے اپنے بائیں پاؤں کو رکاب کے اندر جما رہنے دیا۔ دائیں پاؤں کو رکاب سے علیحدہ کئے ہوئے اس کی چھاتی پہ پاؤں مارا وہ گھوڑے سے نیچے گر گیا۔ دوسرے لمحے مجد الدین بھی نیچے تھا۔ گرے ہوئے صلیبی پر اس نے اپنی تلوار بلند کر کے گرائی اور اس کا بھی خاتمہ کر دیا تھا۔

پھر آسمان کی طرف منہ کرتے ہوئے مجد الدین نے تین بار تکبیر بلند کی یہ گویا اس کی فتح مندی کا نعرہ تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور مرنے والے صلیبیوں کے دونوں گھوڑوں کو ہانکتا ہوا اپنے لشکر کی طرف جا رہا تھا۔

دشمن کے دونوں گھوڑوں کو ہانکتا ہوا۔ مجد دالدین سلطان اور شیر کوہ کی طرف جا(رہا) تھا۔ سلطان اس کی طرف دیکھتے ہوئے بڑا انکساری میں کہہ رہا تھا۔

''مجد دالدین میں تیری جراتمندی تیرے خلوص کو سلام کرتا ہوں''۔

جب دونوں گھوڑوں کو ہانکتا ہوا مجد دالدین سلطان کے قریب آیا تو ایک ساتھ آگے بڑھتے ہوئے نور الدین اور شیر کوہ نے اس کی پیٹھ تھپتھپائی۔ اس موقع پر سلطان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''میرے دونوں عزیزو! یہ دونوں صلیبی سورما جو مر گئے ہیں اس سے دشمن کے لشکر میں اس طرح کی بددلی پھیل گئی ہے جس بددلی کو دور کرنے کے لئے جوسلین کو فی الفور جنگ کی ابتداء کرنا پڑے گی''۔

''میرے عزیز جنگ کا طریقہ کار کچھ اس طرح ہے کہ میں اس بار لشکر کے درمیانی حصے میں نہیں رہوں گا۔ شیر کوہ وسطی حصے میں تم رہو گے۔ دائیں جانب میں اور بائیں جانب مجد دالدین ہوگا۔ اس طرح لشکر تین حصوں میں تقسیم ہو کر جنگ کی ابتداء کرے گا۔

دشمن کو حملہ کرنے کی ابتداء کرنے دو۔ ہم نے جو سب سے پہلا کام کرنا ہے وہ یہ کہ دشمن کے حملے کو روکنا ہے۔ اس کے بعد شیر کوہ تم نے یوں کرنا ہے کہ کچھ اس انداز میں پیچھے ہٹنا شروع ہونا ہے کہ دشمن یہ خیال کرے کہ ان کے حملوں کے زور کے باعث تم پیچھے ہٹنا شروع ہوئے ہو۔

جب دشمن تمہیں پیچھے دھکیلنا شروع کرے گا تب میں اور مجد دالدین اپنی کارروائی کی ابتداء کریں گے ہم دائیں بائیں سے دشمن پر حملہ آور ہوں گے اور ان کے پہلوؤں کو کاٹتے ہوئے اندر گھسنے کی کوشش کریں گے۔

جب ہم ایسا کریں گے تو تکبیریں بلند ہوں گی۔ جب تم تکبیروں کی آواز سنو تو تم پیچھے ہٹنا بند کر دینا اور اپنی پوری طاقت اور قوت سے دشمن پر ضرب لگانا۔ اس طرح مجھے امید ہے کہ ہم سہ طرفہ حملے سے جوزلین کے لشکر کو جو تعداد میں ہم سے کہیں زیادہ ہے، چکی کے پاٹوں کی طرح پیس کر رکھ دیں گے''۔

سلطان کی اس تجویز سے شیر کوہ اور مجد دالدین دونوں نے اتفاق کیا پھر شیر کوہ لشکر

کے وسطی حصے ہی میں رہا۔ اس کے ساتھ نائب کی حیثیت سے فخر الدین مسعود اور قزہ ارسلان تھے۔ یہ دونوں سالار تاریخ کے اوراق میں خاصے پہچانے ہوئے سالار گنے جاتے ہیں۔

میمنہ کی کمانداری سلطان نور الدین زنگی نے اپنے ہاتھ میں لی تھی۔ اسامہ بن مرشد اور نجم الدین دونوں سالار اس کے ماتحت کام کر رہے تھے۔ لشکر کا میسرہ مجد دالدین کی کمانداری میں تھا۔ جبکہ شمس الدین اور خطلخ دونوں اس کے ساتھ تھے۔

پھر جوسلین نے جنگ کی ابتداء کی اور اپنے لشکر کو حملہ آور ہونے کے لئے آگے بڑھایا۔ سلطان نے بھی اپنے لشکر کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے جوسلین قہر بھرے طوفانوں کی طرح مسلمانوں کے لشکر پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر تک سلطان نور الدین اور شیر کوہ اپنے سالاروں کے ساتھ دشمن کے حملوں کو روکتے رہے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے شیر کوہ نے اپنے حصے کے لشکر کو لے کر پیچھے ہٹنا شروع کر دیا تھا۔ اس سے صلیبیوں کے حوصلے اور بڑھے۔ اور انہوں نے پہلے کی نسبت زیادہ تیز حملے کرنے شروع کر دیئے تھے۔ اس طرح دشمن کے لشکر کا ایک حصہ خوب آگے بڑھ گیا تھا۔

اسی موقع پر سلطان نور الدین زنگی نے زوردار آواز میں تکبیر بلند کی۔ پھر اپنے سامنے آنے والے صلیبیوں کو پیچھے دھکیلتے ہوئے وہ صلیبیوں کے لشکر کے پہلو پر پاؤں کے آبلے، تشنگی کا کرب کھڑا کر دینے والے تکبیر کے ہولناک عذاب، دکھ بھرے موسم، درد کی فصلیں سنوار کر کے...... کرتے تیغ نما حروف موسموں کی گہری گرد اور سرما کی سرد دھند کو تحلیل کر دینے والی سورج کی تیز کرنوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

دشمن کے ایک پہلو کی طرف سے سلطان نور الدین نے ان کے اندر گھستے ہوئے ان میں کرب بھری داستانیں خاموشی کے ساغر میں قضا کے ارتعاش کے قصے اور اپنے کمالات فکر و فن سے درد کا درماں اور دل کا قرار چھینتے ہوئے پر آشوب فضاؤں کی رودادیں رقم کرنا شروع کر دی تھیں۔

جس وقت سلطان نے تکبیر بلند کی تھی۔ عین اسی لمحہ مجد دالدین بھی حرکت میں آیا۔ وہ بھی سامنے آنے والے دشمن کو پیچھے دھکیلتا ہوا۔ ان کے پہلو پر گلستانوں کو خاک بسر بستیوں کو

بے رونق کر دینے والی بھڑکتی آتش کی جوالا۔ اندھے سرابوں کے لاانتہا سلسلوں کو ختم کر دینے والے ابلتے کھولتے ہزاروں طوفانوں پیچ و تاب کھاتے اضطراب۔ گردش رواں کے تیور بدل خواہشوں کے بگولوں کو ریزہ ریزہ۔ خواب کے لمحوں کو کرچی کرچی کر دینے والے خوف بھرے عذاب کی لاانتہا خونخواری کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اس نے دشمن کے لشکر میں اس طرح گھسنا شروع کر دیا تھا۔ جس طرح موت کے اندھیروں میں روشنی کا پیغام گھستا ہے۔ جس طرح لہو کی گردش میں زہریلی لہریں داخل ہوتی ہیں۔ جس طرح زبان کی حرکت میں خوفزدہ آوازیں اور تاریخ کے آئینے میں قہر جیسی خاموش قوت کے عکس گھس جاتے ہیں۔

اسد الدین شیر کوہ نے جب دیکھا کہ سلطان نور الدین اور مجد الدین کے عکس گم گئے ہیں۔

اسد الدین شیر کوہ نے جب دیکھا کہ سلطان نور الدین اور مجد الدین نے پہلوؤں کی طرف سے دشمن پر حملہ آور ہو کر ان کے لشکر کو ایک طرح سے ہلاک کر کے رکھ دیا ہے تو اس نے رگ رگ میں تلاطم رقصاں کر دینے والی دہکتی موجوں کے تندریلوں کی طرح اپنے کام کی ابتداء کی پسپائی کا عمل اس نے ترک کر دیا۔ پھر جارحیت پر اُترا۔ اور جو لشکر اسے دھکیلتے ہوئے آگے بڑھا تھا اس پر وہ سرد خانوں میں موت کی خاک اڑانے والے سلگتے سُرخ لاوے کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔ اس کے حملوں میں ایسی للکار تھی کہ تیغ پناہ مانگے۔ اس کے آگے بڑھنے کی روانی ایسی تھی کہ دریا اپنی روانی بھول جائیں۔ اس کے ضرب لگانے میں ایسی قوت تھی کہ شورش کے جبر اپنی تنظیم کو فراموش کر جائیں شیر کوہ صلیبیوں پر آنکھوں میں بصر کر دینے والا غبار پاؤں میں نا امیدیوں کے سراب باندھ دینے والے آشوب اور آ کاش کے تیور بگاڑ دینے والے دشتِ عقوبت کی طرح ضرب لگانے لگا تھا۔ بڑی تیزی سے اس نے صلیبیوں کے دلوں کی فضاؤں کو جاں سوز کراہوں۔ جرات کے بادبانوں کو قسمت کے پیالوں کے زہر اور ان کی امیدوں کے ساحلوں کو ناکامیوں کے پتھریلے رَن پٹ میں تبدیل کرنا شروع کر دیا تھا۔

قیامت کا سا شور کھڑا کرتی چمکتی۔ اُٹھتی گرتی تلواروں، کھنکتی ڈھالوں چلتے نیزوں نے خونخوار درندگی کا سا ذوق جنگ آوری کھڑا کرنا شروع کر دیا تھا۔ جوسلین یہ امید

لگائے بیٹھا تھا کہ جس طرح اس نے پہلے سلطان کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا تھا اس بار بھی وہ مسلمانوں کو پسپا اور ہزیمت اُٹھانے پر مجبور کر دے گا۔ اس لئے کہ اس بار لشکر کی تعداد اس کے ساتھ بہت زیادہ تھی۔ اور پھر اس کے لشکریوں کے حوصلے اس بنا پر بھی بڑھے ہوئے تھے کہ ایک بار وہ سلطان نور الدین زنگی کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر کے بہت بڑا معرکہ سر کر چکے ہیں لیکن اب معاملہ کچھ مختلف دکھائی دے رہا تھا۔ سامنے کی طرف سے اسد الدین شیر کوہ ایک پہلو سے سلطان نور الدین زنگی اور دوسرے پہلو سے مجد الدین ان پر اس طرح حملہ آور ہو رہے تھے جیسے جنگل کو بے برگ کر دینے والے آتشی اولوں اور انگاروں نے اپنا رنگ دکھانا شروع کر دیا ہو۔ تیز حملوں سے وہ اس کے درختوں کو خار دار جھاڑیوں۔ خواہش کے صنوبر کو کانٹوں کے جنگل میں تبدیل کر دینے والے مجنوؤں کی قہرمانیوں اور عذابوں کے نہ ختم ہونے والے سلسلوں کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے بڑی تیزی سے صلیبیوں کی تعداد کو کم کرتے چلے جا رہے تھے۔

جوسلین اور اس کے سالاروں نے اپنی طرف سے بہت کوشش کی کہ جنگ کا پانسہ پلٹ دیں وہ اپنے لشکریوں کو للکار للکار کر مسلمانوں کے پیچھے دھکیلنے کی ترغیب دے رہے تھے۔ لیکن مسلمان لشکری ان کے سامنے پسپا نہ ہونے والے لفظ کن سے تراشے حروف آہنی دیواروں اور درد کے قلزم کی طرح جمتے ہوئے ان پر اس طرح حملہ آور ہو رہے تھے گویا پانی آگ بن کر جھلسنا شروع ہو گیا ہو۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے جوسلین اور اس کے لشکریوں کی حالت محرومیوں کی داستانوں قہر کی خاموش ظلمت زخموں کے پیوند سے کہیں بدتر عذاب، رُتوں کے سرد لمحوں، وحشت بھری تنہائیوں اور پُرانی صداؤں کے کھنڈرات سے بھی بُری اور فضاؤں کے مضطرب و حیران تشنہ مسافروں اداس پتوں کی زمرد رُتوں اور پت جھڑ سے مارے پیڑوں سے بھی زیادہ ہولناک ہونا شروع ہو گئی تھی۔

سلطان نور الدین زنگی اور مجد الدین چونکہ جوسلین کے لشکر کے پہلوؤں پر حملہ آور ہوئے تھے لہٰذا دونوں اپنے اپنے پہلو سے دشمن کو کاٹتے ہوئے دشمن کے لشکر کے وسطی حصے میں دونوں مل گئے تھے۔ سامنے سے شیر کوہ نے صلیبیوں پر اس قدر دباؤ ڈالا کہ وہ اپنے سامنے آنے والے صلیبیوں کو روندتا ہوا سلطان نور الدین اور مجد الدین سے جا ملا تھا۔ اس طرح

تینوں نے مل کر صلیبیوں کی شکست کو یقینی بنا دیا۔ چونکہ مسلمان اب صلیبیوں کے لشکر کے وسط تک پہنچ گئے تھے لہٰذا جوسلین کو زندہ گرفتار کر لیا گیا۔ باقی صلیبی بدترین شکست اُٹھا کر بھاگ گئے۔

سب سے پہلے زخمیوں کی دیکھ بھال کی گئی۔ اس کے بعد سلطان کے سامنے جوسلین کو پیش کیا گیا۔ اس وقت سلطان کے پہلو میں شیرکوہ مجدالدین اور دیگر سارے سالار کھڑے تھے۔ سلطان نورالدین تھوڑی دیر تک سر سے پاؤں تک جوسلین کا جائزہ لیتا رہا پھر کسی قدر طیش بھری آواز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تو تو ہے جوسلین نام کا وہ شیطان، جو مسلمانوں کے خون کی حدت میں المناکیاں اور رگوں میں اندھی اُداسیاں اتارتے ہوئے فخر محسوس کرتا تھا۔ تو ایک مدت تک صدیوں کے زنگ آلود صحرا تک مجھ سے بچتا رہا۔ آج دیکھ میں نے تیرے شوق ادراک کو اندھا، تیری عقل کی معراج کو گمراہ اور تیری تدبیر کے شیشے کو کند کر دیا ہے۔ اور تو ہمارے سامنے اپنے مقدر کی جنگ ہار چکا ہے۔ ذرا اپنی حالت کا جائزہ لے۔ اور خود اندازہ لگا کہ کیا ہم نے تیری ذات کے حصار میں شکست و ریخت کے لمحے تیرے دل کے آبگینے میں شکست خوردہ اوہام کے زنگار نہیں بھر کے رکھ دیئے۔ تو تو بڑی عقل اور تعصب رکھنے والا شخص تھا۔ آج تو گردن جھکائے کیوں کھڑا ہے۔ تیری آنکھوں کی پتلیوں میں خوف تیرے چہرے پر مرگ کی سیاہی اور جسم پر لرزش کیوں ہے؟

جوسلین! تو کالے سایوں کا راج بن کر صلیبیوں کے لئے ایک عہد ساز شخصیت بننے کا تہیہ کئے ہوئے تھا۔ تو کالی خاموشیوں میں مسلمانوں کے لئے طیش کے انگارے۔ وحشت کی پت جھڑ پھیلائے فخر محسوس کرتا تھا۔ اب تو خشک پتوں کی لاشوں کی طرح چپ کیوں ہے؟''۔

سلطان نورالدین زنگی کی اس گفتگو کا جب جوسلین نے کوئی جواب نہ دیا۔ تب سلطان تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر کسی قدر دھیمے لہجے میں کہنے لگا۔

''اگر میں تیرے ماضی کے اعمال کو سامنے رکھوں۔ مسلمانوں کے خلاف تو نے جو جو کارروائیاں کیں ان کا حساب لوں تو تو اس قابل ہے کہ میں ابھی اُٹھ کر اپنی تلوار سے تیرا سر قلم کر دوں۔ لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔ تجھے صلیبیوں کے لئے ایک عبرت اور درس آمیزی

بناؤں گا۔ ساتھ ہی تجھے یہ بھی احساس دلاؤں گا کہ اوروں کو اذیت میں ڈالنے والوں کا اپنا کیا حشر ہوتا ہے''۔

سلطان نورالدین زنگی نے جوانمردی کا ثبوت دیتے ہوئے جوسلین کے خون سے ہاتھ نہیں رنگے تاہم مسلمانوں کے مفاد کی خاطر وہ جوسلین کو آزاد بھی نہیں کر سکتا تھا۔ کھلا بھی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے حکم دیا کہ اس کو حلب کے زندان کی طرف بھجوا دیا جائے اور جہاں اسے رکھا جائے وہاں زندان کے اس حصے کی کڑی نگرانی کی جائے۔

اس شکست کے بعد جوسلین نو برس تک حلب کے قید خانے میں زندہ رہا اس دوران وہ اوروں کے لئے عبرت خیزی کا سامان بن گیا۔ اس لئے کہ وہ زندان میں اپنی بصارت سے ہاتھ دھو بیٹھا اور انتہائی کسمپرسی کے عالم میں اسی زندان کے اندر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا۔ اس طرح اس شیطان صفت انسان نے اپنے زمانہ اقتدار میں مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے تھے قدرت نے زندان میں اسے عبرتناک سزا سے دوچار کر دیا تھا۔

صلیبیوں کو عبرتناک شکست دینے، اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال اور جوسلین کا معاملہ نمٹانے کے بعد دشمن کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا گیا تھا۔ پھر سلطان نے میدان جنگ سے کوچ کیا اور الربا شہر کے باہر اس نے اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ شاید سلطان چند دن وہاں قیام کر کے اپنے لشکر کو آرام فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ صلیبی اب مسلمانوں کے خلاف یہاں اور کس طرف جمع ہونا شروع ہوئے ہیں۔

☆

کارلوس، ازبل، مرسینہ، جمارا اور مثال سب نشست گاہ میں بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے کہ نشست گاہ میں سمرون داخل ہوا وہ بے حد خوش تھا۔ مسکراتے ہوئے آ رہا تھا۔ سب اس کی طرف ایک جستجو کے انداز میں دیکھنے لگے تھے۔ جب وہ اپنے بھائی کارلوس کے قریب آ کر بیٹھ گیا تب کچھ دیر کے لئے کمرہ میں خاموشی رہی سب اس کی طرف دیکھ رہے تھے جب کہ اس کے لبوں پر ابھی بڑی خوش کن مسکراہٹ تھی۔ پھر کارلوس نے اسے مخاطب کرنے میں پہل کی۔

''بھائی! جس وقت تم کمرے میں داخل ہوئے تو اس وقت بھی اور اب بھی میں دیکھتا ہوں تمہارے چہرے پر معمول کے خلاف انتہا درجہ کی ایک خوشگوار مسکراہٹ ہے کیا کوئی خاص بات ہے؟''

سمرون مسکرایا اور کہنے لگا۔

''واقعی خاص بات ہے''۔

''اگر ہے تو ہمیں بھی بتاؤ تا کہ ہم بھی آپ کی طرح مسکرائیں'' کارلوس نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہہ دیا تھا۔

اس پر سمرون نے سب پر ایک گہری نگاہ ڈالی پھر وہ کہہ رہا تھا۔

''اچھی خبر یہ ہے کہ آج رات کے پچھلے پہر سلطان نور الدین زنگی نے اپنے لشکر کے ساتھ الرہا شہر کے باہر پڑاؤ کیا ہے۔ لشکر میں مجد الدین، شمس الدین اور ططلخ شامل ہیں۔ میں مغرب کی نماز ادا کرنے کے لئے جب مسجد میں گیا تو وہاں جو مجھے زندگی کا سب سے بڑا خوشگوار واقعہ پیش آیا وہ یہ کہ وہاں مسجد میں میری ملاقات مجد الدین، شمس الدین اور ططلخ تینوں سے ہوگئی۔ نماز ہم تینوں نے اکٹھے ادا کی پھر مسجد سے باہر نکل کر بھی کچھ دیر ہم گفتگو

کرتے رہے، وہ مجھے گذشتہ جنگ کے حالات تفصیل کے ساتھ سناتے رہے۔ اس جنگ کی ابتداء میں مجد الدین نے انفرادی مقابلے پر آنے والے دو صلیبیوں کو لمحوں کے اندر موت کے گھاٹ اتار دیا تھا''۔ اس کے بعد سمرون جوسلین کے ساتھ ہونے والی جنگ کی پوری تفصیل سنا رہا تھا۔

جب وہ سُنا چکا تو کارلوس نے شکوؤں بھری آواز میں اسے مخاطب کیا۔

''بھائی تم نے مسجد میں ان کے ساتھ نماز بھی ادا کی باہر نکل کر ان سے گفتگو بھی کرتے رہے۔ انہیں اپنے ساتھ ہی لے کر آتے۔ اگر ساتھ نہ لا سکتے تو پھر کم از کم انہیں اپنے ہاں آنے کی دعوت تو دیتے ان کے ساتھ آخر ہمارا ایک رشتہ ہے۔ ایک نہیں کئی رشتے ہیں''۔

اس پر سمرون نے ہلکا سا قہقہہ لگایا کہنے لگا۔

''کارلوس میرے بھائی! تم کیا خیال کرتے ہو کہ میں نے ایسا نہیں کیا ہوگا۔ میں تو انہیں کھینچ کر اپنے ساتھ لانا چاہتا تھا لیکن مجد الدین کہنے لگا کہ لشکر میں تھوڑے سے امور نمٹانے ہیں جس کے بعد وہ تینوں یہاں آئیں گے۔ انہوں نے مجھ سے یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ وہ رات کا کھانا تینوں یہاں ہمارے ساتھ کھائیں گے''۔

سمرون کے ان الفاظ پر مرسینہ اور جمارا دونوں کی حالت ایسی ہوگئی تھی جیسے دیمک آلودہ در و بام پر دستک دیتی تیز ہواؤں کے جھکڑوں میں رات کی بے اماں روجین، در و دیوار پر مدام رقص کرتی چاندنی کی صورت اختیار کر گئی ہوں۔ وہ امیدوں کے ایوانوں میں خوابوں کے پھولوں جیسی خوش گوار ہونٹوں سے ٹپکتے نرم بوسوں جیسی خوش کن ماورائے بیان پُر خمار مسرت جیسی آسودہ اور افق بہ افق پہلی شفق شمائل بہار اور سحاب رحمت جیسی آسودہ دکھائی دے رہی تھیں۔

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد سمرون نے پھر اپنے بھائی کارلوس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''بھائی! میں نے تم لوگوں کو اپنی خوشی کی وجہ تو بتا دی ہے کہ مجد الدین شمس الدین اور ططلخ کی آمد ہی میری خوشی کا باعث ہے۔ اب ان سے علیحدہ ہونے کے بعد میں ایک

موضوع پر سوچتا آ رہا ہوں اور اس سلسلے میں میں آپ سب لوگوں سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس وقت تینوں بیٹیاں بھی یہاں بیٹھی ہوئی ہیں ازبل بھی ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ جس فیصلے پر میں غور و خوض کرتا آ رہا ہوں اس پر سب مل کر کوئی متفقہ فیصلہ کرتے ہیں“۔

سمرون جب رکا تو کسی قدر پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے ازبل بول پڑی۔

”کیا۔ کوئی نئی آفت اٹھنے والی ہے جو ہم سب نے مل کر فیصلہ کرنا ہے۔ اگر کوئی بری خبر آنے والی ہے تو میرے خیال میں وہ رہنے دیں نہ ہی سنائیں“۔

سمرون نے اپنی جگہ پر پہلو بدلا پھر کہنے لگا۔

”نہیں یہ کوئی بری خبر نہیں۔ میرے نکتہ نظر سے ایک اچھا ہی فیصلہ ہوگا بشرطیکہ ہم سب اس پر متفق ہو جائیں“۔

سمرون تھوڑی دیر خاموش رہا اس کے بعد وہ دوبارہ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”دراصل مجدالدین، شمس الدین اور خطلخ سے ملنے کے بعد گھر کی طرف لوٹتے ہوئے میرے ذہن میں ایک خیال آیا تھا کہ عنقریب مرسینہ کی امیر مجدالدین سے، جمارا کی شمس الدین سے شادی ہو گی تو یہ دونوں بیٹیاں تو چلی جائیں گی ہمارے پاس صرف یہ معصوم مشال رہ جائے گی۔ گھر میں بے رونقی ہو جائے گی۔ میں نے راستے میں سوچا کہ کیوں نہ ان دونوں بیٹیوں کی شادی سے پہلے ہم لوگ الربا سے حلب منتقل ہو جائیں۔ میں یہاں اناج کی خرید فروخت کا کام کرتا ہوں اور یہ کام میں حلب میں بھی کر سکتا ہوں۔ کارلوس میرے بھائی یہاں میں نے اب تک تمہیں کوئی کام نہیں کرنے دیا۔ اس لئے کہ زخمی ہونے کے باعث تمہاری صحت ٹھیک نہ تھی۔ وہاں دونوں بھائی مل کر کام کریں گے اور اس طرح ہماری آمدنی میں اضافہ بھی ہو جائے گا۔ اس طرح ہم وہاں یہاں کی طرح سب اکٹھے بھی رہ سکیں گے۔

چھوٹی ابھی معصوم ہے۔ ان دو بڑی بیٹیوں کی رخصتی کے بعد بھی ہمارے پاس رہ جائے گی اور مناسب وقت پر حلب شہر میں اس کے لئے بھی کوئی مناسب رشتہ تلاش کر کے اسے وداع کر دیں گے میرے خیال میں یہ کوئی برا مشورہ نہیں ہے۔ الربا میں ہماری کوئی اتنی بڑی

جائیداد نہیں جسے چھوڑتے ہوئے ہمیں غم اور دکھ ہو گا۔ یہ ایک مکان ہی ہے جس میں ہم رہ رہے ہیں اور یہ میرا خریدا ہوا ہے میرے پاس اس قدر نقدی ہے کہ اس مکان کو فروخت کرنے سے پہلے وہاں اپنی رہائش کے لئے ایک مکان خرید سکوں۔ میں چاہتا ہوں کہ مرسینہ اور جمارا کی شادی ہم حلب میں رہتے ہوئے ہی کریں۔ اب آپ بولیں آپ کا اس سلسلہ میں کیا خیال ہے“۔

سمرون جب خاموش ہوا تو کارلوس اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”میرے بھائی مجھے تو اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں بلکہ میں تو خوش ہوں گا کہ مجھے اپنی بیٹیوں کے قریب رہنے کا موقع مل جائے گا۔ لیکن فیصلہ ہم دونوں نے تو مل کر نہیں کرنا۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ ہماری بہن ازبل کی اہمیت ہے۔ اس کے بعد تینوں بچیوں سے بھی پوچھا جائے گا کہ انہیں یہاں سے حلب منتقل ہوتے ہوئے کوئی اعتراض تو نہیں“۔

کارلوس کے خاموش ہوتے ہی ازبل بول پڑی۔

”جہاں تک میرا تعلق ہے مجھے تو کوئی اعتراض نہیں۔ بلکہ میں تو بے حد خوش ہوں کہ یہاں سے نکل کر حلب جائیں اس لئے کہ اس شہر میں ہمہ وقت صلیبیوں کے حملے کا خطرہ رہتا ہے“۔

ازبل رکی پھر اس نے مشال کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”مشال میری بیٹی جہاں تک مرسینہ اور جمارا کا تعلق ہے۔ تو یہ بے چاری شرم و حیا کے باعث تو اپنی زبان سے کچھ نہ کہیں گی تم ذرا رازداری میں ان سے مشورہ کر کے بتاؤ کہ ان کا کیا ارادہ ہے؟“

ازبل کے ان الفاظ پر کارلوس اور سمرون دونوں مطمئن دکھائی دے رہے تھے۔ پھر مشال تھوڑی دیر تک مرسینہ اور جمارا کے ساتھ کھسر پھسر کرتی رہی پھر وہ بھی بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

”میرے ساتھ ساتھ یہ دونوں بھی خوش ہیں کہ ہم یہاں سے حلب سے منتقل ہو جائیں۔ لیکن مرسینہ کچھ تحفظات اور خدشات کا بھی اظہار کرتی ہے“۔

سمرون نے فوراً مرسینہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

''کون سے تحفظات۔ کیسے تحفظات''۔

مثال پھر بول پڑی کہنے لگی۔

''مرسینہ کا کہنا ہے کہ پہلے اس سلسلے میں امیر مجددالدین سے بات کی جائے اگر انہوں نے ہمارا یہاں سے حلب منتقل ہونا پسند نہ کیا تب''

''وہ ہمارے اس طرح منتقل ہونے کو کیوں ناپسند کریں گے''۔

سمرون نے پرسکون انداز میں کہنا شروع کیا تھا۔

''بہر حال اگر یہ تم لوگوں کے تحفظات ہیں تو تھوڑی دیر تک مجددالدین یہاں آتا ہے تو اس سے بھی پوچھ لیں گے۔ بلکہ میں شمس الدین سے کہوں گا، یا مثال تم خود ہی شمس الدین سے کہنا کہ وہ اس سلسلے میں مجددالدین سے بات کرے۔ میرے خیال میں ان کی آمد پر یہ مسئلہ بھی حل ہو جائے گا اب وقت ضائع نہ کرو وہ آنے والے ہوں گے۔ تینوں بہنیں اُٹھو اور مطبخ میں جا کے کھانا تیار کرو''۔

اس کے ساتھ ہی سمرون کے کہنے پر وہ تینوں اُٹھ کر باہر نکل گئی تھیں۔

کچھ دیر تک وہ کھانا تیار کرتی رہیں۔ کھانا تیار کرنے کے بعد وہ تینوں وہیں مطبخ میں بیٹھ کر باہم گفتگو کرنے لگی تھیں۔ یہاں تک کہ بیرونی دروازے پر دستک ہوئی مثال بھاگتی ہوئی آگے گئی۔ دروازہ اس نے کھولا۔ دروازے پر مجددالدین، شمس الدین، اور طلخ تینوں کھڑے تھے۔ انہیں دیکھتے ہی مثال نے پہلے انہیں خوش آمدید کہا پھر گلہ کرنے کے انداز میں کہنے لگی۔

''ہم لوگوں نے کھانا کب سے تیار کر رکھا ہے۔ اور آپ تینوں نے اتنی دیر لگا دی۔ خصوصیت کے ساتھ دو ہستیاں تو آپ دونوں کا بے چینی سے انتظار کر رہی تھیں''۔

وہ تینوں مثال کا مطلب سمجھ گئے۔ مسکراتے ہوئے داخل ہوئے۔ مثال نے دروازہ وہ بند کر دیا۔ تینوں نشست گاہ میں داخل ہوئے۔ سمرون، کارلوس، ازبل سے ملے اور ان کے سامنے نشستوں پر بیٹھ گئے۔

مثال بھاگتی ہوئی مطبخ میں داخل ہوئی۔ وہاں بیٹھی مرسینہ اور جمارا کو مخاطب کر کے

کہنے لگی۔

''وہ آ گئے ہیں'' اس پر جمارا اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی۔

''تم ایسا کرو شمس الدین کو باہر بلا کر اسے کہو کہ جس موضوع پر ہم نے ابھی تھوڑی دیر پہلے کمرے میں بات کی ہے اس سلسلے میں امیر مجددالدین سے بات کرے''۔

اس موقع پر مثال کی آنکھوں میں شرارت ٹپک رہی تھی۔ بھاگتی ہوئی نشست گاہ کے دروازے پر گئی اور ہلکی سی آواز میں کہنے لگی۔

''بھائی شمس الدین آپ ذرا باہر آیئے''۔

شمس الدین —— اُٹھ کھڑا ہوا باہر آیا۔ پھر اسے پکڑ کر مثال مطبخ میں لے گئی اور جمارا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''بھائی! جمارا آپ سے کہنا چاہتی ہے''۔

اس موقع پر جمارا نے گھورنے کے انداز میں مثال کی طرف دیکھا کچھ کہنا چاہتی تھی مگر خاموش رہی۔ پھر ہمت کر کے اس نے شمس الدین کو مخاطب کیا۔

''یہ مثال کچھ زیادہ شرارتی ہو گئی ہے۔ بہر حال ہم سب لوگوں نے آپ لوگوں کے ساتھ ایک معاملہ طے کرنا ہے''۔ شمس الدین سے جمارا نے کچھ دیر پہلے ہونے والی بات چیت کہہ دی تھی۔

جمارا جب خاموش ہوئی تو شمس الدین بول اُٹھا۔

''اس سلسلے میں میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں اس موضوع پر بھائی سے بات کروں گا''۔

شمس الدین رُکا پھر اس نے گھورنے کے انداز میں قریب ہی کھڑی مرسینہ کی طرف دیکھا پھر دوبارہ جمارا کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''جمارا اس موضوع پر میں تو تم لوگوں سے بالکل اتفاق کرتا ہوں اور مجھے خوشی بھی ہو گی کہ تم لوگ حلب منتقل ہو جاؤ۔ لیکن اس موضوع پر بھائی سے بات کرنا آسان نہیں ہے۔ اس معاملے میں اگر کوئی بھائی کو آمادہ کر سکتا ہے۔ تو وہ دنیا میں صرف ایک ہی شخصیت ہے''۔

جمارا نے تیز نگاہوں سے شمس الدین کی طرف دیکھا پھر پوچھ لیا۔

''وہ کون؟''

شمس الدین نے ایک تیز نگاہ مرسینہ پر ڈالی پھر کہنے لگا۔

''وہ میری بہن مرسینہ ہے۔ اگر مرسینہ اس موضوع پر امیر سے بات کرے تو وہ کبھی نہیں ٹالیں گے''۔

مثال آگے بڑھی شمس الدین کا ہاتھ پکڑ کر مطبخ سے باہر لے گئی کہنے لگی۔

''اب آپ جا کر اپنی نشست پر بیٹھیں۔ آپ فیل ہو گئے ہیں۔ اب میں دوسرے کام کی ابتداء کرتی ہوں''۔

شمس الدین مسکراتے ہوئے نشست گاہ کی طرف چلا گیا تھا پھر مطبخ کے دروازے پر کھڑا ہو کر مثال نے جمارا کو باہر آنے کو کہا۔ جمارا جب باہر نکلی تو اس کے کان میں مثال نے کھسر پھسر کی۔ جسے سن کر مثال چپ چاپ اس کے ساتھ ہو لی۔ مرسینہ مطبخ ہی میں کھڑی رہی۔ دونوں نشست گاہ کے دروازے پر نمودار ہوئیں۔ اس بار جمارا نے مجدد الدین کو مخاطب کیا۔

''بھائی مجدد الدین آپ ذرا میری بات سنیں۔ آپ سے ایک ضروری کام ہے''۔

مجدد الدین نے عجیب سے انداز میں اپنے دائیں بائیں سب بیٹھے لوگوں پر نگاہ ڈالی پھر اپنی جگہ سے اُٹھا۔ دروازے پر آیا اور جمارا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''کیا بات ہے میری بہن؟''

جمارا نے مجدد الدین کا بازو پکڑ لیا اور اسے کھینچتے ہوئے مطبخ کی طرف لے جاتے ہوئے کہنے لگی۔

''بھائی آپ پریشان کیوں ہو رہے ہیں۔ میں آپ کو کسی مصیبت اور الجھن میں تو نہیں ڈالنے والی''۔

پھر جمارا مجدد الدین کو مطبخ کے دروازے پر لے گئی اور اندر کھڑی مرسینہ کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگی۔

''بھائی آپ برا نہ مانئے گا مرسینہ آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہے''۔

اس کے ساتھ ہی جمارا نے مجدد الدین کا ہاتھ چھوڑ دیا پھر پیچھے آئی اور اپنے دونوں ہاتھ اس کی پشت پر رکھتے ہوئے اسے باورچی خانے میں داخل کر دیا۔ پھر مسکراتے ہوئے جمارا اور مثال ایک طرف ہٹ گئی تھیں۔

مجدد الدین کچھ دیر مطبخ میں خاموش کھڑا رہا اس دوران مطبخ میں مرسینہ کی الجھی الجھی سانسیں صاف طور پر سنی جا سکتی تھیں۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی اور وہ بالکل کسی مجسمے کی طرح خاموش مجدد الدین کے سامنے کھڑی تھی۔ مجدد الدین نے اسے مخاطب کیا۔

''بی بی! آپ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہیں؟''

ہمت کر کے مرسینہ نے آہستہ آہستہ اپنی گردن سیدھی کی۔ مجدد الدین کی طرف دیکھا پھر انتہائی شرم وحیا میں کہنے لگی۔

''یہ سب مثال اور جمارا کی شرارت ہے اور.....''

مجدد الدین فوراً مڑا اور کہنے لگا۔

''اگر تم مجھ سے کچھ نہیں کہنا چاہتی تو میں جاتا ہوں''۔

مرسینہ نے ہمت کی تڑپ کر اس نے مڑتے ہوئے مجدد الدین کا بازو پکڑ لیا اور کہنے لگی۔

''میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں''۔

مجدد الدین پھر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اور اسے مخاطب کیا۔

''بی بی! پہلے یہ بتاؤ کہ کیا میں تمہیں تمہارے نام سے مخاطب کر سکتا ہوں؟''

مرسینہ نے ایک دم گردن سیدھی کی۔ مجدد الدین کی طرف دیکھا پھر کمال حوصلے کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''اگر آپ مجھے میرے نام سے مخاطب نہیں کر سکتے تو پھر دنیا میں کوئی اور مجھے میرا نام لے کر پکار ہی نہیں سکتا۔ دراصل ہمارے ہاں ایک انتہائی اہم موضوع زیر بحث ہے اور اس سلسلے میں آپ کی اجازت چاہئے تھی''۔ اس کے بعد کمرے میں ہونے والی گفتگو کی تفصیل مرسینہ نے مجدد الدین سے کہہ دی تھی۔

مرسینہ جب خاموش ہوئی تو ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں مجدد الدین کہنے لگا۔

"اس سلسلے میں مجھے کیوں اعتراض ہوگا۔تم لوگ اگر حلب منتقل ہونا چاہتے ہو تو میری خوشی کا باعث ہوگا۔اس سلسلے میں تم لوگوں کو مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت نہ تھی۔ اگر تم لوگ الربا سے حلب منتقل ہونا چاہتے ہو تو وہاں میں تمہاری بہترین رہائش کا بندوبست بھی کردوں گا۔اور مجھے تمہارے اس منتقل ہونے پر بے پناہ خوشی بھی ہوگی۔ اس کے علاوہ کیا کہنا چاہتی ہو"۔

مرسینہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ باہر کھڑی جمارا اور مشال نے بھی مجدالدین کے الفاظ سن لئے تھے۔تقریباً بھاگتی ہوئی مطبخ میں داخل ہوئیں پھر مجدالدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھیں

"امیر! پہلے آپ یہ بتائیں کہ یہاں سے آپ کا لشکر کہیں اور جائے گا یا حلب کا رخ کرے گا"۔

اس پر مجدالدین کہنے لگا۔

"لشکر یہاں دو تین دن سے زیادہ قیام نہیں کرے گا اس کے بعد واپس حلب جائے گا"۔

مجدالدین کے ان الفاظ پر مشال خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بول اٹھی۔

"امیر اگر یہ بات ہے تو کیا ایسا ممکن نہیں کہ میں جمارا اور مرسینہ بھی آپ کے ساتھ حلب جائیں دراصل ہم لوگ آپ کی ماں پھوپھی اور پھوپھی زاد بہن عبیدہ سے ملنا چاہتی ہیں"۔

مشال جب خاموش ہوئی تو مسکراتے ہوئے مجدالدین کہنے لگا۔

"تم تینوں ہمارے ساتھ چلنا چاہتی ہو تو چلو۔تمہارا وہاں جانا بھی ہمارے لئے خوشی کا باعث ہوگا"۔

اس موقع پر بڑی سنجیدگی میں مرسینہ نے مجدالدین کی طرف دیکھا پھر خدشات کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"کہیں ایسا نہ ہو کہ وہاں ہمارا جانا آپ کی ماں کی ناپسندیدگی کا باعث بنے اور معاملہ بنتے بنتے بگڑ کر رہ جائے"۔

اس پر مجدالدین نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔اس کا یہ قہقہہ مرسینہ کو بے حد پسند آیا۔اس لئے کہ اس نے پہلی بار یوں مجدالدین کو خوش ہوتے دیکھا تھا۔ پھر مجدالدین نے اسے مخاطب کیا۔

"مرسینہ بات یوں ہے کہ تم لوگوں نے ابھی تک میری ماں کو دیکھا ہی نہیں۔نہ اس کے مزاج کا اندازہ لگایا ہے۔اگر تم تینوں وہاں جاتی ہو تو یاد رکھنا کہ وہ ایسی خوش ہوگی کہ اس کی خوشی کی کوئی انتہا اور اتھاہ ہی نہیں ہوگی۔بہر حال اگر تم تینوں جانا چاہتی ہو تو اس سلسلے میں محترم سمرون اور کارلوس سے بات کر لینا۔ہم تمہیں اپنے ساتھ لے جائیں گے"۔

مرسینہ چاہتی تھی کہ مجدالدین کچھ دیر اور اس کے پاس مطبخ میں رہے لہٰذا اسے باتوں میں الجھانے کے لئے وہ پھر بول پڑی۔

"کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ خود میرے بابا اور تایا سے بات کریں۔ہم حلب جانے کی بات کریں تو ہوسکتا ہے وہ ٹال دیں۔اگر آپ کہیں گے تو مجھے یقین ہے وہ کبھی نہیں ٹالیں گے۔اور اسی وقت ہمیں آپ لوگوں کے ساتھ بھیجنے پر رضامند ہو جائیں گے"۔

مجدالدین مسکرایا پھر مرسینہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"مرسینہ میں تو یہی سمجھ رہا تھا کہ تمہارے منہ میں زبان ہی نہیں اور تم بولتی ہی نہیں ہو۔لیکن"۔

چہکتے ہوئے مرسینہ بھی جواب میں بول پڑی۔

"امیر، میں بھی یہی خیال کرتی تھی کہ آپ بولتے ہی نہیں ہیں۔لیکن اب پتہ چلا کہ جب آپ بولتے ہیں تو خوب بولتے ہیں"۔

اس پر سب ہنس دیئے پھر مجدالدین کہنے لگا۔

"اچھا میں جا کر وہاں بیٹھتا ہوں پہلے کھانے کے برتن وہاں لگاؤ۔کھانا کھانے کے بعد اس موضوع پر میں گفتگو کروں گا"۔

مرسینہ، جمارا اور مشال مان گئیں۔پھر مجدالدین وہاں سے چلا گیا۔انہوں نے بھی مطبخ سے کھانے کے برتن اُٹھائے اور نشست گاہ میں لگائے سب نے اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھایا پھر جب مرسینہ جمارا اور مشال تینوں برتن اُٹھا کر مطبخ میں رکھ آئیں اور دوبارہ نشست گاہ میں آ

کر بیٹھ گئیں۔ تب سمرون کو مخاطب کرتے ہوئے مجد دالدین نے مطبخ میں ہونے والی گفتگو کی تفصیل کہہ دی تھی۔

جواب میں سمرون نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''امیر مجد دالدین لگتا ہے آپ ہمارے سارے کام ہی آسان کرتے جا رہے ہیں۔ میرے خیال میں اگر آپ ان تینوں کو اپنے ساتھ لے جانے پر رضا مند ہیں تو اہل کو بھی اپنے ساتھ لے جائیں۔ باقی میں اور کارلوس دونوں رہ جائیں گے۔ ہم اس گھر اور اس کے اندر جو سامان ہے۔ بیچ کر وہاں آ جائیں گے ساتھ ہی میں آپ سے یہ بھی کہوں گا کہ وہاں ہماری رہائش کے لئے کوئی مکان بھی تلاش کیجئے گا زیادہ مہنگا نہ ہو''۔

اس پر مجد دالدین فوراً سمرون کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''آپ کو وہاں مکان خریدنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ دراصل آپ لوگوں میں سے کسی نے بھی ہماری رہائش نہیں دیکھی ہوئی۔ ہماری رہائش یوں جانیں ایک کھلا اور وسیع احاطہ ہے جس کے اندر کافی پھلدار درخت بھی ہیں۔ کافی جگہ کھلی پڑی ہوئی ہے اور پچھلے حصے میں جو رہائش گاہیں ہیں وہ چار چار پانچ پانچ کمروں پر مشتمل ہیں۔ ایک میں ہم اور ہماری ماں رہتے ہیں اور دوسرے حصے میں صرف پھوپھی اور ان کی بیٹی رہتی ہیں۔ جس مکان میں آپ بیٹھے ہیں اسے بیچ کر جب آپ حلب پہنچیں گے تو پھوپھی کو ہم اپنے پاس لے آئیں گے۔ اس لئے کہ خطلخ اور عبیرہ کی شادی کے بعد پھوپھی وہاں اکیلی تو نہیں رہ سکے گی۔ لہٰذا شادی سے پہلے ہی ہم پھوپھی کو اپنے ہاں لے آئیں گے۔ وہ حصہ جو پانچ کمروں پر مشتمل ہے بالکل خالی ہو جائے گا۔ دراصل ہمارا اور پھوپھی کا مکان یوں جانیں، ایک ہی کھلے احاطے میں ہے جس کے آگے میدان کی صورت میں کھلا صحن ہے۔ جہاں پھلدار درختوں کے علاوہ اکثر و بیشتر ہماری ماں اور پھوپھی سبزیاں بھی لگاتی رہتی ہیں۔ ہم تینوں چونکہ باہر رہتے ہیں اس لئے اس کام میں زیادہ تر عبیرہ ہی ہماری ماں اور اپنی ماں کی مدد کرتی ہے۔ کبھی کبھی اگر حالات ٹھیک نہ ہوں تو صرف میں اور خطلخ ہی لشکر میں شامل ہوتے ہیں۔ شمس الدین کو ہم گھر چھوڑ آتے ہیں''۔

مجد دالدین جب خاموش ہوا تو سمرون بول پڑا۔

''مجد دالدین بیٹے میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق نہیں کرتا۔ اس لئے کہ تمہارا

پھوپھی اور اس کی بیٹی کو وہاں سے نکال کر تمہارے ہاں منتقل کرنا ایک بڑا معیوب قدم ہوگا۔ اور پھر ایسا ہے کہ شادی کے بعد تم تینوں بھائی اس حصے میں نہیں رہ سکتے۔ میں چاہتا ہوں کہ شادی کے بعد خطلخ اپنی بیوی کے ساتھ اپنی پھوپھی کے ہاں قیام کرے۔ ایسی صورت میں رہائش کا وہ حصہ جہاں تمہاری ماں رہتی ہے وہاں تم اور مرسینہ، شمس الدین اور جمارا رہ سکو گے لہٰذا ہمیں اپنی رہائش کا علیحدہ اہتمام کرنا ہوگا۔ جہاں میں بھائی کارلوس ازبل اور مشال رہ سکیں۔ مجھے امید ہے میرے بیٹے تم بھی اور باقی سب لوگ میری اس تجویز سے اتفاق کرو گے۔

اس موقع پر مجد دالدین نے کچھ سوچا، کچھ دیر تک اس نے اپنے پہلو میں بیٹھے شمس الدین اور خطلخ سے مشورہ کیا اس کے بعد اس کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ تھی اور وہ سمرون کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''اگر آپ پھوپھی کے ہاں رہنا اچھا خیال نہیں کرتے معیوب سمجھتے ہیں تو اس سلسلے میں میں شمس الدین اور خطلخ سے بات کر چکا ہوں، بہر حال جب آپ یہ مکان بیچ کر حلب میں آئیں گے تو آپ کو اپنی رہائش کے لئے ایک علیحدہ اور مناسب مکان ملے گا۔ اس کی میں آپ کو ضمانت دیتا ہوں''۔

سمرون اور کارلوس دونوں بھائیوں نے مجد دالدین کی اس تجویز کو قبول کر لیا پھر مجد الدین اُٹھ کھڑا ہوا کہنے لگا۔

''ہم تینوں بھائی اب جاتے ہیں۔ دو دن بعد لشکر یہاں سے کوچ کرے گا۔ میں تو لشکر کے انتظام کے سلسلے میں یہاں نہ آ سکوں گا۔ اس لئے ابھی میں آپ سے مل کر جا رہا ہوں۔ شمس الدین آئے گا اور مرسینہ، مشال، جمارا اور خالہ ازبل کو اپنے ساتھ لے جائے گا۔ اب ہمیں اجازت دیں ہم جاتے ہیں''۔

اس کے ساتھ ہی سمرون اور کارلوس دونوں اُٹھ کر باری باری سب سے ملے اس موقع پر جمارا کی نگاہیں شمس الدین پر جبکہ مرسینہ بے چاری کی اداس نگاہیں مجد دالدین پر جمی ہوئی تھیں۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں سب نے ایک دوسرے کو الوداع کیا۔ پھر تینوں وہاں سے چلے گئے تھے۔ دو دن بعد لشکر نے الربا سے حلب کی طرف کوچ کیا۔ اس حالت میں کہ مجد الدین، شمس الدین اور خطلخ کے ساتھ ازبل، مرسینہ، جمارا اور مشال بھی تھیں۔

O

ایک روز مجد الدین، شمس الدین اور خطلخ اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑے اپنی حویلی میں داخل ہو رہے تھے ان کی پیچھے پیچھے ازبل، مرسینہ، جمارا اور مشال تھیں۔ جب وہ صحن میں آئے تب سامنے سے ان کی ماں عبدہ بڑی تیزی سے نکلی تھی اور دائیں ہاتھ سے پھوپھی زہران اور عبیرہ بھی بھاگتی ہوئی ان کی طرف آئی تھیں۔

مجد الدین پہلے باری باری اپنی ماں، پھوپھی سے ملا پھر بڑے پیارے انداز میں اس نے عبیرہ کے سر پر ہاتھ پھیرا پھر باری باری اپنی ماں اور پھوپھی کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

''آپ دونوں پریشان ہوں گی کہ یہ ہمارے ساتھ کون ہیں؟ میں ان کے نام بتانے لگا ہوں۔ ذرا غور سے سُنتی جائیے گا۔ یہ ازبل ہے۔ ان کے ساتھ مرسینہ، آگے جمارا اور پھر مشال ہے''۔ ان کے نام سنتے ہی عبدہ، زہران اور عبیرہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے آگے بڑھیں اور بڑے والہانہ انداز میں ان سے گلے ملنے لگی تھیں۔

جب گلے مل چکیں اور تعارف ہو چکا تب بڑے پیارے انداز میں مجد الدین نے عبیرہ کو مخاطب کیا۔

''عبیرہ میری بہن اب تم مل چکی ہو۔ اب وہ کام کرو جو تم نے اپنے ذمے لگا رکھا ہے''۔

عبیرہ نے بڑے پیارے انداز میں کندھے اچکائے اور کہنے لگی۔

''آج میں یہ کام نہیں کروں گی۔ آپ تینوں بھائی خود ہی کریں۔ آپ دیکھتے نہیں مہمان آئے ہیں''۔

شکایت آمیز لہجے میں مجد الدین کہنے لگا۔

''دیکھ عبیرہ تو پہلے خود ہی ہم تینوں کو گھوڑے اصطبل میں نہیں باندھنے دیا کرتی تھی۔ خود باندھتی تھی اور آج تم انکار کر رہی ہو''۔

عبیرہ مسکرا دی۔ کہنے لگی۔

''بھائی آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ مہمان آئے ہوئے ہیں اور ان کی موجودگی میں

آپ ضد کرتے ہیں آج آپ تینوں خود باندھ لیں۔ میں نہیں باندھوں گی''۔

عبیرہ اور مجد الدین کی اس گفتگو اور تکرار سے سب مسکرا رہے تھے پھر مرسینہ آگے بڑھی مجد الدین سے اس کے گھوڑے کی باگ لیتے ہوئے بولی۔

''آپ چھوڑیں میں گھوڑوں کو باندھتی ہوں۔ بھائی شمس الدین اور خطلخ آپ بھی چھوڑ دیں صرف یہ بتا دیں کہ اصطبل کدھر ہے؟''

اس موقع پر شمس الدین تڑپ کر آگے بڑھا مرسینہ سے کہنے لگا۔

''بہن ابھی میں شمس الدین زندہ ہوں۔ میرے ہوتے ہوئے تم یہ کام نہیں کر سکتی''۔

پھر شمس الدین تینوں گھوڑوں کو اصطبل کی طرف لے گیا تھا۔ باقی سب ہنستے مسکراتے نشست گاہ میں جا کر بیٹھ گئے تھے۔ تھوڑی دیر تک شمس الدین بھی گھوڑوں کو باندھ کر وہاں آ گیا۔ اس کے آنے کے بعد مجد الدین نے گفتگو کا سلسلہ شروع کیا اور اپنی ماں اور پھوپھی کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''اماں! اور پھوپھی! جو کچھ میں کہنے لگا ہوں وہ غور سے سُننا۔ ان چاروں کو میں اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں ان کی اپنی بھی خواہش تھی کہ یہ یہاں حلب میں رہیں۔ دراصل یہ الربا کا اپنا مکان بیچ کر مستقل طور پر یہاں رہائش رکھنا چاہتے ہیں۔ محترم سمرون اور کارلوس تو وہیں رہ گئے ہیں مکان بیچنے کے بعد وہ بھی یہاں آ جائیں گے''۔

عبدہ نے مجد الدین کو بات مکمل نہ کرنے دی۔ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔ ''بیٹا یہ تو بہت اچھا ہے۔ اس طرح یہ ہمارے قریب ہو جائیں گے اور ہم لوگ شادی کے بعد الربا کے چکر لگانے سے بھی بچ جائیں گے۔ اس طرح یوں جانو ساری بیٹیاں ہی میرے پاس میرے قریب رہیں گی''۔

عبدہ کے ان الفاظ سے مرسینہ، جمارا اور مشال کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ تھی۔ ازبل کے چہرے پر بھی دور دور تک خوشیاں کھیل رہی تھیں۔ قریب بیٹھی مجد الدین کی پھوپھی زہران بھی مسکرا رہی تھی۔ اس صورتحال میں مجد الدین نے عبیرہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''عبیرہ میری بہن! ہم سب لوگوں نے کھانا نہیں کھایا ہوا۔ بھوک بھی لگی ہے۔ اب

پتہ نہیں تم کھانا تیار کر کے دیتی ہو یا کھانا دینے سے بھی آج انکار کر دیتی ہو۔ گھوڑے باندھنے سے تو تم نے انکار کر دیا۔ اس پر سب کھلکھلا کر ہنس دیئے۔ عبیرہ اپنی جگہ سے اُٹھی بڑے پیارے انداز میں دو تین بار اس نے مجد الدین کے کندھے دبائے پھر کہنے لگی بھائی کیسی باتیں کرتے ہیں۔ کیا میں آپ کا کہا ٹال سکتی ہوں گھوڑے تو میں نے اس لئے نہیں باندھے کہ میں ان لوگوں کے ساتھ رہنا چاہتی تھی۔ آئندہ باندھ دیا کروں گی۔ دیکھو کیسے جلدی کھانا تیار کرتی ہوں''۔

اس موقع پر مرسینہ نے آگے بڑھ کر عبیرہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگی۔

''عبیرہ تم اکیلی کام نہیں کرو گی۔ اتنے ڈھیر سارے لوگوں کا کھانا تم اکیلے کس طرح تیار کرو گی۔ میں تمہارے ساتھ چلتی ہوں''

ساتھ ہی جمارا اور مشال کو بھی مرسینہ نے اشارہ کیا اور چاروں ہنسی خوشی نشست گاہ سے نکل گئی تھیں۔

ان تینوں کے جانے کے بعد عبدہ نے ازبل کو مخاطب کیا۔

''بہن! آپ لوگ کتنے بھائی بہن ہیں۔''

ازبل لحہ بھر کے لئے اداس ہو گئی پھر کہنے لگی

''ہم تین بہنیں تھیں بھائی کوئی نہیں تھا۔ میں اپنے شوہر کے ساتھ یروشلم آئی فرانس سے یروشلم آنے کا مقصد مقامات مقدسہ دیکھنا تھا۔ لیکن ان علاقوں میں آنے کے بعد صلیبیوں کا سلوک دیکھنے کے بعد دل شکنی ہوئی۔ لہٰذا ہم دونوں میاں بیوی اپنی بیٹی کے ساتھ مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ یروشلم سے نکل کر الربا آ گئے۔ یہاں اس وقت جوسلین کی حکومت تھی۔ وہ بھی فرانسیسی تھا۔ یہاں ہم مسلمانوں سے ملتے جلتے رہے۔ اسی میل جول میں اسلام سے آگاہی ہوئی اور ہم تینوں میاں بیوی اور بیٹی نے اسلام قبول کر لیا۔ میری دوسری بہن مرسینہ کی ماں تھی۔ وہ صلیبی لشکر میں۔ ازبل کو رُک جانا پڑا اس لئے کہ عبدہ بول پڑی۔

''آگے جو حالات ہیں وہ تم بے شک نہ بتاؤ اس لئے کہ مجد الدین مجھے بتا چکا ہے کہ مرسینہ اور مشال کے اہل خانہ سفر کر رہے تھے کہ ان دونوں کی ماں۔ ایک بہن اور دو بھائی مارے گئے اور یہ تینوں باپ بیٹیاں بچے۔ اور تمہارے پاس قیام کر لیا۔

یہ کہو کہ تمہاری تیسری بہن کہاں ہے؟ اور اس کے اہل خانہ کتنے ہیں''۔

لحہ بھر کے لئے ازبل اداس ہو گئی کہنے لگی۔

''ہم دونوں بہنوں کے شوہر بھی آپس میں بھائی ہیں۔ سمرون اور کارلوس ہماری تیسری بہن کی شادی بھی ہمارے ایک عزیز سے ہوئی تھی لیکن اس کی بدقسمتی کہ وہ ایک بچی کی پیدائش کے بعد دونوں میاں بیوی ایک حادثے میں مارے گئے۔ یا یوں جانو میری بہن کے میاں کے کچھ لوگوں سے عداوت تھی۔ انہوں نے دونوں میاں بیوی کو ہلاک کر دیا''۔

ازبل نے بڑے دُکھ کے اظہار میں پوچھ لیا۔

''اور تمہاری اس تیسری بہن کی جو تم کہہ رہی ہو بیٹی ہوئی تھی وہ کدھر گئی؟''

ازبل نے پھر کچھ سوچا اور کہنے لگی۔

''وہ مشال ہے''۔

اس انکشاف پر سب چونک سے پڑے تھے۔ پھر ازبل نے کسی قدر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھ لیا۔

''تو کیا تمہارا مطلب ہے کہ مشال مرسینہ کی سگی بہن نہیں''۔

ازبل نے نفی میں سر ہلایا اور کہنے لگی۔

''دونوں ایک دوسرے کو سگی بہنیں ہی سمجھتی ہیں لیکن حقیقت میں سگی بہنیں نہیں جس طرح جمارا ان دونوں کی خالہ زاد ہے۔ اسی طرح مرسینہ اور جمارا کی مشال بھی خالہ زاد ہے۔ چونکہ بچپن ہی میں جب یہ چھوٹی سی تھی تو اس کے ماں باپ مر چکے تھے۔ میری بہن اور کارلوس نے اس کی پرورش کی۔ جب یہ بڑی ہوئی تو مرسینہ نے اسے سنبھال لیا۔ یوں جانو اس کی دیکھ بھال اس کی پرداخت کرنے والی مرسینہ ہے اور وہ جنون کی حد تک پیار اور محبت کرتی ہے۔ مرسینہ کو اگر کانٹا بھی چبھ جائے تو مشال یوں محسوس کرتی ہے جیسے اسے کسی نے تلوار سے ذبح کر دیا ہو۔

دونوں کے پیار اور محبت کی یہ حد ہے کہ جوان ہو چکی ہیں لیکن اب بھی دونوں بہنیں اکٹھی سوتی ہیں''۔

اس موقع پر عبدہ نے کچھ سوچا پھر شمس الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"شمس الدین میرے بیٹے ذرا عبیرہ کو بلا کر لاؤ۔"

شمس الدین فوراً اُٹھ گیا۔ باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد لوٹا اس کے ساتھ عبیرہ تھی۔ عبدہ کی طرف دیکھ کر کہنے لگی۔

"ماں! آپ نے مجھے بلایا"۔

عبدہ نے بڑے پیار سے عبیرہ کو مخاطب کیا۔

"میری بچی! ازبل سفر سے آئی ہے تھکی ہاری ہے۔ اسے اپنے ساتھ لے کر جاؤ اس کا منہ ہاتھ دھلواؤ پھر کھانا تیار ہو جائے گا اور اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں"۔

ازبل چپ چاپ اُٹھ کھڑی ہوئی اور عبیرہ اسے اپنے ساتھ لے گئی۔

مجدالدین نے اس موقع کو غنیمت جانا جب ازبل اور عبیرہ اس کمرے سے نکل گئیں تب وہ اپنی ماں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اماں! اب جبکہ ازبل، مرسینہ، جمارا اور مشال یہاں نہیں ہیں۔ آپ ہیں پھوپھی ہے۔ شمس الدین اور خطلخ بھی ہے۔ تو میں آپ اور پھوپھی کے ساتھ ایک انتہائی اہم موضوع پر بات کرنا چاہتا ہوں اس سلسلے میں ـــ پہلے دونوں بھائیوں سے مشورہ کر چکا ہوں اور انہوں نے میری تجویز سے اتفاق کیا ہے۔

ماں! معاملہ کچھ یوں ہے کہ۔ سمرون اور کارلوس اپنی بیٹیوں اور ازبل کے ساتھ سب کچھ وہاں بیچ باچ کر یہاں رہنا چاہتے ہیں یہ میں پہلے بھی آپ کو بتا چکا ہوں اور یہاں وہ کوئی مکان خریدنا چاہتے ہیں۔ مجھے کہا تھا کہ میں کوئی مکان ان کی آمد سے پہلے تلاش کر کے رکھوں۔

لیکن ماں! ہم تینوں بھائیوں نے مشورہ کیا تھا کہ ہمارے پاس اتنا وسیع احاطہ ہے اپنے بڑے وسیع احاطے میں اگر ہم تیسرا مکان بنالیں تو ماں میرے خیال میں ہمارے اس بڑے احاطے پر فرق تو کوئی نہیں پڑے گا۔ لیکن ماں یہ سب کچھ تمہاری اور پھوپھی کی اجازت کے بنا نہیں ہو سکتا"۔

مجدالدین جب خاموش ہو گیا تو اس کی پھوپھی زہران تو مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ تاہم عبدہ تھوڑی دیر تک تیز نگاہوں سے اسے گھورتی رہی کہنے لگی۔

"مجدالدین لگتا ہے تم کچھ تبدیل ہوتے جا رہے ہو۔ بیٹے! ذرا اپنے ماضی پر نگاہ دوڑاؤ۔ تم نے کوئی کام کرنے کا ارادہ کیا ہو تو اس نے یا تمہاری پھوپھی نے انکار کیا ہو۔ پھر آج تم نے یہ ہم سے پوچھ کر کوئی قدم اُٹھانے کا کیسے سوچ لیا۔ بیٹے! میں جانتی ہوں تم کوئی غلط قدم نہیں اُٹھاؤ گے، اگر تم ان کے لئے اپنے احاطے میں مکان بنوانا چاہتے ہو تو بیٹے مجھے اور تمہاری پھوپھی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ بلکہ ہم دونوں خوش ہوں گی۔ کہ وہ بھی ہمارے قریب بلکہ ہمارے درمیان رہیں گے"۔

مجدالدین نے بڑے پیارے انداز میں اپنا سر عبدہ کے کندھے پر رکھ دیا پھر کہنے لگا۔

"نہیں ماں! معاملہ ایسا تھا کہ اس سلسلے میں مجھے تمہاری اور پھوپھی کی اجازت کی ضرورت تھی۔ سو میں نے مانگی۔ میں آپ دونوں کا شکر گزار ہوں کہ آپ دونوں ہم تینوں بھائیوں کی تجویز سے اتفاق کر رہی ہیں"۔

مجدالدین کی اس گفتگو کے جواب میں عبدہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ شمس الدین بول اُٹھا۔

"ماں اس موقع پر میں بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں"۔

عبدہ کی بجائے اس کی پھوپھی زہران بول پڑی۔

"تم بھی کہہ لو بیٹے۔ کیا کہنا چاہتے ہو۔ ہم تو تم سب کی باتیں سن سن کر ہی جی رہے ہیں"۔

اس پر شمس الدین مسکراتے ہوئے بول پڑا۔

"ماں اور پھوپھی۔ دونوں یہ بتاؤ کہ یہ مرسینہ اور جمارا آپ کو کیسی لگیں"۔

شمس الدین کے اس سوال پر زہران اور عبدہ کھلکھلا کر ہنس دی تھیں۔ پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے عبدہ کہنے لگی۔

"ان دونوں کا جو نین نقشہ میں نے اپنے ذہن میں بنا رکھا تھا خدا کی قسم یہ اس سے کہیں زیادہ خوبصورت اور پرکشش نکلیں۔ میں انتہا درجہ کی خوش قسمت ہوں کہ مجھے ایسی بیٹیاں نصیب ہو رہی ہیں"۔

عبدہ جب خاموش ہوئی تو مجد دالدین، شمس الدین اور خطلخ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میں آج رات تم دونوں بھائیوں کو ایک نقشہ بنا دوں گا۔ جس کے مطابق مکان تعمیر کرنا ہے۔ کل صبح سے تم دونوں بھائی حرکت میں آؤ گے پہلے مزدوروں کو لگا کر دو تین دن میں بنیادوں کی کھدائی کرالو۔ اس کے بعد اکٹھے چار پانچ معمار اور راج لگا کر جس قدر جلد ممکن ہو۔ مکان کی تعمیر مکمل کر لینا۔

اگر اس دوران سلطان کسی مہم پر نہ نکلے تو میں اپنی موجودگی میں سارا کام مکمل کرا لوں گا اور اگر لشکر نے کسی مہم پر کوچ کیا تو خطلخ لشکر میں شامل ہوں گے شمس الدین تم یہیں رہو گے تمہارے متعلق میں سلطان کو مطمئن کر دوں گا''۔

مجد دالدین کی اس گفتگو کے جواب میں شمس الدین اور خطلخ نے اثبات میں سر ہلا دیئے تھے اس موقع پر عبدہ اُٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی۔

''میں دیکھوں لڑکیاں مطبخ میں کیا کر رہی ہیں''۔

اس کے ساتھ ہی زہران بھی اُٹھ گئی دونوں باہر نکل گئی تھیں۔

جب وہ دونوں مطبخ میں داخل ہوئیں تو انہوں نے دیکھا مرسینہ، عبیرہ، جمارا اور مثال چاروں کام میں مصروف تھیں۔ ازبل بھی وہیں تھی۔ عبدہ آگے بڑھی اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''بچیو! کوئی کام ہمارے کرنے کا بھی ہو تو بتاؤ''۔

اس پر سب چونک سی پڑیں سب سے پہلے مرسینہ، عبدہ اور زہران کے قریب آئی اور بڑے پیار اور بڑی ارادتمندی میں ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''جب ہم چاروں لگی ہوئی ہیں تو آپ کو زحمت کرنے کی کیا ضرورت ہے''۔

عبدہ نے بڑے پیار اور شفقت میں مرسینہ کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہنے لگی۔

''میری بیٹی سدا خوش رہو۔ ایک بات یاد رکھنا میرے جس بیٹے کا تم نے انتخاب کیا ہے وہ تمہیں بہت خوش اور آسودہ رکھے گا''۔

مرسینہ مسکرا دی کہنے لگی۔

''اگر آپ برا نہ مانیں تو آج کے بعد میں آپ دونوں کو ماں کہہ کر مخاطب کر لیا کروں؟ اس لئے کہ میری اور مثال دونوں کی ماں مر چکی ہے۔ اب آپ ہی ہماری مائیں ہیں''۔

عبدہ نے فرط جذبات میں مرسینہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا اس کی پیشانی چومی۔ قریب ہی کھڑی مثال کو بھی بازو سے پکڑ کر قریب بلایا اُسے بھی اپنے گلے سے لگا کر پیار کیا پھر کہنے لگی۔

''تم دونوں آج سے مجھے اور زہران دونوں کو ماں کہہ کر مخاطب کرو گی اور ہم دونوں حقیقی معنوں میں تم دونوں کی مائیں ثابت ہوں گی''۔

عبدہ کے ان الفاظ سے مرسینہ اور مثال خوش ہو گئی تھیں۔ پھر مرسینہ کہنے لگی۔

''آپ تینوں نشست گاہ میں جا کر بیٹھیں۔ بس کھانا تیار ہونے والا ہے۔ ابھی تھوڑی دیر تک لے کے آتی ہیں''۔

ازبل عبدہ اور زہران دونوں نشست گاہ میں چلی گئی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد عبیرہ، مرسینہ، جمارا اور مثال نے وہاں کھانا لگا دیا۔ سب اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھانے لگے تھے۔ دوسرے روز مجد د، شمس الدین اور خطلخ نے اپنی نگرانی میں بڑی تیزی سے مکان کی تعمیر کی ابتداء کر دی تھی۔

☆

مجدالدین ایک روز اپنے گھوڑے کی باگ تھامے حویلی میں داخل ہوا اس وقت دائیں جانب جو نیا مکان تعمیر ہو رہا تھا اس کی نگرانی شمس الدین اور خطلخ دونوں کر رہے تھے۔ جونہی انہوں نے، مجدالدین کو حویلی میں داخل ہوتے دیکھا وہ اس کی طرف بڑھے۔ صحن کے وسط میں آ کے مجدالدین رک گیا وہ دونوں جب قریب آئے تو مجدالدین نے ان دونوں کو مخاطب کیا۔

''دیکھو! میں تھوڑی دیر تک لشکر کے ساتھ کوچ کر رہا ہوں، شمس الدین میرے بھائی تم یہیں رہو گے خطلخ میرے ساتھ جائے گا''۔

اس پر شمس الدین فوراً بول پڑا۔

''بھائی مکان کی تعمیر کا کام تو تقریباً ختم ہی ہو چکا ہے۔ چھت پڑ چکی ہے۔ کیا میں بھی''۔

مجدالدین نے اس کی بات کاٹ دی کہنے لگا۔

میں نے کہا نا تم گھر پر رہو۔ سلطان سے میں نے کہہ دیا ہے۔ میرے ساتھ خطلخ جائے گا۔ مکان کا ابھی بہت کام ہے۔ اسی طرح فرش کچے کے کچے ہیں۔ یہ سارا کام تمہاری نگرانی میں ہونا چاہیے پھر کسی ارادتمند کی طرح آگے بڑھ کر شمس الدین نے مجدالدین سے اس کے گھوڑے کی باگ لے لی اور اسے اصطبل کی طرف لے گیا۔

مجدالدین اور خطلخ دونوں وہاں کھڑے رہے جب وہ گھوڑے کو باندھ کر آیا تب تینوں سکونتی حصے میں داخل ہوئے اس وقت سب لوگ نشست گاہ میں بیٹھے تھے۔ وہ تینوں بھی نشست گاہ میں داخل ہوئے پھر مجدالدین نے اپنی ماں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''مادر محترم! میں تھوڑی دیر تک یہاں سے کوچ کروں گا۔ شمس الدین یہیں آپ

لوگوں کے پاس رہے گا۔ خطلخ میرے ساتھ جائے گا''۔

مجدالدین کے ان الفاظ پر سب سے زیادہ پریشان اور فکر مند مرسینہ ہوئی تھی۔ دوسرے لوگ بھی عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ عبدہ بول پڑی۔

''بیٹے! اب کون سی مہم آن پڑی ہے''؟

اس پر مجدالدین بول اُٹھا۔

''ماں! جوسلین کا خاتمہ تو کر دیا گیا ہے۔ لیکن ابھی بے شمار قوتیں ہیں جو سلطان اور مسلمانوں کے خلاف سر اٹھا رہی ہیں۔ اب سلطان صلیبیوں کی روز روز کی بغاوت، سرکشی اور حملوں سے تنگ آ کر ان کے خلاف جنگوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کرنے کا ارادہ کر چکا ہے۔ جوسلین کی ناکامی کے بعد جو لشکری شکست کھا کے بھاگے تھے۔ وہ جلدک نام کے قلعے میں جمع ہو رہے ہیں اور مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ جلدک کے قریب ہی دلو نام کا ایک قلعہ ہے۔ وہاں بھی صلیبی جمع ہو رہے ہیں۔ اس کے علاوہ جوسلین کے مرکزی شہر تل باشر میں یورپ سے آنے والے صلیبیوں کے علاوہ مقامی صلیبی بھی اپنی طاقت اور قوت کو مجتمع کر رہے ہیں۔ مادر محترم! یہ تین محاذ تو ہیں اس کے علاوہ ایک اور بدقسمتی کا محاذ بھی کھل رہا ہے اور وہ یہ کہ۔

دمشق کا مسلمان حکمران مجیر الدین ان دنوں انتہائی غیر ذمہ داری کا۔ مظاہرہ کر رہا ہے۔ گذشتہ دنوں میں جو سلطان نے دمشق پر حملہ آور ہو کر اسے زیر کیا تھا اور اس سے معاہدہ کیا تھا وہ اس معاہدے سے پھر گیا ہے اور سلطان کے خلاف وہ صلیبیوں کے ساتھ مل کر ساز باز کرنے میں مصروف ہو گیا ہے۔ ہمارے وقائع نگاروں نے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ مختلف شہروں کے صلیبی اس کے ساتھ رابطہ کر رہے ہیں۔ اور اس کی قوت کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنے کا ارادہ کیے ہوئے ہیں۔

ماں فی الحال تو یہی مہمات ہیں جن کی طرف ہم نے نکلنا ہے لیکن اب سلطان ہر مخالف قوت، اور ہر دشمن کو چین سے بیٹھنے نہیں دیں گے۔ لگاتار ان کے خلاف ترکتاز کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کریں گے۔

ماں! میں اپنے ساتھ صرف خطلنخ کو لے کر جا رہا ہوں۔ شمس الدین یہیں آپ لوگوں کے پاس رہے گا۔ نیا مکان جو بن رہا ہے۔ اس کی تعمیر کا بہت سا کام ابھی باقی ہے۔ وہ شمس الدین اپنی نگرانی میں کرائے گا"۔

یہاں تک کہنے کے بعد مجددالدین تھوڑی دیر کے لئے رُکا کچھ سوچا پھر وہ ازبل کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"خالہ! یہ جو مکان بن رہا ہے اس کے سلسلے میں صرف میں نے اپنی ماں۔ پھوپھی شمس الدین اور خطلنخ کو اعتماد میں لیا تھا۔ اس کے متعلق آپ سے مرسینہ، جمارا اور مشال، عبیرہ سے کسی قسم کا اظہار نہیں کیا تھا۔

یہ مکان دراصل میں آپ لوگوں کے لئے بنوا رہا ہوں آپ جانتی ہیں کہ الربا میں جو گفتگو ہوتی تھی اس میں فیصلہ یہ ہوا تھا کہ آپ لوگ علیحدہ مکان میں رہیں گے یہ باتیں میں اس لئے بتا رہا ہوں کہ میں جا رہا ہوں ہو سکتا ہے میری غیر موجودگی میں محترم سمرون اور کارلوس، الربا کے مکان کو بیچ کر یہاں آ جائیں۔ اگر وہ میری موجودگی میں آ جاتے تو پھر تو میں خود ہی ان سے بات کر لیتا۔

اب آپ سے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ میری اور خطلنخ کی غیر موجودگی میں اگر وہ دونوں بھائی الربا کا مکان بیچ کر یہاں آتے ہیں تو ان سے یہ کہنا ہے کہ یہ جو نیا مکان بنا ہے اس میں انہوں نے رہائش رکھنی ہے۔ نہ کہیں جانا ہے۔ نہ نیا مکان خریدنا ہے۔ اور اگر وہ بضد ہوں تو ان سے صاف کہہ دینا اگر انہوں نے اس مکان کو چھوڑ کر کہیں اور مکان خرید کر رہنے کی کوشش کی تو اس میں میری ناراضی ہو گی۔

آپ دیکھیں ہمارے پاس کتنا بڑا وسیع احاطہ ہے۔ ہمارا مکان ہے۔ پھوپھی کا مکان ہے۔ آپ کے حصے کا یہاں مکان بن جانے کے باوجود بھی کتنی کھلی جگہ بچتی ہے۔ اور پھر جو دائیں جانب باغیچہ ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔ جن مہمات پر لشکر نکل رہا ہے۔ ہو سکتا ہے اس میں مجھے کئی ہفتے باہر رہنا پڑے۔ اور میری غیر موجودگی میں اگر وہ دونوں بھائی یہاں آ جائیں تو آپ لوگوں نے انہیں آمادہ کرنا ہے کہ وہ اپنی رہائش اسی نئے مکان میں رکھیں"۔

پھر مجددالدین ذرا رُکا۔ خطلنخ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"خطلنخ تم اپنی تیاری کرو۔ میں تو کوچ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اُٹھو"۔

خطلنخ فوراً اٹھا اور نشست گاہ سے نکل کر چلا گیا تھا۔ اس موقع پر ازبل نے مجددالدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"بیٹے! یہ جو تم اپنے پاس سے مکان کے لئے خرچ کر رہے ہو۔ میرے بیٹے یہ اچھا نہیں ہے۔ اگر یہاں مکان بنوانا ہی تھا تو پھر وہ دونوں بھائی خود آ کر اپنے خرچے پر مکان بنواتے۔ پھر"۔

مجددالدین نے ازبل کی بات کاٹ دی کہنے لگا۔

"خالہ! وہ دونوں بھائی آ کر مکان بنوائیں یا ہم تینوں بھائی۔ بات ایک ہی ہے۔ اب ہمارے دونوں گھرانوں کے رشتے ایسے ہیں کہ میں اور تو کی تقسیم بے کار ہے۔ بہرحال آپ کے علاوہ اس موقع پر میں مرسینہ، مشال اور جمارا پر بھی زور دوں گا کہ جب وہ دونوں بھائی آئیں تو یہ بھی انہیں پوری طرح قائل کریں کہ کہیں اور نہیں رہنا۔ اسی نئے مکان میں قیام کرنا ہے"۔

مجددالدین جب خاموش ہوا تو دھیمے سے لہجے میں مسکراتے ہوئے مرسینہ بول پڑی۔

"آپ فکر نہ کریں۔ جب ان دونوں بھائیوں کو خبر ہوئی کہ وہ کہیں اور رہتے ہیں تو اس میں آپ کی ناراضی ہے تو یاد رکھیے گا وہ کسی بھی صورت آپ کو ناراض کر کے کہیں اور جانا پسند نہیں کریں گے"۔

مرسینہ کے ان الفاظ پر سب مسکرا دیئے تھے۔ اتنی دیر تک خطلنخ بھی جنگی لباس پہن کر آ گیا۔ اسے دیکھتے ہی مجددالدین بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔ پھر عبیرہ اپنی جگہ سے اُٹھی نشست گاہ کے دروازے پر آئی جہاں خطلنخ کھڑا تھا اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"آپ اندر جائیں میں قرآن مقدس لے کر آتی ہوں"۔

خطلنخ اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد عبیرہ لوٹی جب وہ واپس آئی تو عبدہ اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ سب نشست گاہ سے باہر نکلے۔ اصطبل میں جا کر پہلے خطلنخ نے اپنے گھوڑے پر زین ڈالی پھر دونوں بھائی گھوڑوں کی باگیں پکڑے صدر دروازے پر آئے وہاں پہلے سے عبدہ

قرآن مقدس بلند کئے کھڑی تھی۔ وہ نیچے سے گزرے۔ صدر دروازے کے باہر کھڑے ہوئے۔ اس موقع پر مرسینہ عجیب سے انداز میں مجد الدین کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر دور دور تک ویرانیاں اور آنکھوں میں سنسانیاں رقص کر رہی تھیں۔

مجد الدین نے ایک بھرپور نگاہ اس پر ڈالی۔ اس نے جب دیکھا کہ مجد الدین اس کی طرف دیکھ رہا ہے تب اس نے دایاں ہاتھ تھوڑا اوپر کھڑا کر کے اسے الوداع کہا۔ اس کے بعد مجد الدین اور حطلخ اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ اور انہیں ایڑ لگاتے ہوئے وہاں سے چلے گئے تھے۔

O

اس بار سلطان نور الدین نے جوسلین کے علاقوں میں ایک طوفانی یلغار کی گو جوسلین کی مدد کے لئے بہت سے صلیبی اس کے علاقوں کی طرف آئے تھے لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے ہی سلطان نے جوسلین کو شکست دے کر اسے گرفتار کر کے زندان میں ڈال دیا تھا۔ اب یہ صلیبی سلطان سے انتقام لینے کے لئے مختلف قلعوں میں جمع ہوئے تھے۔

ان میں سب سے بڑا قلعہ جلاس تھا۔ جلاس کا رخ کرنے سے پہلے سلطان نے آس پاس کے چھوٹے چھوٹے قلعوں اور ان قصبوں کو اپنا نشانہ بنانے کا تہیہ کیا۔ جہاں صلیبی جمع ہو رہے تھے۔ پھر ایک طوفانی یلغار میں سلطان نے صلیبیوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے ان سے قورس، تل خالد، کفر سوہب، راوندن، مرعش، داوندان، بزج امر صاص، عین تاب اور حصن البارہ کے قلعے بڑی تیزی سے چھین لئے تھے۔ اور ان قلعوں پر قبضہ کرنے کے بعد سلطان نے پھر لشکر کے ساتھ صلیبیوں کے بڑے گڑھ جلدک کا رخ کیا تھا۔

جلدک میں اس وقت بے شمار صلیبی مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے جمع ہو چکے تھے ان میں مقامی صلیبیوں کے علاوہ یورپ کے صلیبی بھی شامل تھے اور پھر ان کی مدد کے لئے ارض شام کے مختلف علاقوں سے بھی۔ نصرانیوں کی ایک کثیر تعداد پہنچ چکی تھی اور پہنچ رہی تھی۔

اس قلعے کی فصیل انتہا درجہ کی مضبوط تھی۔ اور قلعے کی حفاظت کے لئے صلیبیوں نے

بڑے عمدہ انتظامات کر رکھے تھے۔

سلطان نور الدین نے جب قلعہ کا محاصرہ کیا تو جلدک کے صلیبیوں نے ان مسلمانوں پر سنگ باری شروع کی جو قلعہ کے نزدیک آ کر حملہ کی تیاری کر رہے تھے۔

یہ صورتحال دیکھ کر سلطان پیچھے ہٹ گیا اور اس نے قلعے پر سنگ باری کرنے کے لئے منجنیقیں نصب کرا دی تھیں۔

سلطان کو جلدک کے صلیبیوں پر بڑا غصہ تھا۔ لہٰذا اس نے منجنیقوں کے ذریعے اس قدر تیز اور سخت سنگ باری کرائی کہ جلدک کی مضبوط اور مستحکم فصیل کا ایک حصہ ٹوٹ گرا۔ فصیل کا ایک بڑا حصہ گرنا تھا کہ جلدک کے اندر خونی طوفان اُٹھ کھڑا ہوا۔ سب سے پہلے سلطان نور الدین اپنے قلب لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا اور وہ جلدک میں اس طرح داخل ہوا جس طرح اندھیروں کی گھات میں انوار کے سیل رواں اور رفقائے قلب و جان میں آتشیں بگولوں کی موجیں گھس آتی ہیں۔

دائیں جانب سے شیر کوہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ زندگی کی بالکونی میں گھس جانے والے ریت کے بے روگ بگولوں کی طرح داخل ہو گیا تھا۔ جب کہ بائیں طرف سے مجد الدین اپنے حصے کی کمان داری کرتے ہوئے تیرگی کے صحرا میں دھوپ کی تمازت اور کرب کی منہ زور ژالہ باری کی طرح گھسا تھا۔

جلدک کے اندر جو صلیبیوں کا لشکر تھا انہوں نے ایک بار مسلمانوں پر بھرپور حملہ کرتے ہوئے اپنی طرف سے انتہائی کوشش کی کہ مسلمانوں کو جلدک سے نکال باہر کریں لیکن ان کی کوئی کوشش بار آور ثابت نہ ہوئی اس لئے کہ سلطان نور الدین زنگی، شیر کوہ اور مجد الدین اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ۔ صلیبیوں پر اس طرح ٹوٹ پڑے تھے۔ جس طرح تشنگیوں میں سمٹے انجانے سرکش جذبے اپنا رنگ دکھاتے ہیں اور جس طرح ٹھوکروں کو زندگی کا مقدر بنا کر ناپید کرنے والے غیر فانی جذبے اپنے کلام کی ابتداء کرتے ہیں۔

تھوڑی دیر تک جلدک کے اندر گھمسان کا رن پڑا۔ جلدک کو صلیبی ناقابل تسخیر خیال کرتے تھے اور یہ گمان کرتے تھے کہ مسلمان اس پر قبضہ نہیں کر سکیں گے۔ لیکن اب مسلمانوں کے تیز اور جان لیوا حملوں کے سامنے بڑی تیزی سے ان کی حالت پاتال سے نکلتے اندھے

اندھیروں اور رائیگاں ہوتی جدوجہد، تذبذب، ہچکچاہٹ، کشمکش کا شکار خاموشی کے لمحوں اور دل گرفتگی نڈھال اور افسردہ ہو جانے والی خواہشوں کے منہ زور سمندر سے بھی بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔ پھر جلدک کے اندر مسلمانوں کے ہاتھوں صلیبیوں کو بدترین شکست ہوئی ان میں سے کچھ مارے گئے سباتی شہر پناہ کے دوسرے دروازوں سے نکل کر ایک قریبی قلعہ دلوکا، کی طرف چلے جانے میں کامیاب ہو گئے۔

لیکن سلطان نورالدین زنگی انہیں اس طرح چھوڑنے اور بھاگ نکلنے میں کامیاب نہ ہونے دینا چاہتا تھا۔ جلدک پر اپنا قبضہ مستحکم کرنے اور وہاں انتظامی امور کو درست کرنے کے بعد سلطان اپنے لشکر کے ساتھ نکلا اور دلوکا کے قلعے کا رخ کیا۔

جس طرح سختی کے ساتھ سلطان نے جلدک کا محاصرہ کیا اس طرح دلوکا کا محاصرہ بھی کر لیا گیا۔ یہ قلعہ زیادہ دیر تک مسلمانوں کے سامنے اپنی مدافعت نہ کر سکا اور سلطان اسے بھی فتح کرنے میں کامیاب ہو گیا اور قلعے پر مسلمانوں نے اپنا پرچم نصب کرا دیا تھا۔

سلطان نورالدین کی ان لگاتار فتوحات نے صلیبیوں کی ہمت پست کر کے رکھ دی تھی اور سلطان نورالدین زنگی کا نام سنتے ہی وہ کانپتے تھرتھرانے لگے تھے۔ دوسری طرف مسلمانوں نے بھی یہ جان لیا تھا کہ سلطان نورالدین صلیبیوں کے مقابلے میں مسلمانوں کے لئے رحمت و فتح مندی کا ایک فرخ ستارہ ہے۔

جلدک اور دلوکا دونوں قلعوں اور شہروں کو فتح کرنے کے بعد سلطان نے اپنے لشکر کا رخ تل باشر کی طرف کیا۔ کبھی الرہا جوسلین کا مرکزی شہر ہوا کرتا تھا لیکن جب اس سے وہ شہر چھین لیا گیا تو اس نے تباشر کو اپنی طاقت وقوت اور حکومت کا مرکز بنا لیا تھا۔ یہیں سے نکل کر وہ سلطان نورالدین زنگی کے مقابلے پر گیا تھا۔ شکست ہوئی تھی اور وہ گرفتار ہو گیا تھا۔

دلوکا سے نکل کر جب سلطان نورالدین زنگی تباشر کے پاس آیا اور وہاں اس نے شہر کے باہر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تب تباشر کے صلیبی بڑے پریشان ہوئے ان کے پاس خبریں پہنچ چکی تھیں کہ سلطان جلدک اور دلوکا کو فتح کرنے کے بعد ان کی طرف آیا ہے اور یہ کہ اس سے پہلے اس نے صلیبیوں کے بہت سے چھوٹے بڑے قلعے ان سے چھین لئے ہیں اور اب وہ کسی بھی صورت تباشر کے صلیبیوں کو معاف نہیں کرے گا۔

یہ صورتحال تباشر کے مکینوں کے لئے بڑی تکلیف دہ تھی۔ وہ یہ بھی جان چکے تھے کہ ان کے حکمران جوسلین کو سلطان نے بدترین شکست دینے کے بعد زندان میں ڈال دیا ہے۔ وہ اس بات کو بھی تسلیم کرتے تھے کہ وہ سلطان نورالدین زنگی کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رکھتے۔ لہٰذا جونہی سلطان نے تباشر کے باہر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تب تباشر کے سرکردہ لوگوں نے شہر کے اندر ایک مجلس مشاورت منعقد کی۔ جس میں کافی بحث و تمحیص کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ سلطان نورالدین زنگی کا مقابلہ کرنے یا اس سے ٹکرانے کی بجائے اس کی اطاعت قبول کر لی جائے۔ اسی میں تباشر کے لوگوں کی بہتری اور بھلائی ہو گی۔

کچھ لوگوں نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ اگر تباشر کے صلیبیوں نے سلطان نورالدین زنگی سے ٹکرانے کی کوشش کی تو تباشر کی ساری قوت کو سلطان پاش پاش کر کے رکھ دے گا۔ چنانچہ تباشر کے لوگوں نے اپنے کچھ سرکردہ آدمیوں کو سفیر بنا کر سلطان کی خدمت میں شرائط طے کرنے کے لئے بھیجا۔

چونکہ تباشر کے لوگوں نے لڑے بغیر سلطان کی اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار کر لیا تھا اس لئے رحمدل سلطان نے ان کے ساتھ انتہائی نرمی اور فراخدلی کا برتاؤ کیا اور تھوڑا سا برائے نام جزیہ ان پر عائد کر کے ان لوگوں کو جان و مال کی حفاظت کی ضمانت دی۔ بلکہ ان کو عام شہریوں جیسے حقوق شہریت بھی عطا کئے۔

مسلمان مورخین کے علاوہ مغربی مورخین بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ سلطان نورالدین زنگی کا سلوک تباشر کے لوگوں کے اطاعت قبول کرنے کے بعد انتہائی فراخ دلانہ اور رحم دلانہ تھا۔ اس نے صلیبیوں اور مسلمانوں کے اندر صرف اتنا فرق رکھا کہ مسلمانوں سے عسکری خدمت لی جاتی تھی اور وہ خراج سے مستثنیٰ تھے۔ جبکہ صلیبیوں سے معمولی جزیہ لیا جاتا اور ان کو عسکری خدمت سے مستثنیٰ کر دیا جاتا تھا۔

تباشر کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنانے کے بعد سلطان نورالدین زنگی نے چند روز اپنے لشکر کے ساتھ وہاں قیام کئے رکھا۔ اس کے بعد اس نے اپنی توجہ دمشق کے حکمران مجیرالدین کی طرف مبذول کی۔

مجیرالدین نے ماضی میں چند شرائط کے ساتھ سلطان نورالدین سے صلح کی تھی لیکن

بدقسمت مجیرالدین اپنے عہد و پیمان اور شرائط سے پھر گیا اس کے خلاف سلطان نورالد[ین] سب سے زیادہ گلہ اور شکوہ یہ تھا کہ جب کبھی بھی وہ صلیبیوں کی سرکوبی کے لئے نکلا کسی بھی مو[قع] پر مجیرالدین نے صلیبیوں کے خلاف کوئی لشکر بھیج کر اس کی مدد نہیں کی۔ ساتھ ہی سلطان کو ا[س] کے وقائع نگار یہ بھی خبریں دے رہے تھے کہ سلطان کے خلاف مجیرالدین، صلیبی اور نص[رانی] امراء سے ساز باز کرتا رہا تھا۔

سلطان نورالدین زنگی بڑی تیزی سے منزل پر منزل مارتا ہوا اپنے لشکر کے سا[تھ] مضافات دمشق میں پہنچا اور وہاں اپنے لشکر کے ساتھ پنجہ زن ہوا۔

مجیرالدین یہ خیال کر بیٹھا تھا کہ اس کے پاس بڑی طاقت اور قوت ہے۔ اور سلطان نورالدین کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ لہٰذا اس نے سلطان نورالدین سے جنگ کرنے کی ٹھا[ن] لی تھی۔ جس روز سلطان نورالدین زنگی نے دمشق کے نواح میں پڑاؤ کیا تھا۔ اسی روز اس[کے] مخبروں نے اطلاع کر دی تھی کہ اگلے روز مجیرالدین شہر سے باہر نکل کر سلطان سے ٹکرانے [کی] کوشش کرے گا۔

رات کے وقت سلطان نے ایک بہت بڑا قدم اُٹھایا۔ اس نے مجدالدین کو ا[یک] حصے کے لشکر کے ساتھ دمشق کے مغرب میں ایک کوہستانی درے میں گھات لگانے کے لئے [بھیج] دیا تھا۔ اسی طرح شیرکوہ بھی اس لشکر کے ساتھ جو اس کی کمانداری میں تھا اسی کوہستانی سلسلے [کے] اندر مجدالدین سے ذرا ہٹ کر بیٹھ گیا تھا۔

اگلے روز مجیرالدین ایک بہت بڑے لشکر اور خوب ساز و سامان کے ساتھ۔ سلطا[ن] نورالدین زنگی کا مقابلہ کرنے کے لئے شہر سے نکلا۔ جس وقت وہ سلطان کے ساتھ ٹکرایا [اور] جنگ کی ابتداء ہوئی۔ ابھی تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ مجدالدین اپنی گھات سے نکلا اور د[شمن کے] لشکر پر وہ اپنے ارادوں کا مطیع بنا کر درماندہ و فرماندہ۔ کر دینے والی غیر فانی جذبوں کی سر[کش] آندھی اور اپنی ضرورت کا اسیر بنا کر مجروح و حرماں نصیب کر دینے والے وقت کے بدتر[ین] سیلاب کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

مجدالدین کے پیچھے ہی پیچھے شیرکوہ نے بھی اپنے کام کی ابتداء کی اور وہ [بھی] مجیرالدین کے لشکر پر خون اور اشکوں میں نہلا دینے والے درد و کرب کے باب۔ زمین کو لرزا [دینے والے]

اندام کر دینے والے ابلتے بحر کے انقلاب اور وسوسات و بدگمانیاں پھیلا دینے والے طلسم کی کہانیوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔ لمحوں کے اندر سلطان نورالدین زنگی۔ شیرکوہ اور مجدالدین کے ہر طرف حملوں کے سامنے مجیرالدین اور اس کے لشکر کی حالت بے ثمر ریاضت دل آشوب منظر اور تاریکی کے لبادوں جیسی ہونی شروع ہو گئی تھی۔ پھر شکست اُٹھا کر مجیرالدین اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں محصور ہونے کے لئے بھاگا۔ سلطان نے زیادہ دیر تعاقب کر کے مسلمانوں کو نقصان نہیں پہنچایا۔ بلکہ مجیرالدین کو دمشق کے شہر میں اپنے لشکر کے ساتھ محصور ہو جانے کا موقع فراہم کر دیا۔

سلطان نورالدین زنگی نے مجیرالدین کو پیغام بھجوایا۔

"مجیرالدین میں۔ اللہ کے فضل و کرم اور اس کی مہربانی سے مسلمان ہوں اور ہزاروں مسلمانوں کی جانوں کا امین اور امانت دار ہوں۔ میں تمہارے سمیت مسلمانوں کی کسی بھی حکومت کا ہرگز ہرگز دشمن نہیں ہوں۔ میری زندگی کا مقصد اور میری زیست کا مدعا صرف اسلام دشمن قوتوں کے خلاف جہاد کرنا ہے ظلم و ستم سے نہتے مظلوم مسلمانوں کو نجات دلانا ہے۔

میں نے دمشق پر اس بنا پر حملہ کیا ہے کہ مجھے خبریں مل رہی تھیں کہ تم میرے خلاف صلیبیوں کے ساتھ ساز باز کرنے لگ گئے تھے۔ اب بھی میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا اب بھی اگر تم نیک نیتی اور خلوص دل کے ساتھ آئندہ صلیبیوں کے خلاف مجھ سے تعاون کرنے کا عہد کرو تو میرے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا کوئی تنازعہ نہ رہے گا بصورت دیگر میں پھر تمہارے ساتھ ویسا ہی سلوک کرنے پر مجبور ہوں گا جو میں اپنے دین کے دشمنوں کے ساتھ کرتا ہوں۔ اور پھر وہی تلوار تمہارے اور میرے درمیان فیصلہ کرے گی جسے میں اپنے دین کے دشمنوں کا خاتمہ کرنے کے لئے وقف کر چکا ہوں"۔

سلطان کے اس پیغام کو مجیرالدین نے درخور اعتنا نہ سمجھا اور اسے سلطان نورالدین زنگی کی کمزوری پر معمول کیا۔ اور شہر کے اندر اس نے سلطان کے خلاف جنگ جاری رکھنے کے لئے بڑی تیزی سے تیاریاں شروع کر دی تھیں۔

اس صورتحال کی اطلاع جب سلطان نورالدین زنگی کو ہوئی تو اس نے مجبوراً دمشق کا محاصرہ تنگ سے تنگ کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ اس کے لشکری بالکل دمشق کی فصیل کے قریب پہنچ

گئے۔ قریب تھا کہ سلطان اسی دن دمشق کو زیر اور مغلوب کر لیتا کہ اسی دوران سلطان کو اس کے مخبروں نے اطلاع دی کہ صلیبیوں کے دو بڑے لشکر دمشق کے حکمران مجیر الدین کی مدد کے لئے آ رہے ہیں۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ مجیر الدین نے واقعی سلطان کے خلاف صلیبیوں سے ساز باز کر رکھی تھی۔ مخبروں نے یہ بھی اطلاع کر دی کہ صلیبیوں کا ایک لشکر عوج کی سمت سے دمشق کی طرف بڑھ رہا ہے اور دوسرا قرایا کے راستے دمشق کی طرف آ رہا ہے۔

یہ صورتحال یقیناً پریشان کن تھی۔ دمشق کا محاصرہ سلطان نے ترک کر دیا۔ پیچھے ہٹ گیا لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ شیر کوہ اور مجد الدین کے حوالے کیا اور دوسرا لشکر اس نے اپنی کمانداری میں رکھا۔

شیر کوہ اور مجد الدین کو سلطان نے اس صلیبی لشکر کی راہ روکنے کے لئے روانہ کیا جو عوج کی طرف سے آ رہا تھا اور خود سلطان اپنے لشکر کے ساتھ صلیبیوں کے اس لشکر کی طرف بڑھا جو قدایا کے راستے دمشق کا رُخ کئے ہوا تھا۔ دوسری جانب جب صلیبیوں کو خبر ہوئی کہ سلطان نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے اور یہ کہ شیر کوہ اور مجد الدین ان صلیبیوں کی طرف بڑھتے ہیں جو عوج کا رُخ کر رہے ہیں اور خود سلطان اپنے لشکر کے ساتھ قدایا کا رخ کر رہا ہے۔ تب وہ بڑے فکر مند ہوئے وہ جانتے تھے کہ وہ مختلف حصوں میں بٹ کر مسلمانوں سے ٹکرائیں گے، تو تباہ و برباد ہو کے رہ جائیں گے لہٰذا دونوں لشکروں نے راس الماء کا رخ کیا اور وہاں دونوں حصے متحد ہو گئے۔

ادھر بد باطن مجیر الدین بھی اپنے لشکر کے ساتھ دمشق سے نکلا اور راس الما کے مقام پر آ کر صلیبیوں سے مل گیا اس طرح اپنی غیر ذمہ داریوں کی بنا پر اس نے سلطان کی بجائے سلطان کے خلاف صلیبیوں کا ساتھ دینا پسند کیا تھا۔

اس موقع پر مجیر الدین نے ایک اور حماقت کا ثبوت دیا راس الماد میں صلیبیوں سے ملنے کے بعد اس نے صلاح مشورہ کیا پھر وہ وہاں سے ہٹا اور اپنے لشکر کے ساتھ اس نے سلطان کے سرحدی علاقوں پر حملے شروع کر دیئے تھے۔ تاہم صلیبی لشکر راس الماد کے مقام پر ہی پڑاؤ کئے رہا۔

سلطان نور الدین زنگی بھی حالات کا بڑی گہری نگاہ سے جائزہ لے رہا تھا۔ اس کے

وقائع نگار اسے خبریں دے رہے تھے کہ جن علاقوں پر مجیر الدین حملہ آور ہوا ہے ان علاقوں کے نگہبانوں نے اپنے علاقوں کا دفاع کیا ہے لہٰذا اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ حالات کا جائزہ لیتے ہوئے سلطان خود قدایا کے مقام پر ہی پڑاؤ کئے رہا جبکہ شیر کوہ اور مجد الدین حرکت میں آئے اور انہوں نے اس صلیبی لشکر کا رخ کیا جو راس الماد کے مقام پر ٹھہرا ہوا تھا۔

صلیبی لشکر کے قریب آتے ہی شیر کوہ اور مجد الدین نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ چونکہ ان کا رابطہ اپنے مخبروں سے تھا جو دشمن کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھے ہوئے تھے لہٰذا ان کی اطلاعات کے مطابق ہی وہ عمل کر رہے تھے۔ صلیبیوں کے لشکر کے قریب آتے ہی شیر کوہ ان کے لشکر کے دائیں حصے کی طرف جبکہ مجد الدین بائیں حصے کی طرف بڑھا تھا۔

صلیبیوں کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ شیر کوہ اور مجد الدین ان پر حملہ آور ہونے کے لئے بڑی برق رفتاری سے ان کی طرف بڑھ رہے ہیں لہٰذا وہ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے مستعد اور تیار ہو چکے تھے۔ جبکہ مجیر الدین ابھی تک سلطان نور الدین زنگی کے سرحدی لشکریوں کے ساتھ الجھا ہوا تھا۔ تاہم سلطان نور الدین زنگی خود بھی ایک بہت بڑا اقدام اُٹھانے کا عزم کر چکا تھا۔ جونہی شیر کوہ اور مجد الدین نے راس الماد میں قیام کئے صلیبیوں کا رخ کیا سلطان نور الدین زنگی جس نے قدایا کے مقام پر قیام کر رکھا تھا اس نے وہاں سے کوچ کیا اور ایک بار پھر اس نے دمشق کا رُخ کیا تھا۔

صلیبیوں کے لشکر کے قریب آتے ہی سامنے کی طرف سے شیر کوہ ان پر اعتبار کی لامتناہی پرچھائیوں میں فنا خیز غیر مرئی سرسراہٹوں۔ حرکت پر قابو، گویائی پر چارہ نہ رہنے دینے والے پت جھڑ کے بے روک طوفانوں اور قلب گرویدہ روحوں کو غم گرویدہ کر دینے والی صداؤں کے خوف بھرے کہرام کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اتنی دیر تک مجد الدین بھی اپنی کاروائی کی ابتداء کر چکا تھا۔ اور وہ صلیبیوں کے لشکر کے پہلو پر اپنی ذات کے صحرا میں بے خوفی کا رسم بن کر دشمن کے جذبوں کی محرابوں، آنکھوں کی راہ داریوں، سانسوں کی گردشوں، احساسات کی سرد تہوں اور حصار ذات کے حجروں تک نمی بے چینی و بے زاری اور خوف و وحشت بھر دینے والے شعلوں کے لرزہ بگولوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

صلیبی جو اس حملے کے لئے بالکل تیار تھے انہوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ شیر کوہ اور مجد الدین کے ان حملوں کو روکیں لیکن وہ بلند آوازوں میں تکبیریں بلند کرتے ہوئے صدیوں کی رفتار میں تند و سفاک لمحوں۔ فکر کے ساتبانوں میں زہر میں بجھے نشتروں اور خاموشی کے ساغر میں موت کے کاروانوں کی مانند گھستے چلے گئے تھے۔

صلیبی جو اس حملے کے لئے بالکل تیار تھے انہوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ شیر کوہ اور مجد الدین کے ان حملوں کو روکیں لیکن وہ بلند آوازوں میں تکبیریں بلند کرتے ہوئے صدیوں کی رفتار میں تند و سفاک لمحوں، فکر کے ساتبانوں میں زہر میں بجھے نشتروں اور خاموشی کے ساغر میں موت کے کاروانوں کی مانند گھستے چلے گئے تھے۔

صلیبی موت کا شکار ہوتے چلے گئے تھے پھر بڑی تیزی سے ان کی حالت حسد کے نگار خانوں میں اندھیروں کی پھٹی چادر۔ زیست کے انہی قفس میں موت کے کربناک منظر اور بدمست قہرمانوں میں پھنسے بے سکون لمحوں سے بھی ہولناک و بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔ جبکہ مجد الدین پشت کی طرف سے اور سامنے کی طرف سے شیر کوہ دونوں آتش فشاں کے پھٹنے اور صداؤں کے خوفناک ارتعاش کی طرح۔ تکبیریں بلند کرتے بڑی تیزی سے ان کی تعداد کو کم کرتے چلے جا رہے تھے۔

یہاں تک کہ راس الماء کے مقام پر صلیبیوں کو شیر کوہ اور مجد الدین کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اور وہ میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ صلیبیوں کو شکست دینے کے بعد شیر کوہ اور مجد الدین نے ان کے پڑاؤ کی ہر شے کو سمیٹتے ہوئے دمشق کا رُخ کیا تھا۔ اس لئے کہ انہیں وقائع نگار اطلاع دے چکے تھے کہ سلطان اپنے لشکر کے ساتھ قرایا سے دمشق کا رُخ کر چکا ہے اور انہیں بھی دمشق کی طرف آنے کا حکم دیا ہے۔

O

دوسری جانب دمشق کا حکمران بے حمیت اور غیر ذمہ دار مجیر الدین جو سلطان کے سرحدی علاقوں پر ترکتاز کئے ہوئے تھا۔ اسے جب خبر ہوئی کہ شیر کوہ اور مجد الدین نے صلیبیوں کو بدترین شکست دی ہے اور ان سے پہلے ہی سلطان نور الدین زنگی قرایا سے دمشق کا

رخ کر چکا ہے اور یہ کہ صلیبیوں کو شکست دینے کے بعد شیر کوہ اور مجد الدین بھی دمشق کا رخ کئے ہوئے ہیں تب اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ سرحدوں پر اس نے ترکتاز بند کر دی۔ بڑی تیزی سے پلٹا اور دمشق شہر میں آ کر محصور ہو گیا تھا۔

سلطان نور الدین زنگی نے ایک بار پھر جسر خشب کے مقام پر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔ شیر کوہ اور مجد الدین بھی وہاں پہنچ گئے پھر سلطان نے دمشق پر حملہ آور ہوتے ہوئے شہر پر دباؤ بڑھانا شروع کر دیا تھا۔ سلطان ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ مسلمان آپس میں ٹکرائیں اور اس کے ہاتھوں دمشق کے مسلمانوں کو نقصان ہو اور مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کا قتل عام ہو اس کیفیت سے بچنے کے لئے سلطان ہر روز شام کے وقت دمشق کے لشکریوں اور سالاروں کو پیغام بھجواتا کہ۔

''میں نور الدین زنگی کسی بھی صورت اپنی طاقت اور قوت کو مسلمانوں کے خلاف استعمال نہیں کرنا چاہتا۔ اگر تم مجیر الدین کو اس بات پر آمادہ کر دو کہ جو معاہدہ میرے اور اس درمیان ماضی میں ہوا تھا اس کی پابندی کرے۔ تو میں دمشق پر حملے بند کر دوں گا''۔

سلطان کے ان پیغامات کا دمشقی لشکر پر خاطر خواہ اثر ہوا۔ لشکری ہی نہیں مجیر الدین کے بڑے بڑے سالار بھی سلطان نور الدین کے سامنے جھکنے اور صلح کی باتیں کرنے لگے تھے۔ مجیر الدین کو خوف طاری ہوا کہ اگر یہی کیفیت رہی تو کہیں اس کے سالار اس کے خلاف بغاوت ہی نہ کر دیں۔ لہٰذا اس نے مجبور ہو کر سلطان سے صلح کی درخواست کی۔

سلطان نور الدین زنگی انتہا درجہ کا رحم دل انسان تھا۔ اس نے مسلمانوں کو بربادی اور کشت و خون سے بچانے کے لئے مجیر الدین کی درخواست کو چند شرائط کے عوض قبول کر لیا۔ حالانکہ مجیر الدین کا رویہ ایسا تھا کہ اسے سخت سے سخت ترین سزا دی جاتی لیکن سلطان نے اس پر صرف یہ پابندی عاید کی کہ مستقبل میں جب کبھی بھی صلیب کے علمبردار مسلمان علاقوں پر حملہ آور ہوں گے اور ان کی سرکوبی کے لئے سلطان نکلے گا تو مجیر الدین اپنے لشکر اور سامان حرب سے سلطان کی مدد کرے گا۔ جس دن یہ معاہدہ ہوا اس کے دوسرے دن ہی سلطان دمشق سے حلب کی طرف لوٹ گیا تھا۔ سلطان جانتا تھا کہ یورپ سے صلیبی رضا کاروں کی آمد کا سلسلہ جاری ہے۔ مختلف شہروں اور علاقوں میں۔ مقامی صلیبی بھی مسلمانوں سے ٹکرانے کے لئے اپنی

تیاریوں میں لگے ہوئے ہیں۔ لیکن وہ ان سے غافل نہیں تھا۔ دمشق سے حلب کی طرف کوچ کرنے سے پہلے اس نے مختلف علاقوں کی طرف اپنے وقائع نگار نقیب اور مخبر پھیلا دیئے تھے کہ ہر سمت سے صلیبیوں کی نقل و حرکت سے اسے مطلع کرتے رہیں۔

ایک روز مجدد الدین اور خطلخ دونوں اپنے گھوڑوں کی باگیں تھامے اپنی حویلی میں داخل ہوئے۔ صحن میں تھوڑا سا آگے جانے کے بعد مجدد الدین رک گیا۔ پھر اپنے پہلو میں گھوڑے کی باگ پکڑے خطلخ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''میرے بھائی خدا خیر کرے۔ آج مجھے اپنی حویلی کا صحن کچھ ویران اور سنسان سا لگ رہا ہے۔ دیکھو ہم دونوں بھائی حویلی کے صحن کے وسطی حصے میں آ گئے ہیں اور کوئی بھی باہر نہیں نکلا حالانکہ اب حویلی میں پہلے کی نسبت زیادہ افراد مقیم ہیں۔ آؤ خود ہی اپنے گھوڑوں کو اصطبل میں باندھیں پھر دیکھیں کہ کیا معاملہ ہے''۔

اتنی دیر میں دائیں جانب جو نیا مکان بنا تھا اس کے اندر سے شمس الدین اس کے پیچھے جمارا، اور عبیرہ باہر نکلے تھے۔

شمس الدین جب ان دونوں کے قریب آیا تو ان دونوں نے دیکھا اس کا چہرہ اترا ہوا تھا۔ اور وہ افسردہ تھا۔ عبیرہ اور جمارا کی حالت بھی سنسانیوں جیسی تھی۔ شمس الدین کو مخاطب کر کے مجدد الدین کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اسی لمحہ اس کی ماں اور پھوپھی دونوں نکل کر ان کے قریب آئیں۔ اتنی دیر تک شمس الدین ان دونوں کے گھوڑوں کو پکڑ کر اصطبل کی طرف لے گیا تھا۔ قریب آ کر عبدہ اور زہران دونوں نے مجدد الدین اور خطلخ کو پیار کیا۔ پھر دکھ بھرے انداز میں عبدہ ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''بچو! تمہاری غیر موجودگی میں کارلوس اور سمرون دونوں یہاں پہنچ گئے تھے۔ لیکن حالات کی ستم ظریفی دیکھو کہ کارلوس الرہا ہی میں بیمار ہو گیا تھا۔ اس کی بیماری کی حالت میں ہی سمرون نے وہاں کا اپنا مکان بیچا اور اپنے بیمار بھائی کارلوس کو لے کر یہاں آ گیا۔

بیٹے! اس کی بیماری کی وجہ سے مرسینہ اور مشال دونوں انتہا درجہ کی پریشان اور فکر مند ہیں۔ بے چاریوں نے کھانا پینا چھوڑ دیا تھا۔ ہر وقت کارلوس سے لپٹی رہتی تھیں۔ کارلوس کا ہم نے بہترین طبیبوں سے علاج کرایا۔ مگر وہ بیٹے ٹھیک نہ ہو سکا۔ خدا کو پیارا ہو گیا۔ اس

کے مرنے کا سمرون نے اس قدر اثر لیا ہے کہ وہ خود بیمار ہو گیا ہے۔ بستر سے لگ گیا ہے۔ پہلے کارلوس کی موت کا غم مرسینہ، مشال ازبل اور جمارا کو ناقابل برداشت تھا۔ اب جو سمرون بیمار ہو گیا ہے تو ان بے چاریوں کے دکھ اور غم میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔

جس وقت تم دونوں بھائی صحن میں داخل ہوئے اس وقت ہم سب لوگ سمرون کے پاس ہی بیٹھے تھے۔ جمارا بے چاری بڑی باہمت لڑکی ہے۔ اس نے مرسینہ اور مشال دونوں کو بڑا سنبھالا اور سہارا دیا ہے۔ بیٹے، مرسینہ اور مشال کو تمہاری آمد کی اطلاع ہو چکی ہے اور تمہاری آمد کا سن کر وہ بے چاری دونوں سمرون کے پاس بیٹھ کر رو رہی ہیں۔ ازبل بھی ان کے پاس ہے۔ تم ایسا کرو مرسینہ کے پاس جاؤ۔ بیٹے۔ وہ تم سے منسوب ہو چکی ہے۔ اسے تمہاری زندگی کا ساتھی بنانے کا عہد ہو چکا ہے اسے جا کر تسلی دو۔ ڈھارس دو۔ اگر وہ سنبھلی تو یاد رکھنا اس کی طرف دیکھتے ہوئے مشال بھی سنبھل جائے گی۔ بیٹے۔ اس وقت مرسینہ کو کم از کم تمہاری ہمدردی اور ڈھارس کی ضرورت ہے۔ تم جاؤ۔ ہم لوگ تھوڑی دیر تک آتے ہیں۔ ہمارے پیچھے پیچھے ازبل بھی باہر آ جائے گی۔ میں اسے سارا معاملہ سمجھا کر آئی ہوں''۔

اس موقع پر مجدد الدین نے عجیب سے انداز میں باری باری اپنی ماں اور پھوپھی کی طرف دیکھا کچھ کہنا چاہتا تھا کہ قریب ہی کھڑے خطلخ نے اس کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑا۔

''بھائی کیا سوچتے ہو جو ماں نے کہا ہے۔ ٹھیک ہے ایسا ہی ہونا چاہیے۔ جاؤ سوچتے کیا ہو''۔ اس پر مجدد الدین نئے مکان کی طرف بڑھا وہ ابھی دروازے کے قریب ہی پہنچا تھا کہ اندر سے ازبل باہر آتی دکھائی دی۔ ازبل نے اسے پیار کیا۔ سر پر ہاتھ پھیرا پھر باہر نکل آئی۔ مجدد الدین ایک کمرے میں داخل ہوا۔ سمرون لیٹا ہوا تھا اور اس کے قریب ہی مرسینہ اور مشال بیٹھی دونوں رو رہی تھیں۔ مجدد الدین ان دونوں کے قریب جا کھڑا ہوا۔ مرسینہ نے اس کی آہٹ پائی تھی۔ سر اٹھا کر دیکھا۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں میں بھیگی ہوئی تھیں۔ اس موقع پر وہ مجدد الدین کو دھول میں بکھری عروس شام مردہ گلاب جیسی لگی تھی۔ پھر مجدد الدین بالکل ان دونوں کے سر پر جا کھڑا ہوا اپنا ہاتھ اس نے مرسینہ کے سر پر رکھا اور بڑی ہمدردی اور محبت میں وہ اسے مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

''مجھے محترم کارلوس کے مرنے کا بے حد دکھ اور غم ہے۔ دیکھو! زندگی ایک مکتب

ہے۔ اور اس مکتب کے اندر فطرت ایک معلمہ کی حیثیت سے کبھی سہانے خوابوں اور کبھی کربناک بیداریوں میں گزرنے کا سبق دیتی ہے۔ انسان اس دنیا میں بے بس، شب و روز کا اسیر ہے۔ کہیں کم سن شریر بچوں کے قہقہے ہیں کہیں ویران نگاہوں میں خوشبو کی نوحہ گری ہے۔ کہیں بے مسافت سفر میں مسلے گل چہرے دکھائی دیں گے کہیں دل کے آنگن میں ہجر کا ماتم ہوتا ہے۔ کہیں درد کی جوئے رواں میں وصل کی اتھاہ خوشیاں دکھائی دیتی ہیں۔ بس یہ سربستہ پرواز ہی زندگی کا منشور ہے۔ زندگی کہیں طویل رات کے گھنے اندھیرے اور کہیں خزاں رسیدہ ساعتوں جیسی ہے۔ اور کہیں یہ خوشیوں کے منہ زور سمندر جیسی بھی دکھائی دیتی ہے کہیں کوئی سویا ہوا بچہ خوشی کا باعث بن جاتا ہے۔ کہیں کوئی جاگتی ہوئی عورت کے بین دُکھ میں پگھلا دیتے ہیں۔ کہیں مؤذن کی صدا سکون کا دامن پھیلا دیتی ہے اور کہیں رات کا آنچل گھٹن کا خوف طاری کر دیتا ہے۔ کہیں طفلِ شیر خوار آغوش مادر میں بھی جذبوں کی تلخیوں کا سبب بن جاتا ہے''۔

یہاں تک کہنے کے بعد مجددالدین رُکا پھر اس کے بعد ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

''مرسینہ اور مشال! تم دونوں وقت کی حدت اور غم و فکر کی گہرائی میں اکیلی نہیں ہو۔ میں تم دونوں کے لئے اطمینان کا سایہ اور سلامتی کا گوشہ ہوں۔ اُٹھو۔ اُٹھو اور اپنے آپ کو سنبھالو''۔

دونوں بہنیں بیٹھی رہیں اپنی ہچکیوں اور سسکیوں میں انہوں نے کسی حد تک قابو پالیا تھا پھر اچانک مرسینہ کے سر سے اپنا ہاتھ ہٹا کر مجددالدین نے اس کا بازو پکڑ لیا۔ اور اسے اوپر اُٹھاتے ہوئے کہنے لگا۔

''اُٹھو! رونا بند کرو''۔

مرسینہ چپ چاپ کسی فرمانبردار بچی کی طرح اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی آنکھیں ابھی تک بھیگی ہوئی تھیں۔ سر پر بندھے اسی کے رومال سے مجددالدین نے جب اس کے آنسو پونچھے اور آنکھیں صاف کیں تب ہمدردی، محبت اور چاہت میں ڈوبی ایک نگاہ مرسینہ نے مجددالدین پر ڈالی۔

مجددالدین نے مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلا دی۔ پھر جب اس نے اس کا شانہ تھپتھپایا تو ایک چاہت اور محبت میں چپ چاپ مرسینہ نے اپنا سر اس کے شانے پر رکھ دیا تھا۔ اس موقع پر مجددالدین نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا پھر بڑی ہمدردی میں کہنے لگا۔

''بس اب رونا نہیں ہے''۔

اس کے بعد نیچے جھک کر مشال کا بازو پکڑ کر مجددالدین نے اسے اُٹھایا وہ بے چاری رو رہی تھی۔ اس کے آنسو بھی مجددالدین نے صاف کئے۔ وہ بے چاری بھی نڈھال سی ہو رہی تھی پھر مرسینہ کی طرح اس نے اپنا سر مجددالدین کے بائیں شانے پر ڈال دیا تھا۔

کچھ دیر ایسا ہی سماں رہا پھر ان دونوں کو مجددالدین لے کر سمرون کی مسہری کے قریب آیا۔ جو دو نشستیں تھیں ان پر دونوں کو بٹھایا۔ پھر ان دونوں کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

''تم دونوں ذرا میری طرف غور سے دیکھو''۔

مرسینہ اور مشال سنبھلیں اور مجددالدین کے کہنے پر اس کی طرف دیکھنے لگی تھیں۔

مجددالدین نے اس بار اپنے چہرے پر گہری مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے انہیں مخاطب کیا۔

''اگر تم دونوں کے دل میں میری تھوڑی سی وقعت، تھوڑا سا بھی احترام ہے تو اپنے چہرے پر سکون اور مسکراہٹ بکھیرو، یوں جانو تم دونوں مجھے روتے ہوئے نہیں مسکراتے ہوئے اچھی لگتی ہو''۔

اس موقع پر مرسینہ اور مشال دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر سنبھلیں اور اپنے لبوں پر ہلکا سا تبسم بکھیر دیا تھا۔

مجددالدین خوش ہو گیا۔ کہنے لگا۔

''یہ بات ہوئی نا۔ دیکھو! تمہارے تایا بیمار ہیں۔ اگر تم ان کے پاس بیٹھ کر روتی رہو گی تو یاد رکھنا یہ صحت یاب نہیں ہو سکیں گے بلکہ ان کی صحت گرتی چلی جائے گی۔ ان کے پاس بیٹھ کر تم لوگوں کو خوش ہونا چاہیے۔ ان کے پاس بیٹھ کر اپنے غم کو فراموش کر کے قہقہے لگانے چاہئیں۔ تمہاری خوشی، تمہارا اطمینان ہی ان کی صحت یابی کا باعث بن سکتا ہے''۔

مرسینہ اور مشال نے اب پوری طرح اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا۔ مجددالدین نے جب دیکھا کہ وہ سنبھل گئی ہیں تب اس نے سمرون کو مخاطب کیا۔

"محترم سمرون یہ آپ نے اپنی کیا حالت بنا لی ہے۔ دیکھیں گزرنے والے گزر جاتے ہیں۔ اگر ان کے گزر جانے کو زندگی کا روگ بنالیا جائے تو پھر یاد رکھیے گا زندگی میں کوئی بھی انسان صحت مند اور سلامت نہ رہے۔ میں جانتا ہوں بھائی کے مرنے کا بے حد دُکھ ہے۔ اور آپ کے اس دُکھ میں آپ کا میں برابر کا شریک ہوں۔ لیکن دُکھ برداشت کرنا پڑتے ہیں۔ اگر آپ بھائی کے گزر جانے کے دُکھ میں یوں بستر سے لگ جائیں گے تو پھر ان بچیوں کا کیا بنے گا۔ یہ تو سوچیے۔ یہ تو پگھل کر رہ جائیں گی"۔

سمرون نے اپنے چہرے پر مسکراہٹ بکھیری۔

"نہیں بیٹے اب میں کافی حد تک بہتر ہوں۔ بس کارلوس کی جدائی نے میری کمر توڑ دی تھی۔ اور میں اس کی جدائی کو برداشت نہیں کر سکا تھا۔ بہر حال وقت کے ساتھ ساتھ حالات زخم مندمل کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ دونوں بچیاں میرے کہنے پر تو چپ نہیں ہو رہی تھیں پہلے جمارا بھی ان کے ساتھ بیٹھ کر روتی تھی۔ لیکن وہ ان دونوں کی نسبت کسی قدر بہادر ہے۔ یہ بچیاں بہت زیادہ حساس ہیں۔ بہر حال بیٹے میں مطمئن اور خوش ہوں کہ تم نے آتے ہی ان دونوں کو سنبھالا دے دیا ہے"۔

سمرون جب خاموش ہوا تب مجدد الدین نے اسے مخاطب کیا۔

"محترم سمرون یہ مرسینہ اور مشال تو ٹھیک سے نہیں بتائیں گی۔ آپ یہ بتایئے کہ یہ دونوں بہنیں کچھ کھا پی بھی رہی ہیں یا بھوک پر گزارہ کر رہی ہیں"۔

سمرون سنجیدہ ہو گیا۔ کہنے لگا۔

"بیٹے لگتا ہے انہوں نے تو کھانے پینے سے ہاتھ ہی کھینچ لیا ہے۔ کبھی ازبل بھی آپ کی ماں اور کبھی آپ کی پھوپھی زبردستی ان کو کچھ کھلا پلا دیتی ہیں۔ تو زہر مار کر لیتی ہیں۔ ورنہ ان دونوں بہنوں نے تو دکھ اور غم کو چادر بنا کر اوڑھ لیا ہے"۔

بیٹے شام ہو رہی ہے۔ آج انہوں نے نہ صبح کو کچھ کھایا نہ دوپہر کو"۔

مجدد الدین نے ایک گہری نگاہ دونوں پر ڈالی پھر وہ سمرون کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"پہلے ان دونوں کا بندوبست کر لوں پھر میں آپ کے پاس آ کر بیٹھتا ہوں پہلے

مجھے آپ یہ بتایئے کہ کوئی طبیب آپ کا علاج کر رہا ہے؟"

اس پر سمرون مسکراتے ہوئے بول پڑا۔

"بیٹے اس معاملے میں کوئی فکر نہ کرو۔ تمہاری غیر موجودگی میں شمس الدین نے میرا بہترین خیال رکھا ہے۔ اور حلب شہر کا بہترین طبیب میرا علاج کرتا رہا ہے۔ میں اب ٹھیک ہوں فکر کرنے کی ضرورت نہیں تم ذرا ان دونوں کو سنبھالو۔ یہ سنبھل جائیں گی تو یوں سمجھنا میں خود ہی صحت مند ہو جاؤں گا"۔

مجدد الدین نے اپنی نگاہیں مرسینہ پر جما دی تھیں۔ مرسینہ نے محسوس کیا کہ وہ برابر اس کی طرف دیکھے جا رہا ہے۔ تب اس نے مجدد الدین کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں پھر ہلکے سے مسکراتے ہوئے اس نے گردن جھکا لی تھی۔ اس موقع پر مجدد الدین بول پڑا۔

"اب تم دونوں بہنیں اُٹھو اور میرے ساتھ چلو۔ دیکھو مجھے خود بھی بھوک لگی ہے۔ میں چاہوں گا کہ آج میرے خطلنخ اور گھر کے سب دیگر افراد کے لئے تم دونوں بہنیں کھانا تیار کرو گی اور آج میرے ساتھ بیٹھ کر تم کھاؤ گی بھی۔ میں دیکھوں گا تم دونوں نے اگر صبح اور دوپہر کو کچھ نہ کھایا تو اب شام کو کس قدر کھاتی ہو"۔

اس کے ساتھ ہی مجدد الدین اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے مرسینہ اور مشال بھی کھڑی ہو گئیں تینوں باہر نکلے۔ سب لوگ ابھی تک صحن میں کھڑے تھے۔ پھر مجدد الدین نے جمارا اور عبیرہ کو مخاطب کیا۔

"ان دونوں بہنوں کو میں اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں۔ تم دونوں انہیں اپنے ساتھ لے جاؤ۔ چاروں بالکل سیدھا۔ ناک کی سیدھ میں مطبخ کا رُخ کرو۔ کھانا پکاؤ۔ ایک تو ویسے شام ہو رہی ہے۔ میں اور خطلنخ اتنی دیر تک لباس تبدیل کرتے ہیں، مغرب کی نماز کا وقت ہو جائے گا۔ ہم نماز پڑھ لیں گے اتنی دیر تک کھانا تیار ہو جائے گا۔ پھر سب اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھائیں گے"۔

جمارا اور عبیرہ دونوں مرسینہ اور مشال کو پکڑ کے اپنے ساتھ لے گئیں۔ ان کے جانے کے بعد ازبل نے پرسکون انداز میں مجدد الدین کو مخاطب کیا۔

"مجدد الدین میرے بیٹے خدا کا شکر ہے کہ تم نے آتے ہی ان دونوں کو سنبھالا

دے دیا ہے۔ یہ تو ہماری کوئی بات مان ہی نہیں رہی تھیں۔ بس رونے دھونے کے علاوہ اس
کے پاس کچھ نہ تھا۔ کھانا پینا بھی چھوڑ بیٹھی تھیں۔ مجھے امید ہے کہ تمہارے آنے کے باعث
مرسینہ سنبھل جائے گی اور اگر مرسینہ سنبھل گئی تو مشال آپ سے آپ سنبھل جائے گی۔ اب
دونوں بھائی اپنا لباس تبدیل کرو۔ اتنی دیر تک نماز کا وقت ہو جائے گا۔ پھر سب اکٹھے بیٹھ
کھانا کھاتے ہیں''۔

اس کے ساتھ ہی مجدد الدین اور خطلخ اپنا لباس تبدیل کرنے کے لئے اندر چلے گ
تھے۔ جبکہ دوسرے سب لوگ جا کے سمرون کے پاس بیٹھ گئے تھے۔

مجدد الدین اس کمرے کی طرف بڑھا جو اس کی خواب گاہ کے طور پر استعمال ہو
تھا۔ ابھی وہ کمرے میں داخل ہوا ہی تھا کہ اس کے پیچھے پیچھے مرسینہ بھی اس کمرے میں داخل
ہوئی اس کے قدموں کی آہٹ سن کر مجدد الدین پلٹا اپنے سامنے مرسینہ کو دیکھ کر اس کے چہرے
پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور پھر کہنے لگا۔

''مرسینہ تم کھانا نہیں تیار کر رہی ہو۔ کیا کوئی ضروری کام ہے''۔

مرسینہ اپنے آپ کو کافی حد تک سنبھال اور بدل چکی تھی۔ مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

''لگتا ہے آپ کو بھوک زیادہ لگی ہوئی ہے کھانا تو عبیرہ، مشال اور جمارا تیار کر رہی
ہیں۔ میں آپ کے پیچھے اس لئے آئی تھی کہ میں نے آپ کی خواب گاہ میں تھوڑی سی تبدیلی
دی ہے آپ کو کپڑے نہیں ملیں گے، اس لئے کہ میں نے آپ کے کمرے کی پہلی ترتیب بدل
دی ہوئی ہے''۔

مجدد الدین مرسینہ کے قریب ہوا اور کہنے لگا۔

''میں نے تمہیں جو اپنے پیچھے اپنے کمرے میں دیکھا تو پہلے تو مجھے یہی خیال گزرا
کہ تم پھر رو دو گی۔ لیکن تمہاری حالت دیکھتے ہوئے مجھے خوشی ہے کہ تم نے اپنے آپ کو سنبھال
لیا ہے''۔

اس پر مرسینہ سنجیدہ ہو گئی اور کہنے لگی۔

''اگر آپ یہاں ہوتے تو یقیناً میری حالت وہ نہ ہوتی جو آپ کی غیر موجودگی میں
ہوئی۔ آپ یہاں ہوتے تو کم از کم مجھے سنبھالا دیتے۔ میں سنبھل جاتی۔ میں اور مشال اس

لئے زیادہ روئیں کہ اس طرح کوئی ہمدردی دینے والا نہ تھا جس طرح آپ نے ہم دونوں کو
دی۔ جمارا بھی بہت روئی لیکن اس کے پاس بھائی شمس الدین تھا۔ بہت سے مواقع پر شمس
الدین نے جمارا کو ایسے سنبھالا کہ جمارا اپنے آپ کو سنبھالنے میں کامیاب ہو گئی''۔

مرسینہ کی اس گفتگو سے مجدد الدین خوش ہو گیا تھا پھر وہ کمرے کا جائزہ لینے لگا۔
کمرے کی ہر چیز تبدیل ہو چکی تھی۔ پہلے کی نسبت کمرے کی صفائی بھی زیادہ ہو چکی تھی۔ بستر کی
ہر چیز نئی تھی بدل دی گئی تھی۔ کچھ دیر تک مجدد الدین کمرے کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر مرسینہ کی طرف
دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''مرسینہ لگتا ہے تم نے میرے کمرے کی صفائی اور تبدیلی میں بہت محنت کی ہے۔
اس کے لئے میں تمہارا شکر گزار اور ممنون ہوں''۔

مرسینہ نے تیز نگاہوں سے مجدد الدین کی طرف دیکھا پھر وہ بڑی چاہت اور محبت
میں مجدد الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''امیر آپ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ آپ کو تو میرے لئے ایسے الفاظ استعمال نہیں
کرنے چاہئیں۔ اب تو آپ ہی میرے احساس کا فسوں، میرے خیالوں کا حسین راز۔ میرے
لبوں کے تبسم کی جوت۔ میرے دل کے رحمتوں کے عطیوں کا خمار ہیں۔ اب آپ ہی میری
زیست کا صداقت و امانت بھرا پکوان ہیں۔ حالات وقت اور عزیز و اقارب نے اب ہم دونوں
کو ایک دوسرے سے منسوب کر دیا ہے۔ پھر اس رشتے کے تحت آپ کو میرا شکریہ ادا کرنے کی
کیا ضرورت ہے۔ آپ کا ہر کام کرنا میرا فرض عین بنتا ہے۔ اگر آپ مجھے نہ ملے ہوتے تو میں
سمجھتی ہوں میری روح میرے جسم میں اب تک پگھل چکی ہوتی۔ میرے جمال کی حرارت
میرے لبوں کے نغمے ہلاکت خیز کہانیوں اور جان نواز ابتداؤں میں بدل گئے ہوتے۔ امیر
زمانے کے قافلے میں اب آپ ہی تو میری زندگی کی آخری رمق ہیں۔ میں آپ کا کام نہیں
کروں گی تو اور کس کا کروں گی۔ آپ کا کام کرنا اب میرے فرائض میں شامل ہے''۔

مرسینہ جب خاموش ہوئی تو ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے مجدد الدین بول پڑا۔

''میں تو سمجھتا تھا تم ایک چپ چپ سی خاموش طبع لڑکی ہو لیکن تم تو بڑے اچھے جملے
بڑے خوبصورت الفاظ بول سکتی ہو۔ بہرحال جو الفاظ تم نے ادا کئے ہیں۔ مرسینہ اس کے لئے

میں تمہارا انتہا درجہ کا شکر گزار ہوں۔ اچھا اب جبکہ تم نے میرے کمرے میں تبدیلی کر دی ہے مجھے کپڑے نکال کر دو میں تبدیل کروں۔ نماز کا وقت بھی ہونے والا ہے"۔

اس پر بڑی تیزی سے مرسینہ آگے بڑھی ایک صندوق کھولا اس میں تہہ کئے ہوئے کپڑوں کا ایک جوڑا نکال کر اس نے مجد دالدین کو تھما دیا تھا۔

مجد دالدین الٹ پلٹ کر ان کپڑوں کو دیکھتا رہا پھر حیرت سے مرسینہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"مرسینہ یہ کپڑے میرے تو نہیں ہیں"۔

مرسینہ نے ہلکا سا قہقہہ لگایا کہنے لگی۔

"آپ بے فکر رہیں۔ میں غلطی نہیں کر سکتی۔ یہ کپڑے آپ ہی کے ہیں۔ آپ اس بنا پر انکار کر رہے ہیں کہ یہ کپڑے پہلے آپ نے دیکھے نہیں نہ آپ نے پہنے ہیں تو آپ کے لئے اطلاع یہ ہے کہ آپ کی غیر موجودگی میں ہم لوگ اماں کے ساتھ بازار گئے تھے۔ میرے کہنے پر اماں نے آپ کے لئے کچھ کپڑے خریدے تھے اور یہ میں نے خود آپ کے لئے سیئے ہیں۔ لہٰذا آپ یہی پہنیں گے"۔

شکر گزار سے انداز میں جب مجد الدین نے مرسینہ کی طرف دیکھا تو مرسینہ نے تڑپ کر اپنا ہاتھ اس کے منہ پر رکھ دیا اور کہنے لگی۔

"آپ میرا شکریہ ادا کرنے کے لئے الفاظ استعمال نہ کیجئے گا میں پہلے کہہ چکی ہوں کہ آپ کے کام کرنا میرے فرائض میں شامل ہے۔ لہٰذا جو فرض ادا کیا جائے اس کے لئے شکریہ ادا نہیں کرتے۔ میں اب مطبخ کی طرف جاتی ہوں آپ کپڑے تبدیل کریں"۔

اس کے ساتھ ہی مرسینہ دروازے کی طرف بڑھی۔ چند قدم آگے جا کر وہ اچانک مڑی اور دوبارہ چونکنے کے انداز میں مجد دالدین کو مخاطب کیا۔

"امیر میں ایک بات تو پوچھنا بھول ہی گئی۔ آپ کھانے میں کوئی چیز پسند کریں تو بتا دیں میں تیار کر دوں گی"۔

مجد دالدین مسکرایا کہنے لگا۔

"نہیں جو کچھ تیار ہو رہا ہے ہونے دو میں سب کے ساتھ مل کر کھالوں گا"۔

مرسینہ باہر نکل گئی دروازہ اس نے بند کر دیا تھا کہ مجد دالدین کپڑے تبدیل کرے۔

لباس تبدیل کرنے کے بعد مجد دالدین نکلا۔ نئے تعمیر ہونے والے مکان میں گیا۔ وہاں سب لوگ سمرون کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ خطلخ بھی لباس تبدیل کر کے وہاں پہنچ چکا تھا۔ مجد دالدین آگے بڑھ کر سمرون کے قریب ہو بیٹھا اسے مخاطب کر کے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی ماں اسے مخاطب کر کے بول پڑی۔

"مجد دالدین میرے بیٹے جس روز الربا کا مکان بیچ کر محترم سمرون اور ان کا بھائی کارلوس دونوں یہاں پہنچے تو پہلے تو ان دونوں نے یہاں رہائش رکھنے سے انکار کر دیا۔ پھر یہ اصرار کرنے لگے کہ ہم اس کی قیمت وصول کریں۔ لیکن تمہاری غیر موجودگی میں بھلا ہو مرسینہ کا اس نے اپنے باپ اور تایا دونوں کو دھمکی دی کہ اگر آپ لوگوں نے اس مکان میں رہائش نہ رکھی تو امیر مجد دالدین ناراض ہو جائیں گے۔ بس یہ دھمکی کام کر گئی۔ اور دونوں بھائیوں نے یہاں رہائش اختیار کر لی۔ لیکن وقت کی ستم شعاری کہ کارلوس بے چارہ۔ بیماری سے صحت مند نہ ہو سکا اور چل بسا۔ بیٹے! اسے مرتے ہوئے صرف ایک ہی ہفتہ ہوا ہے اس کے فوت ہونے کے چار پانچ دن بعد تمہاری پھوپھی زہران نے مجھے مشورہ دیا تھا کہ جب تم اور خطلخ لوٹو گے تو تمہاری اور مرسینہ۔ عبیرہ اور خطلخ۔ شمس الدین اور جمارا کی شادی کر دی جائے گی۔ لیکن میں نے اس سے اختلاف کیا۔ اس لئے کہ کارلوس کی موت کے بعد اس قدر جلد شادیوں کا اہتمام کرنا مجھے کوئی مناسب نہ لگتا تھا۔ بیٹے اس سلسلے میں بھلا ہو مرسینہ مشال۔ جمارا اور عبیرہ کا کہ انہوں نے بھی مجھ سے اتفاق کیا"۔

یہاں تک کہتے کہتے عبدہ کو خاموش ہونا پڑا۔ اس لئے کہ اسی لمحہ مرسینہ، جمارا، مشال اور عبیرہ کھانے کے برتن اُٹھائے وہاں آئیں۔ کھانے کے برتن انہوں نے ترتیب سے لگائے پھر سب سمرون کے پاس بیٹھ کر کھانا کھانے لگے تھے۔

.........☆.........

سلطان نورالدین زنگی ایک روز اپنے قصر میں اپنے سالاروں عمائدین اور سلطنت کے سرکردہ لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ کہ اس کے محافظ، دستوں کا سالار ایک بوڑھے شخص کو اندر لایا اور اسے سلطان کے سامنے پیش کیا۔

سلطان نے دیکھا بوڑھا بوسیدہ لباس میں بڑا پریشان حال تھا۔ داڑھی بے چارے کی چھدری چھدری ہو رہی تھی۔ لباس اور عمامے پر گرد تھی جو اس کے طویل سفر کرنے کی غمازی کرتی تھی۔ کچھ دیر تک سلطان نورالدین زنگی اس بوڑھے کا جائزہ لیتا رہا پھر اسے مخاطب کیا۔

''جو شخص ابھی تمہیں اندر لے کر آیا ہے اس نے مجھے بتایا ہے کہ تم دمشق کے ایک نواحی قصبے سے آئے ہو۔ کوئی شکایت اور نالش لے کر آئے ہو۔ کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔ اگر تمہیں کوئی شکایت تھی تو تمہارا تعلق دمشق کی سلطنت سے ہے۔ تمہیں وہاں کے حکمران مجیر الدین کے پاس جانا چاہیے تھا''۔

سلطان نورالدین زنگی کے ان الفاظ پر اس بوڑھے کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی کچھ دیر ہونٹ کاٹتا رہا سلطان کی طرف دیکھتا رہا پھر بارود کی طرح پھٹ پڑا۔

''سلطان محترم میں واقعی دمشق کے ایک نواحی قصبے سے آیا ہوں جب کسی نے میری شکایت اور نالش نہ سنی تو پھر میں نے آپ کا رُخ کیا۔ سلطان میں تمہیں حلقہ تنویر میں خون ناب تقدیر کی داستان، تہور کے ترانوں میں ناوک و تیغ کی ستم آرائیوں کی کہانی امن کی شیریں یادوں میں آنسو کی نمی، آہوں کی دل سفری میں الجھی حکایت۔ چمکتے ستاروں کے خرام ملمع آتشیں طوفانوں میں پھنسی کتھا اور سکون زادوں میں آگ کے الاؤں بھری بربادیوں کی سرگزشت سنانے آیا ہوں۔

ہائے ہماری بدقسمتی کہ دمشق کا حکمران مجیر الدین پھر یروشلم اور طرابلس اور انطاکیہ

کے حکمرانوں کے ساتھ مل کر آپ کے خلاف سازشیں کر رہا ہے۔ ان کے سامنے کمزوری کا اظہار کر رہا ہے اور اب یہ افواہیں پھیل رہی ہیں کہ وہ یروشلم کے بادشاہ بالڈون کو خراج دینے پر بھی تیار ہو رہا ہے۔ اس کی اس کمزوری کی وجہ سے صلیبی سرحدی مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر ان کی بربادی کا کھیل کھیلنا شروع کر چکے ہیں''۔

یہاں تک کہنے کے بعد بوڑھا رکا پھر انتہائی غصے اور برہمی میں وہ آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑا تھا''۔

''نورالدین! ان علاقوں میں صلیبیوں کے ہاتھوں جوان بیٹیاں شیطانی پھندوں میں پھنس رہی ہیں۔ عورتیں بدی کی تاریکیوں میں پھینکی جا رہی ہیں۔ جوان موت کی ہولناکیوں کا شکار ہیں۔ بوڑھوں کے سروں پر راکھ پاؤں میں بیڑیاں سجائی جاتی ہیں۔ نورالدین وہاں شرافت نفس بے وقار آزادی سے بھی بدتر ہو کے رہ گئی ہے۔ وہاں ہماری شناختوں پر گھناؤنے خطاب غلیظ تکلم کی مہریں ثبت کی جاتی ہیں۔ کسی کو وہاں رد و قبول کا اختیار نہیں ہے۔ نورالدین میں نے جب ظلم کی یہ چکی چلتی ہوئی دیکھی تو پہلے مجیر الدین کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن کسی نے کہا مجیر الدین الٹا تمہیں سزا دے گا۔ پھر میں نے عالم اسلام پر نگاہ دوڑائی تو نور الدین میری نگاہوں کا مرکز صرف تم بنے۔ میں تم سے یہ پوچھتا ہوں عالم اسلام کے وہ مجاہد کہاں گئے۔ جو اپنی ملت اپنی قوم کے لئے لہر سے بحر۔ راکھ سے آگ بن جایا کرتے تھے۔ جو دھوئیں سے ابر بن کر کانپتی ملت اپنی قوم کی خاطر اپنے عدد اپنے دشمن پر چھا جاتے تھے۔ دشمنوں کے خلاف جن کی ہر سانس زلزلہ اور جن کا نفس طوفان بن جاتا تھا۔ نورالدین اگر ایسے مجاہد تم ہو تو پھر دشمن کے خلاف اُٹھ کھڑے ہو۔ اگر تم وہ نہیں ہو جس کی مجھے تلاش ہے۔ تو پھر میری راہ نمائی کرو کہ میں خزاں رسیدہ ملت کے لئے کہاں شجر کی چھاؤں تلاش کروں۔ امن و عظمت کے ابر کا سایہ تلاش کرنے کے لئے کس رُخ پر نکلوں۔ مجھے کسی ایسی ہستی کی طرف راہ نمائی کرو جو مسلمانوں کی بے بسی کی داستان سن کر راکھ سے بھڑکتا ہوا شعلہ بن کر اُٹھے اور''۔

یہاں تک کہتے کہتے اس بوڑھے کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس نے دیکھا نورالدین کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔ آنسوؤں کی کئی لڑیاں اس کی داڑھی کے بالوں سے ڈھلکتی ہوئی اس کے دامن کو بھگو گئی تھیں۔ اس کے قریب بیٹھے اسد الدین شیر کوہ اور

مجد الدین الدایہ کی حالت بھی اس سے مختلف نہ تھی عجیب سی دل سوزی میں کچھ دیر تک وہ بوڑھا سلطان نور الدین زنگی کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر دکھ بھرے لہجے میں اس کی آواز قصر کے اس کمرے میں گونج گئی تھی۔

''سلطان محترم! قسم مجھے اپنے خداوند قدیر و مہربان کی آپ کے یہ آنسو میرے لئے اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ میں اپنی شکایت اپنی نالش کے لئے صحیح جگہ پر آیا ہوں۔ سلطان محترم آپ کی اس کیفیت نے میرے لئے حوصلوں کا بحر کھڑا کر دیا ہے۔ حوصلہ وفائے آدم ہے۔ حوصلہ ہی انسان کے لئے یقین محکم اور دلوں کا مرہم بنتا ہے۔

سلطان محترم میری بدقسمتی کہ میں آپ کو سلطان مخاطب کرنے کی بجائے نور الدین مخاطب کرتا رہا ہائے حیف صلیبیوں کے ہاتھوں میں جو قدم قدم پر تاریک مظالم کے طوفان دیکھتا رہا نرم و نازک ہونٹوں پر روحوں کی ویرانی بھری آہیں سنتا رہا جو ممتا کی گرمی کو ظلم کی شوریدہ حدتوں میں جلتے دیکھتا رہا۔ میں جو ستم تلے دبی گردنوں، رسیوں میں جکڑی کلائیوں کا نظارہ کرتا رہا تو یہ سب دیکھتے ہوئے سلطان محترم میرا نفس مجہول صدق عقیدت اور مکر وریا میں تمیز کرنا بھول گیا۔ ہائے حیف کاش میں نے ایسا نہ کیا ہوتا''۔

اتنا کہنے کے بعد وہ بوڑھا خاموش ہو گیا۔ جواب میں سلطان نور الدین زنگی تھوڑی دیر تک اپنے ہونٹ کاٹتا رہا ضبط کرتا رہا آنکھیں بار بار ڈبڈبا جاتی تھیں۔ پھر اس نے اپنے سر کو جھٹکا دیا آنسوؤں کے کئی قطرے اس کے دامن پر گرے تھے۔ پھر سلطان نے اس بوڑھے کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔

''قسم مجھے اپنے خدائے مہربان پر جلال کی۔ اگر تمہارا تعلق میرے علاقوں سے ہوتا تو میں تمہیں اس بات کی اجازت دیتا کہ میرے لئے نور الدین کے الفاظ استعمال کرنے کی بجائے آگے بڑھ کر میرے منہ پر طمانچے مارو اور مجھے بیدار کرو کہ میں ان لوگوں کی حفاظت کا سامان کر سکوں جن کی ذمہ داری خداوند قدوس نے میرے کندھوں پر ڈالی ہے۔ اگر تم نے بدترین حالات دیکھتے ہوئے مجھے سلطان کی بجائے نور الدین کہہ کر مخاطب کیا ہے تو تمہارے یہ الفاظ بھی مجھ جیسے شخص کے لئے تازیانہ ہیں۔ میں نور الدین ہی ہوں۔ نور الدین میری اصلیت ہے۔ خداوند قدوس نے اگر مجھے حکمران بنا دیا ہے تو یہ اس کی مہربانی ہے۔ میں اس

چرواہے کی مانند ہوں جس کے ذمے اپنے ریوڑ کی حفاظت کرنا ہوتی ہے۔ میرے بزرگ! میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا۔ اگر صلیبیوں کے سامنے مجیر الدین اپنی سلطنت کے مسلمانوں کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں نبھاتا تو اس سے یہ ذمہ داری واپس لے لی جائے گی میں مسلمانوں کو صلیبی درندوں کے ظلم و جور کا شکار نہیں بننے دوں گا۔ مطمئن رہو یروشلم کا بادشاہ بالڈون اور طرابلس کا حکمران مسلمانوں کے خلاف ظلم کی زنبیل کھول چکے ہیں۔ تو اس زنبیل کا رُخ ان دونوں کی طرف بھی ہو گا۔ مطمئن رہو جو شکایات تم نے کہی ہیں ان کا ازالہ ضرور کیا جائے گا۔ یہاں حلب میں تمہاری حیثیت ایک معزز مہمان کی سی ہو گی۔ یہاں قیام کرو۔ اس کے بعد دیکھو تمہاری ان شکایات کے جواب میں کس قسم کے ردعمل اور کس قسم کی تبدیلی رونما ہوتی ہے''۔

پھر سلطان نور الدین زنگی کے کہنے پر اس کا جو سالار اس بوڑھے کو لے کر آیا تھا۔ بڑی عزت اور احترام کے ساتھ اسے اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

O

دمشق کے حکمران مجیر الدین کی کمزوریوں کی وجہ سے یروشلم کے نصرانی بادشاہ بالڈون کے حوصلے واقعی بے حد بڑھ گئے تھے۔ اس کے پاس ابھی تک یورپ کے صلیبی رضا کار جمع ہو رہے تھے۔ اس کی قوت میں خوب اضافہ ہو چکا تھا لہٰذا اس نے اپنی سلطنت کو وسیع کرنے کا عمل شروع کر دیا تھا۔

وہ سلطان نور الدین زنگی کے مقبوضات پر دست اندازی کی جرات تو نہ کر سکا۔ البتہ اس نے مجیر الدین اور مصر کی کمزور فاطمی خلافت کے علاقوں پر دست اندازی کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

سب سے پہلے اس نے عسقلان کے ساحلی شہر کو فتح کر لیا۔ (عسقلان پر نصرانیوں نے اس سے پہلے بھی کئی حملے کئے تھے۔ لیکن ابھی تک وہ شہر مصر کی خلافت کے تحت تھا۔ پھر مصر کی بدقسمتی خلفاء فاطمی میں سے ظافر بامرالدا نام کا ایک شخص خلیفہ ہوا اور وہ ایک انتہا درجہ کا عیاش نوجوان تھا۔ اور امور سلطنت میں کسی قسم کا کوئی تجربہ اور سروکار نہ رکھتا تھا۔ جبکہ یروشلم کا بالڈون نوجوان تھا۔ ہونہار تھا اور ہر وقت نصرانیوں اور صلیبیوں کی فلاح و بہبود کے متعلق سوچتا

رہتا تھا لہٰذا اپنی جنگی تیاریوں کو عروج پر پہنچانے کے بعد اس نے عسقلان کا محاصرہ کر لیا۔ یورپ سے آنے والے صلیبیوں کی وجہ سے اس کے حوصلے جوان تھے۔ شہر کے مسلمانوں نے چھ ماہ تک ڈٹ کر صلیبی یلغار کا مقابلہ کیا لیکن افسوس ان کو کسی طرف سے کوئی مدد نہ پہنچی۔ اس پر ظلم یہ ہوا کہ ان کے اندر پھوٹ پڑ گئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ صلیبیوں نے ایک زبردست حملہ کر کے عسقلان پر قبضہ کر لیا۔

عسقلان پر قبضہ کرنے کے بعد اب یروشلم کے بادشاہ بالڈون کی بھوکی نگاہیں دمشق پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ چاہتا تھا کہ دمشق پر قبضہ کرنے کے بعد نور الدین زنگی پر ضرب لگائی جائے اور ماضی میں جو نور الدین زنگی کے ہاتھوں صلیبیوں کو شکستیں ہوئی ہیں ان کا بدلہ اور انتقام لیا جائے۔

سلطان نور الدین زنگی کسی بھی صورت یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ بالڈون یلغار اور پیش قدمی کرتے ہوئے دمشق پر قبضہ کرے، اور پھر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے کی جرات کرے۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے سلطان نور الدین زنگی نے چھوٹا سا ایک لشکر دے کر اسد الدین شیر کوہ کو دمشق کی طرف روانہ کیا یہ ایک طرح سے ایک سفارت تھی دراصل سلطان نور الدین زنگی شیر کوہ کے ذریعے مجیر الدین کو یہ پیغام بھیجنا چاہتا تھا کہ وہ بالڈون کے سامنے کمزوری اور بے حمیتی کا اظہار کرنا ترک کر دے اور اپنے علاقے کے مسلمانوں کی حفاظت کرے اگر وہ ایسا نہیں کر سکتا تو پھر ایک طرف ہو جائے۔

والی دمشق مجیر الدین کے دل میں چور تھا۔ اسے جب خبر ہوئی کہ شیر کوہ ایک سفیر کی حیثیت سے اس سے ملاقات کرنے آ رہا ہے تو اس نے شیر کوہ سے ملاقات کی اور نہ ہی اس کے ساتھ جو لشکر کے دستے تھے ان کے لئے خوراک اور رسد کا انتظام کیا۔

شیر کوہ نے جب بار بار اس سے ملاقات کی درخواست کی تو اس نے نہایت درشت روی سے کہلا بھیجا کہ میرے نوکدار نیزے اور خارہ شگاف تلواریں ہی تم سے ملاقات کریں گی۔ شیر کوہ کو مجیر الدین کے اس جواب نے غضبناک کر دیا تھا۔ وہ ایک سفیر کی حیثیت سے آیا تھا۔ مجیر الدین کے خلاف کوئی جوابی کاروائی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا دمشق سے نکل کر

جسر خشب میں آ کر خیمہ زن ہو گیا۔ اور وہاں سے اس نے سلطان نور الدین زنگی کو مجیر الدین کی بدسلوکی کا سارا حال لکھ بھیجا۔

سلطان نور الدین زنگی کو شیر کوہ کا جب یہ پیغام ملا تو پھر وہ مجیر الدین کے اس رویے کو برداشت نہ کر سکا اور اسے سبق سکھانے کے لئے حلب سے نکل کھڑا ہوا تھا۔

دمشق کے نواح میں سلطان نور الدین زنگی اپنے لشکر کے ساتھ شیر کوہ سے جا ملا۔ پھر وہاں سے کوچ کرنے کے بعد لشکر نے عین دمشق کے قریب جا کے اپنا پڑاؤ کر لیا۔ سلطان نور الدین زنگی نے وقت ضائع نہ کیا۔ دمشق پر حملہ کرنے اور اسے پرامن طریقے سے فتح کرنے کے لئے اس نے اپنے سارے سالاروں کا اجلاس طلب کر لیا تھا۔ جب سارے سالار اس کے خیمے میں جمع ہو گئے تب سلطان نور الدین زنگی انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”عزیزان دیرینہ۔ دوسرے علاقوں کی نسبت دمشق کی حالت مختلف ہے۔ یہاں میں بامر مجبوری لشکر کشی کر رہا ہوں۔ اگر وہ عہد جو میرے اور مجیر الدین کے درمیان ہوا تھا۔ قائم رہتا تو میں کسی بھی صورت دمشق پر لشکر کشی نہ کرتا۔ اب چونکہ مجیر الدین بار بار مسلمانوں کے خلاف صلیبیوں سے ساز باز کر رہا ہے اس کی حکومت کے وسیع علاقے صلیبیوں کی سرحدوں سے ملتے ہیں لہٰذا یہ علاقے سارے مسلمانوں کے لئے صلیبیوں کی طرف سے خطرہ بن سکتے ہیں۔ اب میں نے عہد کر رکھا ہے کہ مجیر الدین کے سارے علاقوں کو اپنی سلطنت میں شامل کیا جائے گا تاکہ صلیبیوں کے بے پناہ سیلاب کے سامنے مضبوط اور مستحکم بند باندھا جا سکے۔

یہ اجلاس طلب کرنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ کوشش یہ کرنی ہے کہ جنگ کے دوران کم سے کم ہمارا اور دمشق والوں کا نقصان ہو۔ بغیر کسی مجبوری اور ضرورت کے کسی کے خلاف تلوار استعمال نہ کی جائے۔ تاہم اگر کوئی زبردستی ہماری راہ روکتا ہے ہمارے ارادوں کی پامالی کی کوشش کرتا ہے تو اس کا خاتمہ بھی لازمی ہے“۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان نور الدین رکا کچھ سوچا اس کے بعد وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

”شیر کوہ اور مجد الدین! جو کچھ میں کہنے لگا ہوں توجہ غور اور انہماک سے سنو! جس قدر لشکر اس وقت ہمارے پاس ہے اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ حسب سابق چھوٹے سالاروں کو بھی تقسیم کر دیا جائے گا۔ میں اپنے حصے کے ساتھ دمشق شہر کے مشرقی

دروازے کے سامنے پڑاؤ کر کے شہر پر حملہ آور ہونے کی ابتداء کروں گا۔ شیر کوہ اور مجد دالدین تم دونوں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ شہر کے غربی دروازے کی طرف سے اپنے کام کی ابتدا کرو گے۔ اس طرح ہمارے لئے آسانیاں ہو جائیں گی۔ اس لئے کہ شہر کے اندر مجیر الدین کے پاس جس قدر عسکری قوت ہے۔ اس کو اسے دو حصوں میں تقسیم کرنا پڑے گا۔ مغرب میں اور مشرق میں اور پھر۔ دونوں طرف دفاعی معاملات اور لشکریوں کی نگرانی کرنا اس کے لئے محال نہیں تو مشکل ضرور ہو کے رہ جائے گا۔ اس طرح وہ ایک شش و پنج اور تذبذب کا شکار ہوگا اور مجھے امید ہے کہ اسی حالت میں اگر اس پر دباؤ بڑھتا رہے تو وہ ایک نہ ایک روز پرامن طریقے سے ہتھیار ڈال کر اپنے آپ کو ہمارے حوالے کرنے پر مجبور ہو جائے گا''۔

سلطان نور الدین رکا اس کے بعد اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

شیر کوہ اور مجد دالدین خصوصیت کے ساتھ ان باتوں کا خیال رکھنا کہ جب دمشق شہر ہمارے ہاتھوں فتح ہو جائے تو کسی کی جان و مال کو نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ ہمارے لشکر کا کوئی بھی لشکری کسی کے گھر میں داخل نہیں ہوگا۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو سخت ترین سزا دی جائے گی ہمارا مقابلہ کرتے ہوئے دمشق کے حفاظتی لشکر میں سے اگر کوئی زخمی آتا ہے۔ تو اسے معاف کرتے ہوئے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے گا شہر فتح ہونے کے وقت اگر کوئی ہمارے سامنے سے بھاگ کر جان بچاتا ہے تو یاد رکھنا ایسے بھاگنے والوں کا تعاقب نہیں کیا جائے گا نہ ان کو کوئی نقصان پہنچایا جائے گا''

یہ سارے احکامات جاری کرنے کے بعد سلطان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا سلطان کو دیکھتے ہوئے سارے سالار بھی کھڑے ہو گئے۔ پھر سلطان کہنے لگا۔

''آؤ اب لشکر کی تقسیم کو آخری شکل دیں''۔

اس کے ساتھ ہی سب سلطان کے خیمے سے نکل گئے۔ لشکر کی تقسیم کے ساتھ ہی سلطان نے اپنے حصے کے لشکر کو آگے بڑھا کر شہر کے مشرقی دروازے کے سامنے منظم کر دیا جبکہ اپنے حصے کو لے کر۔ شیر کوہ اور مجد دالدین دمشق کی شہر پناہ کے مغربی حصے کی طرف گئے اور وہاں انہوں نے اپنے حصے کو منظم کرنا شروع کر دیا تھا۔

یہاں مجیر الدین نے انتہائی قسم کی دینی بے حمیتی کا مظاہرہ کیا۔ بجائے اس کہ ان پر آشوب حالات میں وہ سلطان سے اپنے رویے کی معافی مانگتا جو بدعہدیاں اس سے ہوئی تھیں ان کی تلافی کرتا۔ اور سلطان کے خلاف اس نے جو صلیبیوں کے ساتھ ساز باز کی تھی اپنے اس رویے پر معافی مانگ کر آئندہ سلطان کے حق میں پر خلوص رہنے کا وعدہ کرتا۔ الٹا اس نے اپنے لشکر کے دو حصے کئے۔ دونوں لشکروں کو اس نے اپنے بہترین سالاروں کی سرکردگی میں دیا گیا وہ خود شہر کے اندر ہی رہا اور اپنے ان دونوں سالاروں کو حکم دیا کہ وہ شہر پناہ کے شرقی اور غربی دروازے سے نکل کر سلطان نور الدین زنگی۔ شیر کوہ اور مجد دالدین کے لشکر پر حملہ آور ہو جائیں۔

مجیر الدین کی تجویز کے مطابق پہلے اس کے لشکر کا ایک حصہ شہر پناہ کے شرقی دروازے سے نکلا اور خبث باطن کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ ہجر و حرارت کی طرح سلطان نور الدین زنگی پر حملہ آور ہوا۔

سلطان پہلے ہی مجیر الدین سے بڑا بے زار اور اکتایا ہوا تھا۔ جونہی اس کے لشکر نے سلطان پر حملے کی ابتدا کی۔ فوراً صعوبت کی راہوں کے کسی دمساز کے اعتماد تیقن۔ دشت جنون میں اچانک نمودار ہو جانے والے فیضان سروری اور دامن کو چاک۔ دل کو فگار کر دینے والے سوزش دروں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔ لمحوں کے اندر سلطان نے شرقی دروازے سے نمودار ہو جانے والے مجیر الدین کے لشکر کو بے زین و زینت، زبان بے نطق، قلب زخم آشنا، سہمی اور بلکتی ہوئی بھیڑوں ہوش و دانش اور جوش و جذبے کی محرومیوں سے بدتر کرنا شروع کر دیا تھا۔

یہاں تک کہ مجیر الدین کے شکر کا وہ حصہ بدترین شکست پا کر بھاگا اور واپس شہر میں داخل ہو گیا تھا۔

اسی وقت مجیر الدین کے لشکر کا دوسرا حصہ شہر پناہ کے غربی دروازے سے نکلا اور شیر کوہ اور مجد دالدین پر تاریک پر ہول شب اور آماجگاہ میں کھولتی آتشناک گرم رو کی طرح حملہ آور ہوا شیر کوہ اور مجد دالدین نے بھی سلطان ہی کی طرح اپنے ردعمل کا اظہار کیا اور وہ دل کو لخت لخت کر دینے والی ہیبتناک نوائے ہاتف۔ شیزہ گاہ میں آوازوں کو نوحوں میں بدل دینے والے عذاب و کرب بھری سموم و صرصر قہر کے کاروانوں کو غبار راہ کی طرح اڑا دینے والی وقت

کی بے روک یلغار کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

مجیر الدین کے لشکر کا یہ حصہ بھی شیر کوہ اور مجدد الدین کے حملوں کے دباؤ کو برداشت نہ کر سکا لمحوں کے اندر شیر کوہ اور مجدد الدین نے اس لشکر کی حالت بھی زوال شب میں بجھتی آگ ہوا کے بگولوں کا شکار پانی کے بے منزل بلبلوں سی بنانی شروع کر دی تھی یہاں تک کہ مجیر الدین کی بدقسمتی سے کہ اس کے لشکر کا وہ حصہ بھی شکست اُٹھا کر شہر میں محصور ہو گیا۔

ایک طرف سے سلطان نور الدین نے خود اور دوسری طرف سے شیر کوہ اور مجدد الدین نے دمشق پر تابڑ توڑ حملے کرنے شروع کر دیئے تھے۔ مجیر الدین کے لشکر کے دونوں حصے جب بھاگ کر شہر پناہ کے اندر چلے گئے تب سلطان نور الدین زنگی، شیر کوہ اور مجدد الدین اپنے لشکریوں کو لے کر بالکل شہر پناہ کے نیچے پہنچ گئے۔ مجیر الدین کے حکم پر فصیل کے اوپر اس کے جو لشکری تھے انہوں نے آگ برسانا شروع کر دی۔ اور چاہتے تھے کہ سلطان نور الدین اور اس کے لشکری پیچھے ہٹ جائیں۔ مورخین لکھتے ہیں کہ ایک دن اور ایک رات ایسی ہی کیفیت طاری رہی۔

آخر فیصلہ کرنے کے بعد سلطان نور الدین زنگی کی طرف سے شہر پر فیصلہ کن حملہ کرتے ہوئے فصیل کے ایک حصے کو توڑ دیا گیا فصیل کا ٹوٹنا تھا کہ سلطان نور الدین زنگی شیر کوہ اور مجدد الدین اپنے لشکر کے ساتھ کسی بے روک سیلاب کی طرح شہر میں داخل ہوئے۔

دمشق کے لشکری پہلے ہی بد دل ہو رہے تھے لہٰذا انہوں نے فوراً ہتھیار ڈال کر امان طلب کرنی شروع کر دی۔ سلطان نور الدین نے اہل دمشق کے لئے عام معافی کا اعلان کر دیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے شہر پناہ پر سلطان کا پرچم لہرانے لگا تھا۔

غیر ذمہ دار مجیر الدین نے جب دیکھا کہ شہر پناہ پر سلطان نور الدین زنگی کا پرچم لہرا چکا ہے اور شہر کو سلطان نے فتح کر لیا ہے تب وہ جا کے قلعے میں پناہ گزین ہو گیا۔ مجیر الدین ایسا غیر ذمہ دار تھا کہ شکست اٹھانے کے بعد بھی اس نے ذمہ داری کا مظاہرہ نہ کیا اور سلطان کی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔ بلکہ قلعے میں محصور ہو کر بچنے کی کوشش کی۔ اس طرح وہ سمجھتا تھا کہ شاید قلعے میں۔ وہ سلطان سے محفوظ ہو جائے گا لیکن جب سلطان نے قلعہ پر اپنا دباؤ بڑھاتے ہوئے حملے شروع کیے تب مجیر الدین کو یقین ہو گیا کہ سلطان لمحوں کے اندر قلعہ کو بھی فتح کر کے

پامال کر دے گا۔ لہٰذا آنے والی صورتحال سے بچنے کے لئے قلعے کا دروازہ کھول کر وہ نکلا اور اپنے آپ کو سلطان کے لشکر کے حوالے کر دیا۔

سلطان پورے شہر کو فتح کر چکا تھا۔ قلعے پر بھی اب سلطان کا قبضہ ہو گیا تھا یوں ایک طرح سے مجیر الدین کی ساری سلطنت سلطان نور الدین کے تسلط میں آ گئی تھی۔

سلطان کے لشکریوں نے مجیر الدین کو پکڑ کر سلطان کے سامنے پیش کر دیا۔ اس وقت سلطان قلعے کے پاس شیر کوہ، مجدد الدین اور دوسرے سالاروں کے ساتھ بیٹھا شہر کے متعلق احکامات جاری کر رہا تھا کہ مجیر الدین کو سلطان کے سامنے پیش کیا گیا۔

مجیر الدین کو دیکھتے ہی سلطان نور الدین زنگی نے اس پر ایک تیز نگاہ ڈالی جس پر مجیر الدین کی حالت ایسے ہو گئی تھی جیسے بھونچال کے جھٹکوں میں سمندر کانپ لرز گیا ہو۔ پھر سلطان نور الدین زنگی نے انتہائی خفگی اور غصے کا اظہار کرتے ہوئے مجیر الدین کو مخاطب کیا۔

''مجیر الدین تم ایک انتہائی غیر ذمہ دار اور ملت کے کمتر فرد ثابت ہوئے ہو۔ تمہارے جیسے لوگوں کا آغاز بھی دھواں دھواں فضاؤں سا تحیر آخیز اور انجام بھی ویران بستیوں جیسا حیرت انگیز ہوتا ہے۔ تو آبگینوں کے نگر اور سفینوں کے لنگر کا اچھا پاسبان ثابت نہ ہوا تو منبر کی سربلندی اور مسجدوں کے وقار کا ایک کامیاب محافظ بھی نہ بن سکا بس تو اپنے حصار ذات کے شرق و غرب کے سنگم میں اوہام کے انگارے لئے پھرتا رہا۔

ظالم ایک اچھا اور انصاف پسند مسلمان حکمران تو کالی خاموشیوں میں اپنے لوگوں کے اپنے تحفظ کا نیر تاباں گمراہی کے انگاروں میں کردار کی تقدیس، بے اماں راتوں کے لمحوں میں امیدوں کا مستحکم ایوان اور کالے سایوں کے راج میں ان کے لئے نفس نفس روشنی کی چاہت ثابت ہوتا ہے۔

لیکن تو اپنی ملت اپنی قوم کے لئے تالاب کا گدلا پانی، بدی کا تاریک ایوان، ہلاکت خیز لاوا اور وحشتوں کا آسیب ثابت ہوا''۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان تھوڑی دیر رکا پھر اسی انداز میں مجیر الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''مجیر الدین ایک حکمران کی حیثیت سے تیری عقل کی معراج پستیوں میں کیوں جا

ری تیرے ادراک کا شوق منجمد کیوں ہوا تیرے کردار کی رگوں میں تپش کیوں ختم ہو گئی اور تیری حمیت کا تیشہ کند کیوں ہو گیا۔تو کیوں کسی گمراہ صورت گر کی طرح اپنے مقدر سے جنگ کرتا رہا۔اور انسانیت کے ماحضر کیلئے اپنے رب کی رضامندی کے وسیلے کا خواہاں نہ ہوا''۔

سلطان یہاں تک کہنے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے خاموش رہا۔غور سے مجیر الدین کو دیکھتا رہا اور مجیر الدین کو دوبارہ مخاطب کیا۔

''اب دیکھ اپنی حالت پر نگاہ دوڑا۔تو کچھ نہیں بولتا۔تیری زبان پتھر کی سل ہو گئی ہے۔تو ہجر کی سیاہ رات کی طرح اپنی سوچوں میں گم ہے۔اپنی غیر ذمہ داری پر ماتم کناں ہے مجیر الدین میں اگر چاہتا تو تجھے زنگ آلود آئینہ جان کر توڑ سکتا تھا۔بدی کی مٹی سے آباد پستی جان کر برباد کر سکتا تھا۔عشرتوں کا رنگ جان کر تجھے منتشر کر سکتا تھا اور مردہ آرزوؤں کا مقبرہ سمجھ کر تجھے توڑ سکتا تھا۔لیکن کسی سے انتقام لینا تخلیق کا اعجاز نہیں۔معاف کر دینا ہی کر کا اصل فسوں ہے''۔

سلطان چپ رہا اور اس بار وہ دکھ بھرے انداز میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ مجیر الدین زنگی صرف ساز نہیں سوز بھی ہے۔تپش میں حدت ہی نہیں عبرت خیز بھی ہوتی ہے۔کاش تو اپنی قوم اپنی ملت کے لئے روشنی کا مینار،سنسان راہوں پر اشجار کا سایہ اور نگر نگر قریہ قریہ ضرورتمندوں کے زخموں کا مرہم ثابت ہوتا۔لیکن ہائے حیف تو اپنی ملت کے لئے پچکی ہوئی ڈھول جیسا بے فائدہ اور بے سود ہی رہا۔

میں نے تجھے پہلے دو مواقع دیئے۔ہر بار تجھے معاف کیا۔اور تیرے ساتھ جو بھی عہد کیا تو اس عہد سے پھر گیا۔بجائے اس کے کہ تو مسلمانوں کی پاسبانی کرتا ان کے تحفظ کے لئے جدوجہد کرتا تو الٹا مسلمانوں کے خلاف صلیبیوں سے اتحاد کرنے پر مائل ہو گیا۔میں سمجھتا ہوں اس سے بڑھ کر ایک مسلمان کے لئے بے حمیتی اور بے غیرتی کا کوئی قدم ہو ہی نہیں سکتا۔ مجیر الدین اب تو اس قابل نہیں رہا کہ تجھے ان علاقوں کا حکمران برقرار رکھا جائے اس لئے کہ تو اپنے مسلمان بھائیوں کو تین بار سانپ بن کر ڈس چکا ہے۔اور اب اس سانپ کو حکمرانی کے منبر پر نہیں بٹھایا جا سکتا۔

میں تیرے لئے کوئی بڑی سزا بھی تجویز نہیں کرتا۔اس لئے کہ تیرے اعمال کی سزا

اور جزا کا فیصلہ میرا اللہ کرے گا لیکن میں پھر تجھے مسلمانوں کو ڈسنے والا سانپ نہیں بننے دینا چاہتا اگر اس موقع پر میں تیری گردن اڑا دیتا تو بہت سے لوگ خوش ہوتے اس لئے کہ لوگ تجھ سے نالاں ہیں لیکن میں تجھے حمص شہر کی طرف بدر کرنے کے احکامات جاری کرتا ہوں۔ساتھ ہی تمہیں یہ بھی تنبیہ کرتا ہوں کہ آنے والے دور میں اگر کسی بھی موقع پر مجھے یہ خبر مل گئی کہ تو اپنی مسلم قوم اور ملت کے خلاف کوئی قدم اُٹھا رہا ہے اور جو کچھ تو نے کھویا ہے اسے حاصل کرنے کے لئے صلیبیوں سے ساز باز کر رہا ہے تو یاد رکھنا میں تیرے جسم کے ایک ایک عضو کو کاٹ کر چیلوں اور کوؤں کے آگے پھینک دوں گا بس اس سے زیادہ میں تمہیں کچھ نہیں کہنا چاہتا''۔

اس طرح سلطان نے مجیر الدین کو دمشق سے حمص کی طرف روانہ کر دیا۔اور یوں بورئین خاندان کے نامور شخص مہلتگین نے جو باون سال پہلے دمشق میں ایک خود مختار حکومت کی بنیاد رکھی تھی وہ مجیر الدین کی کوتاہ اندیشی اور بے حمیتی کی وجہ سے ختم ہوئی اور سلطان نور الدین زنگی اس کا وارث بنا۔

مجیر الدین کو دمشق سے حمص کی طرف روانہ کرنے کے بعد سلطان نور الدین زنگی نے شہر میں ایک عام مجلس منعقد کی۔جس میں دمشق شہر کے صاحب ثروت تجارت پیشہ لوگوں اہل علم۔اہل ہنر اور دیگر امور میں ماہر لوگوں کو شامل کیا گیا۔

اس مجلس میں فیصلہ ہوا کہ اس لڑائی کے دوران جن لوگوں کے مال و اسباب کا نقصان ہوا ہے انہیں سلطان کی طرف سے معقول معاوضہ دیا جائے گا اس کے علاوہ سلطان نے دمشق کے علماء اور وفادار امراء کو خلعتوں اور انعام و اکرام سے بھی نوازا۔اس کے علاوہ اس نے دمشق کے لئے تجارت کے درآمدی برآمدی محصول اور سبزیوں اور پانی کے محصول میں بھی کمی کر دی تھی۔

سلطان نے سہولتوں کا جو اعلان کیا جمعہ کے خطبوں کے اندر بھی اس کا اعلان کیا گیا۔اور تحریری شکل میں لکھ کر شہر کے اندر بھی آویزاں کیا گیا۔

دمشق میں سلطان نور الدین الدین زنگی کا قبضہ اس دور کا ایک انتہائی اہم اور قابل ذکر کارنامہ خیال کیا جاتا ہے۔دمشق کے سلطان نور الدین زنگی کی سلطنت میں شامل ہونے کے بعد موصل سے حران تک سلطان کی سلطنت پھیل گئی اور اب وہ بڑی آسانی سے یروشلم پر ضرب لگا سکتا تھا۔

دمشق کے سلطان نور الدین کے ہاتھوں فتح پر بغداد کا عباسی خلیفہ اس قدر خوش اور
مطمئن ہوا کہ اس نے سلطان نور الدین زنگی کو نہ صرف یہ کہ دمشق کی فتح پر مبارکباد بھیجی بلکہ
سلطان کو الملک العادل کا خطاب بھی دیا۔

دمشق کی فتح سے جو ایک بہت ہی اچھا کام ہوا وہ یہ کہ جس وقت سلطان نور الدین
نے دمشق فتح کیا اس وقت عالم اسلام کے عظیم محسن اور رجل عظیم سلطان صلاح الدین ایوبی کا
باپ نجم الدین ایوبی جو بعلبک کا والی تھا۔ اسے خبر ہوئی کہ مجیر الدین کو شکست دے کر سلطان
نور الدین زنگی نے دمشق پر قبضہ کر لیا ہے۔ تو نجم الدین ایوبی آپ سے آپ سلطان کی خدمت
میں حاضر ہوا اور بعلبک کی کنجیاں اس کے سامنے رکھ دیں۔ سلطان نور الدین زنگی کو اس کے
اظہار اطاعت پر بہت خوشی ہوئی اور اس نے نجم الدین ایوبی کو اپنے حلقہ خاص میں شامل کر لیا۔

O

طرطوس کے صلیبی چونکہ آئے دن نہ صرف مسلمانوں کے علاقوں پر حملے کرکے
مسلمانوں کی املاک کو نقصان پہنچاتے تھے بلکہ اپنے ہاں یورپ سے آنے والے صلیبیوں کو بھی
پناہ دیتے تھے اس طرح وہ مسلمانوں کے مقابلے میں صلیبیوں کی طاقت اور قوت میں اضافے
کے خواہاں تھے۔ اس بنا پر سلطان ان کی طرف متوجہ ہوا۔

اس قلعہ میں جنگجو صلیبیوں کی ایک کثیر تعداد موجود تھی۔ سلطان نے جب اس قلعے کا
محاصرہ کیا تو صلیبیوں نے چونکہ قلعے کے اندر بھاری مقدار میں سامان رسد اور حرب وضرب کا
کر رکھے تھے لہٰذا انہوں نے بڑے پرجوش انداز میں سلطان کا مقابلہ کیا۔ سلطان کے تیز اور
جان لیوا حملوں کے سامنے ان کی کوئی پیش نہ گئی۔ آخر سلطان کے مقابلے میں انہیں شکست
اُٹھانا پڑی لشکر کے بیشتر حصے کو تباہ و برباد کر دیا گیا اور باقی بچنے والوں کو گرفتار کر لیا گیا۔

شہر کے اندر جن لوگوں نے امان طلب کی سلطان نے رحمدلی سے کام لیتے ہوئے
تامل ان کو آزاد کر دیا۔ اور کسی کو مطلق کوئی نقصان نہ پہنچایا۔ طرطوس کی فتح کے بعد طرطوس کے
آس پاس اور نواح میں جتنے صلیبیوں کے چھوٹے چھوٹے قلعے تھے انہوں نے بھی سلطان نور
الدین کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ بڑی فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سلطان نے

جزیہ ادا کرنے کے سوا ان سے کوئی تعرض نہ کیا۔ اسی دوران عالم اسلام میں ایک بہت بڑا حادثہ
اور المیہ ہوتے ہوتے رہ گیا وہ یہ کہ قونیہ کے سلطان مسعود اول وفات پا گیا اور اس کے بعد
الپ ارسلان ثانی قونیہ کے تاج و تخت کا سلطان بنا۔

سلطان بنتے ہی الپ ارسلان نے غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے سیواس
کے حکمرانوں کے ساتھ جنگ چھیڑ دی۔

اس جنگ کے دوران میں کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ سلطان نور الدین الپ
ارسلان سے بدظن ہو گیا اور اس نے الپ ارسلان کے کئی سرحدی قلعوں پر قبضہ کر لیا اس لئے
کہ سلطان کو الپ ارسلان کا یہ فیصلہ پسند نہ آیا کہ وہ سیواس کے حکمرانوں پر حملہ آور ہو۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے قلیج ارسلان نے گھبرا کر سیواس کے حکمرانوں کے
خلاف جنگ و جدل کا سلسلہ ترک کر دیا۔ اور قونیہ پہنچ کر اس نے سلطان نور الدین زنگی کو پیغام
بھجوایا کہ میرے دل میں آپ کا بے حد احترام اور بڑی عزت ہے۔ اور میں ہمیشہ آپ کی دوستی
و رفاقت پر فخر کرتا رہوں گا۔

الپ ارسلان نے سلطان نور الدین زنگی کو یہ بھی پیغام بھجوایا کہ ہم دونوں کا اتحاد
مسلمانوں کا صلیبیوں کے ظلم و ستم سے بچاؤ رکھ سکتا ہے۔ اس لئے کہ میں سمجھتا ہوں جو کام
صلیبیوں کے خلاف میرے باپ نے کیا تھا اس کام کو آپ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اس لئے
میری آپ سے درخواست ہے کہ آپ میرے قلعوں پر سے اپنا قبضہ اُٹھا لیں آپ کے اس
فیصلے سے آپ اور میرے درمیان کوئی جھگڑے اور فساد کی وجہ نہ رہے گی۔

سلطان نور الدین بڑا رحمدل اور صلح جو حکمران تھا۔ جس طرح الپ ارسلان نے اس
کے لئے گرمجوشی کا اظہار کیا۔ ویسے ہی گرمجوشی اور محبت کا اظہار سلطان نور الدین نے بھی کیا اور
اس کے سارے مفتوحہ علاقے واپس کر دیے۔ اور ساتھ ہی اس سے اس سلسلے میں معذرت بھی
کر لی اس طرح عالم اسلام میں ایک بہت بڑا حادثہ اور ٹکراؤ ہوتے ہوئے رہ گیا۔

☆

ایک روز حسین، خوبصورت اور پری جمال مرسینہ بھاگتی ہوئی اس کمرے میں داخل ہوئی جس میں عبدہ، ازبل، زہران بیٹھی کسی موضوع پر باہم گفتگو کر رہی تھیں۔ مرسینہ بھاگتی ہوئی عبدہ کے پاس آئی اور اسے کہنے لگی۔

''ماں! ذرا باہر تو نکل کر صحن میں چلو دیکھو کیسا عمدہ منظر ہے''۔

مرسینہ کے ان الفاظ کے جواب میں عبدہ، زہران اور ازبل تینوں سوالیہ سے انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگی تھیں۔ مشال، جمارا اور عبیرہ کی نگاہیں بھی اس پر جمی ہوئی تھیں جبکہ سمرون جواب کافی حد تک بہتر ہو چکا تھا اور جس کے پاس بیٹھ کر سب باتیں کر رہے تھے وہ بھی استفہامیہ انداز میں مرسینہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ مرسینہ آگے بڑھی بڑی عقیدت مندی میں اس نے عبدہ کا بازو پکڑا پھر کہنے لگی۔

''اماں اٹھیں نا''۔

پھر اس نے سہارا دے کر عبدہ کو اُٹھایا اپنے ساتھ باہر لے گئی۔ باقی لوگ بھی ان کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔ باہر صحن میں لاکر مرسینہ نے جب اصطبل کی طرف اشارہ کیا تو عبدہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ باقی سب لوگ بھی بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے اس لئے کہ اصطبل میں مجد دالدین، شمس الدین اور خطلخ اپنے گھوڑوں کو باندھ کر اصطبل سے نکل کر ان کی طرف آ رہے تھے۔

قریب آئے تو سب سے پہلے عبدہ اور زہران نے انہیں پیار دیا پھر سمرون ان تینوں سے گلے ملا اس کے بعد وہ باقی سب افراد سے مل رہے تھے۔

ان تینوں کو لے کر نئے مکان کے اسی کمرے میں جا کر بیٹھے جہاں وہ اس سے پہلے بیٹھ کر گفتگو کر رہے تھے۔ جب سب بیٹھ گئے تب گفتگو کا آغاز عبدہ نے کیا تھا۔

''میرے تینوں عظیم بیٹو! سب سے پہلے تو میں تمہیں تمہاری حالیہ جنگوں میں فتح مندیوں پر مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ اس کے ساتھ ہی تمہیں ایک اچھی اور خوش کن خبر بھی سناتی ہوں''۔

مجد دالدین چونکنے کے انداز میں اپنی ماں کی طرف دیکھنے لگا تھا پھر وہ بول اُٹھا تھا۔

''ماں! آپ نے جو ہمیں فتح مندی کی مبارکباد دی ہے۔ اس میں آپ سب لوگ بھی شامل ہیں۔ اس لئے کہ ہم سب کی حیثیت اب ایک گھرانے کی سی ہے۔ گھر کا ایک فرد اگر اچھا کام کرتا ہے تو اس اچھائی میں گھر کے دیگر افراد شامل ہوتے ہیں۔ ماں! مجھے اب آپ کی اس بات نے جستجو اور تجسس میں ڈال دیا ہے کہ آپ ہمیں کون سی خوش کن خبر سنانا چاہتی ہیں''۔

اس موقع پر زہران بول پڑی اور عبدہ کی طرف دیکھ کر کہنے لگی۔

''عبدہ میری بہن یہ خبر تم سناؤ گی یا میں ان سے کہہ دوں''۔

عبدہ بھی مسکرا دی کہنے لگی۔

''زہران میری بہن نہیں۔ یہ خبر میں ہی سناؤں گی''۔

جو کچھ عبدہ کہنا چاہتی تھی شاید اس کا علم مرسینہ، مشال، جمارا اور عبیرہ کو تھا اسی بنا پر وہ اپنے چہروں کو ڈھانپتی ہوئی مسکرا رہی تھیں۔ یہاں تک کہ کمرے میں عبدہ کی آواز سنائی دی تھی۔

''مجد دالدین میرے بیٹے حالات کا کچھ پتہ نہیں کہ کس کروٹ بیٹھتے ہیں کب اپنے اندر تبدیلی پیدا کرتے ہیں۔ اس لئے کہ صلیبی بار بار مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر اور لوٹ مار کا بازار گرم کرتے ہوئے سلطان کو اپنے لشکر کے ساتھ حلب سے نکل کر ان کی سرکوبی پر مجبور کرتے ہیں۔

اس بنا پر مجھے خدشہ ہے کہ نجانے سلطان پھر کب اور کس وقت اپنے لشکر کے ساتھ صلیبیوں کی سرکوبی کے لئے نکل کھڑا ہو، ان حالات کو دیکھتے ہوئے ہم سب نے مل کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ جونہی تم لوگ گھر واپس آ و گے اس کے ٹھیک تیسرے دن تم لوگوں کی شادی کا اہتمام کیا جائے گا یہ آخری فیصلہ ہے اور تم تینوں میں اگر کسی نے اس میں تبدیلی کرنا چاہی تو میں اسے تسلیم نہیں کروں گی۔ اس سلسلے میں آج ہی تم تینوں کی شادی کی اطلاع سلطان محترم کو بھی

کر دی جائے گی تا کہ وہ تم تینوں کی شادی میں شرکت کریں''۔

یہاں تک کہنے کے بعد عبدہ رُکی پھر وہ مجدد الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ ر
تھی۔

''بیٹے! کچھ سامان رہ گیا ہے۔ جس کی خریداری کرنی ہے۔ اس کی فہرست مری
جمارا اور عبیرہ نے خود بنا کر مشال کے حوالے کر دی ہے۔ اس لئے کہ شادی کے سار
انتظامات مشال کر رہی ہے۔

بیٹے آج کا دن آرام کرو۔ کل مشال سامان کی خریداری کی فہرست تمہارے حوا
کر دے گی۔ تم شمس الدین اور خطلخ دونوں کو ساتھ لے کر وہ اشیاء خرید لانا تا کہ شادی
انتظامات کو آخری شکل دی جائے''۔

عبدہ جب خاموش ہوئی تو مسکراتے ہوئے مجدد الدین نے اپنے قریب بیٹھے ش
الدین اور خطلخ کی طرف دیکھا وہ دونوں چپ بیٹھے تھے۔ از راہ تمسخر مجدد الدین نے ان دو
کو مخاطب کیا۔

''تم دونوں نے اپنے چہرے ایسے بنائے ہوئے ہیں جیسے تمہیں اپنی شادی
کوئی خوشی نہیں ہوئی۔ گھبراؤ نہیں۔ یہ تم بننے کی کوشش کر رہے ہو اور میں تم دونوں کو اچ
طرح جانتا ہوں تمہارے اندر میں جانتا ہوں خوشی کے لڈو پھوٹ رہے ہوں گے۔ لیک
بظاہر تم نے اپنے ہونٹ بند کر کے خوب ضبط اور نظم کا اہتمام کیا ہوا ہے۔ بہر حال اس
لئے تم قابل تعریف ہو''۔

مجدد الدین کے ان الفاظ پر شمس الدین اور خطلخ دونوں ہنس دیئے تھے پھر ش
الدین اُٹھ کھڑا ہوا اپنی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ماں جو خبر آپ نے سنائی ہے وہ ہے تو اچھی۔ لیکن اس وقت ہم تینوں کو بھوک
ہوئی ہے۔ پہلے ہمیں کھانا دیں''۔

سب سے پہلے مرسینہ اُٹھی اور کہنے لگی۔

''آپ تینوں لباس تبدیل کریں اتنی دیر تک ہم آپ لوگوں کے لئے کھانا تیار کرتے ہیں''
اس کے ساتھ ہی سب اُٹھ کر اس کمرے سے نکل گئے تھے۔

O

تیسرے دن بڑی دھوم دھام اور بڑی شان و شوکت سے مجدد الدین اور مرسینہ، شمس الدین اور جمارا، خطلخ اور عبیرہ کی شادی ہو گئی تھی۔

اس شادی کے چند روز بعد مجدد الدین ایک روز اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا جبکہ مرسینہ اس کمرے کی چیزیں درست کر کے رکھ رہی تھی۔ یہ ان دونوں کی خواب گاہ تھی۔

اسی لمحہ دروازے پر مشال نمودار ہوئی دونوں اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ مشال نے انہیں مخاطب کیا۔

''آپ دونوں کو اماں بلا رہی ہیں۔ اس وقت سب لوگ تایا سمرون کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں کسی انتہائی اہم موضوع پر گفتگو ہونے والی ہے''۔

مشال کے ان الفاظ پر چونکتے ہوئے مجدد الدین نے مرسینہ کی طرف دیکھا اور پھر پوچھا۔

''مرسینہ۔ خیریت تو ہے''۔

مرسینہ نے ہاتھ میں پکڑا برتن ایک طرف رکھ دیا پھر وہ مجدد الدین کے قریب آئی اور کہنے لگی۔

''مجھے تو کچھ علم نہیں۔ اماں بلا رہی ہے تو چلتے ہیں''۔

اس کے ساتھ ہی دونوں کمرے سے نکلے اور مشال کے ساتھ ہو لئے۔

جب وہ نئے مکان میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا وہاں سمرون کے علاوہ عبدہ ازبل، زہران، جمارا، عبیرہ کے علاوہ شمس الدین اور خطلخ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ دونوں بھی سلام کرتے ہوئے ایک طرف ہو بیٹھے ان کے قریب ہی مشال بھی بیٹھ گئی تھی۔ بیٹھنے کے ساتھ ہی اپنی ماں عبدہ کو مخاطب کرتے ہوئے مجدد الدین کہہ رہا تھا۔

''اماں! مشال ہمیں بلانے گئی تھی خیریت تو ہے۔ یہ جو آپ نے سب کو جمع کر رکھا ہے۔ میرا دل کہتا ہے کوئی خاص بات ہے''۔

اس پر عبدہ مسکرائی اور کہنے لگی۔

"بیٹے کوئی خاص بات تم سے مشورہ کئے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔ بس معاملہ کچھ یوں ہے کہ میں از بل تمہاری پھوپھی زہران اور محترم مرون ۔ نے مل کر ایک فیصلہ کیا ہے۔ یہ معاملہ مشورہ ہم نے تم سب کی غیر موجودگی میں کیا تھا۔ ایسا ہم نے اس لئے کیا کہ پہلے ہم چاروں بڑے اس پر متفق ہو جانا چاہتے تھے اس کے بعد تمہیں اعتماد میں لینا چاہتے تھے"۔

بس یوں جانو ایک بات پر ہم چاروں متفق ہو گئے ہیں اسی بنا پر تم سب کو بلایا ہے کہ وہ معاملہ تمہارے سامنے پیش کیا جائے اگر اس میں تم لوگوں کی رضامندی ہوئی تو پھر اس پر عمل کیا جائے۔

مجد الدین تم بڑے ہو تمہاری اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ گو میری بیٹی مرسینہ، جما اور عبیرہ دونوں سے عمر میں چھوٹی ہے۔ لیکن چونکہ تمہاری بیوی ہونے کے ناطے سے رشتے میں بڑی ہے اس بنا پر اس کا مشورہ بھی سب پر فوقیت رکھتا ہے۔

بیٹے معاملہ اب یہ ہے کہ ہمارے اس کھلے اور وسیع احاطے میں تین مکان ہیں ان تینوں کو آباد رہنا چاہیے۔ ہم نے مل کر جو فیصلہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ شمس الدین اور جما دونوں میاں بیوی یہاں ابھی نئے مکان میں رہیں گے۔ سمرون بھی ان کے ساتھ رہے گا۔ اس طرح ان تینوں کے باعث یہ حصہ آباد رہے گا۔ جہاں تک تمہاری پھوپھی زہران کا تعلق ہے زہران کے ساتھ عبیرہ اور خطلخ دونوں میاں بیوی رہیں گے۔ ان تینوں کے باعث وہ حصہ بھی آباد رہے گا اب باقی معاملہ بڑے آبائی مکان کا رہ گیا تو بیٹے! میں نے فیصلہ کیا ہے اس میں تم مرسینہ اور مشال رہیں گے۔ مشال مرسینہ کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ تم نے خود بھی اندازہ لگایا ہوگا کہ مشال مرسینہ کو اور مرسینہ مشال کو کس قدر چاہتی ہے۔ کس قدر پیار کرتی ہے۔

تم نے یہ بھی اندازہ لگا لیا ہوگا نہیں لگایا تو مرسینہ نے کم از کم تمہیں بتا دیا ہوگا کہ جب سے تمہاری اور مرسینہ کی شادی ہوئی ہے یہ سخت اذیت اور کوفت میں ہے۔ اس لئے کہ پہلے یہ مرسینہ کے پاس سویا کرتی تھی۔ اب بے چاری علیحدہ سوتی ہے تو اس کو نیند ہی نہیں آتی بہر حال آہستہ آہستہ عادی ہو جائے گی۔ یہ جو ہم نے فیصلہ کیا ہے۔ اس پر اگر تم لوگوں میں سے کسی کو اعتراض ہو تو کہو۔

یہ فیصلہ میں اس لئے کر رہی ہوں کہ تم نے گذشتہ دنوں مجھے بتایا تھا کہ سلطان اپنے

لشکر کے ساتھ اب کسی مہم پر نکلنے والا ہے۔ اور اس مہم سے پہلے میں یہ فیصلہ کر کے اس پر عمل درآمد کرنا چاہتی تھی۔ میں جانتی ہوں جہاں کہیں بھی لشکر کو نکلنا ہوتا ہے تمہاری حیثیت چونکہ سالاروں میں اعلیٰ اور ارفع ہے لہٰذا تمہیں سلطان کے ساتھ جانا پڑتا ہے۔

بیٹے! ایک اور بات جس پر میں بات کرنا چاہتی تھی وہ یہ ہے کہ جب کبھی کوئی مہم نکلتی ہے۔ تو پہلے تم تینوں بھائی اس کے ساتھ روانہ ہو جایا کرتے تھے گھر کا کام کاج کسی نہ کسی طرح چل جاتا تھا۔ اب ہم گھر کے زیادہ افراد ہو گئے ہیں۔ اس لئے تم تین میں سے ایک کو گھر رہنا ہوگا۔ تین نہیں بلکہ دو میں سے۔ مجد الدین میرے بیٹے! تمہارا جانا تو ضروری ہوتا ہے۔ خطلخ اور شمس الدین میں سے ایک کو گھر رہنا پڑے گا۔

مجد الدین کے بولنے سے پہلے ہی جھٹ سے خطلخ بول پڑا۔

"اماں آپ بالکل بے فکر رہیں۔ صرف میں اور مجد الدین سلطان کے لشکر میں روانہ ہوا کریں گے شمس الدین یہاں رہا کرے گا"۔

اس پر شمس الدین نے گھورنے کے انداز میں خطلخ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"کیوں مجھے لشکر کے ساتھ جاتے ہوئے کیا تکلیف ہوتی ہے۔ اگر کسی کو گھر پر رہنا ہی ہے تو پھر باری ٹھہرائی جائے گی۔ کبھی خطلخ رہے گا تو کبھی میں"۔

شمس الدین اور خطلخ دونوں کی اس نوک جھونک پر سب ہنس دیئے تھے۔ اس موقع پر سمرون بول پڑا۔

"بچو! میری بات سنو! نہ خطلخ یہاں رہا کرے گا نہ شمس الدین، حسب سابق تم تینوں پہلے کی طرح جنگوں میں حصہ لیا کرو گے میں اب بالکل تندرست ہوں چل پھر سکتا ہوں۔ گھر کا سودا سلف کے علاوہ دوسری ضروریات زندگی بھی میں بازار جا کر لا سکتا ہوں اس سلسلے میں کسی کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے"۔

سمرون کے ان الفاظ پر شمس الدین ایسا خوش ہوا کہ اپنی جگہ سے اٹھ کر وہ سمرون سے گلے مل گیا۔ کئی بار اس کی پیشانی چومی پھر کہنے لگا۔

"یہ بات کر کے آپ نے میرا دل خوش کر دیا ہے۔ اس لئے کہ"

سمرون نے شمس الدین کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا، اس کی بات کاٹ کر کہنے لگا۔

"بیٹے تیری خوشی ہی ہماری زندگی کا مقصد ہے۔تم تینوں حسب سابق جنگوں میں حصہ لو گے"۔

شمس الدین اور سمرون کی اس گفتگو سے جمارا بے پناہ خوشی اور سکون کا اظہار کر رہی تھی قبل اس کے کہ کوئی بولتا۔حویلی کے بیرونی دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

چھلانگ لگانے کے انداز میں شمس الدین اُٹھ کھڑا ہوا اور سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میں دیکھتا ہوں دستک کس نے دی ہے"۔

اس کے ساتھ ہی بڑی تیزی سے چلتا ہوا شمس الدین باہر نکل گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اور مجد دالدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"بھائی آپ کو سلطان نے طلب کیا ہے"۔

مجد دالدین فوراً اُٹھ کھڑا ہوا اس کے ساتھ ہی مرسینہ بھی اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہوئی پھر سب کو مخاطب کر کے مجد دالدین کہنے لگا۔

"دو دن بعد لشکر یہاں سے کوچ کرنے والا ہے۔میرے خیال میں اسی سلسلے میں سلطان نے مجھے طلب کیا ہے۔دراصل اس وقت ہمارے سامنے دو مہمات ہیں۔ایک صلیبیوں کا قلعہ مارم اور دوسرا اصیدا کا شہر۔ان دونوں جگہوں سے صلیبی پھر ہمارے خلاف شرارتیں کرنے لگے ہیں۔اس لئے کہ لاکھوں کی تعداد میں جو یورپ سے صلیبی ان سرزمینوں میں آ گئے ہیں وہ چین سے نہ خود بیٹھتے ہیں نہ پہلے سے ان سرزمینوں میں موجود صلیبیوں کو چین سے بیٹھنے دیتے ہیں۔کہیں نہ کہیں سے اُٹھ کر ہمارے خلاف سازشیں کرتے ہوئے ہمارے علاقوں پر دھاوا بول دیتے ہیں میں دیکھتا ہوں سلطان کیا کہتے ہیں ہوسکتا ہے لشکر کی روانگی میں تبدیلی کر کے سلطان پہلے روانہ ہونا چاہتا ہو"۔

اس کے ساتھ ہی مجد دالدین جب باہر نکلنے لگا تو مرسینہ نے اسے مخاطب کیا۔

"لباس تبدیل کر کے جایئے گا میں نے آپ کا ایک نیا لباس تہہ کر کے رکھا ہے اسے پہن کر جایئے گا"۔

اس پر اپنے لباس کی طرف دیکھتے ہوئے مجد دالدین کہنے لگا۔

"کوئی بات نہیں یہی ٹھیک ہے"۔

مرسینہ نے گھورنے کے انداز میں مجد دالدین کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

"یہ ٹھیک نہیں ہے چلیں پہلے لباس تبدیل کریں"۔

مرسینہ کے اس پیار بھرے انداز پر سب مسکرا رہے تھے۔پھر دونوں آگے پیچھے باہر نکلے دوسرے مکان کے حصے میں جا کر مرسینہ نے بڑے پیارے انداز میں مجد دالدین کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اپنی خواب گاہ میں لے جاتے ہوئے کہنے لگی۔

"یہ لباس جو پہن کر جانے والے تھے۔ٹھیک نہیں ہے۔پہلے جو کچھ بھی آپ کرتے رہے تھے وہ آپ کی مرضی سے ہوتا رہا ہے۔اب آپ کا لباس اور دوسری ضروریات کا خیال رکھنا میرا کام ہے"۔

پھر مسکراتے ہوئے مجد دالدین مرسینہ کے ساتھ اپنی خواب گاہ میں داخل ہوا اپنا لباس پہنا پھر وہ وہاں سے نکل گیا تھا۔

O

سلطان نورالدین زنگی نے واقعی اپنے لائحہ عمل میں تبدیلی کر دی تھی اور دو دن بعد لشکر کے ساتھ روانہ ہونے کی بجائے وہ ایک دن بعد حلب سے مارم کی طرف روانہ ہونے کا عزم کر چکا تھا۔یہ بات واپس آ کر جب مجد دالدین نے شمس الدین اور خطلخ سے کہی تو تینوں بھائی اپنی روانگی کی تیاریاں کرنے لگے تھے۔

جس روز مجد دالدین نے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کرنا تھا اس روز اپنی خواب گاہ میں مجد دالدین جنگی لباس پہن رہا تھا۔اس کے قریب ہی خواب گاہ میں اس کے گھوڑے کی زین سے باندھی جانے والی خرجینوں میں مرسینہ ضروریات کا سامان ڈال رہی تھی۔

لباس پہننے کے بعد مجد دالدین مرسینہ کے قریب آن کھڑا ہوا اور بڑے غور سے اس کی طرف دیکھنے لگا اور مرسینہ کی پشت مجد دالدین کی طرف تھی۔اچانک کام میں معروف مرسینہ سیدھی کھڑی ہوئی۔اس لئے کہ اس نے اندازہ لگا لیا تھا۔مجد دالدین اسے برابر گھورے جا رہا تھا۔مڑی اپنے لبوں پر گہرا تبسم بکھیرتے ہوئے اس نے مجد دالدین کو مخاطب کیا۔

''امیر آپ مجھے اس طرح غور اور انہماک سے کیوں دیکھ رہے ہیں۔ شاید آپ دیکھ رہے ہوں گے میں کام میں مصروف آپ کی روانگی اور آپ کی جدائی کی وجہ سے لا ہوں گی۔ آنسو بہا رہی ہوں گی۔ ہرگز نہیں

امیر میں حروف راز کی طرح خیالوں کی حسین دنیا میں بسنے والی نہیں بلکہ ایک لڑکی ہوں میں کبھی بھی کسی بھی موقع پر آپ کے ذہن کی منڈیر کے لئے آرزوں کا ا سنسان ماحول پیدا نہیں کروں گی۔ میں جانتی ہوں میں ایک ایسے مجاہد کی بیوی ہوں جو ا مثال جرأت اور ہمت مردانہ کے باعث بدی کے بے کراں سمندر میں خیر بن کر غوطہ زن ہو کی جرات اور جسارت رکھتا ہے۔ امیر محترم ایسے ہر موقع پر میں آپ کو نغمات کا انداز، خوش زندگی کا جوہر، محبت کی روشنی، حسن کی چمک، زندگی کی برق اور راحت کی حدت بن کر رخصت کیا کروں گی تاکہ آپ جب جنگوں میں حصہ لیں تو آپ کے ذہن میں میرا روتا ہوا چہرہ نہیں بلکہ میرا مسکراتا ہوا چہرہ آپ کے سکون آپ کی دلجمعی کا باعث بنتا رہے۔

امیر اس میں شک نہیں کہ آپ میرے لئے امید کی قوس قزح بیم کی گہری گھٹا سکون وآسودگی کی لہروں کا حسین امتزاج میرے قوائے ذہنی کے لئے خود فراموش محویت اور بے غرض انہماک ہیں۔ میں جانتی ہوں ایک شوہر کی حیثیت سے آپ جمود کے عہد اور بحران کے دور میں میرے لئے نوید جانفزا ہیں۔ میرے چہرے میرے اطوار کے لئے سکون کا پیغام اور شفا کی نو بھرا انکھار ہیں۔

امیر محترم میں نے آپ سے ٹوٹ کر محبت کی ہے۔ اور پوری کائنات میں اب آپ ہی تاریکی کے گہرے ساغر میں میرے لئے چمکتا ہوا ستارہ اور وحشی صدیوں کے راز میں میرے تحفظ کا مرکز ہیں۔

آپ کو رخصت کرتے وقت ہمیشہ میں اپنے ذہن میں یہ بات رکھا کروں گی کہ میں سلطان نورالدین زنگی کے ایک ایسے سالار کی بیوی ہوں جو دشمن کی گرسنہ شریانوں میں آتش لاوے اور ٹھہرے وقت کے جلال میں روح پر چھا جانے والی آہنی ہیبت بن کر طاری ہو ہے۔ میں جانتی ہوں آپ بھی مجھے چاہتے ہیں مجھ سے محبت کرتے ہیں میری خوشی آپ کی خو کا باعث بن سکتی ہے۔ میرا اداس چہرہ آپ کو مغموم بھی کر سکتا ہے۔ لہٰذا میں کسی بھی موقع پر

آندھیوں میں آپ کے لئے نامکمل ہنسی، روح کے پیچ و تاب میں آوارہ بھٹکتے طہور کی بے بسی اور آنکھوں میں آنسوؤں کی تھکن ثابت نہیں ہوں گی۔ میں کوشش کروں گی کہ ہر وقت آپ کے لئے راحت کی لذت اور خوشبو کی سکون بھری مسکراہٹ ثابت ہوں۔

امیر! عورت اپنی ذات میں امرت بھی ہے۔ زہر بھی وقت کی قامت میں عورت نغمہ بھی ہے نالہ بھی۔ فطرت کا جمال رگ جاں کا سوز بھی ہے۔ میں آپ کے لئے زہر نہیں امرت۔ نالہ نہیں نغمہ جان کا سوز نہیں فطرت کا جمال ثابت ہوں گی اس لئے کہ آپ بنا میری زیست کا افسانہ نامکمل ہے میری محبت کا ہر شہر بیابان اور کاسروقت میں آپ کے بنا میرے لفظ بے نطق اور میرے لئے دھوپ بے حدت ہے۔

امیر آپ مطمئن رہیں۔ آپ کو رخصت کرتے وقت میں کبھی بھی آنکھ میں آنسو نہیں لاؤں گی۔ کبھی بھی آپ کے لئے رخصت کے موقع پر غم کی شاخوں کا پھول اور پلاہٹیں اوڑھنے پتہ ثابت نہیں ہوں گی۔ بلکہ رنگ بکھیرتی خوشبو کا ترانہ اونچی شاخوں کا تازہ شگوفہ ثابت ہوں گی۔ امیر اپنے ذہن میں یہ بات نہ لایئے گا کہ آپ کا رخصت ہونا مجھے گراں نہیں گزرے گا آپ کا اس طرح چھوڑ کر مجھے جانا میرے لئے تکلیف اور اذیت کا باعث نہیں آپ کا کوچ آپ کی جدائی مجھے شاق نہیں گزرتی یہ میں، میرا دل جانتا ہے۔ کہ میں آپ کی جدائی آپ کی رخصتی کو کس طرح برداشت کیا کروں گی۔ لیکن بظاہر میں اپنے چہرے اپنے اطوار سے کبھی آپ کو مغموم نہ ہونے دوں گی''۔

یہاں تک کہنے کے بعد مرسینہ کو رُک جانا پڑا۔ اس لئے کہ مسکراتے ہوئے مجدالدین آگے بڑھا بڑے پیارے انداز میں اس نے مرسینہ کا گال تھپتھپایا اور کہنے لگا۔

''مرسینہ! تم میرے لئے عکس ماہتاب جاوداں رعنائی کی رفاقت چاہت کی زیبائش اور لطافت بھری چاندنی کی سی آغوش ہو میں ہمیشہ تم جیسی بیوی پر فخر اور ناز کرتا رہوں گا۔

آپ یہ بتاؤ سامان ڈالنے میں کتنی دیر لگے گی۔ میرے خیال میں اصطبل میں شمس الدین اور خطلخ بڑی شدت سے میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔

اس پر جلدی جلدی مرسینہ نے چرمی خرجین میں کچھ اور چیزیں ڈالیں اس کے بعد اس نے خرجین کا منہ بند کیا۔ خرجین اُٹھائے مجدالدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"چلیں۔ میں نے آپ کا سامان تیار کر دیا ہے۔ اب اصطبل کی طرف چلتے ہیں"۔

اس موقع پر مجد الدین نے اس خرجین کی طرف ہاتھ بڑھایا جو مرسینہ نے اُٹھا رکھی تھی اور کہنے لگا۔ "یہ مجھے دے دو"۔

مرسینہ نے خرجین پیچھے ہٹالی اور نفی میں گردن ہلاتے ہوئے کہنے لگی۔

"نہیں۔ یہ اصطبل تک میں خود اُٹھا کر آپ کے ساتھ چلوں گی"۔

اس پر مجد الدین چپ ہو رہا۔ دونوں میاں بیوی جب باہر نکلے تو سب لوگ صحن میں کھڑے تھے۔ شمس الدین اور خطلخ اپنے گھوڑوں کے علاوہ مجد الدین کا گھوڑا بھی اصطبل سے نکال کر صحن میں لے آئے تھے۔ تینوں سب سے ملے گھوڑوں کی باگیں تھام کر حویلی سے نکلے پھر گھوڑوں پر سوار ہوئے اور انہیں ایڑ لگاتے ہوئے وہاں سے چلے گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد سلطان نور الدین زنگی اپنے لشکر کے ساتھ حلب شہر سے کوچ کر رہا تھا۔

O

سلطان نور الدین زنگی نے سب سے پہلے صلیبیوں کے قلعے مارم کا رُخ کیا۔ یہ صلیبیوں کا ایک انتہائی مضبوط اور محکم قلعہ تھا۔ حلب کے مغرب میں اور انطاکیہ کے قریب واقع تھا۔ مارم کے صلیبیوں کو خبر ہو چکی تھی کہ سلطان نور الدین زنگی ان کی سرکوبی کے لئے حلب سے کوچ کر چکا ہے۔ لہٰذا انہوں نے اس کی اطلاع انطاکیہ کے شہنشاہ کو بھی کر دی۔ جس پر مارم کے صلیبیوں اور انطاکیہ کے حکمران کے درمیان یہ طے پایا کہ مارم کے اندر جس قدر صلیبی ہیں وہ قلعہ کے اندر محصور ہو جائیں۔ مدافعت کرتے رہیں۔ مسلمانوں کو قلعے کے قریب نہ آنے دیں۔ اتنی دیر تک انطاکیہ سے ایک بہت بڑا لشکر مارم کی طرف کوچ کرے گا اور مسلمانوں کے خلاف شب خون کا کھیل کھیلنا شروع کر دے گا۔

مارم اور انطاکیہ کے لشکروں کے درمیان یہ بھی طے پایا کہ جس وقت باہر سے انطاکیہ کا لشکر مسلمانوں پر رات کے وقت حملہ آور ہوا کرے گا اسی وقت شہر کے کسی دروازے سے نکل کر مارم کے صلیبی بھی مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں گے۔ اس طرح مسلمان زیادہ دن تک ان دو طرفہ شب خونوں کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے اور ہزیمت اور شکست اُٹھا کر حلب کی طرف

واپس جانے پر مجبور ہو جائیں گے۔

اس کے علاوہ ایک اور سازش بھی تیار کی گئی اور وہ یہ کہ ارض شام کے اندر جو چھوٹے چھوٹے لشکر رکھنے والے نصرانی امراء تھے ان سے رابطہ کیا گیا اور ان سے کہا گیا کہ جونہی سلطان مارم کا محاصرہ کرے وہ اپنے لشکریوں کو لے کر حلب کا رُخ کریں۔ کوشش کریں کہ سلطان نور الدین کی غیر موجودگی میں حلب کا محاصرہ کر لیں اور اگر وہ کسی صورت حلب تک نہ بھی پہنچ پائیں تو حلب کی طرف جانے والے راستوں پر ایسی ترکتاز اور ایسی لوٹ مار کریں کہ نور الدین بے بس ہو کر مارم کا محاصرہ اُٹھا کر حلب کی طرف بھاگنے پر مجبور ہو جائے۔

لیکن انطاکیہ اور مارم کے حکمرانوں اور دوسرے صلیبی سرداروں کی بدقسمتی کہ سلطان نور الدین کے وقائع نگار اور مخبران ساری نقل و حرکت سے سلطان نور الدین زنگی کو بروقت مطلع کر رہے تھے۔

لہٰذا مارم کی طرف بڑھتے ہوئے سلطان نے رات کے وقت اپنے سالاروں سے صلاح مشورہ کیا پھر ایک دم سلطان نے رات کے وقت اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حصہ وہ خود لے کر مارم کی طرف بڑھا۔ دوسرا حصہ اس نے شیر کوہ کے حوالے کیا اور انگنت صلیبی سردار جو اپنے عساکر لے کر حلب کا رُخ کرنے والے تھے ان کی سرکوبی کے لئے اسے روانہ کیا۔ تیسرا حصہ مجد الدین کے حوالے کیا گیا۔ اور رات کی گہری تاریکی میں اسے حکم دیا گیا کہ وہ اس لشکر کی راہ روکے جس نے انطاکیہ سے مارم کے صلیبیوں کی مدد کو آنا تھا۔

سلطان نور الدین زنگی نے آگے بڑھ کر بڑی شدت اور سختی کے ساتھ مارم کا محاصرہ کر لیا تھا۔ جبکہ اسد الدین شیر کوہ چھوٹے چھوٹے گروہوں میں متحد ہو کر ایک بڑے لشکر کی صورت اختیار کر کے حلب کی طرف بڑھنے والے صلیبیوں کی طرف پیش قدمی کر چکا تھا۔ صلیبیوں کا یہ متحدہ لشکر اس خوش فہمی میں تھا کہ سلطان نور الدین زنگی دو طرفہ حملوں کو روکنے میں مصروف ہو جائے گا مارم والوں سے الجھے گا۔ انطاکیہ والوں کے پیش قدمی کرنے والے لشکر کی راہ روکے گا۔ لہٰذا ان کی طرف کم ہی توجہ دینے کی کوشش کرے گا اس بنا پر وہ بڑے خوش تھے کہ جس مہم کو وہ نکلے ہوئے ہیں وہ اگر اس میں کامیاب ہو گئے تو مسلمانوں کی سلطنت کو ایسا نقصان پہنچائیں گے جس کی تلافی ان کے لئے ممکن نہ رہے گی۔

لیکن ان کے خواب اس وقت چکنا چور ہو گئے جب اچانک عالم اسلام کا رجل عظیم شیر کوہ ان کے سامنے نمودار ہوا پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ ان سیاہ رات کے پر ہوس لمحوں کو صبر کرنے والے بے غبار تمدن کی روح۔ اندھیرے کی عبا میں سوئے لمحوں کی کٹھالیوں اور غم انگیز سکوت میں اچانک گھس آنے والے وقت کی بے رحمی کے سیلاب، ہر ذات، ہر شخص اور ہر وجود تک سے ہر شے کو بے نیاز کر دینے والے کھولتے کہر آلود بحر اور پسپا کر دینے والی سحر آفرین قوت کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

زوردار حملے میں شیر کوہ نے صلیبیوں کے سارے کس بل ان کے سارے پیچ و خم ان کی ساری سلوٹیں ادھیڑ کے رکھ دی تھیں۔ بڑی تیزی سے وہ ان کی حالت در و دیوار کی تاریکیوں اجنبی دیس میں لرزہ تبسم نامکمل ہنسی اور سنگین فصیلوں سے بھی ابتر بنا کے رکھ دی تھی۔

اب صورتحال یہ تھی کہ جس تیزی سے وہ صلیبی لشکر حلب کی طرف بڑھ رہا تھا اس سے کہیں زیادہ تیزی کے ساتھ وہ اپنی جانیں بچانے کے لئے شیر کوہ کے آگے آگے اپنی پناہ گاہوں کی طرف بھاگ رہے تھے۔ اور شیر کوہ اس طرح ان کا تعاقب کر رہا تھا جیسے کوئی خلوص اور وفا کے جوہر رکھنے والا چوپان اپنی سرحدوں کی ایک ایک لہر۔ ایک ایک ذرے کی حفاظت کا عہد کر چکا ہو۔

یوں اس متحدہ صلیبی لشکر کو شیر کوہ کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ انہیں دو طرح کے بڑے نقصانات کا بھی سامنا ہوا وہ اس طرح کہ ایک تو ان کا قتل عام کرتے ہوئے شیر کوہ نے ان کی تعداد خاصی حد تک کم کر دی تھی۔ دوسرے یہ کہ وہ جو اپنے ساتھ رسد کا سامان اُٹھائے ہوئے تھے شکست اُٹھا کر بھاگنے کے بعد وہ اپنا سامان واپس نہ لے جا سکے اور اس پر شیر کوہ کا قبضہ ہو گیا۔ یوں صلیبیوں کے اس ایک لشکر کو ذلت اور قہر مانیت کا سامنا کرنا پڑا۔

دوسری جانب انطاکیہ کا لشکر بھی اسی طرح اطمینان اور بڑی محویت سے مارم کا رخ کئے ہوئے تھا۔ وہ بھی اس غلط فہمی میں تھے کہ سلطان نور الدین زنگی تین محاذوں کی طرف سے اُٹھنے والے سیلاب اور یلغار کو کیسے روکے گا۔

وہ اس دھوکے اور فریب میں تھے کہ صلیبیوں کا جو متحدہ لشکر حلب کی طرف کوچ کر رہا ہے نور الدین اپنی زیادہ توجہ ان کی طرف دے گا یا زیادہ سے زیادہ اپنے کسی لشکر کے ساتھ مارم

کا محاصرہ کرے گا۔ لہٰذا وہ بغیر کسی رکاوٹ کے مارم پہنچ کر سلطان کے لشکر پر شب خون مارنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

ان کی بدقسمتی کہ اچانک ایک طرف سے مجد الدین اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا پھر اس کی راہ نمائی میں اس کے لشکریوں نے اس طرح تکبیریں بلند کیں کہ بے خواب راتوں میں سنہری گھنٹیاں بج اُٹھی ہوں یا حدی خوانوں کی پرسوز صداؤں نے فضاؤں کو اپنے گھیرے میں لے لیا ہو۔ تکبیروں کی ان صداؤں نے سنگ آسا جمود محویت تفکر اور زمین کے حلم تک کو شکن شکن کر کے رکھ دیا تھا۔ پھر انہی تکبیروں کی آوازوں میں مجد الدین انطاکیہ کے لشکر پر اس طرح حملہ آور ہوا جیسے آسیب و چھلدروں کے وہموں میں آن بان بھلا دینے والے پُرتلاطم وحشت و شور دریا وارد ہوتا ہے۔ جیسے خناس و شیطانی وحشتوں میں انتقام پر اُترا ہوا کوئی غول و بدروح بن کر داخل ہوتا ہے۔ جیسے موت کی دستک اپنی پوری تجلی و حرارت کے ساتھ غرور بھرے سینوں کے طاقوں اور بدی کی خوفناک صداؤں کو زیر زبر کرنے کے لئے کن فیکون کی ہواؤں کے بگولوں کی صورت اختیار کر گئی ہو۔

مسلمان لشکری بڑے وحشیانہ انداز میں مجد الدین کی سرکردگی میں تکبیریں بلند کرتے ہوئے انطاکیہ کے لشکر پر حملہ آور ہو رہے تھے۔ ان کے حملہ آور ہونے کا انداز ایسا تھا جیسے کن کے قافلے یُعطیک فترضیٰ کی ردا اوڑھ کر نئے کاروانوں کی راہیں اور انوکھے نگر کی آبادی کے راستے استوار کرنے لگے ہوں۔ میدان جنگ میں ان کی تکبیروں کے سبب ایسا سماں بندھ گیا تھا گویا فضا پکار پکار کر انطاکیہ کے لشکریوں سے پوچھ رہی ہو کس جگہ سے آئے ہو۔ کن وادیوں کو جاؤ گے۔

اسد الدین شیر کوہ کی طرح مجد الدین نے بھی بڑی تیزی کے ساتھ انطاکیہ کے لشکر کی حالت احساس نشاط کو مردہ اور آزردہ کر دینے والی کیفیت کے سرمئی سایوں مدفون افسانوں کے ویرانوں سے بھی ہولناک بنانا شروع کر دی تھی۔ اس تیز اور جان لیوا حملوں سے انطاکیہ کے لشکر میں شوریدہ حدتوں بے کیف کر دینے والی جلن و حرارت نے طوفان کھڑا کر کے رکھ دیا تھا۔ اور لمحہ بہ لمحہ وہ اداس شام پر مسلط ہوتی تاریکیوں سے بھی بری صورت اختیار کرتے چلے گئے تھے۔

یہاں تک کہ انطاکیہ کے اس لشکر کو مجدالدین کے مقابلے میں انتہائی ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا اور وہ واپس انطاکیہ کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ مجدالدین نے بے چین دل ، بے قرار روحِ تیرگی کے پیچھے بھاگ اُٹھنے والی قضا کی لہروں کی طرح تعاقب کیا۔ اس طرح ان کے پیچھے لگ گیا تھا جس طرح کوئی گڈریا اپنے ریوڑ کی حفاظت کی خاطر اپنا خون رنگ تیسہ اپنے کندھے پر رکھ کر بھیڑیوں کے پیچھے نکل کھڑا ہوتا ہے۔

دوسری طرف سلطان نورالدین زنگی نے مارم کے قلعہ کا اس شدت اور سختی کے ساتھ محاصرہ کیا کہ مارم کے اندر محصور صلیبی چلا اُٹھے پھر جب انہیں یہ خبریں پہنچیں کہ سلطان نورالدین زنگی کے سالاروں نے نہ صرف یہ کہ حلب کی طرف بڑھنے والے صلیبیوں کے لشکر بلکہ انطاکیہ کی طرف سے آنے والے صلیبی لشکر کو بھی بدترین شکست دے کر انطاکیہ کی طرف بھاگ جانے پر مجبور کر دیا ہے۔ تب انہوں نے مایوس اور افسردہ ہو کر تیز رفتار قاصد انطاکیہ کے بادشہ بوھمنڈ کی طرف روانہ کئے۔ اور اسے پیغام بھجوایا کہ سلطان نورالدین زنگی کے مقابلے میں جنگ کرنا اپنے آپ کو موت کے حوالے کرنے کے مترادف ہے اور اس کے خلاف ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ قلعہ مارم کے ماتحت جس قدر سرزمین ہے اس کے نصف مضافات جنگ کے تاوان کے طور پر سلطان نورالدین زنگی کے حوالے کر کے صلح کر لی جائے۔

دوسری جانب انطاکیہ کے بادشاہ بوہمینڈ کو بھی اپنی طاقت کا علم ہو چکا تھا۔ اپنے لشکر کی شکست پر وہ خود پریشان اور فکر مند تھا کہ مارم کو فتح کرنے کے بعد سلطان نورالدین زنگی کہیں انطاکیہ کا رخ نہ کرے۔ لہٰذا مارم کے سرکردہ لوگوں نے جو تجویز بھجوائی تھی وہ بھی اس نے منظور کر لی۔ اس نے اپنی طرف سے تیز رفتار قاصد سلطان نورادین زنگی کی طرف بھجوائے اور تاوان جنگ کے طور پر ایک وسیع علاقہ دے کر سلطان سے صلح کر لی۔

O

سلطان نورالدین زنگی مارم کی اس فتح سے فارغ ہوا ہی تھا کہ عالم اسلام کو ایک عجیب وغریب مصیبت اور بڑے حادثے نے ہلا کر رکھ دیا۔ ارض شام میں انہی دنوں قیامت

خیز زلزلہ آیا جس نے دور دور تک تباہی اور بربادی کا ایسا کھیل کھیلا کہ بستیوں کی بستیاں ویران ہو کے رہ گئیں۔

کفرناب۔ معرۃ النعمان اور افامیہ کے شہر زمین بوس ہو گئے۔ حلب اور حماۃ کے اکثر دیہات کے نام ونشان تک مٹ گئے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ صرف حماۃ شہر میں مرنے والوں کی تعداد دس ہزار کے لگ بھگ تھی۔ حماۃ شہر کے ایک مکتب کے استاد نے جو خوش قسمتی سے اس آفت اور مصیبت سے بچ گیا تھا۔ اس زلزلے کی کیفیت بیان کرتے ہوئے کہا تھا۔ کہ وہ اپنے شاگردوں کو پڑھاتے ہوئے کسی ضرورت کے تحت مکتب سے اُٹھ کر باہر گیا تو دیکھتے ہی دیکھتے زمین کو ایک خوف ناک لرزش لگی اور مکتب کی پوری عمارت ایک طرح سے طبل کی طرح بج گئی۔ عمارت گر گئی اور تمام شاگرد عمارت کے ملبے تلے آ کر دب گئے۔ جبکہ حماۃ شہر میں مرنے والوں کی حالت کچھ اس طرح تھی کہ مرنے والوں کی کوئی خیریت دریافت کرنے والا بھی نہ بچا۔ کیونکہ سب لوگ ہی عالم بقا کو چلے گئے تھے۔

شیزر شہر کی حالت یہ تھی کہ ان گنت لوگ نیند کی حالت میں اپنے گھروں کے اندر دب کر مر گئے تھے اور شیزر کا مسلمان حاکم ابن عساکر بھی ہلاک ہونے والوں میں شامل تھا۔

اس زلزلے نے دمشق شہر کو بھی ہلا کے رکھ دیا تھا۔ کئی قدیم اور کہنہ عمارتیں زمین پر آ رہیں۔ دمشق کے لوگ خوف زدہ ہو کر اپنے گھروں سے نکل آئے اور کھلے میدانوں باغوں اور افتادہ زمینوں میں خیمے لگا کر اپنی جانیں بچانے لگے۔ بہت کم شہر ایسے ہوں گے جن کی شہر پناہ یا فصیل محفوظ رہی ہو۔

زلزلے سے آنے والی اس مصیبت اور اذیت کے دوران سلطان نورالدین زنگی نے مسلمانوں کی خدمت اور ان کی مدد کے لئے اپنے اوپر آرام اور سکون حرام کر لیا تھا۔ اس نے اپنے سارے عساکر کو زلزلے سے متاثر ہونے والے لوگوں کی مدد پر لگا دیا تھا۔ خود اپنے سالاروں کے ساتھ وہ شہر شہر قریہ قریہ بستی بستی مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کے لئے گھومنے لگا تھا۔ ساتھ ہی اس نے زلزلے کے باعث گرنے والی فصیلوں اور قلعوں کی تعمیر کا کام بھی شروع کر دیا تھا۔

جن لوگوں کے مکان گر گئے تھے ان کے مکان بھی سلطان کے خرچے پر بنانا شروع

کر دیئے تھے۔ اس زمانے میں سلطان ہی نہیں اس کے سارے لشکریوں کو بس ایک ہی دھن تھی کہ زلزلے کے باعث مسلمانوں کا جو نقصان ہوا ہے ہر صورت میں اس کی تلافی کی جائے یوں دن رات بھاگ دوڑ کر کے سلطان نے گرنے والی فصیلوں کو دوبارہ تعمیر کر دیا۔ ویران شہروں کو آباد کیا جن لوگوں کے مکان گرے تھے انہیں سلطان نے نئے مکان بنا کر دیئے۔ جو ان کے نقصان ہوئے تھے ان کی تلافی کی گئی۔ سلطان نور الدین زنگی اور اس کے سالاروں کو زلزلے کی تباہ کاریوں سے نمٹنے میں مصروف دیکھ کر یروشلم کے ہاسپلرز اور ٹمپلرز نے پَر پرزے نکالے اور مسلمانوں کے علاقوں پر یلغار شروع کر دی۔

ٹمپلر نائٹ ان بانکوں کی جماعت کو کہا جاتا ہے جو صلیبی جنگوں کے زمانے میں مسلمانوں سے لڑتے اور مسیحی مقامات کی حفاظت کے لئے اپنی جانیں وقف کر دیئے تھے۔ یہ زمانہ وسطیٰ کی مشہور ترین اور مضبوط ترین عسکری جماعت خیال کی جاتی تھی۔ اسے ٹمپلر کے علاوہ اور بہت سے نام بھی دیئے گئے۔ مثلاً اخوان کلیسائے یروشلم۔ سیاہ کلیسا، سیاہ یسوع وغیرہ کے نام انہیں دیئے گئے۔

گیارہویں اور بارہویں صدی عیسوی کے صلیبی جنگوں کے جوش و خروش سے ان کی بنیاد پڑی۔ کچھ نائٹ آف سینٹ میری اور کچھ نائٹ آف کراس سمجھتے تھے۔ اور ایک گروہ فرانسیسی نائٹوں کا بھی تھا۔ شروع میں ان کا اصل مقصد ارض مقدس کی زیارت کو آنے والے زائرین کے لئے آمد و رفت کی سہولتیں مہیا کرنا تھا۔ انہوں نے شروع شروع میں اپنا نام بیت المقدس کے پاسبان سپاہی بھی رکھا تھا۔

خیرات اور صدقہ ان کا ذریعہ معاش تھا۔ یروشلم کے بادشاہ بالڈوں دوم نے اپنے محل کا ایک حصہ انہیں رہائش کے لئے دے دیا تھا۔ اس کے علاوہ اسلحہ خانہ قائم کرنے کے لئے انہوں نے ایک عمارت پر قبضہ کر لیا۔

اس عمارت کے حصول میں پڑوس کے کلیسا کے راہبوں اور پادریوں نے مدد کی تو اس جماعت کے ارکان ٹمپلر کہلانے لگے۔

ٹمپلر کے فوجی نظم و ضبط نے عوام کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لی۔ یہ جماعت اتنی ہر دل عزیز بن گئی کہ 1120ء میں پوپ گلیکٹس نے اپنے لئے ایک دستور حاصل کیا۔

پوپ گلیکٹس دوم نے ٹمپلر کو پہلی مرتبہ ایک باضابطہ جماعت کی شکل دی۔ اس نے نا کے دستور کی تعریف کر دی اور سفید عبا کو ان کا امتیازی نشان قرار دیا۔

سفید عبا پر یہ سینے کے ایک طرف ایک سرخ صلیب کا امتیازی نشان لگاتے تھے۔ پلر کا پرچم سیاہ اور سفید زمین پر سرخ صلیب تھی۔ یورپ میں یہ جماعت خوب پھلی پھولی۔ وام و خواص نے جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ کی صورت میں انہیں گراں نقد عطیات دیئے۔ بنائے نصرانیت کی ہر قوم اور نسل کے ممتاز ترین افراد اس جماعت میں شامل ہونے کے لئے فخر خیال کرتے تھے۔

لیکن دولت اور اقتدار کی ہوس اس جماعت کے لئے بہت نقصان دہ ثابت ہوئی نگ دتی۔ پاکبازی اور فرماں برداری کے تین اصولوں میں سے پہلے دو اصول انہوں نے پس پشت ڈال دیئے صرف فرماں برداری کو اپنا شعار بنا لیا۔

فرانس کا فلپ بل ٹمپلر کا جانی دشمن تھا۔ اور وہی ان کی تباہی کا باعث بھی ہوا۔ ا کے گرینڈ ماسٹر کو طلب کرنے کے لئے پوپ کو مجبور کیا۔ 1307ء میں جبکہ گرینڈ ماسٹر پیرس ا مقیم تھا تو دو قیدیوں نے ان کے حالات بدعت، کفر اور بت پرستی کے الزامات لگائے۔ 12 بر کو پورے فرانس میں سر بمہر خطوط روانہ کئے گئے۔ ہدایت کے موافق وہ تمام خطوط ایک ہی ن کھولے گئے اور سب ٹمپلر گرفتار کر لئے گئے۔ ان کے خلاف اور انکشافات بھی ہوئے تو پ نے یورپ کے دوسرے حکمرانوں کو ٹمپلر کی مخالفت پر آمادہ کر لیا۔ اور 1320ء تک رتگال کے علاوہ یورپ کے ہر ملک میں یہ جماعت معیوب ہو کر ختم ہو گئی۔

جہاں تک ہاسپلر کا تعلق ہے۔ شروع میں یہ راہبوں کی جماعت خیال کی جاتی تھی۔ 1048ء میں اس نے عسکری حیثیت اختیار کی۔ شروع میں یہ لوگ شفاخانوں میں ماروں کی تیمارداری اور دیکھ بھال کرنے کے لئے مختلف ممالک اور مختلف ادوار میں انجمنوں کی صورت میں کام کرتے تھے۔ یروشلم شہر میں سینٹ جان کے نائٹس شروع میں ایک مذہبی ادارہ خیال کئے جاتے تھے۔ جس نے یروشلم میں ایک کلب کی بنیاد رکھی۔ یہ ادارہ گیارہویں صدی عیسوی میں فلسطین میں قائم ہوا۔ اس کا مقصد مزار مسیح کے زائرین کی محض حفاظت اور نگہداشت کرنا تھا۔

بارہویں صدی عیسوی میں فتح یروشلم کے بعد جب [illegible] کی حفاظت میں نا
رہے تو ان کا فوجی نظام تکمیل کو پہنچا۔ 14 ویں صدی عیسوی میں وہ جزیرہ روڈس کو فتح کر
اس پر قابض ہو گئے اور 1523ء تک اس پر قابض رہے۔ 1523ء کے بعد ترکوں نے انہیں
مار مار کر قبرص فتح کر لیا۔

1530ء میں انہوں نے جزیرہ مالٹا کو اپنا ملجا و ماویٰ بنا لیا۔ اس پر 1898ء تک
حکومت کرتے رہے۔ پھر نپولین نے اسے فتح کر لیا۔ ان کی دولت اور اکثریت کی وجہ سے
مغربی یورپ کے بہت سے حکمران ان سے حسد کرنے لگے تھے۔

1530ء میں انگلستان کے بادشاہ ہنری ہشتم نے ان کی جائیدادیں ضبط کر لیں۔
ہاسپٹلر کو تنگ دستی پاکبازی اور سینٹ آگسٹن کے احکامات کی پابندی کے عام عہد کے عل
اپنے خاص فرائض کی انجام دہی کا خاص حلف بھی اُٹھانا پڑتا تھا۔

اس جماعت کے امتیازی نشانات سیاہ لمبا۔ کلادہ اور سینے کے بائیں طرف آٹھ
نوکوں والی صلیب ہوتے تھے۔ یہ صلیب عام طور پر مالٹا کی صلیب کہلاتی تھی۔ مختلف جماعتوں
اور اداروں اور مختلف نام اور دستوں کے تحت ان میں تبدیلیاں ہوتی گئیں۔ کبھی یہ جماعت مالٹا
کے نائٹ اور کبھی رہوڈس کے نائٹ کہلاتے تھے۔ 1879ء میں روم شہر میں اس کا مرکز قرار
پایا۔ جہاں گرینڈ ماسٹر کے تحت ایک مجلس شوریٰ اس کا انتظام کرتی تھی۔ ہاسپٹلر بھی اپنے ہم عصر
ٹمپلر کی طرح ارض شام کے بہت سے مضبوط قلعوں پر قابض تھے۔ 1312ء میں ٹمپلر کے
ممنوع قرار دیئے جانے پر پوپ نے ان کے اکثر مقبوضات ہاسٹپلر کو منتقل کر دیئے۔

یروشلم کے سینٹ جان کے نائٹس کے علاوہ بارہ یا اس سے بھی زیادہ کلیسائی
جماعتوں کے ارکان عموماً ہاسٹپلر کہلاتے تھے۔

O

زلزلے کی تباہ کاریوں کی بحالی کے دوران بھی سلطان صلیبیوں کی شر انگیزیوں کی
طرف سے چوکنا رہا۔ جونہی سلطان کو خبر ہوئی کہ ٹمپلر اور ہاسٹپلر نے مسلمانوں کے علاقوں میں
لوٹ مار شروع کر دی ہے۔ سلطان نے فوراً لشکر کے دو حصوں کو ان کی سرکوبی پر مقرر کیا۔

اس لئے کہ یہ ٹمپلر اور ہاسپٹلر دو طرف سے مسلمانوں کے علاقوں پر یلغار کر رہے
تھے۔ یہ دہشت پسند سارے کام یروشلم کے نصرانی بادشاہ بالڈون کی پشت پناہی پر کرتے تھے۔
اور بالڈون سے بڑھ کر مسلمانوں کا کوئی اور دشمن نہ تھا۔ بالڈون کی طرح یہ لوگ سخت متعصب
کینہ پرور اور انتہائی سفاکانہ فطرت رکھتے تھے۔ اور اپنے اصل مقاصد کو فراموش کر کے انہوں
نے اپنی تنظیموں کو عسکری بنیادوں پر استوار کر دیا تھا۔ اپنی سرگرمیوں میں مسلمانوں کے خلاف
ہر جگہ اور ہر محاذ پر جنگ کرنا یہ ثواب سمجھتے تھے اور اب انہوں نے مسلمانوں کی پرامن آبادیوں
پر چھاپے مارنے شروع کر دیئے تھے۔

ایک گروہ کے لئے سلطان نے جو ایک حصہ اپنے لشکر کا علیحدہ کیا اس پر سلطان
نے۔ نصرت الدین کو سالار مقرر کیا۔ نصرت الدین اپنے لشکر کے ہمراہ ان دہشت گردوں کی
سرکوبی کے لئے حمص اور رباط کی طرف روانہ ہوا۔ جبکہ شیرکوہ اور مجد الدین کو سلطان نے ٹمپلر
اور ہاسٹپلر کے دوسرے محاذ کی طرف روانہ کر دیا تھا۔

ان دہشت گردوں کے خلاف حرکت میں آتے ہوئے نصرت الدین نے ایک
انتہائی مناسب مقام پر اپنے حصے کے لشکر کے مزید دو حصے کر کے ایک کو گھات میں بٹھا دیا اور
دوسرے کو ساتھ لے کر ایک بلند ٹیلے پر چڑھ گیا۔

جونہی یہ دہشت پسند مار دھاڑ لوٹ مار کرتے ہوئے۔ مسلمانوں کے علاقے میں
داخل ہوئے گھات میں بیٹھا ہوا لشکر کا حصہ ان پر ٹوٹ پڑا۔ دوسری طرف سے سلطان
نورالدین زنگی کا بھائی نصرت الدین ان پر حملہ آور ہو گیا۔ اس دو طرفہ حملے سے صلیبی دہشت
پسند اور نائٹ اور ہاسپٹلر حواس باختہ ہو گئے۔ نصرت الدین کے ہاتھوں انہیں بدترین شکست کا
سامنا کرنا پڑا اور وہ اپنے سینکڑوں آدمی میدان جنگ میں مروا کر بھاگ گئے۔

نصرت الدین نے میدان جنگ سے بھاگنے والے ان بھگوڑوں کا دور تک تعاقب
کیا ان میں سے کافی کو موت کے گھاٹ اتارا کچھ کو زخمی کیا اور ان میں سے کئی ایک کو زندہ
گرفتار کر لیا یہاں زندہ گرفتار ہونے والوں کو جب سلطان کے سامنے پیش کیا گیا تو سلطان نے
حکم دیا کہ پہلے شہر میں گھس کر ان کی تشہیر کی جائے پھر سب کو تہہ تیغ کر دیا جائے۔ اپنی
بداعمالیوں کی وجہ سے وہ کسی نرمی اور ہمدردی کے حقدار نہ تھے۔

دوسرے محاذ پر شیر کوہ اور مجد الدین نے ان دہشت پسند ٹمپلر اور ہاسپٹیلو کو جالیا انہوں نے بھی اپنے لشکریوں کو ان راستوں کے کنارے کنارے گھاٹیوں اور ٹیلوں میں بٹھا دیا۔ اور جونہی یہ دہشت پسند آگے بڑھے شیر کوہ اور مجد الدین ان پر حملہ آور ہو گئے۔ اور ان کو کچھ اس ہولناکی سے اپنی تلواروں پر رکھا کہ ان کے اندر دور دور تک افراتفری کا عالم پھیل گیا۔ ان کے بہت سے ساتھی میدان جنگ میں کام آئے اور ان میں سے اکثر کو گرفتار کر لیا گیا۔

ان لوگوں کو بھی جب سلطان کے سامنے پیش کیا گیا تو سلطان نے ان کے لئے حکم جاری کیا کہ جو شخص ان میں سے اپنی خوشی سے اسلام قبول کرے اسے رہا کر دیا جائے گا اور باقی سب کو قتل کر دیا جائے گا۔ ان واقعات کے بعد پھر کبھی بھی ان ہاسپٹیلو اور ٹمپلروں کو مسلمانوں کے علاقوں پر لوٹ مار کرنے اور دہشت پھیلانے کی جرات نہ ہوئی۔

سلطان نور الدین زنگی اور اس کے سالار ابھی انہی مصیبتوں میں گھرے ہوئے تھے کہ بانیاس شہر اور قلعے میں جو صلیبی تھے انہوں نے آس پاس کے صلیبیوں کو اپنے ساتھ ملایا اور مسلمانوں کے خلاف فتح حاصل کرنے کا انہیں شوق ہوا۔ لہٰذا حمص شہر کے نواحی علاقوں پر انہوں نے چھاپے مارنے شروع کر دیئے۔

اس وقت تک سلطان کا بھائی نصرت الدین اور شیر کوہ اور مجد الدین تینوں اپنی مہم سے فارغ ہو کر سلطان کے پاس پہنچ چکے تھے۔ لہٰذا سلطان نے دشمن کی طرف پیش قدمی شروع کی۔

حمص کے نواح میں ایک ہولناک اور خوں ریز جنگ کے بعد صلیبیوں کو سلطان نے شکست دی۔ صلیبی شکست اُٹھا کر بھاگے سلطان نے پورے زور اور پوری شدت سے ان کا تعاقب کیا۔ اور یہ تعاقب بانیاس کے قلعے تک جاری رہا۔ پھر سلطان نے بانیاس کا محاصرہ کر لیا۔

قلعے میں محصور صلیبیوں نے مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ فصیل کے اوپر انہوں نے چھوٹی بڑی منجنقیں نصب کر رکھی تھیں۔ جن کے ذریعے انہوں نے بڑی تیز اور شدید سنگ باری مسلمانوں پر کی۔ جس کی وجہ سے چند روز مسلمان قلعہ کے قریب نہ جا سکے۔

آخر ایک رات مسلمانوں نے شمالی فصیل سرنگ لگا کر گرا دی۔ اور بانیاس کے قلعہ میں داخل ہو گئے دیکھتے ہی دیکھتے مسلمان سیلاب کی طرح قلعے میں داخل ہوئے اور فی الفور ایک برج پر اپنا پرچم نصب کر دیا۔ شہر کے اندر جو صلیبی لشکر تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کا مقابلہ کرتے ہوئے جب دیکھا کہ ایک برج پر مسلمان اپنا پرچم تک نصب کر چکے ہیں تو ان کے حوصلے ان کے ولولے ختم ہو گئے۔ ہتھیار انہوں نے پھینک دیئے اور فضا میں ہاتھ بلند کر کے امان طلب کرنے لگے۔

اس شکست کے بعد زیادہ تر صلیبی اپنی جانیں بچا کر بھاگے کچھ جنگ میں کام آ گئے۔ لگ بھگ ایک ہزار صلیبیوں کو گرفتار کر لیا گیا اور اس جنگ کے نتیجے میں سلطان کے ہاتھ مال غنیمت کی ایک کثیر مقدار بھی لگی۔

مورخین لکھتے ہیں کہ بانیاس کے محاصرے کے دوران جو جنگ پیش آئی اس میں سلطان کے چھوٹے بھائی نصرت الدین کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی۔ اس موقع پر سلطان نور الدین نے اپنے بھائی۔ نصرت الدین کو مخاطب کرتے ہوئے اس سے جو ہمدردی کے الفاظ کہے تھے وہ تاریخ کے اوراق میں سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہیں۔ سلطان نے اپنے بھائی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔

"نصرت الدین میرے بھائی! اگر تمہیں یہ معلوم ہو جائے کہ تمہارے اس آنکھ کے ضائع ہونے کی وجہ سے خداوند قدوس نے تمہارے لئے جنت میں کس قدر نعمتیں جمع کر رکھی ہیں تو تم اپنی دوسری آنکھ بھی راہ خدا میں بخوشی دینے کے لئے تیار ہو جاؤ"۔

بانیاس کی فتح کے بعد سلطان نور الدین نے چند روز تک بانیاس میں قیام کیا۔ جنگ کے دوران جو صلیبی گرفتار ہو کر قید ہوئے انہیں سلطان نور الدین زنگی نے شیر کوہ کی حفاظت میں دمشق کی طرف روانہ کیا۔

شیر کوہ ابھی دمشق کی طرف جاتے ہوئے راستے ہی میں تھا۔ کہ صلیبیوں کا ایک بہت بڑا لشکر اس پر حملہ آور ہوا وہ ان قیدیوں کو چھڑانا چاہتے تھے جنہیں شیر کوہ اپنی حفاظت میں دمشق کی طرف لے جا رہا تھا۔

حملہ آور صلیبیوں کی بدقسمتی کہ شیر کوہ کے ساتھ اس کے اپنے حصے کا لشکر بھی تھا جونہی

صلیبی قریب آئے بڑے خوفناک انداز میں شیر کوہ ان پر حملہ آور ہوا۔ چند دستوں کو اس نے قیدیوں کی حفاظت پر مقرر کر دیا تھا کہ وہ بھاگنے نہ پائیں۔ جو صلیبی اپنے قیدیوں کو چھڑانے کے لئے حملہ آور ہوئے تھے۔ شیر کوہ نے انہیں بدترین شکست دی۔ ان میں سے اکثر کو اس نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان کے پاس جس قدر مال و متاع تھا وہ سب کچھ چھوڑ کر بھاگ گئے اس طرح دمشق کی طرف جاتے ہوئے شیر کوہ کے ہاتھ مال غنیمت بھی خوب لگا۔

شیر کوہ اس مال غنیمت اور صلیبی قیدیوں کو بحفاظت دمشق پہنچانے میں کامیاب ہو گیا۔

شیر کوہ کے لئے حکم تھا کہ وہ قیدیوں کو دمشق میں چھوڑنے کے بعد اس لشکر کو جو اس کے ساتھ ہے لے کر حلب کی طرف روانہ ہو جائے۔ سلطان نے بھی چند روز ہی بانیاس میں قیام کیا اس لئے کہ اس کی طبیعت ناساز ہو گئی تھی لہٰذا اس نے بھی بانیاس سے حلب کی طرف کوچ کر لیا۔

..............☆..............

شمس الدین اور خطلخ اپنی حویلی میں داخل ہوئے اس حالت میں کہ خطلخ مجد الدین اور اپنے گھوڑے کی باگیں تھامے ہوئے تھا جبکہ شمس الدین کے ہاتھ میں اپنے گھوڑے کی باگ تھی۔ صدر دروازے سے داخل ہونے کے بعد وہ تھوڑا سا ہی آگے بڑھے تھے کہ سب سے پہلے مثال نے باہر نکل کر انہیں دیکھا۔ پھر ان کی آمد کا بتاتے ہوئے وہ شور کرنے لگی تھی۔ اس پر سب لوگ بھاگتے ہوئے باہر نکل آئے تھے۔ سمرون، ازبل، عبدہ، زہران، مرسینہ، عمیرہ، جمارا اور مثال سب ان دونوں کے گرد کھڑے ہو گئے تھے۔

سب ان کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھ رہے تھے۔ تاہم سب سے زیادہ تشویش ناک اور بری حالت مرسینہ، عبدہ اور مثال کی ہو رہی تھی۔ پریشانی میں مرسینہ ہونٹ کاٹ رہی تھی کچھ کہنا چاہتی تھی کہ شمس الدین کو مخاطب کرنے میں عبدہ نے پہل کر لی۔

"شمس الدین میرے بیٹے! جس حالت میں تم دونوں کو میں دیکھ رہی ہوں وہ بڑی تشویشناک ہے۔ بیٹے! اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میرے بیٹے مجد الدین کا گھوڑا کوئی اور پکڑ کر حویلی میں داخل ہو۔ بیٹے!"۔

عبدہ کو رک جانا پڑا اس لئے کہ مرسینہ روتی آواز میں بول اٹھی تھی۔

"بھائی! کوئی بری خبر نہ سنانا۔ اگر ایسی خبر کہو گے تو یاد رکھنا میں یہیں کھڑے کھڑے تمام ہو جاؤں گی"۔

مرسینہ جب خاموش ہوئی تو شمس الدین بول پڑا۔

عبدہ یا مرسینہ میں سے کسی کے بولنے سے پہلے ہی خطلخ مسکراتے ہوئے بول پڑا۔

"شمس الدین میں بتاتا ہوں ماں اور بہن کو کیا ہوا ہے"۔

پھر خطلخ دونوں گھوڑوں کی باگیں چھوڑ کر آگے بڑھا۔ بڑے پیارے انداز میں اس

نے پہلے مرسینہ کے سر پر ہاتھ پھیرا پھر عبدہ کے دونوں شانے پکڑ کر اسے سہارا دیا اور پھر آواز میں کہنے لگا۔

''ماں! فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اور مرسینہ اس بات پر فکر مند ہو کہ بھائی مجد الدین کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر میں حویلی میں داخل ہوا ہوں اور وہ ہیں''۔

اس پر مشال ٹوٹتی ہوئی آواز میں بول پڑی۔

''بھائی آپ کا کہنا درست ہے''۔

خطلخ پھر مسکرا دیا کہنے لگا۔

'اگر درست ہے تو پھر بھائی بالکل خیریت سے ہیں۔ دراصل سلطان کچھ علیل ہیں لہٰذا محترم شیر کوہ اور بھائی کو سلطان اپنے ساتھ لے گئے ہیں''۔

خطلخ کے ان الفاظ پر مرسینہ کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی تھی۔ مشال بھی خوش ہو گئی تھی۔ عبدہ نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر اچانک اس نے نجانے کیا سوچا۔ مڑی۔ قبلہ رخ ہوئی گھٹنوں کے بل بیٹھی پھر وہ ننگی زمین پر سجدہ کرتے ہوئے تقریباً روتی ہوئی آواز میں کہہ رہی تھی۔

''اے مالک دو جہاں تو ہی اصحاب فیل کے مقابل ننھی کمزور ابابیلوں کو کھڑا کرتا ہے تو ہی صبح کاذب دھندلکوں میں تنہا چمکنے والے ستاروں کو امید بنا کر نمودار کرتا ہے۔ میرے اللہ تو ہی مامتا کے بحر میں خاموش محبت کے گوہر دبی دبی چاہت کے جوہر اُٹھاتا ہے۔ تو ہی ماہتاب کو قمقموں کی ضوفشانی تو ہی ننھے معصوم بچے کے نطق کو زمزموں کی ساحری عطا کرتا ہے۔

اے خدائے لم یزل تو ہی گمراہ ستم زدہ انسانیت کے لئے بشریت کے محسنوں کو نور ملکوتی اور غنائے لاہوتی بنا کر مبعوث کرتا ہے۔

اے رب لازوال یہ سحر کار طلوع فجر کا منظر یہ سبزہ یہ کلیاں یہ کھلے میدان یہ ٹھنڈی ہوائیں۔ یہ اپنی ابتدا سے اپنی انتہا کو بھاگتا ہوا وقت یہ سبز گہرے رنگ کی بیلیں۔ یہ نرم شاخوں پر جھومتے گل میرے اللہ سب تیرے ہی حکم سے تیری ہی تسبیح میں لگے ہوئے ہیں۔ میرے اللہ تیرے ہی حکم سے زمین کی اندھی کوکھ میں بیج دیکھتا ہے۔ میرے اللہ تیرے ہی حکم سے بیج

نکلنے والی نازک معصوم کونپل زمین کا سخت سینہ چیر کر نمودار ہوتی ہے۔

اے اللہ گو تو ہی سب کا محافظ اور ہر ایک کا مسبب الاسباب ہے۔ پھر بھی میرے اللہ میرا بیٹا میری فکر کا مرکز میرے جانے کا اعتقاد ہے۔ اسے ہر جگہ محفوظ رکھنا وہ تیری طرف سے میرے لئے فیضاں بے کنار ہے۔ میرے اللہ جس طرح تیز بہتی ندی کا ٹھنڈا پانی پرانے پتھروں کو بہا کے لے جاتا ہے۔ اس طرح وہ بھی اپنی گفتار اپنے کردار اپنے اطوار سے میرے سارے دُکھ درد دور کر دیتا ہے۔ میرے اللہ میرا وہ بیٹا میری ذات کا مکمل اور بھرپور خاکہ ہے۔ اسے ہر امتحان میں کامیاب ہر آزمائش میں سرخرو ہر رزم گاہ میں فتح مند ہر میدان کارزار میں فوز مند رکھنا''۔

عبدہ کے یہ الفاظ سنتے ہوئے شمس الدین اور خطلخ کی آنکھیں نم آلود ہو گئی تھیں جمارا، ازبل، زہران، عمیرہ، مرسینہ، مشال رو رہے تھے جب کہ فکرمندی میں سمرون کی گردن جھکی ہوئی تھی۔

ننگی زمین پر سجدہ ریز ہوتے ہوئے شاید عبدہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ ہچکیوں اور سسکیوں میں روتی ہوئی مرسینہ شاید اس صورتحال کو برداشت نہ کر سکی آگے بڑھ کر وہ عبدہ سے لپٹ گئی پھر اسے بٹھا کر اس کے شانے پر اپنا سر رکھ کر دھاڑوں دھاڑ رونے لگی تھی۔

عبدہ نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ مسکرائی۔ مرسینہ کی پیشانی چومی اس کے بھرے گال صاف کئے کھڑی ہو گئی۔ مرسینہ کو مخاطب کر کے اس موقع پر وہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس کے بولنے سے پہلے ہی زہران آگے بڑھی مرسینہ کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا اور بے حد محبت اور چاہت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''مرسینہ میری بیٹی! عبدہ کی طرف سے یہ کوئی نئی بات نہیں دراصل اُسے مجد الدین سے جنون کی حد تک پیار اور محبت ہے۔ یہ تو کچھ بھی نہیں جو اس نے کیا ہے۔ بچپن میں جب کبھی اسے ہلکا سا بخار بھی ہو جاتا تھا یا وہ ناسازی طبع کی وجہ سے سست ہو جاتا تھا تو یہ اسی طرح ننگی زمین پر سجدہ ریز ہو کر اس کی سلامتی اس کی صحتمندی کے لئے دعائیں مانگا کرتی تھی۔ بیٹے تم پریشان مت ہونا۔ گو اس کے الفاظ نے ہم سب کو رلا دیا ہے۔ لیکن اس کے الفاظ میں جو خلوص جو چاہت اور محبت بھری ہوئی ہے اس کے اندر سلامتی ہی سلامتی خیر ہی خیر ہے''۔

مرسینہ نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ پھر آگے بڑھی۔ شمس الدین اور خطلخ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"آپ دونوں بھائی گھوڑوں کی باگیں مجھے دے دیں میں خود انہیں اصطبل میں باندھ کر آتی ہوں"۔

اس پر شمس الدین مسکرایا اور مرسینہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"واہ۔ یہ بھی آپ نے خوب کہی۔ میری بہن عمر میں آپ مجھ سے بہت چھوٹی ہیں لیکن رشتے میں مجھ سے بڑی ہیں۔ اگر میں گھوڑے کی باگ آپ کو دوں کہ آپ گھوڑوں کو اصطبل میں باندھ کر آئیں تو میں سمجھتا ہوں اس سے بڑھ کر میرے لئے ذلت اور ڈوب مرنے کا کوئی مقام ہے ہی نہیں"۔

شمس الدین نے آگے بڑھ کر خطلخ کے بھی دونوں گھوڑوں کی باگیں لے لیں۔ وہ انہیں اصطبل کی طرف لے گیا۔ وہاں زین اتار کر اس نے گھوڑوں کو باندھ دیا۔ خطلخ نے پہلے ہی اپنے گھوڑے پر بندھی ہوئی اپنی خرجین اتار لی تھی۔ گھوڑوں کو اصطبل میں باندھنے کے بعد شمس الدین لوٹا عبدہ کے سامنے آیا پھر دو چرمی خرجینیں اس نے لا کر خطلخ کو تھما دیں۔ خطلخ نے تینوں خرجینیں تھامیں آگے بڑھا پھر تینوں خرجینیں اس نے عبدہ کے پاؤں کے پاس رکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"ماں! یہ ہم تینوں بھائیوں کی تینوں خرجینیں ہیں۔ ان میں ہمارے کپڑوں اور ضروریات کے دیگر سامان کے علاوہ"۔

خطلخ یہیں تک کہنے پایا تھا کہ عبدہ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہہ دیا۔

"مال غنیمت میں تمہارے حصے کا سامان بھی انہی میں ہوگا"۔

خطلخ مسکرا دیا کہنے لگا۔

"ہاں ماں یہ درست ہے۔ اب یہ سامان تم جسے چاہے تقسیم کرو"۔

اس پر عبدہ نے غور سے خطلخ کی طرف دیکھا کہنے لگی۔

"اس میں جو تمہاری خرجین ہیں وہ اٹھا کر مجھے دو"۔

خطلخ نے ایک خرجین اٹھا کر عبدہ کو تھما دی۔ عبدہ نے عبیرہ کی طرف دیکھا۔

"عبیرہ آگے آؤ"

عبیرہ آگے بڑھ کر جب عبدہ کے قریب گئی تو عبدہ نے وہ خرجین عبیرہ کے کندھے سے لٹکا دی کہنے لگی۔

"میری بچی! اس خرجین میں خطلخ کے حصے کا جو مال غنیمت ہے۔ اس کی تو حقدار ہے۔ اسے تو جس طرح چاہے خرچ کرے تیری ماں بھی تیری طرح اس میں حقدار ہے۔ اب تو اس خرجین کو سنبھال"۔

پھر آواز دے کر عبدہ نے جمارا کو بلایا۔ جمارا آگے بڑھی عبدہ کہنے لگی۔

"تو پہچانتی ہے اس میں سے شمس الدین کی زنبیل اُٹھا"۔

جمارا ہچکچا رہی تھی۔ نیچے نہیں جھکی سوالیہ سے انداز میں شمس الدین کی طرف دیکھ رہی تھی۔

شمس الدین آگے بڑھا اپنا منہ عبدہ کے کان کے قریب لے گیا اور بڑے پیار سے کہنے لگا۔

"ماں! یہ دونوں خرجینیں تم اپنے پاس رکھو۔ اور اپنی مرضی کے مطابق ان کو خرچ کرتے رہنا"۔

عبدہ نے مسکراتے ہوئے اسے جھڑک دیا۔

"تم چپ رہو۔ اپنی خرجین اُٹھا کر مجھے دو"۔

شمس الدین نے اپنی خرجین اُٹھا کر فوراً عبدہ کو تھما دی۔ عبدہ نے وہ خرجین بھی جمارا کے کندھے سے لٹکائی پھر کہنے لگی۔

"بیٹی یہ تیرا حصہ ہے۔ اور تو بھی اس میں سے جس طرح چاہے خرچ کرے کوئی تم سے باز پرس نہیں کر سکتا"۔

آخر میں عبدہ نے مرسینہ کی طرف دیکھا کہنے لگی۔

"مرسینہ یہ خرجین اُٹھاؤ اور سنبھال لو"۔

مرسینہ آگے بڑھی زمین پر پڑی مجدالدین کی خرجین اس نے اُٹھائی آگے بڑھی کہ اس نے وہ زنبیل عبدہ کے کندھے سے لٹکائی پھر اس سے لپٹ کر اپنا سر اُس کے شانے پر رکھتے

ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

''اماں! شمس الدین بھائی کی خرجین آپ نے جمارا کو دی اس کا حق بنتا تھا اس لئے کہ وہ چاروں اب علیحدہ رہتے ہیں۔ خطلخ کی زنبیل آپ نے عیرہ کو دی۔ اس کا بھی حق تھا۔ تین علیحدہ رہائش رکھتے ہیں۔ اماں۔ آپ میں امیر مشال اکٹھے رہتے ہیں ہمارے ہاں آپ کی حیثیت سب سے محترم اور مرکزی ہے۔ یہ زنبیل آپ کے پاس رہے گی۔ اس میں آپ بھی حصے دار ہیں میں بھی مشال بھی خود امیر۔ اماں اس سے آگے کچھ نہ کہنا۔ یہ زنبیل آپ کے پاس رہے گی۔ اس میں میری خوشنودی اس میں مشال کی رضا مندی ہے''۔

اچانک مرسینہ کہتے کہتے خاموش ہوگئی اس لئے کہ صدر دروازے سے مجد الدین حویلی میں داخل ہوا تھا۔

سب اس کی طرف متوجہ ہوگئے۔ اسے دیکھتے ہی عبدہ اس کی طرف لپکی اسے لپٹا کر پیار کیا زہران بھی اسی طرح اسے پیار کر رہی تھی۔

اس موقع پر مسکراتے ہوئے مجد الدین بول پڑا۔

''ماں! میں جانتا تھا آپ پریشان ہو رہی ہوں گی۔ یہ دونوں میرا گھوڑا لے کر کیوں آئے اور میں کہاں گیا ہوں، اسی بنا پر میں زیادہ دیر رکا نہیں بھاگا بھاگا آیا ہوں۔ دراصل راستے ہی سے یہ لوگ گھر کی طرف آئے میں سلطان کے ساتھ قصر کی طرف ہو لیا تھا۔ میں لباس تبدیل کر کے شام کے وقت پھر سلطان کے پاس جاؤں گا اس لئے کہ سلطان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے''۔

عبدہ اس موقع پر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''چلو تم تینوں آرام کرو تھکے ہوئے ہو''۔

اس کے ساتھ ہی شمس الدین اور خطلخ اپنی اپنی رہائش گاہوں کی طرف چلے گئے تھے جبکہ مرسینہ اور مجد الدین اپنی خواب گاہ کی طرف جا رہے تھے۔

اسی روز مغرب کی نماز کے بعد سب ایک جگہ بیٹھ کر جب کھانا کھا چکے تھے اور باہم گفتگو کر رہے تھے حویلی کے صدر دروازے پر کسی نے دستک دی تھی۔

شمس الدین اٹھ کھڑا ہوا اور باہر نکلتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں دیکھتا ہوں کون ہے؟''

سب اس کمرے میں جہاں سمرون بیٹھتا تھا۔ شمس الدین کی واپسی کا انتظار کرنے لگے تھے تھوڑی دیر بعد شمسالدین لوٹا وہ کچھ پریشان تھا۔ مجد الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''بھائی! سلطان نے ہم تینوں کو فوراً طلب کیا ہے۔ آنے والے شخص نے بتایا ہے کہ سلطان کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی ہے''۔

ایک جست لگانے کے انداز میں مجد الدین اُٹھ کھڑا ہوا اس کے چہرے پر پریشانی اور فکر مندی کے آثار تھے۔ خطلخ بھی کھڑا ہو گیا تھا پھر اپنی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے مجد الدین کہنے لگا۔

''ماں! آپ سب یہیں بیٹھ کر باتیں کریں۔ ہم تینوں جاتے ہیں دیکھتے ہیں سلطان نے کیوں بلایا ہے۔ بہر حال آپ لوگ فکر مند نہ ہونا۔ مجھے امید ہے خداوند قدوس سلطان کو صحت دے گا''۔

اس کے ساتھ ہی تینوں بڑی تیزی سے باہر نکل گئے تھے۔

جب وہ قصر میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا ان کے پہنچنے سے پہلے ہی قصر میں شیرکوہ سلطان نور الدین زنگی کا چھوٹا بھائی نصرت الدین، نصرت الدین کا بیٹا زین الدین، سالار اسامہ بن مرشد، فخر الدین مسعود، سالار نجم الدین، قاضی عبدالواحد بن بلال، طبیب ابوالمجد، طبیب رشید الدین، طیب کمال الدین، طبیب شمس الدین، تحریم الدین علماء اور عمائدین میں سے امام عبداللہ ابن عساکر کاتب امام عماد۔ امام قطب الدین نیشاپور۔ قاضی کمال الدین شہرزوری اور کچھ دیگر سالار اور عمائدین بیٹھے تھے۔

وہ تینوں آگے بڑھ کر اپنے منصب کے مطابق نشستوں پر بیٹھ گئے مجد الدین جب شیرکوہ کے قریب بیٹھا تب شیرکوہ نے مجد الدین کو مخاطب کیا۔

''مجد الدین میرے بھائی سلطان کی طبیعت کچھ زیادہ خراب ہے۔ انہوں نے کوئی اہم فیصلہ کرنے کے لیے سب کو بلایا ہے''۔

پھر دھیمے سے لہجے میں اپنے سامنے بیٹھے سلطان کو شیرکوہ نے مخاطب کیا۔

سلطان محترم! سب آگئے ہیں۔ مجد الدین، شمس الدین اور خطلخ بھی پہنچ گئے ہیں۔

اس پر سلطان نے ایک بوجھل سی نگاہ سب پر ڈالی پھر بوجھل سے انداز میں وہ کہہ رہا تھا۔

"میری طبیعت کچھ زیادہ خراب ہوگئی ہے۔ وقت کا کچھ پتہ نہیں کب اپنا پانسہ پلٹ دے موت ایسا دشمن ہے جو کسی سے ظاہر نہیں ہوتا۔ کسی وقت بھی چاروں شانے چت کر دیتا ہے"۔

میں نے جو پہلا فیصلہ کیا ہے وہ یہ کہ مجھے فی الفور حلب کے قلعے میں منتقل کر دیا جائے۔

حلب کے قلعے کا محافظ اور قلعہ دار مجد الدین ابن الدایہ ہوگا میری جگہ حکومت کے فرائض میرا بھائی نصرت الدین ادا کرے گا اگر اس بیماری کے باعث میرا وقت آخر آن پہنچا تو سب خلوص اور محبت کے ساتھ نصرت الدین کے ہاتھ پر بیعت کر لینا۔ اسے اپنا سلطان تسلیم کر لینا"۔

سلطان نور الدین زنگی کی اس گفتگو سے سب پریشان ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ سلطان پھر بول اُٹھا۔

"شیر کوہ جہاں میں نے مجد الدین کو قلعے کا حاکم اور قلعہ دار مقرر کیا ہے وہاں میں تمہارے لئے یہ حکم بھی جاری کرتا ہوں کہ میرے بعد جب نصرت الدین سلطان بنے تو تم اس کے نائب کی حیثیت سے کام کرنا۔ فی الفور میں تمہارے ذمے جو کام لگا رہا ہوں وہ یہ ہے کہ آج رات ہی دمشق کی طرف کوچ کر جاؤ میں جانتا ہوں تم تھکے ہوئے ہو۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ اپنے ساتھ وہ لشکر لے کر جانا جو جنگوں میں تمہارے اور مجد الدین کے تحت کام آتا ہے"۔

سلطان کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ بڑی ارادتمندی اور عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے شیر کوہ کہہ رہا تھا۔

"سلطان محترم آپ میری تھکاوٹ کی کوئی پرواہ اور فکر نہ کریں۔ آپ حکم جاری کریں کہ دمشق جا کر مجھے کیا کرنا ہے"۔

دھیمی سی آواز میں سلطان نور الدین زنگی پھر بول پڑا۔

"جو لشکر تم یہاں سے لے کر جاؤ گے اس کے ساتھ دمشق میں قیام کرنا۔ مجھے خدشہ ہے کہ میری بیماری کا سن کر صلیبی ہمارے علاقوں پر چڑھ دوڑیں گے۔ سب سے پہلے وہ دمشق کو اپنا نشانہ بنانے کی کوشش کریں گے۔ اگر تم دمشق میں ہو گے تو یاد رکھنا میں امید رکھتا ہوں انہیں دمشق پر حملہ آور ہونے کی جرات نہیں ہو گی۔ اس لئے کہ شیر کوہ کا نام سن کر صلیبیوں پر لرزہ طاری ہونے لگتا ہے۔

اگر میری علالت کا سن کر صلیبی ہمارے علاقوں پر یلغار کر دیں تو نصرت الدین یہیں رہے گا میں مجد الدین اور چند دیگر سالاروں کو ایک اور لشکر دے کر تمہاری مدد کو روانہ کر دوں گا۔ مجھے امید ہے کہ تم ماضی کی طرح حملہ آوروں کو مار بھگاؤ گے۔

شیر کوہ تم جاؤ۔ اپنے کوچ کی تیاری کرو۔ نصرت الدین تم شیر کوہ کے ساتھ جاؤ اور شیر کوہ کو دمشق کی طرف جانے کے لئے الوداع کہو۔

سلطان ذرا رُک کر پھر بولا۔

"مجد الدین تم مجھے قصر سے قلعے میں منتقل کروا اپنے ساتھ کچھ سالاروں کو بھی لے لو باقی سب لوگ جا کر آرام کریں۔ میری گزارش ہے کہ وہ باری باری قلعے میں میری حالت کا جائزہ لیتے رہیں۔ اب تم سب لوگ اٹھو اور جا کے آرام کرو"۔

اس پر طبیب رشید الدین اُٹھا اور سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"سلطان محترم! اگر آپ برا نہ مانیں تو ہم سب طبیب آپ کے ساتھ قلعے میں منتقل ہوں گے اور ہم سب بیک وقت سب ہی آپ کی دیکھ بھال کریں گے۔ خداوند قدوس نے چاہا تو بہت جلد آپ صحت یاب ہو جائیں گے"۔

سلطان مسکرا دیا یہ گویا مثبت جواب کا اشارہ تھا۔ پھر شیر کوہ اور نصرت الدین اُٹھ کر وہاں سے چلے گئے تھے۔ جبکہ مجد الدین دیگر سالاروں اور طبیبوں کے ساتھ قلعے کی طرف سلطان کو لے جا رہا تھا۔

سلطان کے حکم کے مطابق شیر کوہ لشکر کے ایک حصے کو لے کر دمشق چلا گیا تھا۔

سلطان نور الدین زنگی کے اندازے اور خدشات درست ثابت ہوئے۔ اس لئے کہ سلطان نور الدین زنگی کی علالت کی اطلاع سب صلیبی ریاستوں تک پہنچ گئی تھی اور سلطان کی علالت سے

انہوں نے فائدہ اُٹھانے کا تہیہ کرلیا۔

سب سے پہلے یروشلم کا بادشاہ بالڈون حرکت میں آیا اپنے لشکر کے علاوہ ادھر اُدھر بھٹکنے اور مسلمان علاقوں پر چھاپہ مار کر گزر بسر کرنے والے صلیبیوں کو اس نے مجتمع کیا اور مسلمانوں کے شہر شیزر کا رُخ کیا۔

بالڈون نے آگے بڑھ کر اپنے جرار اور کافی بڑے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کے شہر شیزر کا محاصرہ کرلیا۔ اس نے محاصرے میں انتہا درجہ کی سختی پیدا کی شیزر کے اندر جو مسلمانوں کا لشکر تھا اس نے بڑی جراتمندی اور بڑی دینی حمیت کا مظاہرہ کیا۔ لگا تار پندرہ روز تک انہوں نے بالڈون کی کمانداری میں محاصرہ کرنے والے صلیبیوں کو شیزر شہر کے قریب تک نہ آنے دیا اور ساتھ ہی انہوں نے تیز رفتار قاصد دمشق کی طرف روانہ کیا اور اسد الدین شیر کوہ کو اپنی مدد کے لئے پکارا۔

یہ پکار سنتے ہی اسد الدین شیر کوہ اپنے نام کی لاج رکھتے ہوئے دھاڑتی آوازوں میں تکبیریں بلند کرتا ہوا اپنے لشکر کو لے کر شیزر کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

بالڈون اور اردگرد کے صلیبیوں نے بڑی سختی سے شیزر شہر کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ دن رات وہ شیزر پر حملہ آور ہونے کا سلسلہ شروع کئے ہوئے تھے۔ جبکہ مسلمان شیزر کے اندر رہ کر بڑی جراتمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں شہر کی فصیل سے دور رہنے پر مجبور کئے ہوئے تھے۔

ایسی ہی ایک رات جبکہ فطرت کی جولان گاہیں زنجیروں میں جکڑے غلاموں اور تمدن کی گہری گمراہی اور پستی جیسی چپ اور خاموشی تھی۔ اور اندھیری رات ہر شے پر بے حسی و لاپروائی طاری کرتے ہوئے اسے اپنی فرض شناس گود میں لے کر اس کی حیات کے جمال کو راکھ کر رہی تھی۔ رات کی گہری تاریکی میں ایک انقلاب ایک تبدیلی رونما ہوئی۔

اسد الدین شیر کوہ رات کی اس گہری تاریکی میں بھاگتے جاگتے وقت میں بیدار آرزوؤں کے درد، ہواؤں کے صوت، صداؤں کے طلسمی قفل غم کی کلید سے کھولی اور ہر چیز کو لانہایت مسافتوں کا اسیر بنانے والے عناصر کی طرح نمودار ہوا۔ پھر رات کے اندھیرے، گہری چپ میں اس نے بالڈوں کے لشکر پر شب خون مارنے کی ابتدا کر دی تھی۔

بالڈون کے لشکر پر اسد الدین شیر کوہ سرکتی سرسراتی رات میں لحظہ لحظہ رفتہ رفتہ رات کے دکھوں کو پھیلا دینے والی وقت کی تیرگی کی اندوہناکی۔ ہوا کے کینوس پر خوف بھری شکنوں کے نقش و نگار اور بصارتوں کی جھیل میں خونی وارداتوں کے عکس طاری کر دینے والے قضا کے ساربانوں اور اجل کے راہنماؤں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

بالڈون اور دوسرے صلیبیوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ اسد الدین شیر کوہ کے اس شب خون کو ناکام بنا دیں اور حملہ آور مسلمانوں کو بھاگ جانے پر مجبور کر دیں لیکن انہیں ناکامی رہی پھر وقت کی آنکھ اور زمین کی کوکھ نے دیکھا اسد الدین شیر کوہ نے رات کی تاریکی میں بالڈون اور دوسرے صلیبیوں کی حالت بڑی تیزی سے ویران گزرگاہوں کے مایوس کن ماحول اور برگد کے سونے درختوں پر لٹکتی مردہ چنڈولوں سے بھی بدتر اور ہیبت ناک ہو گئی تھی۔

اپنے شب خون کو شیر کوہ نے شاندار انداز میں کامیاب کیا بالڈون اور دوسرے صلیبیوں کو اس نے اندھیرے میں بدترین شکست دی اور سب اسد الدین شیر کوہ کے آگے بھاگ کھڑے ہوئے شیر کوہ نے رات کے وقت دور تک ان کا تعاقب کیا۔ بالڈون کی بدبختی کہ اس نے یہ اندازہ نہ لگایا کہ جس لشکر نے شیر کوہ کی سرکردگی میں اس پر شب خون مارا ہے۔ وہ تعداد کے لحاظ سے اس سے دسواں حصہ بھی نہیں، پھر جب شکست ہوئی تو بالڈون اور اس کے دوسرے صلیبیوں نے مڑ کے پیچھے نہیں دیکھا اس سے اسد الدین، شیر کوہ نے فائدہ اُٹھایا تعاقب کر کے انہیں کاٹتے ہوئے ان کی تعداد خوب کم کی۔

صبح تک اسد الدین شیر کوہ اپنے لشکر کے ساتھ شیزر شہر سے باہر اس جگہ آ گیا تھا جہاں یروشلم کے بادشاہ بالڈون نے پڑاؤ کیا تھا۔

اس پڑاؤ سے اسد الدین شیر کوہ کو کافی مقدار میں ہتھیار خوراک کے ذخائر حاصل ہوئے اسد الدین شیر کوہ نے وہ سارا سامان شیزر شہر کے اندر منتقل کر دیا۔ چند روز شیزر شہر میں وہ اس نے شہر کے اندر جو لشکر تھا ان کے ساتھ گزارے تا کہ ان کے حوصلے اور ولولے بیدار رہیں۔ پھر جب اس نے دیکھا کہ آس پاس کوئی ایسی طاقت نہیں جو دوبارہ شیزر کا رخ کرے تب وہ اپنے لشکر کو لے کر واپس دمشق کی طرف چلا گیا تھا۔

O

مجد دالدین ایک روز شمس الدین اور خطلغ کے ساتھ گھر سے نکل کر قلعہ کی طرف روا
ہوا جب وہ قلعے کے دروازے پر آیا تو دنگ رہ گیا کچھ دیر وہ بڑے غور اور انہماک سے قلعے
دروازے کے محافظوں کی طرف دیکھتا رہا ارد گرد کا جائزہ لیا۔ غصے میں اس کا چہرہ سرخ ہو
تھا۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے خطلغ اور شمس الدین بھی پریشان ہو گئے تھے۔

پھر ایک محافظ کو ہاتھ کے اشارے سے مجد دالدین نے اپنے پاس بلایا وہ بھاگتا
مجد دالدین کے پاس آیا تب اسے مخاطب کر کے مجد دالدین کہنے لگا۔

''یہ تم لوگ کہاں سے آئے ہو۔ قلعے کے اس دروازے کے پہلے محافظ کہاں ہیں
اور تم لوگوں کا کماندار کون ہے ذرا اسے بلا کر لاؤ''۔

وہ لشکری پیچھے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے کماندار کو بلا کر لایا۔ وہ بھاگتا ہوا مجد
الدین کے سامنے آیا مجد دالدین نے اسے مخاطب کیا۔

''یہ تم لوگوں کو یہاں کس نے مقرر کیا ہے اور پہلے محافظ کہاں گئے ہیں؟''

اس کماندار نے بڑی عاجزی اور انکساری سے مجد دالدین کو مخاطب کر کے کہنا شروع
کیا۔

''امیر ہمیں سلطان کے بھائی نصرت الدین نے یہاں مقرر کیا ہے اور جو پہلے محافظ
تھے انہیں تبدیل کر دیا گیا ہے''۔

مجد دالدین نے ایک لمبا سانس لیا اس کی آنکھوں میں قہر مانیاں رقص کر گئی تھیں
چہرہ غصے میں تپ گیا تھا پھر اس نے شمس الدین اور خطلغ کی طرف دیکھا اور انہیں مخاطب کر
کہنے لگا۔

''تم دونوں فوراً جاؤ اور پہلے محافظوں کو یہاں لے کر آؤ''۔

شمس الدین اور خطلغ دونوں اپنے گھوڑوں کو موڑتے ہوئے اور انہیں ایڑ لگا
سرپٹ دوڑاتے ہوئے وہاں سے ہٹ گئے تھے۔

مجد دالدین نے اس بار دروازے کے محافظوں کے کماندار کو مخاطب کیا۔

''تم ایسا کرو اپنے سارے ساتھیوں کے ساتھ اپنے بوریئے بستر لپیٹو اور اس سے
پہلے جہاں تمہارے فرائض کا تعین تھا وہیں جا کر کام کرو۔ اور سنو! جا کے نصرت الدین سے یہ
بھی کہہ دینا کہ مجد دالدین نے تم لوگوں کو تبدیل کر کے پہلے محافظوں کو بحال کر دیا ہے۔

اس کے ساتھ ہی وہ کماندار سارے محافظوں اور مسلح جوانوں کو لے کر وہاں سے چلا
گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد شمس الدین اور خطلغ لوٹ آئے ان کے ساتھ قلعے کے پہلے محافظوں
کا کماندار اور اس کا ماتحت قلعے کے دروازے کی حفاظت کرنے والے دستے بھی تھے۔ مجدد
الدین نے کماندار کو مخاطب کیا۔

''اپنے سارے ساتھیوں کا سامان اندر کمروں میں رکھوانے کے بعد تم میرے پاس
آؤ''۔

کماندار کچھ فکرمند اور پریشان ہو گیا تھا۔ سارے دستوں کو لے کر وہ قلعے کے
دروازے کے دائیں بائیں جو کمرے بنے ہوئے تھے وہاں لے گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد لوٹا اور
مجد دالدین کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

مجد دالدین تھوڑی دیر تک اسے غور سے دیکھتا رہا پھر اسے مخاطب کیا۔

''تم قلعے کے دروازے کی حفاظت ترک کر کے کیوں چلے گئے''۔

کماندار نے لرزتی ہوئی آواز میں کہنا شروع کیا۔

''امیر اس میں میرا کیا قصور۔ نصرت الدین نے بڑے کرخت اور بڑے سخت لہجے
میں میرے ساتھ برتاؤ کیا جو محافظ دستے میرے تحت کام کر رہے ہیں ان کے ساتھ مجھے یہاں
سے جانے کے لئے کہا اور اپنی پسند کے کماندار اور محافظ یہاں مقرر کر دیئے۔ اب آپ ہی
بتائیں جب وہ مجھے حکم دیتا تو میں کیا انکار کر دیتا۔ اگر انکار کر دیتا تو یاد رکھیں وہ میری گردن
کاٹ کے رکھ دیتا''۔

مجد دالدین کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا اپنے گھوڑے سے اُترا اسے گلے لگایا
پھر اسے بڑی نرمی سے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میں تم سے یہ تو نہیں کہنے والا کہ تمہیں اس کی حکم عدولی کرنی چاہیے تھی اس کا کہنا

نہیں ماننا چاہیے تھا تم نے کہا مانا بہت اچھا کیا۔ لیکن میرے عزیز تم یہ بھی تو جانتے ہو کہ قلعہ میں حاکم کماندار اور محافظ ہوں۔ سلطان شہر سے اُٹھ کر قلعے کے اندر آ چکا ہے۔ سلطان علیل ہے۔ اور مجھے اس نے قلعے کا کماندار اس لئے مقرر کیا ہے کہ میں احسن طریقے سے قلعے کی حفاظت کر سکوں۔ اگر تمہیں تبدیل کر دیا گیا تھا تو کم از کم تم میرے پاس آتے اس تبدیلی کی مجھے اطلاع تو کرتے''۔

اس کماندار نے بڑے غور سے مجدد الدین کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''ہاں امیر یہ میری خطا ضرور ہے۔ مجھ سے غلطی ہوئی جس وقت نصرت الدین نے ہمیں تبدیل کیا ہمیں اس تبدیلی کی اطلاع آپ کو کرنی چاہیے تھی۔ مگر میں تو یہ سمجھا تھا کہ شاید یہ آپ سے صلاح مشورہ کرنے کے بعد ہی اس نے قدم اُٹھایا ہوگا۔ بہر حال غلطی ہوئی آئندہ اس سلسلے میں میں محتاط رہوں گا''۔

یہاں تک کہتے کہتے اس کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ نصرت الدین اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا آ رہا تھا۔ مجدد الدین کے قریب آ کر وہ اپنے گھوڑے سے اترا۔ اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے شمس الدین اور خطلخ بھی اپنے گھوڑوں سے اتر کھڑے ہوئے تھے۔ مجدد الدین کے قریب آ کر نصرت الدین نے اسے تحکمانہ انداز میں مخاطب کیا۔

''قلعے کے جو محافظ میں نے مقرر کیے تھے انہیں تم نے تبدیل کیوں کیا اور پہلے محافظوں کو کیوں بلا لیا؟''

مجدد الدین نے تیز نگاہوں سے نصرت الدین کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''ایسا اس لئے ہوا کہ میں قلعے کا حاکم اور کماندار ہوں اور میرا تقرر قلعہ کے حاکم کی حیثیت سے خود سلطان محترم نے کیا ہے۔ لہٰذا سلطان کے علاوہ کوئی بھی شخص ان احکامات میں تبدیلی کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ قلعے کے دروازے کے محافظوں کو صرف میں یا سلطان تبدیل کر سکتا ہے۔ ہاں اگر محترم شیر کوہ یہاں ہوتے تو وہ بھی امیر عساکر کی حیثیت سے تبدیلی کے مجاز تھے۔ لیکن نصرت الدین تم ایسا نہیں کر سکتے''۔

نصرت الدین نے کھا جانے والے انداز میں مجدد الدین کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''ابن الدایہ تم اپنے حواس میں تو ہو جانتے ہو کیا کہہ رہے ہو''۔

نصرت الدین کے ان الفاظ پر خطلخ اور شمس الدین دونوں کچھ پریشان اور فکر مند ہو گئے تھے۔ مجدد الدین نے سمجھانے کے انداز میں نصرت الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''نصرت الدین میں خانہ بدوشوں کی کسی بستی کا سردار نہیں قلعے کا حاکم سلطان کی طرف سے مقرر کیا گیا ہوں۔ سلطان نے مجھے حاکم مقرر کر کے قلعے کے اندر رہائش رکھی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سلطان نے مجھے اپنی حفاظت پر مقرر کیا ہے۔ نصرت الدین! سلطان نور الدین زنگی مسلمانوں کے امرت کا خزانہ ان کے لئے نبضِ فطرت ہے۔ نصرت الدین! اس سنسار کے دار فنا میں سلطان نور الدین زنگی مسلمانوں کے تحفظ متاع لوح و قلم کے امین ہیں۔ وہ مسلم امہ کی شرافت و نجابت کی نشانی اور ہماری آزادی کی ضمانت ہیں۔ وہ اپنی قوم اپنی ملت کے اطمینان و آسودگی کا ایک سجا ہوا اہتمام ہیں۔ مجھے چونکہ انہوں نے قلعہ میں رہتے ہوئے قلعہ کا کماندار مقرر کر کے ایک طرح سے اپنی حفاظت پر مقرر کیا ہے لہٰذا کوئی بھی میری مرضی کے بغیر قلعے کے دروازوں کے محافظوں کو تبدیل نہیں کر سکتا''۔

مجدد الدین رکا پھر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''نصرت الدین! سلطان نور الدین زنگی مسلم امہ کے رجل عظیم ہیں۔ اگر کسی نے ان کی سلامتی کو خطرے میں ڈالنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا میں مجدد الدین کالے بخار کی طرح اسے چڑھ کر اس کے رونگٹوں سے قضا کی طرح لپٹ جاؤں گا''۔

نصرت الدین نے مجدد الدین کی اس گفتگو کو خاصا ناپسند کیا تھا۔ غصے میں اس کا چہرہ سُرخ ہو گیا تھا۔ آتش فشاں کی طرح بھڑک اُٹھا۔

''مجدد الدین تم بھول رہے ہو اپنی علالت کے دوران سلطان نے مجھے اپنا نائب مقرر کیا ہے۔ یعنی میں اب قائم مقام سلطان ہوں''۔

مجدد الدین نے فوراً اس کی بات کو کاٹ دیا کہنے لگا۔

''نصرت الدین میں تمہارے سامنے کوئی بچہ یا خام کار نہیں کھڑا ہوا۔ نہ ہی میں راہوں کے دہشت میں بھڑکتا ہوا کوئی مسافر ہوں مزاج و ثقافت کے حوالوں سے نئے

راستوں کا تعین کرنا بھی جانتا ہوں۔ رد و قبول کا حق بھی رکھتا ہوں تم نائب سلطان نہیں ہو۔ سلطان نے صرف اپنی علالت کے دوران تمہیں اسی طرح کام کرنے کی اجازت دی ہے۔ جس طرح مجھے قلعہ دار کی حیثیت سے اور شیر کوہ کو دمشق میں قیام کرنے کے فرائض ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ نصرت الدین میں تو صرف ایک بات جانتا ہوں میں قلعہ دار کی حیثیت سے سلطان کا محافظ ہوں اس لئے کہ سلطان نے قلعہ میں قیام کر رکھا ہے اور جس نے بھی قلعے کے اندر سلطان کے قیام کو خطرہ بنانے کی کوشش کی میں اس کی روح کے لئے قضا کا لمحہ بن کر اس پر موت کی کمند پھینکنے سے دریغ نہیں کروں گا۔ نصرت الدین! جس معاملے میں سلطان محترم کی حفاظت کا مسئلہ اٹھے وہاں تحقیق، تجسس اور انتظار کرنے کا قائل نہیں ہوں"۔

مجد دالدین کی اس گفتگو کو نصرت الدین نے بے حد ناپسند کیا تھا۔ اپنا ہاتھ وہ تلوار کے دستے پر لے گیا پھر کھولتی آواز میں وہ دھاڑا۔

"پھر مجد دالدین تم اپنی حدود سے تجاوز کر کے میرے ساتھ گفتگو کر رہے ہو۔ میں تمہارے سامنے سلطان کا نائب کھڑا ہوں اور جو گفتگو تم نے کی ہے اس کے لئے میں تمہارے لئے کڑی سزا بھی تجویز کر سکتا ہوں اور یہ سزا موت کی سزا بھی ہو سکتی ہے"۔

نصرت الدین کے ان الفاظ سے شمس الدین اور خطلخ دونوں کے ہاتھ ایک ساتھ اپنی تلواروں کے دستے پر چلے گئے تھے۔ مجد دالدین نے اس موقع پر ان کی طرف بڑی ناپسندیدگی سے دیکھا اور انہیں پیچھے ہٹ کر کھڑا رہنے کا حکم دیا۔

شمس الدین اور خطلخ دونوں اپنی تلواروں کے دستوں سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ نصرت الدین کی طرف دیکھتے ہوئے مجد دالدین کی نگاہوں میں ادراک کے ہر پیچ کھول دینے والا جلال غصہ اور چہرے پر گھمبیر سمندر میں اُٹھتے طوفانوں جیسی کیفیت چھا گئی تھی۔

پھر مجد دالدین نے اس سے بھی زیادہ ہولناک انداز میں اسے مخاطب کیا۔

"نصرت الدین! میرا نام مجد دالدین ہے اور میں سلطان کے اچھے سالاروں میں سے ایک ہوں۔ میرے ساتھ زیادہ نہ الجھنا۔ الجھو گے تو یاد رکھنا اپنی انجان امنگوں میں گم زمیں، سنسان، ٹیلوں اور مایوسی کی لہروں جیسی کیفیت طاری کر لو گے۔ نصرت الدین! سلطان

نورالدین زنگی مسلمانوں کے تحفظ اور سلامتی کے نقیب ہیں اور میں ان کا ایک ادنیٰ خادم۔ وہ مسلمانوں کے دشمنوں کے لئے آتش و برق کا سنگم ہیں اور میں ان کی ایک چمک۔ مجھ سے مت الجھنا۔ الجھو گے تو پھر پوری زندگی سلجھ نہ پاؤ گے۔ اپنا ہاتھ تلوار کے دستے سے ہٹا لو۔ تمہاری اس حرکت کے جواب میں اگر میرا ہاتھ تلوار کے دستے پر چلا گیا تو پھر جانتے ہو کیا ہو گا۔ قلعے کے محافظوں کے سامنے تمہاری اہانت تمہاری ذلت کا طوفان اُٹھ کھڑا ہو گا"۔

نصرت الدین سہم سا گیا۔ تلوار کے دستے سے ہاتھ ہٹا لیا پھر کہنے لگا۔

"یہ جو تم نے میرے ساتھ بدتمیزی کی ہے میں ابھی اس سلسلے میں سلطان سے بات کرتا ہوں"۔

پھر جب نصرت الدین نے آگے بڑھنا چاہا تو مجد دالدین نے اس کا بازو پکڑ لیا اور اسے پیچھے کھینچتے ہوئے کہنے لگا۔

"وہاں کھڑے رہو۔ میں قلعے کا حاکم ہوں پہلے مجھ سے اجازت لو تو پھر میں تمہیں قلعے میں داخل ہونے کی اجازت دوں یا نہ دوں یہ میری مرضی پر منحصر ہے۔ اس لئے کہ میں قلعے کا حاکم ہوں اور حاکم مجھے سلطان نے مقرر کیا ہے۔ تم پہلے ایک غلطی کر چکے ہو۔ میری غیر موجودگی میں تم نے جو قلعے کے دروازے کے محافظ تبدیل کئے وہ ایک بڑی گھناؤنی اور فاش غلطی تھی۔ اسے تو میں برداشت کر گیا ہوں میں نے اس دروازے کے محافظوں کے کماندار کو صاف کہہ رکھا ہے کہ میری اجازت کے بغیر کوئی قلعے میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ قلعے میں سلطان علالت کی حالت میں قیام کئے ہوئے ہیں۔ کماندار سے غلطی ہوئی کہ اس نے میری غیر موجودگی میں میری رضامندی کے بغیر اپنے فرائض کی جگہ کو چھوڑا اور اس غلطی کی وہ معافی بھی مانگ چکا ہے۔ اب بولو تم کیا کہتے ہو"۔

نصرت الدین ٹپٹا کر رہ گیا تھا کہنے لگا۔

"میں تم سے سلطان سے ملنے کی اجازت طلب کرتا ہوں"۔

مجد دالدین مسکرا دیا کہنے لگا۔

"اب تم جاؤ جا کے سلطان سے مل لو"۔

اس کے ساتھ ہی مجد دالدین نے قلعے کے دروازے کے جو محافظ تھے اس کے

کماندار کو مخصوص اشارہ کیا جس پر وہ فوراً اندر گیا اور اس کے اندر جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد چار مسلح جوان نصرت کے پیچھے ہو لئے تھے۔

چند قدم آگے جانے کے بعد نصرت الدین مڑا اور وہ پہلے سے بھی زیادہ کرودھ والے غصے میں کہنے لگا۔

''ابن الدایہ یہیں کھڑے رہ کر میرا انتظار کرنا۔ میں سلطان سے مل کر ابھی آتا ہوں واپس آنے کے بعد تمہیں وہ سزا سناؤں گا جو سلطان تمہارے لئے تجویز کرے گا''۔

مجد الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

''نصرت الدین! میں یہاں کھڑا رہ کر تمہاری واپسی کا انتظار کروں گا جو چار مسلح جوان تمہارے ساتھ بھجوا رہا ہوں مت خیال کرنا کہ میں سلطان کی حفاظت کے لئے تمہارے ساتھ روانہ کر رہا ہوں یہ صرف تمہاری حفاظت کے لئے ہیں۔ تم جو میرے ساتھ الجھے ہو تو کہیں ایسا نہ ہو قلعے کے اندر میرے ہمنوا تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کریں۔ اب تم جاؤ''۔

نصرت الدین آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ قلعے کے اس حصے میں داخل ہوا جہاں سلطان نے قیام کیا ہوا تھا۔ جونہی وہ سلطان کے کمرے میں داخل ہوا سلطان جو اپنی علالت پہلے کی نسبت بہتر محسوس کر رہا تھا اُٹھ کر بیٹھ گیا اس وقت سلطان کے پاس تین طبیب بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ جونہی نصرت الدین سلطان کے قریب گیا سلطان نے کسیقدر ناپسندیدگی سے اس کی طرف دیکھا پھر سلطان نے اسے مخاطب کیا۔

''نصرت الدین! تم جانتے ہو میرے مخبر اور میرے وقائع نگار لحہ لحہ کی خبریں مجھ تک پہنچاتے ہیں جس وقت تم نے مجد الدین سے پوچھے بغیر قلعے کے محافظوں کو تبدیل کیا تھا اسی وقت مجھے خبر ہو گئی تھی۔ پھر مجد الدین نے آ کر جو پہلے محافظوں کو بحال کیا اور دروازے پر کھڑے ہو کر جو تمہارے اور مجد الدین کے درمیان گفتگو ہوئی میرے مخبران طبیبوں کی موجودگی میں اس کی تفصیل بھی مجھے کہہ چکے ہیں''۔

سلطان نے نصرت الدین کو بیٹھنے کے لئے نہیں کہا بلکہ اسے مخاطب کرتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

''نصرت الدین! اچھے سالار اپنی ملت اپنی قوم کے لئے انتہائی مضبوط ستون ثابت

ہوتے ہیں جو اپنے وطن کی بے نور آنکھوں کو اپنی ہمت سے شعلہ فشاں کر دیتے ہیں۔ ظلمتوں کو کہکشاؤں میں اور وطن کے خلاف اغیار کے اندھیرے کو خود اعتمادی کی خو اور ہمت افزاء حوصلوں میں بدل دیتے ہیں۔

نصرت الدین! مجد الدین ایک ایسا سالار ہے جو خیر و شر کے تصادم اور رزم گاہ کی بھڑکتی آگ میں وطن کے دشمنوں کو برگ آوارہ کی طرح اڑا دینے کا ہنر جانتا ہے۔ تاریخ کے حقائق میں مجد الدین جیسے سالار ناموافق حالات اور نامساعد ماحول میں اپنی قوم اپنی ملت کے لئے سطوت و عظمت کا مینار فرخندہ صبح سے بھی زیادہ پرکشش ثابت ہوتے ہیں۔

نصرت الدین یہ عبادت گاہوں کے کسی گوشے کے پتھر کی طرح خاموش رہنے والا مجد الدین رزم گاہ میں دشمن کے مقابلے میں بے پایاں خروش اور تہور کے خونی ترانوں سے بھی زیادہ پرسوز ثابت ہوتا ہے۔ یہ وہ سالار ہے جو اپنے سوز کی مستی اپنی جرات کی لذت سے نور کا قافلہ بن کر قوم کے ٹوٹے ماضی کے تاریک کھنڈروں کو اجالوں کے سمندر میں تبدیل کر سکتا ہے''۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان رکا پھر وہ نصرت الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

سنو! نصرت الدین! یہ ابلیس۔ انسانی دلوں پر وسوسوں کے جال بنتا رہتا ہے تاکہ انسانوں کو خیر کے خلاف ہلچل بغاوت اور سرکشی پر آمادہ کرے۔ انسانوں کے لبوں پر ناساز آہنگ روح میں منافرت کی وحشی ترنگ دلوں میں لہو وعصیاں کھڑے کر دیتا ہے۔ مگر کامیاب انسان وہی ہے جو شیطان کے وسوسوں سے نپٹنے کی ہمت اور جرات رکھتا ہو۔ نصرت الدین زیست ایک نیند سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی اگر اس نیند پر محبت کے سپنوں کا غلاف چڑھا دیا جائے تو یہ انسان کے لئے پہلے کی نسبت زیارہ پرکشش ہو جاتی ہے اوروں کے لئے پرامن ثابت ہوتی ہے۔

تم نے جو قلعہ کے پہلے محافظوں کو تبدیل کر کے اپنی مرضی کے محافظ مقرر کئے غلطی کی اس لئے کہ مجد الدین قلعہ کا حاکم ہے قلعے میں کوئی بھی کام اس کی مرضی کے بنا نہیں ہو سکتا۔ تم نے دوسری غلطی یہ کی کہ جب اس نے تمہارے مقرر کردہ محافظوں کو واپس کر کے قلعے

کے پرانے محافظوں کو بحال کیا تو گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے اس سے آ الجھے۔ یہ تمہاری دوسری غلطی تھی۔ اور دوسری غلطی پہلی غلطی سے زیادہ فاش اور ہولناک تھی۔ پھر تمہاری تیسری غلطی یہ کہ دوران گفتگو تم دھمکی آمیز انداز میں اپنا ہاتھ اپنی تلوار کے دستے پر لے گئے حالانکہ تم جانتے تھے اگر تمہارا اور مجد الدین کا تیغ زنی کا مقابلہ ہوتا ہے تو تم اس کے مقابلہ میں ایک لمحہ کے لئے بھی نہ ٹھہر سکتے۔ اور وہ تمہیں زیر کر کے رکھ دیتا۔ تمہاری چوتھی اور بھیانک غلطی یہ تھی کہ جس وقت تم اس سے اجازت لے کر میری طرف آ رہے تھے تو مڑ کر تم نے اسے دھمکی دی کہ وہ وہیں کھڑا رہے تاکہ جو میں سزا اس کے لئے تجویز کروں تم اس کی اسے خبر دو۔

نصرت الدین اندھیری راتوں کی نسبت چاند راتوں کو لوگ پسند کرتے ہیں۔ اس لئے کہ چاند اپنی کرنوں سے دھرتی کا سینہ روشن کرتا ہے۔ اندھیرے کے بھیانک پن کو دور کرتا ہے۔ اس لئے لوگ چاند کو پسند کرتے ہیں۔ مجھے شیر کوہ اور مجد الدین چاند سے بھی زیادہ عزیز ہیں اس لئے کہ نصرت چاند میں تو داغ ہیں اور میرے یہ دو سالار تو بالکل بے داغ ہیں۔

تمہاری آمد سے پہلے میرے نقیب اور مخبر پورے حالات سے مجھے آگاہ کر چکے ہیں۔ میرے خیال میں تم یہ کہنا پسند کرو گے کہ اس نے تمہیں بازو سے پکڑ کر پیچھے کھینچا اور میرے پاس نہیں آنے دیا۔ اور تم سے مطالبہ کیا کہ اس سے اجازت لے کر تم قلعے میں داخل ہو۔ ایسا کر کے اس نے اپنے فرائض منصبی کو ادا کیا ہے۔ وہ اس قلعہ کا حاکم اور قلعہ دار ہے۔ قلعے کے اندر میں نے قیام کر رکھا ہے لہٰذا میری حفاظت کو سامنے رکھتے ہوئے جو قدم اس نے اٹھایا ہے۔ وہ بالکل درست ہے۔ قلعے کے اندر کوئی بھی شخص اس کی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہو سکتا۔ اب تم جاؤ وہ قلعے کے دروازے پر ہی کھڑا ہو کر تمہارا انتظار کر رہا ہو گا۔ تم نے جو چار پانچ غلطیاں کی ہیں اس کے لئے اس سے جا کر معذرت کرو''۔

سلطان نور الدین زنگی کی اس گفتگو سے نصرت الدین کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی تھی بڑے اداس انداز میں مڑا اور باہر نکل گیا۔ جب وہ قلعے کے دروازے کے قریب آیا تو دیکھا جہاں وہ مجد الدین کو چھوڑ کر گیا تھا وہ مجد الدین بالکل ستون کی طرح وہیں کھڑا شاید اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کے پیچھے ذرا ہٹ کر شمس الدین اور ظلخ کھڑے تھے۔

مجد الدین کے قریب آ کر نصرت الدین رکا پھر زمین کی طرف دیکھتے ہوئے

شرمندہ سے لہجے میں کہنے لگا۔

''مجد الدین میں اپنے رویے پر نادم ہوں۔ معذرت خواہ ہوں''۔

اس کے ساتھ ہی نصرت الدین آگے بڑھ کر سامنے کھڑے اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور وہاں سے چلا گیا تھا۔

مورخین لکھتے ہیں مجد الدین اور نصرت الدین کے یہ اختلافات اور باہمی منافرت شاید اسلامی سلطنت کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتے لیکن جلد ہی چونکہ سلطان اپنی علالت سے صحت یاب ہو گیا تھا لہٰذا اس نے فوراً ہر معاملے کو اپنی گرفت میں لے کر درست کر لیا تھا۔

☆

حویلی کے پہلو میں جو چھوٹا سا باغیچہ تھا اور جس میں کثرت سے پھلدار درخت تھے اس میں عبدہ، زہران، ازبل، مرسینہ، عمیرہ، جمارا اور مشال پکے ہوئے پھل توڑ کر ایک جگہ ڈھیر کر رہی تھیں۔ کہ حویلی میں شمس الدین اور خطلخ دونوں داخل ہوئے۔ ان دونوں نے سب افراد کو باغ میں پھل توڑتے دیکھ لیا تھا لہٰذا وہ بھی اُدھر ہی چلے گئے۔ جب وہ قریب آئے تو سب سے پہلے عبدہ نے شمس الدین کو مخاطب کیا۔

"شمس الدین میرے بیٹے بھائی کہاں ہے؟"

شمس الدین نے غور سے اپنی ماں کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"مادر محترم ہم تھوڑی دیر تک ایک مہم پر روانہ ہونے والے ہیں ہم دونوں بھائی اپنے گھوڑوں کے علاوہ بھائی کے گھوڑے کو بھی لینے آئے ہیں۔ بھائی اس وقت سلطان اور شیرکوہ کے پاس بیٹھے اہم امور پر تبادلہ خیال کر رہے ہیں۔ لشکر تھوڑی دیر تک یہاں سے کوچ کرے گا"۔

شمس الدین یہیں تک کہنے پایا تھا کہ مرسینہ نے اس سے پوچھ لیا۔

"اگر لشکر نے کوچ کرنا ہے تو وہ خود تم دونوں بھائیوں کے ساتھ کیوں نہیں آئے......؟"۔

اس بار خطلخ نے مرسینہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"میری بہن ان کا گھوڑا ہم لے آئے ہیں۔ تم ایسا کرنا بھائی کی خرجین میں ضروریات کا سارا سامان ڈال دینا۔ اتنی دیر تک بھائی آ جائیں گے میرے خیال میں وہ زیادہ دیر نہیں لگائیں گے"۔

مرسینہ کو جواب دے کر خطلخ خاموش ہوا تھا کہ مشال نے اسے مخاطب کیا۔

"بھائی! اس بار لشکر کس مہم پر نکلے گا۔ کیا صلیبیوں نے پھر کہیں سر اُٹھایا ہے یا لوٹ مار کا بازار گرم کیا ہے؟"

اس پر خطلخ بڑی سنجیدگی میں کہہ رہا تھا۔

"مشال میری بہن اس بار ایک نہیں کئی مہمیں سامنے آ گئیں ہیں۔ پہلی مہم شیزر شہر کی ہے یہ شہر دریائے اورنٹس کے کنارے واقع ہے۔ انتہا درجہ کی مضبوط فصیل ہے۔ اس میں زیادہ تر مسلمان ہیں لیکن یہ شہر ہماری سلطنت میں شامل نہیں۔ صلیبی اس شہر پر قبضہ کرنے کے بعد ہمارے خلاف اسے ایک اہم مورچے کے طور پر استعمال کرتے ہوئے ہمارے علاقوں پر ترکتاز اور یلغار کرنا چاہتے ہیں۔

صلیبیوں کا ایک لشکر اسی شہر کی طرف بڑھ رہا ہے۔ گزشتہ مہینوں میں جو زلزلہ آیا تھا اس میں اس شہر کی فصیل کمزور ہو چکی ہے اور اس شہر کی کمزور فصیل سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے صلیبی اس پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور پھر یہیں سے نکل کر وہ ہمارے علاقوں کو ہدف بنانے کا عزم کر چکے ہیں۔

یہ تو پہلی مہم ہے۔ دوسری مہم مارم اور صیدا شہروں کی ہے۔ ان پر ہم پہلے بھی حملہ آور ہوئے تھے۔ مارم شہر کے صلیبیوں کی مدد کے لئے انطاکیہ سے بھی ایک لشکر آیا تھا۔ لیکن صلح ہو جانے کے باعث ہمارا لشکر واپس آ گیا تھا۔ اب مارم شہر کے صلیبیوں نے پھر سر اُٹھایا ہے۔ ان کی مدد کے لئے آنے والے یورپ کے مختلف علاقوں مین سرگرداں صلیبی بھی پہنچ چکے ہیں۔ اس کے علاوہ یورپ سے آنے والے صلیبی صیدا شہر کے مسلمانوں کو بھی تنگ کر رہے ہیں۔ بار بار ان پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ ان کی کوشش ہے کہ صیدا کا محاصرہ کر کے صیدا شہر مسلمانوں سے چھین لیں۔ یہ تین مہمیں ہیں۔ چوتھی مہم یروشلم کے بادشاہ بالڈون کے علاقوں کے اندر ہیں۔ بلبیش کے مقام پر یروشلم کا بادشاہ بالڈون ایک بہت بڑا اور جرار لشکر جمع کر رہا ہے۔ جس کے ذریعے وہ اپنی تیاریاں مکمل کرنے کے بعد ہمارے علاقوں پر ضرب لگانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ فی الوقت ہمارے سامنے یہ چار مہمیں ہیں۔ اب ان مہموں کو سر کرتے ہوئے نجانے اور کتنی چھوٹی بڑی مہمیں اُٹھ کھڑی ہوں گی"۔

مرسینہ جو سب کچھ بڑی خاموشی اور غور سے سن رہی تھی۔ شمس الدین کو مخاطب کر کے

کہنے لگی۔

''شمس الدین! بھائی کے گھوڑے کی خرجین اتار لائی تھی تا کہ میں اس میں سامان ڈال دوں''۔

شمس الدین نے اپنے کندھے پر دو خرجینیں لٹکا رکھی تھیں۔ ایک اتار کر مرسینہ کو تھمائی کہنے لگا۔

''میری بہن یہ بھائی کے گھوڑے کی خرجین ہے''۔

اس دوران جمارا آگے بڑھی اور شمس الدین سے اس کے گھوڑے کی خرجین لے لی تھی اس طرح عبیرہ نے خطلخ سے خرجین لے لی تھی پھر تینوں ان کی خرجینوں میں ضروریات کا سامان ڈالنے کے لئے وہاں سے چلی گئی تھیں۔

مرسینہ، جمارا اور عبیرہ تینوں خرجینوں میں سامان ڈال کر پھر سب کے پاس باغ میں آ گئی تھیں عین اسی لمحہ مجد دالدین حویلی مین داخل ہوا اور سیدھا ان کی طرف گیا۔ اسے دیکھتے ہی خطلخ نے اسے مخاطب کیا۔

''بھائی! سلطان اور شیر کوہ کے ساتھ کیا فیصلہ ہوا''۔ اس پر خطلخ کی طرف دیکھتے ہوئے مجد دالدین کہہ رہا تھا۔

''فیصلہ یہ ہوا ہے کہ میں اور شیر کوہ ایک لشکر کو لے کر شیزر شہر کا رُخ کریں گے۔ اس بار تم دونوں میرے ساتھ نہیں ہو گے۔ تم اس لشکر میں شامل ہو گے جو سلطان کے ساتھ یہاں سے کوچ کرے گا اس لشکر میں تم دونوں کے علاوہ نجم الدین، فخر الدین مسعود، اسامہ بن مرشد اور کچھ دیگر سالار بھی ہوں گے میں اور شیر کوہ شیزر کی مہم کو سر کرنے کے بعد سلطان سے آن ملیں گے۔ سلطان یہاں سے کوچ کرنے کے بعد مارم کی طرف پیش قدمی کرے گا۔ لیکن مارم کی طرف جانے والی کسی منزل پر پڑاؤ کرے گا وہیں شیزر کی مہم سر کرنے کے بعد ہم سلطان کے لشکر میں آن ملیں گے''۔

اتنا کہنے کے بعد مجد دالدین رکا پھر وہ شمس الدین اور خطلخ کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''تم دونوں اپنی تیاری کرنے کے بعد مستقر کی طرف چلے جاؤ۔ لشکر کے جس

نے سلطان کی طرف کوچ کرنا ہے وہ اپنی تیاری کر رہا ہے۔ سب سے پہلے میں اور شیر کوہ یہاں سے کوچ کریں گے۔ ہمارا لشکر کوچ کے لئے تیار ہے۔ میں تم سے پہلے یہاں سے نکلوں گا''۔

پھر مجد دالدین نے مرسینہ کی طرف دیکھا۔

''مرسینہ میری خرجین میں ضروریات کا سامان ڈال دو اور......''۔

مرسینہ مسکرائی اور اپنے قریب ہی رکھی چرمی خرجین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگی۔ ''آپ فکر نہ کریں۔ میں آپ کے گھوڑے کی خرجین تیار کر چکی ہوں۔ یہاں آ کر میں نے اس میں کچھ تازہ پھل بھی ڈال دیئے ہیں''۔

اس پر مجد دالدین آگے بڑھا۔ خرجین اُٹھا کر اس نے اپنے کندھے سے لٹکا لی۔ اس دوران مشال بھاگتی ہوئی اندر چلی گئی تھی۔ اس موقع پر عبدہ اور زہران آگے بڑھیں۔ بڑے پیارے انداز میں انہوں نے مجد دالدین کی پیشانی چومتے ہوئے اسے پیار کیا۔ ازبل نے بھی آگے بڑھ کر اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا پھر مجد دالدین صدر دروازے کی طرف بڑھا۔ سب لوگ اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ عین اسی لمحہ اندرونی حصے سے مشال بھاگتی ہوئی نکلی اس کے ہاتھ میں قرآن مقدس تھا۔ قریب آ کر اس نے عبدہ کو تھما دیا۔ عبدہ دروازے پر قرآن مقدس بلند کر کے کھڑی ہوئی۔ مجد دالدین اس کے نیچے سے گزرا، اس کے پیچھے پیچھے شمس الدین اور خطلخ بھی باہر نکل گئے۔ جمارا اور عبیرہ سے انہوں نے اپنے گھوڑے کی خرجین لے لی تھی۔ پھر عبدہ کی طرف دیکھتے ہوئے خطلخ کہنے لگا۔

''ہم بھی بھائی کے ساتھ ہی رخصت ہوتے ہیں۔ اکٹھے مستقر کی طرف جاتے ہیں''۔

جواب میں عبدہ مسکرا دی۔ اثبات میں گردن ہلا دی۔ باقی سب لوگ بڑے سنجیدہ اور متین حالت میں کھڑے تھے۔ تینوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر وہاں سے چلے گئے تھے۔

O

سب سے پہلے اسد الدین شیر کوہ اور مجد دالدین نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ کوچ کیا اور ان کا رُخ شیزر شہر کی طرف تھا۔ شیزر کا شہر اور قلعہ حماۃ شہر سے لگ بھگ نصف

منزل کے فاصلے پر ایک کوہستانی سلسلے کے اوپر واقع تھا۔ اس کے تین طرف بلند و بالا کوہستانی سلسلے تھے جبکہ چوتھی طرف موجیں مارتا دریائے اوزبلنس تھا۔ شہر میں داخلے کے لئے اس کے آگے ایک طویل سرنگ تھی جس کے بعد ایک گہری خندق تھی اس پر لکڑی کا پُل تھا۔ اسی کے ذریعے شہر میں داخل ہوا جاتا تھا۔

شیرکوہ اور مجدالدین نے اپنے لشکر کے ساتھ شیزر شہر کی طرف کچھ اس رفتار سے سفر شروع کیا کہ لگ بھگ آدھی رات کو وہ شیزر شہر سے دو فرسنگ کے فاصلے پر رہ گئے تھے۔ وہاں دونوں نے اپنے لشکر کو روک دیا اس لئے کہ سلطان نور الدین زنگی کے وہ وقائع نگار، مخبر اور نقیب جو ان علاقوں میں کام کر رہے تھے انہوں نے دشمن کے محل وقوع سے انہیں مطلع کیا تھا اور یہ بھی اطلاع دے دی تھی کہ چوبی پل کے ذریعے شیزر شہر میں داخل ہوا جاتا ہے صلیبی اس پل کے قریب پڑاؤ کئے ہوئے ہیں۔ روز شہر پر حملہ آور ہوتے ہیں اور شہر پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن شہر کے مسلمان بڑی جراتمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں روکے ہوئے ہیں۔

مخبروں سے یہ اطلاع ملنے کے بعد شیرکوہ اور مجدالدین نے آپس میں صلاح مشورہ کرنے کے بعد لشکر دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ساتھ ہی دونوں میں یہ طے پایا کہ لشکر کو اس رفتار سے آگے بڑھایا جائے کہ صبح سویرے سورج طلوع ہونے سے تھوڑی دیر پہلے دشمن پر ضرب لگا دی جائے۔ یہ بھی متفقہ طور پر دونوں نے فیصلہ کیا کہ دشمن کی ایک سمت سے شیرکوہ اور دوسری طرف سے مجدالدین حملہ آور ہو کر دشمن کی شکست اور اپنی کامیابی اور فتح مندی کو یقینی بنائیں گے۔

O

عمیق رازوں کی ترجمان رات بڑی تیزی سے اپنے انجام کے قریب ہوتی جارہی تھی۔

اندھیروں نے زمین کے دامن پر پھیلا اپنا آنچل سمیٹنا شروع کر دیا تھا۔ شب بھر اپنے تشخص اور وجود سے بے نیاز اور رات کا اسیر رہنے کے بعد دیو پیکر صنوبر نازک شاخیں ہر

شے کو اپنے پاؤں تلے روندتا وقت اتھاہ خاموشیاں روحوں کے نہاں خانوں سے اٹھتی استعجاب آمیز کیفیت، سکون و عظمت کی متلاشی خواہشیں اور سلگتی خوشبو کی مہک سب جاگ اٹھے تھے۔ رات کے سینے پر آوارہ آوازوں کی بازگشت اٹھنی شروع ہو گئی تھی۔ مشرق کی آنکھیں ستاروں کی طرح چمکنا شروع ہو گئی تھیں۔

ایسے میں پہلے شیرکوہ دشمن کے لشکر کے ایک پہلو کے قریب ہوا پھر وہ ان پر صعود کو سیوط۔ رجا کو قنوت، مسرت کے ترانوں کو غم زدہ نغموں، صبح کے شباب کو رات کی آخری رمق، گاتے دنوں کو گونگی راتوں اور موہوم سہاروں کو سوختہ لاشوں میں تبدیل کر دینے والی قہرمانیت کی سنسنی خیز لہروں کی آگہی کے رقصاں زعم کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ اپنے پہلے ہی حملے میں اسدالدین شیرکوہ نے رزم گاہ کے کسی شیر دل چوپان کی طرح برہم و غضبناک ہو کر اپنے سامنے آنے والے دشمن کی ہر صف ہر گروہ کو درہم برہم کرنا شروع کر دیا تھا۔

دشمن کے لشکر کے اس پہلو کی حالت شیرکوہ نے بڑی تیزی سے جرم تمنا کی پاداش بدبختی کی بھاری تہوں ٹوٹی ہوئی صداؤں اور کرچی کرچی بازگشت سے بھی کہیں زیادہ ہولناک بنانا شروع کر دی تھی۔

جبکہ دوسری طرف مجدالدین بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اپنے کام کی ابتدا کر چکا تھا اور وہ ان صلیبیوں پر دست امکان کو بہ کو قریہ بہ قریہ جو بہ جو قضا کے اندھے کنوئیں اور ہجر کے لمحوں کا عذاب کھڑے کرنے والی عداوتوں کی گھاتوں۔ زمین کی ساری تہوں تک کو کھنگالنے والے موت کے گہرے سمندر آتش فشاں طوفانوں اور ہر شے کی منشور سے گزر جانے والی شعاعوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

اسدالدین شیرکوہ کی طرح ہی مجدالدین نے بھی اپنے سامنے والے صلیبیوں کی حالت بڑی تیزی سے حرف و صوت کے سایوں، قافلوں کی رد، جرم بصری خاموشیوں ٹوٹے خوابوں کی کرچیوں اور افسردہ دلوں کے وسوسوں اور غلامی میں جکڑے ضمیروں سے بھی زیادہ بدتر اور ہولناک بنانی شروع کر دی تھیں۔

اب صورتحال یہ تھی کہ شیزر شہر سے باہر ایک طرف سے شیرکوہ ان پر کف اڑاتی موجوں اور آگ کی طرح جوش مارتے ولولوں کی طرح ضرب لگا رہا تھا۔ دوسری طرف سے

مجد الدین [illegible] ستہ ہرگوں والے لاوے اور بصیرت کی بیداری کی طرح بڑی تیزی سے ان کی تعداد کم کرتا چلا جا رہا تھا یہاں تک کہ بڑی تیزی سے صلیبیوں کے پورے لشکر کی حالت جڑ گئی بیلوں۔ تے سحر آفاق اور اجڑے در و بام سے بھی زیادہ بری ہونا شروع ہو گئی تھی۔ پھر صلیبی شکست اُٹھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

شہر کے اندر جو شہر کا حفاظتی لشکر تھا اس نے یہ صورتحال دیکھی تو سب باہر نکل کر شیر کوہ اور مجد الدین کی طرف لپکے۔ شہر انہوں نے ان دونوں کے حوالے کر دیا تھا۔

شیر کوہ اور مجد الدین نے چند روز وہاں قیام کیا اور شہر کا نظم و نسق درست کرتے رہے اسی دوران سلطان نور الدین زنگی کی طرف سے ایک تیز رفتار قاصد وہاں پہنچا اور اس نے دونوں کو یہ پیغام دیا کہ فی الحال مجد الدین شیزر شہر ہی میں قیام کرے اور آدھا لشکر اس کے حوالے کر دیا جائے۔ ساتھ ہی سلطان نے یہ احکام بھی جاری کئے تھے کہ شیزر شہر کا حاکم مجد الدین ہو گا اپنی طرف سے جیسے چاہے وہ اپنا نائب مقرر کر کے جنگوں میں حصہ لے لیکن شہر کے اندر اسی کے احکامات چلیں گے۔ یہ ایک طرح سے مجد الدین کے لئے بڑا اعزاز تھا۔ (مورخین تفصیل سے لکھتے ہیں کہ سلطان نور الدین زنگی نے واقعی مجد الدین کو شیزر شہر کا حاکم مقرر کیا تھا)۔

سلطان کی طرف سے مجد الدین کو یہ بھی اختیار دیا گیا تھا کہ وہ شہر کے حالات اور نظم و نسق درست کرنے کے بعد اپنی طرف سے جسے چاہے شہر کا حاکم مقرر کر کے اس کے لئے احکامات جاری کرے اور پھر لشکر کے اس حصے کے ساتھ جو اس کے پاس رہے گا وہ شیر کوہ سے جا ملے۔

سلطان نور الدین زنگی کی طرف سے مجد الدین کو شیزر کا حاکم مقرر کیا جانا اس کے لئے ایک بہت بڑا اعزاز تھا۔ اس کے لئے شیر کوہ نے اسے مبارک باد دی۔ چند دن تک دونوں نے شیزر شہر ہی میں قیام کیا۔ اس کے بعد اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ شیر کوہ نے شیزر سے کوچ کیا اس لئے کہ سلطان کی طرف سے اسے حکم ملا تھا کہ وہ مارم اور صیدا شہروں کا رخ کرے جہاں صلیبیوں نے مسلمانوں کے خلاف ایک نہ ختم ہونے والے طوفان کی ابتدا کر رکھی تھی۔ ساتھ ہی سلطان نے مجد الدین اور شیر کوہ کو یہ بھی پیغام بھجوا دیا کہ وہ اپنے حصے کے لشکر کے

ساتھ یروشلم کے بادشاہ بالڈون کی سلطنت کے اندر جیش کے مقام پر جو صلیبی جمع ہو رہے ہیں ان پر ضرب لگانے کی کوشش کریں گے۔

O

عبدہ ایک روز اپنی خواب گاہ میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی۔ کہ ہچکچاتے ہوئے رکتے رکتے خواب گاہ میں مرسینہ داخل ہوئی عبدہ نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا۔ پھر مسکرائی اور کہنے لگی۔

''مرسینہ میری بیٹی آج تمہاری چال میں لڑکھڑاہٹ کیوں ہے۔ تم ہچکچاتے ہوئے آگے بڑھ رہی ہو۔ ضرور کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔ دیکھو کوئی بات مجھ سے چھپانا مت۔ تیری حیثیت اس گھر کی مالکہ اور میری حقیقی بیٹی کی سی ہے۔ اور یہ کہ تو مثال کو کہاں چھوڑ کے آئی ہے''۔

آہستہ آہستہ مرسینہ آگے بڑھی پھر دھیمے سے لہجے میں کہنے لگی۔

''ماں! مثال اپنے کمرے میں ہے۔ دراصل میں ایک انتہائی نازک موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں لیکن ہمت نہیں پڑ رہی''۔

عبدہ اپنی جگہ سے اُٹھی آگے بڑھی بڑے پیارے انداز میں اس نے مرسینہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پہلو میں بٹھا لیا پھر کہنے لگی۔

''اب کہو کیا کہنا چاہتی ہو؟''

مرسینہ نے اس موقع پر عجیب سے انداز میں عبدہ کی طرف دیکھا اس کی آنکھوں میں اس موقع پر انگنت سوالات تھے پھر دھیمے سے لہجے میں کہنے لگی۔

''ماں! جس موضوع پر میں گفتگو کرنا چاہتی ہوں اس گھر میں وہ نیا موضوع ہے۔ ڈرتی ہوں کہیں آپ ناراض نہ ہو جائیں اور آپ کی ناراضی کم از کم میرے لئے ناقابل برداشت ہے''۔

جواب میں عبدہ مسکرا دی کہنے لگی۔

''ماں بھی کہتی ہو اور پھر کچھ کہتے ہوئے ڈر اور خوف بھی محسوس کرتی ہو۔ بلا جھجک کہو

جو کچھ تم کہنا چاہتی ہو غور سے سُنوں گی تحمل اور بردباری کا مظاہرہ کروں گی''۔

عبدہ کی اس گفتگو سے مرسینہ کو کسی قدر حوصلہ ہوا پھر وہ بڑی آہستگی میں کہنے لگی۔

''ماں! کیا ایسا ممکن نہیں کہ مثال کی شادی بھی امیر سے کر دی جائے''۔

عبدہ نے تیز نگاہوں سے مرسینہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''تم اپنے حواس میں تو ہو۔ جانتی ہو تم کیا کہہ رہی ہو؟''

مرسینہ مسکرادی کہنے لگی۔

''اماں! میں اپنے پورے ہوش وحواس میں آپ سے یہ گفتگو کر رہی ہوں میں چاہتی ہوں مثال کی شادی بھی امیر سے کر دی جائے۔ اس طرح''۔

مرسینہ اپنی بات مکمل نہ کر سکی۔ اس لئے کہ بیچ میں تنبیہ کرنے کے انداز میں عبدہ بول پڑی۔

''مرسینہ میری بیٹی میاں بیوی ایک دوسرے کے لئے پیار سے نفس کو سیراب کرنے والے اور بے چین روحوں کو سکون فراہم کرنے والے ہوتے ہیں۔ تم اپنی محبت کے کھلے بادبانوں کو کیوں تقسیم کرنا چاہتی ہو کیوں اپنے سرمدی لطافتوں کی رنگینیوں کو شکست خوردہ کرنے پر تل گئی ہو کس بنا پر تم نغموں کے سحر جیسی اپنی زیست کو افسردہ سامان اور وفاؤں کے شہر کو خوابناک کھنڈروں میں تبدیل کرنا چاہتی ہو۔ یاد رکھنا ایسا کرو گی تو سیل وقت میں تمہارے سارے رویے زوال پر آمادہ ہو جائیں گے''۔

یہاں تک کہنے کے بعد عبدہ لحہ بھر کے لئے رُکی پھر اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

مرسینہ میری بیٹی اپنے اوپر سوتن کو وہ عورتیں لاتی ہیں جو بانجھ ہوں اولاد سے محروم ہوں اور اپنے گھر کو آباد کرنا چاہتی ہوں تمہاری شادی ہوئے تو ابھی چند ماہ ہی ہوئے ہیں اور پھر تمہارے ساتھ جمارا اور عبیرہ کی بھی شادی ہوئی ہے۔ وہ اپنی جگہ مطمئن اور خوش ہیں تمہیں کیا ضرورت پڑ گئی کہ تم اپنے حقوق زوجیت کو تقسیم کرتی پھرو۔ خیال رکھنا جو عورت اپنے اوپر سوتن لے کر آتی ہے اس سوتن کے آنے کے بعد اس کی اپنی حالت بے معنی لفظوں کی بہتی رال بھیگتے کاغذ کے پُشتے پر لکھی کچے رنگوں کی تحریر اور بدبختی کی سیال سیاہی سے بھی بدتر ہو جاتی ہے۔

مرسینہ یہ ایک بہت بڑا فیصلہ ہے۔ سوچ سمجھ کر اس پر عمل کرنا۔ ایک ماں کی حیثیت سے میں تمہیں مشورہ دوں گی کہ اگر تم ایسا کرو گی تو یاد رکھنا اپنے ماتھے کو شکن شکن کر لو گی۔ بینائی کے محدب عدسے میں بال لے آؤ گی اور زیست کی ست رنگی روشنی میں تپتے سایوں کے سے اندھیروں کو داخل ہونے کی اجازت دو گی''۔

جب تک عبدہ بولتی رہی مرسینہ مسکراتی رہی۔ عبدہ جب خاموش ہوئی تو مرسینہ نے کہنا شروع کیا۔

''اماں میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کچھ بھی نہیں ہو گا، ہم دونوں ملکر امیر کی اسی طرح خدمت اسی طرح ان کی دیکھ بھال کریں گے جس طرح اس وقت میں اکیلی کر رہی ہوں۔ کیا آپ کو امیر کی بیوی کی حیثیت سے آج تک مجھ سے کوئی شکایت ہوئی ہے''۔

عبدہ نے مسکرتے ہوئے نفی میں گردن ہلا دی اس پر مرسینہ عبدہ سے لپٹ گئی کہنے لگی۔

''ماں! اس طرح مثال سے بھی آپ کو کوئی شکایت کوئی شکوہ نہیں ہو گا۔ بس میں چاہتی ہوں کہ اس موضوع پر آپ خود امیر سے بات کریں۔

''اماں آپ جانتی ہیں میں اور مثال آج تک اکٹھی رہی ہیں۔ وہ چھوٹی بچی ہی تھی تو اس کے ماں باپ فوت ہو گئے تھے تب سے وہ میرے باپ ماں کے پاس رہی۔ میں عمر میں اس سے تھوڑی بڑی تھی لہٰذا یوں جانیں میں نے ہی اسے پالا پوسا مجھ سے وہ اس قدر مانوس ہے کہ مجھ سے علیحدہ ہونے کا وہ سوچ بھی نہیں سکتی۔ میری شادی تک آپ جانتی ہیں وہ میرے ساتھ ہی سوتی رہی ہے۔ اس لئے آپ سے میری التماس ہے کہ آپ اس موضوع پر امیر سے بات کریں۔ میں کروں گی تو وہ کئی دلیلیں اور حجتیں دیں گے۔ آپ کریں گی تو امید ہے وہ مان جائیں گے''۔

عبدہ نے کچھ سوچا پھر وہ مرسینہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''مرسینہ میری بیٹی! یہ بڑا الٹ سا معاملہ ہے۔ دیکھو تم نے پہلے مجدد الدین سے محبت کی ابتدا کی تھی۔ اس کو چاہنے لگی تھی۔ جب مجدد الدین کو اس کی خبر ہوئی تو پہلے تو وہ نہیں مانتا تھا کہ تم اسے چاہتی ہو اس سے محبت کرتی ہو اس کی اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتی ہو لیکن

جب اسے یقین ہو گیا تو وہ بھی تمہیں پسند کرنے لگا۔ اس طرح تم دونوں کی پسند یکجا ہو گئی تم ایک دوسرے کی زندگی کے ساتھی بن گئے۔

لیکن مرسینہ میری بیٹی مشال کا معاملہ اور ہے۔ اس نے کبھی کسی بھی موقع پر مجدد الدین سے اپنی دل چسپی کا اظہار نہیں کیا۔ نہ ہی مجدد الدین کی طرف سے کبھی ایسا اشارہ مجھے ملا ہے کہ تمہارے علاوہ وہ مشال کو بھی اپنانے کا ارادہ رکھتا ہو"۔

اس پر مرسینہ جھٹ سے بول پڑی۔

"اماں! مشال کی طرف سے واضح اشارہ ملتا رہا ہے۔ دیکھیں اماں گزشتہ کئی ماہ سے مشال آپ کے پاس رہ رہی ہے۔ آپ کسی ایک موقع پر بھی بتائیں کہ مشال نے امیر کو بھائی کہہ کر مخاطب کیا ہو۔ وہ ہمیشہ ہی جب انہیں مخاطب کرتی ہے تو امیر کہہ کر کرتی ہے۔ مجھے بتائیں کبھی اس نے بھائی کہہ کر مخاطب کیا ہے جمارا امیر کو بھائی کہہ کر بلاتی ہے۔ عبیرہ بھی بھائی ہی کے لفظ سے مخاطب کرتی ہے۔ لیکن مشال کا معاملہ اور ہے اگر آپ کو یاد نہیں تو گھر کے کسی فرد سے بھی پوچھ لیں کہ کیا مشال نے کبھی امیر کو بھائی کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ اس نے ہمیشہ امیر ہی کہہ کر امیر سے گفتگو کا آغاز کیا ہے۔ اس لئے کہ جس طرح میں شروع دن سے امیر کو پسند کرنے لگی تھی۔ اسی طرح مشال بھی میری طرح امیر کی طرف مائل تھی اور ان سے محبت کرنے لگی تھی۔ اور پھر اماں ہم دونوں بہنیں اکٹھی رہ سکتی ہیں۔ امیر کی خدمت مل جل کر کر سکتی ہیں۔ آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ اگر ہم دونوں اکٹھی امیر کی بیوی کی حیثیت سے رہیں تو ہماری طرف سے آپ کو اور امیر دونوں کو کسی قسم کی کوئی شکایت نہیں ہو گی۔ میں آپ کو ضمانت دیتی ہوں اپنی طرف سے بھی اور مشال کی طرف سے بھی"۔

مرسینہ خاموش ہو گئی جواب میں عبدہ چُپ رہ کر کچھ سوچتی رہی پھر دھیمے سے لہجے میں کہنے لگی۔

"مرسینہ میری بیٹی یہ تم نے نیا موضوع اور نیا مسئلہ ہی کھڑا کر دیا ہے۔ یہ تو تم ٹھیک کہتی ہو میں نے کبھی بھی مشال کو نہیں سنا کہ اس نے کسی بھی موقع پر مجدد الدین کو بھائی کہہ کر مخاطب کیا ہو۔ ہمیشہ امیر ہی کہتی ہے۔ لیکن مجھے کیا خبر تھی کہ اس طرز مخاطب کے اندر بھی بہت سے طوفان پنہاں ہیں۔ بیٹے! یہ ایسا مسئلہ ہے جسے میں اکیلی حل نہیں کر سکتی۔ اس سلسلے میں

پہلے میں مشال سے بات کروں گی پھر سارے گھر کے افراد کو اعتماد میں لوں گی اس کے بعد میں تمہیں کوئی جواب دوں گی۔ تم ایسا کرو مشال کو میرے پاس بھیجو میں خود اس سے بات کروں گی۔ لیکن تم اس کے ساتھ مت آنا۔ میں اس موضوع پر تنہائی میں اس سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں"۔

عبدہ کے ان الفاظ پر مرسینہ خوش ہو گئی تھی۔ جست لگانے کے انداز میں اُٹھی پھر وہ بھاگتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد مشال آہستہ آہستہ چلتی گردن کو جھکائے اس کمرے میں داخل ہوئی اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے عبدہ اندر ہی اندر مسکرا رہی تھی پھر ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنے پہلو میں بیٹھنے کو کہا۔ یہ اشارہ پا کر مشال آگے بڑھ کر بالکل ہلکے پھلکے پھول کی طرح عبدہ کے پہلو میں بیٹھ گئی تھی کچھ دیر خاموشی رہی پھر عبدہ نے مشال کی طرف دیکھتے ہوئے گفتگو کا آغاز کیا۔

"مشال میری بیٹی کیا تم جانتی ہو تھوڑی دیر پہلے مرسینہ کسی موضوع پر مجھ سے گفتگو کر کے گئی ہے؟"

مشال کچھ نہ بولی اس نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔ اس پر مسکراتی آواز میں عبدہ پھر بول پڑی۔

"بیٹے اس موقع پر اشاروں سے کام نہیں چلے گا میں تمہارے منہ سے کچھ سننا چاہتی ہوں"۔

مشال نے ایک دزیدہ نگاہ عبدہ پر ڈالی پھر بالکل مدھم سی آواز میں کہنے لگی۔

"اماں! جس موضوع پر وہ بات کر کے گئی ہے میں جانتی ہوں"۔

عبدہ مسکرا دی پھر اس نے دوسرا سوال داغا۔

"مشال! مرسینہ کی طرح تمہاری حیثیت بھی میرے ہاں بیٹی کی سی ہے۔ جو کچھ میں پوچھنے لگی ہوں بیٹی۔ اس کا جواب اپنے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے دینا۔ جھوٹ نہ بولنا۔ وقت گزارنے کے لئے کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی کے ابھارنے پر کوئی جذباتی فیصلہ کر بیٹھو"۔

اس موقع پر میرا سوال یہ ہے کہ جس موضوع پر مرسینہ میرے ساتھ گفتگو کر کے گئی ہے کیا اس کے لئے مرسینہ نے تمہیں تیار کیا ہے؟"

مشال نے چونک کے عبدہ کی طرف دیکھا کہنے لگی۔

''نہیں اماں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ میری بڑی بہن ہے۔ گو ہم دونوں میں عمر کا تھوڑا ہی فرق ہے۔ لیکن میں نے ہمیشہ اس کی عزت کی ہے۔ اس نے آج تک جو بھی قدم اٹھایا میری بہتری۔ میری بھلائی کے لئے اُٹھایا۔ جس موضوع پر اس نے گفتگو کی ہے۔ اس موضوع پر اسے گفتگو کرنے کے لئے بھی اماں میں نے ہی کہا تھا''۔

عبدہ نے کچھ سوچا پھر دوبارہ بول اٹھی۔

''بیٹی! مرسینہ اور مجدد الدین کی شادی تو اسی بنا پر ہوئی تھی کہ مرسینہ نے مجدد الدین سے محبت شروع کی تھی۔ جس کے نتیجے میں دونوں کو یکجا کر دیا گیا۔ کیا تمہارے سلسلے میں بھی میں سمجھوں کہ تم مجدد الدین کو چاہتی ہو کیا یہ چاہت تمہاری طرف سے ہے۔ یا ایسا کرنے کے لئے تمہیں مرسینہ نے کہا ہے تا کہ تم دونوں بہنیں اکٹھی رہ سکو''۔

مشال نے ایک لمبا سانس لیا پھر عبدہ کی طرف دیکھے بغیر کہہ رہی تھی۔

''اماں! ایسے جذبے کسی کے کہنے پر سر نہیں اُبھارتے''۔

عبدہ مسکرانے لگی اس کے بعد پھر پوچھا۔

''تو کیا میں سمجھ لوں مرسینہ کی طرح کہ تم بھی شروع ہی سے مجدد الدین سے محبت کرنے لگی تھی''۔

مشال نے کچھ سوچا پھر انتہائی میٹھی آواز میں وہ کہہ رہی تھی۔

''اماں! برسوں نہیں صدیوں بلکہ قرنوں سے ہر عورت اپنے احساس قرب اور تحفظ کے لئے اپنی زندگی کے ساتھی تلاش کرتی رہی ہے۔ روز و شب کے ہنگاموں اور لیل و نہار کی اس گردش میں گزری ہوئی راتوں کی طرح رواں رواں ہو کر عورت اور مرد ایک دوسرے سے محبت کرتے رہے ہیں۔ جس طرح میری بہن مرسینہ نے زیست کے ریگ زاروں میں امیر کو موسموں کے خمار کی طرح چاہا ہے۔ اس طرح شروع دن سے ہی میرے خوابوں کے پاتال میں امیر میری زندگی کا انتظار بن کر داخل ہو گئے تھے''۔

یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لئے مشال رُکی اس کے بعد وہ اپنی کھنکتی شہد برساتی آواز میں پھر کہہ رہی تھی۔

''اماں کوئی بھی ان لکھا حرف کسی قرطاس پر رقص نہیں کرتا۔ بند صحیفے جب کھلتے ہیں تب کرنوں کے الہام کی تعبیریں سامنے آتی ہیں۔ اماں فلک کے منہ پر منہ زور بادلوں کی اڈتی گھٹائیں بنتی ہیں تب ہی بارش کا سماں برپا ہوتا ہے۔ آپ پوچھتی تو میں ہچکچاؤں گی نہیں اس لئے کہ آپ کے اس فیصلے میں میری زندگی میری موت کا سوال ہے۔ اماں! میرے جسم و جان کے حوصلوں اور میری رگوں میں لہو کی گردش کے اندر شروع سے ہی امیر نور کی لکیر اور فطرت کے زم ارتقاء کی طرح سما گئے تھے ایسا ہی مرسینہ کے ساتھ بھی ہوا تھا۔ ہم دونوں بہنوں کا معاملہ مختلف نہیں ہے۔ یوں جانیں ہم ایک ہی راستے ایک ہی ڈگر ایک ہی منزل کی مسافر ہیں''۔

یہاں تک کہنے کے بعد مشال پھر رکی اس کے بعد گلابی پھول کی پتیوں کے سے اس کے ہونٹ پھر حرکت میں آئے اور وہ پھر کہہ رہی تھی۔

''اماں! جب کوئی لڑکی اپنے گل پیراہن، ثمر پوش احساسات اور گل اندام جذبوں میں کسی کو اعلیٰ نمود جلوہ احساس کا جمال اور تمناؤں کا رس سمجھ کر بسا لیتی ہے تو پھر زندگی بھر اسی کی ہو کے رہتی ہے۔ میرا بھی اماں یہی معاملہ ہے۔ اگر میری زندگی کا فیصلہ امیر کے حق میں نہ ہوا تو پھر جس طرح میں اب تنہا اور مجرد زندگی گزار رہی ہوں اپنی موت تک ایسی زندگی گزارنے کو ترجیح دوں گی''۔

مشال جب خاموش ہوئی تو کچھ دیر سوچنے کے بعد عبدہ نے پھر پوچھ لیا۔

''مشال میری بیٹی کیا تو نے اپنی اس کیفیت کا اظہار شروع سے ہی مرسینہ پر کر دیا تھا''۔

مشال فوراً بیچ میں بول پڑی کہنے لگی۔

''اس میں کوئی شک نہیں کہ میں شروع دن سے ہی امیر کو چاہنے لگی تھی میں نے اپنی اس چاہت کا اظہار کبھی بھی اور کسی بھی موقع پر اپنی بہن مرسینہ پر نہیں ہونے دیا۔ میں انتظار کرتی رہی کہ وقت کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ میرے دل میں یہ وسوسے جڑ پکڑ چکے تھے کہ اگر مرسینہ اور امیر کی شادی سے پہلے میں نے اپنی بہن مرسینہ کے سامنے امیر سے محبت کا اظہار کر دیا تو کہیں میری خاطر میری بہن اپنی محبت کو قربان نہ کر بیٹھے۔

اماں! اسی بنا پر میں رات کے گوشوں کو مدار عمل بنا کر باطن کے ماورا عکس آور خواب

لمحوں میں پنہاں آرزوؤں کی طرح بالکل چُپ رہی۔ تنہائیوں کی رازدار رات کے تالاب
کرب کی ژالہ باری کی طرح بس خاموشی کی چادر اوڑھے رکھی۔ اپنی بہن کے مستقبل اور ان
چاہت اور محبت کو سامنے رکھتے ہوئے میں ظلمتوں کی بکھری چادر میں جرم وعصیان کے
کی طرح سلگتی رہی۔ میں جانتی تھی مرسینہ دیوانگی کی حد تک امیر کو پسند کرتی ہے اور ان سے
کرتی ہے اسی بنا پر اس کی محبت کو سامنے رکھتے ہوئے میں زیست کے دریا کے تند دھاروں
دہکتی خواہش سے خونی ہیولوں کی طرح بہتی رہی۔ بس میں نے بہن کی خاطر تمدن کے
دھوئیں اور گمشدہ حکمت کی طرح بے خودی اختیار کئے رکھی۔ جانتی تھی کہ محبت میں میری
داری سے کئی طوفان کھڑے ہو سکتے تھے اور میں ایسا نہیں چاہتی تھی۔

''اماں شادی ہی کرنی ہوتی تو ہواؤں کے طمانچوں میں زمین پر بکھرے اوراق
طرح مجھے کئی نوجوان مل سکتے تھے اس لئے کہ میں اپنی ذات کو جانتی ہوں میں خوبصورت
پرکشش بھی ہوں لیکن مجھے امیر جیسا کوئی ساتھی نہیں مل سکتا تھا جو کالی راتوں کے طول
آسمان پر کمند ڈالتے ہوئے گرجتے ابر، کڑکتی برق میں خضر کارواں بننے کی جرات رکھتا ہو۔

امیر نے مجھے بہن اور بابا کو خارزاروں سے سجے گلستانوں اور گناہوں کے لشکر
سے نجات دی۔ رات کے ماتھے کی سیاہی پر رقص کرتے ظلم وستم کے خداؤں سے بچایا۔ شا
کے اٹھتے بکھرتے لمحوں میں دہکتے دوزخ سجانے والوں۔ شفق رنگوں میں ظلمات کی اہر
گھولنے والوں سے ہماری حفاظت کا سامان کیا جس روز انہوں نے ہماری مدد کی۔ اماں م
یقین جانو مرسینہ کی طرح اسی روز سے امیر کو چاہنے لگی تھی۔

اس وقت میں یہ خیال کرتی تھی کہ امیر ہمارے لئے سرکوہسار بادلوں اور غم
گھٹاؤں پر چڑھتے سورج کی لو کی طرح ہماری پہنچ سے دور ہیں۔ اس وقت ہم یہ بھی سوچتی تھ
کہ ماہ وسال کے قہر اور صدیوں کا جلال بن کر طوفانی تماشوں کی طرح چٹانوں کو توڑ
والے امیر کے دل میں ہی اس لئے محبت اور چاہت پیدا نہیں ہو گی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ ام
جب مرسینہ کی چاہت اور محبت کا علم ہوا تو امیر نے اس سے محبت کا اظہار کیا اور اسے اپنالیا
امیر کی بڑی مہربانی ان کا بڑا احساس ہے۔

مرسینہ کی شادی تک میں نے اپنی محبت کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اس کے بعد بھی

کوئی ارادہ نہیں تھا کہ میں اپنی چاہت کا راز کھولوں گی سہی ارادہ کیا ہوا تھا کہ میں غم کے
معبدوں اور ہیکلوں میں [illegible] غم زدہ لمحوں کی یادوں کی طرح اپنی زندگی کے سارے دن گزار
دوں گی شادی نہیں کروں گی بس مرسینہ اور امیر کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دوں
گی لیکن نجانے مرسینہ نے کیسے میرے دل کا بھید پالیا میرے چہرے کے تاثرات سے اس نے
اندازہ لگا لیا کہ میں امیر کی طرف راغب ہو چکی ہوں ان سے محبت کرتی ہوں کئی بار اس نے
پوچھا لیکن میں ٹال گئی۔ آخر جب اس نے ایک روز میرے سر پر قرآن مقدس رکھ کر سچ کہنے کو
کہا تب ماں میں نے اپنے دل کی بات اس سے کہہ دی‘‘۔

مثال جب خاموش ہوئی تو بڑے پیارے انداز اور انتہائی شفقت میں عبدہ نے
مثال کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ اس کی پیشانی۔ اس کے گال چومے پھر اس کا سر اپنی گود میں رکھا۔
اس کا سر سہلاتے ہوئے اور اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

''مثال میری بیٹی! اگر یہ بات ہے تو تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔
جس وقت مرسینہ نے تمہارے متعلق مجھ سے گفتگو کی تھی اس وقت میں نے یہی اندازہ لگایا تھا
کہ تم نے چونکہ اپنی اس تھوڑی سی زندگی کے ماہ وسال مرسینہ کے ساتھ گزارے ہیں تم اس سے
بے پناہ محبت کرتی ہو لہٰذا تم کہیں اور شادی کر کے اس سے علیحدہ نہیں ہونا چاہتی اور یہی خیال
کرتی ہو کہ مجدالدین سے شادی کرنے کے بعد کم از کم تم مرسینہ کے پاس رہ سکو گی۔ لیکن
اب مجھے پتہ چلا کہ جس طرح مرسینہ نے مجدالدین سے محبت کی ہے ویسی ہی چاہت تم بھی
مجدالدین کے لئے رکھتی ہو۔ لہٰذا بیٹی اس سلسلے میں تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم
ایسا کرو جاؤ مرسینہ کو بلا کر لاؤ۔ تم بھی اس کے ساتھ آنا‘‘۔

مثال اُٹھ کھڑی ہوئی۔ مطمئن انداز میں وہ کمرے سے نکل گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ
لوٹی اس کے ساتھ مرسینہ تھی۔ ہاتھ کے اشارے سے عبدہ نے دونوں کو اپنے قریب بیٹھنے کو کہا۔
جب وہ بیٹھ گئیں تب عبدہ نے کہنا شروع کیا۔

''مرسینہ میری بیٹی! جو موضوع تم نے چھیڑا تھا اس موضوع پر مثال کے ساتھ میری
تفصیل کے ساتھ گفتگو ہوئی ہے۔ بیٹی! پہلے تو میں نے یہی خیال کیا تھا کہ شائد تمہارے ساتھ
رہنے کے لئے یہ مجدالدین سے شادی کرنا چاہتی ہے تاکہ تم دونوں بہنیں ساری عمر اکٹھی رہ

سکو۔ لیکن اب اس کی باتوں سے مجھ پر انکشاف ہوا ہے۔ کہ تمہاری طرح یہ بھی مجددالدین کو
چاہتی ہے۔ پسند کرتی ہے اور اس کی زندگی کا ساتھی بننا چاہتی ہے۔

اب تم ایسا کرو دونوں بہنیں یہیں بیٹھو۔ میری بچیو اس گھر میں صرف ہم تینوں ہی نہیں
اس حویلی کے اور بہت سے افراد بھی ہیں۔ جو ایک ہی خاندان کے افراد کی حیثیت رکھتے ہیں۔
بیٹھو اس سلسلے میں سمرون، تمہاری خالہ ازبل، جمارا، زہران، عبیرہ سے بھی بات کرتی ہوں
تمہارا مقدمہ ان کے سامنے پیش کرتی ہوں پھر دیکھیں وہ کیا کہتے ہیں بیٹے جو بھی معاملہ
ہو۔ وہ سب کی مرضی سے طے ہونا چاہیے۔ اس کے بعد جب شمس الدین اور خطلخ لوٹیں
اس موضوع پر ان دونوں سے بھی بات ہو گی۔ ایسا میں اس بنا پر کرنا چاہتی ہوں تا کہ اس حویلی
میں ہم سب مل کر اتفاق اور خوشی سے اپنی زندگی کے دن گزار سکیں۔ اب تم بیٹھو میں سب سے
بات کر کے آتی ہوں''۔

مرسینہ اور مشال دونوں وہیں بیٹھی رہیں جبکہ عبدہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر باہر نکل گئی
تھی۔

مرسینہ اور مشال کو کچھ دیر وہاں بیٹھ کر انتظار کرنا پڑا اور یہ انتظار ان دونوں کے لئے
بڑا کربناک تھا یہاں تک کہ عبدہ لوٹی جہاں سے اُٹھی تھی وہیں جا کر بیٹھ گئی تھوڑی دیر
مسکراتی رہی پھر دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''میری دونوں بیٹیو یہاں سے جانے کے بعد میں نے سب کو جمع کیا اور جو
تمہارے ساتھ ہوئی اس کی تفصیل سب سے کہی۔ اب یہ تم دونوں کی خوش قسمتی ہے کہ
سارے یہ چاہتے ہیں کہ مشال کہیں باہر نہ جائے حویلی ہی میں رہے اور اسے مجددالدین کا
ساتھی بنا دیا جائے بلکہ اس انکشاف پر جمارا اور عبیرہ تو بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی تھیں اور
میرے ساتھ یہاں آ کر تم دونوں کے ساتھ اس موضوع پر گفتگو بھی کرنا چاہتی تھیں لیکن
الحال میں نے ان دونوں کو منع کر دیا ہے''۔

یہاں تک کہنے کے بعد عبدہ رکی پھر مرسینہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''مرسینہ! میری بیٹی اب تمہارے کام کی ابتدا ہو گی، تم میرے پاس اس لئے آئی
کہ میں مجددالدین سے کہوں کہ وہ مشال سے شادی کر لے بیٹے! میں جانتی ہوں وہ میرا

...لے کا نہیں لیکن اگر میں اس موضوع پر بات کرتی ہوں تو پھر مجھے خدشہ ہے مجددالدین کے
...ان اور اس کے دل میں کہیں گمان وظن نہ اُٹھ بیٹھے کہ میں خدا نہ کرے کہیں مرسینہ کو ناپسند
...رنے لگی ہوں۔ مرسینہ کے ساتھ میرے تعلقات خراب ہو چکے ہیں۔ اسی لئے اسے اذیت
...ڈالنے کے لئے مشال کی شادی اس سے کرنا چاہتی ہوں۔

بیٹے! مجددالدین تمہارا شوہر ہے۔ تمہاری کوئی چیز تمہارے خیالات اس سے ڈھکے
...نہیں تم بھی اس کی ذات کے پورے محل وقوع اور خاکے سے واقف اور آگاہ ہو لہٰذا میں تم
...کہوں گی کہ جب وہ تینوں بھائی لوٹتے ہیں تو کوئی اچھا موقع دیکھ کر مجددالدین سے اس
...ع پر بات کرنا''۔

یہاں تک کہتے کہتے عبدہ کو رک جانا پڑا اس لئے کہ مرسینہ فوراً حرکت میں آئی اور
...کی بات کاٹتے ہوئے روہانسی آواز میں بول پڑی۔

''اماں! آپ سے اس موضوع پر میں نے اس لئے گزارش تھی کہ امیر آپ کی بات
...صورت بھی نہیں ٹالیں گے بلکہ اس بات کو وہ آپ کا حکم جان کر تسلیم کر لیں گے۔ اماں!
...موضوع پر اگر میں اس سے بات کروں گی تو ہو سکتا ہے وہ مجھے جھڑک دیں۔ ڈانٹیں اور پھر
...ا کہہ دیں کہ آئندہ میں اس موضوع پر ان سے گفتگو نہ کروں''۔

عبدہ مسکرا دی کہنے لگی۔

''میری بیٹی! ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ جب وہ لوٹتا ہے تو تم اس موضوع پر اس سے بات
...کر کے دیکھنا۔ اگر وہ مان گیا تو پھر کچھ کرنے کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اور اگر نہ مانا تو
...مجھے بتانا کہ وہ کیا کہتا ہے اس کے بعد میں خود حرکت میں آؤں گی اور مشال کے سلسلے میں
...اسے بات کروں گی''۔

مشال نے مرسینہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''بہن! اماں ٹھیک کہتی ہیں، پہلے آپ کو اس موضوع پر بات کرنی چاہیے اگر بات
...نی تو پھر اماں اس موضوع کو آخری شکل دیں گی''۔

مشال کے ان الفاظ کو شاید عبدہ نے پسند کیا تھا لہٰذا دونوں کے شانوں پر بڑے
شفقت بھرے انداز میں عبدہ نے اپنے ہاتھ رکھے پھر ایک طرح سے دونوں کو اپنے ساتھ لپٹا لیا

اور کہنے لگی۔

''میری بچیو! فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ مرسینہ! خصوصیت کے ساتھ اس موقع پر میں تم سے کہوں گی کہ جو کچھ مثال نے کہا ہے یہ درست ہے۔ اب یہ موضوع بند کرو اُٹھو کھانا تیار کرو اس لئے کہ میں بھوک محسوس کر رہی ہوں''۔

عبدہ کے اس فیصلے سے مرسینہ اور مثال دونوں مطمئن اور خوش ہو گئی تھیں پھر دونوں اُٹھیں اور کھانا تیار کرنے کے لئے وہ مطبخ کا رُخ کر رہی تھیں۔

☆

سلطان نور الدین زنگی جب پہلی بار صلیبیوں کے شہر مارم پر حملہ آور ہوا تھا اور انہیں سامنے زیر کیا تھا تو انہوں نے سلطان کے سامنے فرمانبرداری اور اطاعت کا اظہار کرتے سلطان کے ساتھ عہد کیا تھا کہ وہ اپنے محاصل میں سے نصف سلطان کو ادا کیا کریں گے صرف یورپ سے مزید آنے والے صلیبیوں بلکہ یروشلم کے بادشاہ بالڈون کے کہنے پر نے نہ صرف یہ کہ سلطان سے عہد کئے گئے نصف محاصل ادا کرنے سے انکار کر دیا بلکہ اپنے جوار میں جو مسلمانوں کے علاقے تھے ان پر ایک طرح سے چھاپے مارتے ہوئے لوٹ سلسلہ شروع کر دیا تھا۔

اسد الدین شیر کوہ نے جب مارم کے باغی صلیبیوں کی سرکوبی کے لئے رُخ کرنا چاہا کے اندر جو صلیبیوں کا لشکر تھا وہ شہر کی حفاظت کے لئے شہر سے باہر نکل آیا۔ اس لئے کہ اُن کے حوصلے بلند تھے۔ دوسرے مختلف شہروں میں رہنے والے صلیبیوں اور ادھر اُدھر رہ کر مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر فوائد حاصل کرنے والے صلیبیوں نے بھی ایک لشکر تیار کیا اور یہ طے پایا کہ جب اسد الدین شیر کوہ مارم سے باہر مارم کے حفاظتی لشکر حملہ کرے گا تو صلیبیوں کا دوسرا متحدہ لشکر کسی مناسب جگہ پر سے شیر کوہ پر حملہ آور ہو کر اس شکست کو یقینی بنائے گا اس طرح صلیبی چاہتے تھے کہ ایک بار سلطان کے لشکر کو شکست دے برتری ثابت کرنے کی کوشش کریں۔

اس کے علاوہ صلیبیوں کا ایک اور لشکر بھی مسلمانوں کے شہر صیدا کے ارد گرد منڈلا رہا اور وہ صیدا شہر کا محاصرہ کرنے پر بھی تُلا ہوا تھا۔ مسلمانوں کے علاقوں میں انہوں نے لوٹ مار شروع کر دی تھی۔ یہ ایک طرح سے صلیبیوں کا تیسرا بڑا لشکر تھا۔ شاید ایسا کر کے صلیبی نور الدین زنگی کے لئے تیسرا محاذ کھولنا چاہتے تھے۔ اور ایک چوتھا محاذ بھی تانک جھانک

کر رہا تھا اور وہ یہ کہ یروشلم کے بادشاہ بالڈوِن کے علاقوں کے اندر جلیش کے مقام پر بھی صلیبیوں کا ایک بہت بڑا لشکر جمع ہو چکا تھا اور سلطان نور الدین زنگی کی نگاہ جلیش میں جمع ہونے والے صلیبیوں پر بھی تھی۔ بلکہ اس نے احکامات جاری کر دیئے تھے کہ مارم صیدا اور دوسرے مقامات پر متصادم ہونے والے صلیبیوں سے شیرکوہ اور مجد الدین نپٹیں ساتھ ہی اس نے یہ احکامات بھی جاری کر دیئے تھے کہ مجد الدین شیزر کا انتظام درست کرنے کے بعد وہاں اپنا کوئی نائب مقرر کر کے فوراً شیرکوہ کی مدد کے لئے پہنچ جائے۔

شیرکوہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ جب مارم کے نواح میں پہنچا تو اس نے دیکھا اس کا مقابلہ کرنے کے لئے صلیبی لشکر بالکل اپنی صفوں کو درست اور استوار کر چکا تھا۔ ان سارے علاقوں میں کام کرنے والے سلطان کے وقائع نگاروں اور مخبروں نے دشمن کی نقل و حرکت اور ان کی حالت سے نہ صرف شیرکوہ بلکہ شیزر سے کوچ کر جانے والے مجد الدین کو بھی آگاہ کر دیا لہٰذا مارم کے اس لشکر کے سامنے آتے ہی شیرکوہ ان پر اندھیروں کی گھمبیر موجوں میں موت و مرگ کی رقصاں انگلیوں لرزاں شب میں تاروں کے اجلے حروف کے اندر سے نزول کر جانے والے تقدیر کے بدترین عذابوں، رخشندہ و درخشندہ لمحات کے تخیل کی مجذوب کاری میں بھوکی گرسنہ نگاہوں اور دھان کی بالیوں پر اترتی، پرندوں کی ڈاروں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

صلیبی یہ امید رکھتے تھے کہ جو لشکر شیرکوہ اپنے ساتھ لے کر ان پر حملہ آور ہونے کے لئے آ رہا ہے اس کی تعداد چونکہ ان کے اپنے لشکر سے کم ہے لہٰذا اگر وہ شیرکوہ کو واضح شکست دے کر پسپا ہونے پر مجبور نہ کر سکے تو کم از کم اُسے اتنی دیر تک اپنے ساتھ تو ضرور الجھائے رکھیں گے جب تک ان کی مدد کے لئے آنے والا دوسرا صلیبی لشکر شیرکوہ کی پشت کی جانب سے حملہ آور ہو کر ان کی فتح و کامرانی کو یقینی نہیں بنا دیتا۔

تاہم شیرکوہ نے شروع ہی میں تیز اور جان لیوا حملے کرتے ہوئے مارم کے اس لشکر کی حالت قیامت رات کے اندھیروں میں تھکن بے حوصلگی اور ناچتی نارسائی۔ ماہ و سال کی سیہ ناکامیوں میں جذبوں اور خواہشوں کے اضطراب سے بھی بری کرنا شروع کر دی تھی۔ اس کے باوجود صلیبی شیرکوہ کے مقابلے پر جمے ہوئے تھے۔ وہ محسوس کر رہے تھے کہ شیرکوہ کے ان

حملوں کے باعث نہ صرف یہ کہ بڑی تیزی سے ان کے لشکر کی تعداد کم ہوتی جا رہی ہے اور ان کے لشکریوں کے اندر ایک طرح کی بد دلی بھی پھیل رہی ہے۔ اس کے باوجود وہ شیرکوہ کا سامنا اس امید پر کر رہے تھے کہ جونہی ان کی مدد کے لئے آنے والا صلیبی لشکر شیرکوہ پر حملہ آور ہو گا تو جنگ کا پانسہ فوراً پلٹ جائے گا لیکن مارم کے صلیبیوں کی بدقسمتی کہ ان کی مدد کے لئے آنے والا دوسرا صلیبی لشکر ابھی مارم شہر سے ایک میل کے فاصلے پر ہو گا کہ اچانک ایک طرف سے مجد الدین اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اور وہ اس صلیبی لشکر پر پرانے سالخوردہ اشجار کو مار گرانے والے برہم بگولوں کے تازیانوں۔ خیموں کی دھجیاں تک اڑا دینے والے آہوں کی طرح پیچ و تاب کھاتے وقت کے بدترین طوفانوں اور فاصلوں سے الجھتے راستوں پر بے نام و ننگ قصوں اور ساحلوں کی ریگ پر برسوں پُرانے نقوش تک کو آنسو کی نمی کی طرح مٹا دینے والے بے امان دشت کی آندھیوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

شیرکوہ کی طرح لمحوں کے اندر مجد الدین نے بھی اس صلیبی لشکر کی حالت دھندلائے مفہوم۔ ستم کے پر جفا دشت میں جذبوں کی بکھیری داستانوں اور دھواں دھواں فضاؤں میں صدیوں پُرانے کھنڈروں سے بھی زیادہ ہولناک بنانا شروع کر دی تھی۔

وہ صلیبی لشکر زیادہ دیر مجد الدین کے تیز حملوں کے سامنے ٹھہر نہ سکا۔ پہلے اس نے کوشش کی کہ بھاگ کر مارم کا رُخ کرے اور مارم کے لشکر سے جا ملے لیکن مجد الدین نے انہیں ایسا نہ کرنے دیا۔ مجد الدین نہیں چاہتا تھا کہ وہ صلیبی مارم کے صلیبیوں سے جا ملیں۔ لہٰذا وہ ان کی راہ روک کھڑا ہوا۔ تیز حملے شروع کئے یہاں تک کہ وہ مخالف سمت بھاگے دور تک مجد الدین نے ان کا تعاقب کیا اور انہیں کافی نقصان پہنچانے کے بعد وہ پلٹا اور جس قدر ساز و سامان اور خوراک کے ذخائر وہ اپنے ساتھ لئے سفر کر رہے تھے اس پر اس نے قبضہ کر لیا پھر وہ مارم کی طرف بڑھا۔

اتنی دیر تک مارم شہر کے نواح میں بھی جنگ کا فیصلہ ہو چکا تھا اس لئے کہ مارم کے لشکر کو خبر ہو چکی تھی کہ ان کی مدد کے لئے آنے والے لشکریوں پر سلطان نور الدین زنگی کا کوئی اور لشکر حملہ آور ہوا ہے اور اسے شکست دے کر بھاگ جانے پر مجبور کر دیا ہے لہٰذا انہوں نے بھی شیرکوہ کے سامنے شکست کو تسلیم کیا اور بھاگ کر شہر میں داخل ہو کر محصور ہو گئے۔

دشمن کو شکست دینے کے بعد جس قدر سامان مجدالدین کو ملا اسے سمیٹتے ہوئے وہ اس جگہ آیا جہاں مارم شہر سے باہر شیر کوہ نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا ہوا تھا اب اس دیکھا اپنے چھوٹے سالاروں کے ساتھ شیر کوہ اس کے استقبال کے لئے اپنے لشکر سے باہر ہوا تھا۔ قریب آ کر مجدالدین اور اس کے پیچھے چھوٹے سالار اپنے گھوڑوں سے اُتر گئے دیکھتے ہی بڑے شفقت آمیز انداز میں شیر کوہ نے اسے گلے لگانے کے لئے اپنے بازو پھیلا دیئے۔ مجدالدین بھاگ کر شیر کوہ سے گلے ملا۔ شیر کوہ نے کئی بار اس کی پیشانی چومی رقت آمیز آواز میں وہ مجدالدین کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

''مجدالدین! تو نے اس صلیبی لشکر کو جو میری پشت پر حملہ آور ہونے کے لئے تول رہا تھا۔ شکست دے کر ایک ناقابل یقین معرکہ سر کیا ہے۔ میں وقت کے بدترین غاروں میں سیلابی جلال کی طرح اُٹھنے والی تیری جراتمندی جسموں کی نیلی و پیچیدہ رگوں میں آتشیں لاوے کے احساس کی طرح دوڑ جانے والی تیری شجاعت کو سلام پیش کرتا ہوں۔ مجدالدین ٹھہرے وقت کے جلال میں تیرے جیسے جوان ہی اپنی ملت اپنی قوم کی حفاظت کے لئے زخموں پہ چھریاں دھونے والے فرعون کی سطوت، نمرود کی سی قہرمانی اور شیطان سا تمرد رکھنے والوں کے خلاف فطرت کا جلال۔ ہولناک طاقتور موت اور فنا کے گھاٹ اتارنے والی جبروت کی طرح نیا رنگ دکھا جاتے ہیں۔ میں ایک بار پھر تیری جاں نثاری تیری ہر عظمت شجاعت کو سلام کرتا ہوں''۔

مجدالدین علیحدہ ہوا اور شیر کوہ کو دونوں شانوں سے پکڑ کر وہ انتہائی عاجزی اور انکساری میں کہہ رہا تھا۔

اسد الدین شیر کوہ میرے محترم میں نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا۔ مارم کے نواح میں آپ نے جو معرکہ سر کیا ہے وہ میرے معرکے سے بھی کہیں زیادہ ہولناک ہے۔ اسد الدین؟ دونوں بھائی موت کنوئیں اور سناٹوں کے جنگل میں اپنی تلواروں کی دھار اور اپنے نیزوں کی انی سے اپنی تاریخ کے ماتھے کی سنہری تحریروں اپنے ساحلوں، اپنے سفینوں اپنی جذبوں کے میں ڈھلتے۔ عزائم اپنے رفتگان کی عظمت اپنے گزرے ماہ و سال کی سطوت کی حفاظت اور پاسبانی کے پابند ہیں۔ خدا کی قسم میں جب بھی کسی دشمن کے روبرو جاتا ہوں تو یہی دعا کرتا

ہوں۔ اللہ جی اپنی ملت اپنی قوم کی حفاظت کے لئے اگر مجھے موت بھی آ جائے تو میں اسے خوشی سے گلے لگاؤں اور ساتھ ہی یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ اپنی قوم اپنی ملت کی پاسبانی کے لئے اگر مجھے ہزار بار بھی زندہ ہونا پڑے تو میں خوشی محسوس کروں تا کہ وقت کے دھندلکوں میں میں ایک کرب مسلسل تلاطم کا اضطراب سلگتی قیامت اور جلتا عذاب بن کر اپنی قوم اپنی ملت کی حفاظت اس کی پاسبانی اور اس کی عظمت اور سطوت کا دفاع کر سکوں''۔

شیر کوہ نے ایک بار پھر مجدالدین کو گلے لگا کر اس کی پیشانی چومی پھر شیر کوہ کے کہنے پر مجدالدین نے اپنے لشکر کو وہاں پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

O

اب شیر کوہ اور مجدالدین نے ارادہ کر لیا تھا کہ وہ مارم کا محاصرہ کریں گے۔ زوردار انداز میں مختلف سمتوں سے حملہ آور ہو کر شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دیں گے۔

شیر کوہ اور مجدالدین کے ان عزائم کی اطلاع جب مارم والوں کو ہوئی تو انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ شیر کوہ سے انہوں نے صلح کی درخواست کی اور پھر انہوں نے شیر کوہ اور مجدالدین کے سامنے سلطان نور الدین زنگی کے لئے اطاعت و فرماں برداری کا اظہار کرتے ہوئے عہد کیا کہ آئندہ وہ ایسی غلطی نہیں کریں گے۔

شیر کوہ اور مجدالدین کو چونکہ ابھی صیدا کے صلیبیوں کا رُخ کرنا تھا لہٰذا انہوں نے مارم کے لشکر کی اس اطاعت کو قبول کر لیا۔ پھر انہوں نے اپنے لشکر کے ساتھ مارم سے صیدا کا رُخ کیا مورخین لکھتے ہیں کہ صیدا کی اس مہم میں پہلی بار شیر کوہ کا بھائی نجم الدین ایوب اور اس کا بیٹا یوسف بن نجم الدین شامل ہوئے یہ وہی یوسف بن نجم الدین تھا جس نے آنے والے دور میں تاریخ کے سنہری حروف پر صلاح الدین ایوبی بن کر نمودار ہونا تھا۔

مسلمانوں کے شہر صیدا کے نواح میں صلیبی خوش بختی کو بدبختی۔ شادمانی کو مایوسی اور نفرت میں تبدیل کر دینے والے شدید کرودھ کی گرم رو مایوسی پھیلاتے بھنور کا سا کھیل کھیل رہے تھے پہلے انہوں نے صیدا شہر کے نواح میں مختلف بستیوں میں لوٹ مار کا بازار گرم کیا اس کے بعد وہ صیدا شہر کے نواح میں جمع ہونے لگے تا کہ شہر پر قبضہ کر لیں۔

جس وقت وہ صیدا شہر میں جمع ہو کر اپنی قوت اور طاقت کو مضبوط اور مستحکم کر رہے تھے عین اسی لمحہ شیر کوہ اور مجد الدین ان پر وارد ہوئے اور صحرائی ذروں اور زندگی کی پُرپیچ تہوں، ہیجان آفرین سمندر ہر شے کو تحلیل کرتی ازلی پنہائیوں ابدی گہرائیوں تک سرائیت کر جانے والی ویران و ہولناک کیفیتوں۔ آتش فشاں کے پھٹنے کی آوازوں اور سطوت و جبروت کو فنا کے گھاٹ اتار دینے والی بے روک خوفناک قوتوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

صلیبیوں کے وہ عساکر جو صیدا کے نواح میں جمع ہوئے تھے انہیں مسلمان نے سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیا نہ انہیں جوابی کاروائی کرنے کی مہلت دی۔ اور انہیں اپنے تیز حملوں میں روندتے ہوئے بدترین شکست دے دی تھی۔ اس لڑائی میں دشمن کی ایک کثیر تعداد کام آئی شکست اُٹھا کر باقی لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ کچھ مسلمان لشکریوں کے ہاتھوں قید بھی ہو گئے۔ مورخین یہ بھی انکشاف کرتے ہیں کہ اس جنگ میں جن صلیبیوں کو قیدی بنایا گیا ان میں مارم کے نصرانی حکمران کا بیٹا بھی شامل تھا۔ جو صلیبیوں کے لشکر میں ایک نائٹ کی حیثیت سے مسلمانوں کے خلاف جنگ کرتا رہا تھا۔

یروشلم کا بادشاہ بالڈون ایک جنگجو طبیعت کا مالک انسان تھا۔ وہ دن رات سلطان نور الدین کی بڑھتی ہوئی طاقت اور قوت کو اپنے لئے خطرناک خیال کرتا تھا لہٰذا کسی نہ کسی طرح سے وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے سے چوکتا نہ تھا۔ یورپ سے آنے والے صلیبی جب مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوتے تو یہ ان کی خوب مدد کرتا۔ اس کے علاوہ دوسرے دہشت گردوں اور فساد برپا کرنے والے نصرانیوں کی سرگرمیوں میں بھی ان کی خوب مدد اور اعانت کرتا تھا۔ چونکہ سلطان نور الدین زنگی اس کی آئے دن کی سازشوں سے تنگ آ چکا تھا لہٰذا اس نے فیصلہ کیا کہ جلیش کے مقام پر جو بالڈون کے کہنے پر صلیبیوں کا لشکر جمع ہو رہا ہے۔ اس پر ضرب لگائے۔

یہ مقام بالڈون کی حدود کے اندر تھا۔ لہٰذا سلطان نور الدین اپنے لشکر کے ساتھ کئی میل دور تک بالڈون کی سلطنت میں آگے بڑھتا چلا گیا اور جلیش کے مقام پر جمع ہونے والے صلیبیوں سے جب ٹکرایا تو صلیبیوں کے اس لشکر میں اس وقت بالڈون کے لشکریوں کی بھی

اچھی بڑی تعداد تھی۔

سلطان اور اس کے لشکری جو ظلمت کو ماہتاب راہوں کے غبار کو کہکشاں سنگ کو ہیرے، بجھے ہوئے شعلوں کو برق کے کوندوں، ذرے کو دشت بے کنار، شبنم کو بحر لامحدود اور بیابانوں کو گلستانوں میں تبدیل کرنے کا ہُنر جانتے تھے۔ انہوں نے دشمن کے اس لشکر کی بڑی تعداد کی کوئی پرواہ نہ کی مسلمانوں نے دیکھا جو لشکر ان کے مقابل کے مقام پر تھا وہ کم از کم ان کے لشکر سے دس گنا سے بھی زیادہ بڑا تھا لیکن سلطان اس لشکر سے ٹکرا گیا۔

جلیش کے مقام پر بالڈون کے لشکریوں اور دوسرے صلیبی کارندوں نے ایک طرح سلطان اور اس کے لشکریوں کو گھیرنے کی کوشش کی۔ لیکن سلطان ایک بلند ٹیلے پر چڑھ گیا سلطان کے کہنے پر اس کے لشکریوں نے اس قدر خوفناک انداز میں تیر اندازی کی کہ دشمن نے محسوس کیا جیسے برق تپاں کی لہروں نے انہیں اپنا ہدف اور نشانہ بنا لیا ہو۔ لہٰذا شہرت اور عظمت کے پندار کے متلاشی صلیبیوں گلبدنوں کی انجمنیں اور لالہ رخوں کی محفلیں برپا کرنے والے ان نصرانی لشکریوں کے پاس سلطان کے سامنے سے بھاگ جانے کے علاوہ چارہ کار نہ رہا۔

جلیش کے مقام پر دشمن پر شدید ضرب لگانے کے بعد سلطان دمشق کی طرف چلا جبکہ صیدا کے نواح میں صلیبیوں کو مار بھگانے کے بعد شیر کوہ اور مجد الدین بھی اپنے لشکر ساتھ دمشق کا رُخ کر گئے تھے۔

مرسینہ اور مشال دونوں حویلی کے پہلو میں جو پھلدار پودوں کے درخت تھے ان کو پانی دے رہی تھیں کہ جمارا تیز تیز چلتی ان کے پاس آئی مرسینہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”مرسینہ میری بہن تھوڑی دیر کے لئے پودوں کو پانی دینا ترک کر دو چلو تو دونوں کو ابا جان بلا رہے ہیں۔ میں اور عبیرہ بھی تم دونوں کے ساتھ مل کر پھر پودوں کو پانی دیتے ہیں“۔

مرسینہ اور مشال کے ہاتھوں میں جو پانی دینے والے برتن تھے وہ انہوں نے زمین

پر رکھ دیئے۔ کچھ دیر وہ سوالیہ سے انداز میں جمارا کی طرف دیکھتی رہیں پھر دھیمے سے لہجے میں اسے مخاطب کرتے ہوئے مرسینہ نے پوچھ لیا۔

''جمارا میری بہن خیریت تو ہے؟''

جمارا مسکرا دی کہنے لگی۔

''سب خیریت ہے تم میرے ساتھ آؤ''۔

دونوں اس کے پیچھے ہو لیں جمارا انہیں نئے بننے والے اس مکان میں لے گئی جو اس کے اور شمس الدین کے حصے میں آیا تھا۔ جب وہ اندر داخل ہوئیں تو انہوں نے دیکھا وہاں ان کے تایا سمرون کے علاوہ ان کی خالہ ازبل بھی بیٹھی تھی۔ مرسینہ جمارا اور مشال تینوں آگے بڑھ کر ان کے سامنے بیٹھ گئے کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر مرسینہ اور مشال کی طرف دیکھتے ہوئے سمرون کہہ رہا تھا۔

''مرسینہ اور مشال میری دونوں بیٹیو! تم دونوں مجھے ایسے ہی عزیز اور محترم ہو جیسے جمارا۔ بیٹی چند دن پہلے ایک انتہائی نازک موضوع پر ہم سے امیر مجد دالدین کی والدہ عبدہ نے گفتگو کی تھی۔ تب سے عجیب طرح کی سوچوں میں الجھ چکا ہوں میری بچیو میں تم دونوں کو خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ جہاں تک مرسینہ کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں یہ دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی ہے جسے زندگی کے ساتھی کے طور پر امیر مجد دالدین نصیب ہوا۔ دیکھو بچیو! مشال کی وجہ سے اس حویلی میں اب ایک نیا موضوع اُٹھا ہے۔ اس موضوع پر گفتگو کرنے سے پہلے میری بچیو میں تم پر یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ہم لوگ ظلم و جبروت کی لہروں کے مارے ہوئے تھے۔ ان لوگوں نے ہمیں سرابوں کی دھول جسرتوں کے منتشر ذہن پر خونی دستکوں کے خوف اور سسکتے معدوم ہوتے لمحوں سے نکال کر آسودگی و خوشگواری۔ چاہتوں کی صداقت اور مقدر کی لامحدود شادابیوں سے ہمکنار کیا میری دونوں بچیو! ان کے ساتھ رشتہ طے ہونے اور ان سے تعارف ہونے سے پہلے ہم لوگ آنکھوں سے گرتا اشک تھے۔ انہوں نے ہمیں خوشحالی کے نگر کا باسی بنا دیا۔ ہم لوگ زیست کی شاخوں کا خشک ہوتا پتہ تھے یہ لوگ ہمیں بہاروں پر آئے گلستان میں لے آئے۔ میری بچیو یہ بڑے عظیم لوگ ہیں انہوں نے ہمیں غم کی نہاں گہرائیوں اور گھٹے دنوں کے پرانے المیوں سے نکال کر خوشیوں اور آسودگیوں کے ڈھانچے اور مقدر خوش بختی کی

شادابیوں سے ہمکنار کیا ہے۔ ان کے ہم پر یہ ایسے احسانات ہیں کہ اگر ہم ایک غلام کی حیثیت سے ساری عمر بھی ان کی خدمت کرتے رہیں تو ان کے احسانات کا بدلہ نہیں چکا سکتے۔

''مرسینہ میری پیاری بیٹی! میں جانتا ہوں تو مجد دالدین کے ساتھ بے حد خوش اور آسودہ ہے۔ مجد دالدین کے ساتھ تیری محبت لامحدود ہے۔ مجد دالدین بھی تم سے بے حد محبت کرتا ہے اب میری بچی جو اس حویلی میں مشال کا معاملہ اُٹھا ہے تو اس سلسلے میں ہم سب سے عبدہ نے مشورہ کیا تھا۔ مشورہ کرنے کے بعد چلی گئی تھی۔ میں نہیں جانتا اس نے تم دونوں بہنوں کے ساتھ کیا فیصلہ کیا ہے نہ ہی ہم میں سے کسی کو اس سے اس موضوع پر مزید بات کرنے اور اس کا فیصلہ جاننے کی ہمت و جرات ہوئی۔

آج میں نے کچھ سوچ کر تم دونوں بہنوں کو بلایا ہے۔ اس وقت جمارا بھی یہیں ہے۔ میری پیاری بیٹی عبیرہ بھی بیٹھی ہے۔ تمہاری خالہ ازبل بھی ہے۔ دیکھو میری بچیو کوئی ایسا قدم نہ اُٹھانا جس سے اس گھر کا ماحول خراب ہو جائے اور اس حویلی میں چار سو پھیلی محبتیں اور چاہتیں نحوست کا شکار ہو جائیں مرسینہ میری بیٹی اس موقع پر میں خصوصیت سے تمہیں یہ کہوں گا کہ مشال کے معاملے میں انتہا پسند نہ ہو جانا۔ میری بیٹی ایسا نہ ہو کہ سیدھے راستے سے بھٹک کر ہم سب بھول بھلیوں کی طرف جانے والی پگڈنڈیوں میں کھو جائیں''۔

یہاں تک کہنے کے بعد سمرون جب رُکا تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے مرسینہ کہہ رہی تھی۔

''بابا! میں آپ کی گفتگو کا مطلب اور مدعا سمجھ رہی ہوں۔ باپ کے مرنے کے بعد اب آپ ہی میرے باپ ہیں۔ مشال کے بھی نگہبان اور نگران آپ ہی ہیں۔ بابا! میں جانتی ہوں آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مشال کے معاملے میں میں امیر مجد دالدین سے کسی قسم کی بحث اور حجت بازی نہ کروں۔ مشال کو امیر کی زندگی کا ساتھی بنانے میں ضد اور ہٹ دھرمی سے کام نہ لوں۔

بابا آپ مطمئن رہیں۔ پہلے میں نے اماں سے بات کی تھی کہ وہ خود امیر سے بات کریں لیکن اب اماں نے جو ہم دونوں کے سامنے فیصلہ دیا ہے وہ یہ ہے کہ میں خود اس موضوع پر امیر سے بات کروں گی۔ اگر امیر نے مشال کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے پر خوشی سے آمادگی کا

اظہار کر دیا تو معاملہ وہیں ختم ہو جائے گا اماں نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر اس سلسلے میں امیر نے پس و پیش کی تو پھر اس موضوع پر اماں خود ان سے بات کریں گی۔ بابا آپ مطمئن رہیں اس سلسلے میں میں ایسے مواقع نہیں اُٹھنے دوں گی کہ ہمارے گھر کا ماحول خراب ہو جائے''۔

مرینہ جب تک بولتی رہی سب خاموش رہے۔ مشال بے چاری کی اس موقع پر گردن جھکی ہوئی تھی۔ پریشان اور فکر مند تھی۔ مرینہ جب چُپ ہوئی تو اس نے اپنی گردن سیدھی کی اور سمرون کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

''خالو! اس گفتگو کا باعث میری ذات ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتی ہوں میں آپ لوگوں کی اذیت اور تکلیف کا باعث نہیں بنوں گی۔ لیکن اس موقع پر میری بھی ایک گزارش ہے میں اپنے دل کی بات کھول کر اپنی بہن سے کہہ چکی ہوں۔ اگر امیر مجھے اپنانے پر آمادہ ہو جاتے ہیں تو میں سمجھوں گی یہ میری خوش قسمتی ہے۔ اگر انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تب سب لوگوں سے میری التماس ہے کہ مجھے کہیں اور شادی کرنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ اور مجھے اسی حویلی میں پڑا رہنے کی اجازت دے دیجئے گا۔ میں اپنی زندگی کے باقی دن یہیں مجرد حیثیت میں گزارنا زیادہ پسند کروں گی''۔

سمرون نے ایک شفقت بھری نگاہ مشال پر ڈالی پھر وہ بڑی ہمدردی اور محبت میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

مشال میری بیٹی۔ زندگی خداوند قدوس کی ایک نعمت عظمیٰ ہے۔ دیکھ بچی زندگی کے صفحہ قرطاس پر کبھی سکھ کبھی راحت کی تحریریں رقم ہوتی ہی رہتی ہیں۔ کیوں کہ زندگی گوناگوں جہتیں رکھتی ہے۔ کبھی یہ شعر و ادب کا گلستان ہے۔ کبھی وصل کا شبستان۔ کہیں یہ ہجر کے غموں کا طوفان ہے۔ کہیں یہ داغ اور اضطراب کہیں سوچوں کے بے درد آنگن اور کہیں ظلمتوں کی اندھیر نگری جیسی بھی ہے۔ زندگی کہیں خوشبو کا پیکر۔ جاودانی شباب اور آبشاروں کے ترانوں سے بھی زیادہ پرکشش ہے۔

''بیٹی! ہر لڑکی کو رسم دنیا کی سیڑھیوں پر چڑھنا پڑتا ہے۔ آنکھوں پر پٹی باندھ کر ہونٹوں کو سی کر بھی ماں باپ کے آنگن کی دہلیز کو چھوڑنا ہوتا ہے۔ ورنہ رسموں کے ٹھیکے دار اژدھے کی زبان کھول کر ایسی باتیں کرتے ہیں کہ پرامن خاموشی میں اذیت کا کہرام برپا ہو

جاتا ہے۔ بیٹے شادی کے بغیر مرد و عورت دونوں کی زندگی بنجر زمین جہنم کی مجبور تنہائیوں اور ماتم سرائے سے بھی بدتر ہو کے رہ جاتی ہے۔ لہٰذا میں تمہیں کسی بھی صورت مشورہ نہیں دوں گا کہ مجرد زندگی بسر کرو۔ بیٹی جس طرح مرینہ اور ہمارا کا گھر آباد ہوا ہے میں چاہتا ہوں کہ اسی طرح تم بھی اپنے گھر میں اپنے شوہر کے ساتھ خوش و خرم رہو۔''

سمرون جب خاموش ہوا تو اس بار مشال کی بجائے مرینہ بول اٹھی کہنے لگی

''بابا! آپ فکر مند اور پریشان نہ ہوں ہم سب کی کوشش ہوگی کہ مشال مجرد اور تنہا زندگی بسر نہ کرے۔ بابا آپ جانتے ہیں کہ مجھے اس سے کس قدر محبت اور پیار ہے۔ میں اسے دکھ اور تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی''۔

ازبل اب تک خاموش رہتے ہوئے سب کچھ سن رہی تھی۔ باری باری بے چاری پریشانی کے عالم میں کبھی مشال کبھی مرینہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اسی موقع پر وہ بھی بول اٹھی۔

''مرینہ میری بیٹی! تم ٹھیک کہتی ہو۔ ہمارے لیے سب سے بڑی خوشی کا مقام یہ ہے کہ تم اور ہمارا دونوں بہنیں اپنے اپنے گھروں میں خوش رہو۔ ایسی خوشی ہم مشال کے دامن میں بھی دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس کی دل کی کیفیت کا کب کا علم ہو چکا ہے۔ اگر امیر مجد الدین اسے اپنا لیتے ہیں تو میں سمجھتی ہوں کہ ہم سب کی خوش قسمتی کے ساتھ ساتھ مشال کی بھی خوش قسمتی ہے اس طرح ہم سب ایک ہی احاطے میں اتفاق اور پیار سے اکٹھے رہ سکتے ہیں۔ اور اگر تمہارے اور عبدہ کے کہنے کے باوجود امیر مجد الدین مشال کو اپنانے کی حامی نہیں بھرتا تو پھر نہ مجد الدین کو مجبور کیا جائے گا نہ مشال کو۔ مجد الدین تمہارے ساتھ خوشگوار زندگی بسر کرتا رہے اور مشال اگر بغیر شادی کے یہاں رہنا چاہے۔ ہمیں چھوڑ کر نہ جانا چاہے تو اس کو بھی اجازت ہوگی یہ اپنی خوشی سے جس طرح چاہے اپنی زندگی گزارے''۔

اس موقع پر مرینہ اپنی جگہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ مشال کا ہاتھ پکڑ کر اس کو بھی اٹھا لیا پھر وہ سمرون اور ازبل کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''آپ دونوں بالکل بے فکر رہیں۔ میں آپ لوگوں کو یقین دلاتی ہوں کہ ہماری وجہ سے گھر کا ماحول خراب نہیں ہوگا اگر آپ برا نہ مانیں تب ہم دونوں جائیں کہ ہم باغ کے

پودوں کو پانی دے رہی تھیں۔"

اس پر جمارا اور عبیرہ بھی اٹھ کھڑی ہوئیں۔ اور کہنے لگیں۔

"چلو چاروں مل کر باغ کے پودوں کو پانی دیتی ہیں۔"

جب سر ہلاتے ہوئے سمرون نے انہیں جانے کی اجازت دے دی تب وہ چاروں باہر نکلیں اور بھاگ بھاگ کر وہ چاروں باغ کے پودوں کو پانی دے رہی تھیں۔

☆

حالات اور وقت کی ستم ظریفی کہ شیزر، مارم، صیدا اور جلیش کی مہمات سے فارغ ہونے کے بعد جب سلطان دمشق میں داخل ہوا تو ایک بار پھر بیمار پڑ گیا۔ رفتہ رفتہ مرض نے اس قدر زور پکڑنا شروع کیا کہ سلطان چلنے پھرنے سے بھی قاصر ہو گیا۔ نقاہت، کمزوری اس قدر شدید ہوگئی کہ سلطان پر بار بار غشی کے دورے پڑنے لگے تھے۔ پیٹ خراب ہونے کے باعث کوئی غذا بھی ہضم نہیں ہوتی تھی۔ اور سلطان کی ظاہری حالت کو دیکھ کر ہر کوئی یہی اندازہ لگانے لگا تھا کہ مسلمانوں کا سلطان اب کچھ دنوں کا مہمان ہے۔

اس مایوس کن حالت میں سلطان نے اپنے سارے سالاروں کو اور امراء کو اپنے پاس طلب کر لیا۔ جب سب لوگ آ گئے تب ایک افسردہ سی نگاہ سلطان نے سب پر ڈالی پھر نحیف سی آواز دی انہیں مخاطب کرتے ہوئے سلطان کہہ رہا تھا۔

"عزیزان دیرینہ! اگر میں اپنی بیماری اور علالت کو دیکھتا ہوں تو میرا اندازہ ہے کہ اس بیماری سے شاید میں جاں بر نہ ہوسکوں۔ میں نے تم لوگوں کو اپنے پاس اس لیے بلایا ہے کہ میں تم لوگوں سے گفتگو کر کے اپنی آخری وصیت کروں۔

جو وصیت میں کروں تم میرے بعد اس پر عمل کرو گے تو یاد رکھنا باہمی خونریزی اور چپقلش سے بچے رہو گے اور اگر اس سے روگردانی کرو گے تو پھر مصائب و آلام کا شکار ہو جاؤ گے۔

اپنی گزشتہ علالت کے دوران میں نے اپنے بھائی نصرت الدین کو اپنی جگہ مقرر کیا تھا اور تم لوگوں کو وصیت کی تھی کہ میرے بعد اس کے ہاتھ پر بیعت کر لینا۔ لیکن اب میں محسوس کرتا ہوں کہ اپنی گزشتہ بیماری کے دوران نصرت الدین کے سلسلے میں مجھ سے غلطی ہوئی تھی وہ اس منصب کے قابل اور لائق ہی نہیں جس کے لیے میں نے اس کا نام تجویز کیا تھا۔ میری چند

روزہ بیماری کے دوران ہی وہ بری طرح مجدالدین سے الجھ پڑا حالانکہ مجدالدین قلعہ دار تھا۔میں قلعے کے اندر موجود تھا۔قلعہ دار مقرر کرنا اپنی حفاظت کا سامان کرنا تھا لیکن اسکی اجازت کے بغیر نصرت الدین نے قلعے کے محافظوں کو تبدیل کر دیا۔اس تبدیلی پر مجدالدین سے الجھا بھی۔میری زندگی میں اس کی یہ حالت ہے تو میرے بعد نہ جانے وہ اس سے بھی کس قدر ہولناک غیر ذمہ داریوں کا مظاہرہ کرے گا۔اس بنا پر میں اپنی پہلی وصیت کو واپس لیتا ہوں۔

میرے عزیز رفیقو! زندگی خداوند قدوس کی طرف سے مستعار ہے۔ایک روز سب نے یہاں سے کوچ کر جانا ہے۔لیکن ایک حکمران کو صرف ایسے لوگوں کی طرف دھیان نہیں دینا چاہیے جو موجوں میں تحلیل شفق رنگوں جیسی آسائشوں بھری زندگی بسر کر رہے ہوں۔اسے اپنے ماتحت ان لوگوں کی طرف بھی توجہ دینا ہوتی ہے۔جو خزاں کے شفاف آسماں تلے برہنہ اشجار اور سنسان اداس راہوں جیسی زندگی بسر کرتے ہیں۔انہیں ان لوگوں کا بھی خیر خواہ اور پاسبان ہونا چاہیے۔جو خزاں رتوں کے خشک پتوں کے ڈھیر جیسی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

میرے ساتھیو! ایک حکمران کو رزم و بزم ہی میں معظم نہیں ہونا چاہیے اسے اخلاق و پاکیزگی میں جمال و خیر کا معدن اور یگانۂ آفاق بھی ہونا چاہیے۔اچھے حکمران کو صرف مال و دولت کو ہی اپنے شوق کا قبلہ نہیں بنا رکھنا چاہیے۔خداوند قدوس کے سامنے سر جھکاتے ہوئے صبر و رضا کا بھی عادی ہونا چاہیے۔اسے ہر خاص و عام کے لیے ایمان النفس، خوش اختلاط ملنسار اور مستقیم مزاج ساتھی ہونا چاہیے۔لیکن مجھے دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ نصرت الدین اوصاف سے عاری ہے۔

جہاں تک میرے چھوٹے بھائی قطب الدین کا تعلق ہے تو وہ وقت کے احتساب کو سامنے رکھتے ہوئے بے خودی و بے داری سنگ ریزوں اور خزینے جواہر کبیر ابلیسی اور نیکی کے ناموس میں امتیاز کرنے والا ہے۔وہ وفا پرستوں خیر کے موتیوں اور ماضی کی عظمت و سطوت کا پاسبان اور محافظ بننے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔اسی بنا پر میں اپنی پہلی وصیت جو میں نے نصرت الدین کے حق میں کی تھی منسوخ کرتے ہوئے تم لوگوں سے یہ عہد لینا چاہتا ہوں کہ میرے بعد اب تم لوگ نصرت الدین کی بجائے میرے دوسرے بھائی قطب الدین کے ہاتھ

پر بیعت کرو گے۔مجھے امید ہے کہ وہ میرے کاموں کو وطن و دین کی فلاح کے لیے آگے بڑھاتا رہے گا۔''

سلطان نور الدین زنگی جب خاموش ہوا تب مجدالدین نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''سلطان محترم! آپ کی ہر بات آپ کا ہر فیصلہ ہمارے لیے حکم کا درجہ رکھتا ہے۔اس موقع پر اگر آپ اجازت دیں تو میں کچھ کہوں..........''

سلطان کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا بڑی شفقت سے اس نے مجدالدین ابوبکر بن الدایہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''ابن الدایہ! مجھ سے کچھ کہنے کے لئے تمہیں اجازت طلب کرنے کی تو ضرورت نہیں ہے۔تمہاری اور شیرکوہ کی میرے ہاں وہ عزت وہ مقام ہے کہ تم جب اور جس وقت چاہو میرے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے ہو۔کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔''

اس پر مجدالدین نے کچھ سوچا پھر وہ سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''سلطان محترم! ہم اس وقت دمشق میں بیٹھے ہوئے ہیں جب کہ نصرت الدین حلب میں موجود ہے اور حلب میں ایک خاصا بڑا لشکر بھی ہے۔جو اس کے تحت کام کر رہا ہے۔اور پھر آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ حران شہر میں اس کے بہت سے ہمنوا ہیں جنہیں وہ ہمارے خلاف استعمال کر سکتا ہے۔

اگر آپ اپنی پہلی وصیت کو منسوخ کرتے ہوئے نئی وصیت قطب الدین کے حق میں کرتے ہیں تو ایک بار اس کا شدید ردعمل ضرور ہوگا۔آپ نصرت الدین کو مجھ سے بہتر جانتے ہیں اس لیے کہ وہ آپ کا بھائی ہے آپ کے ساتھ رہا ہے۔لیکن میں اور نصرت الدین بھی ایک عرصے سے ملتے جلتے رہے ہیں۔میں بھی اس کے مزاج سے خاصا واقف ہوں۔سلطان محترم! اگر آپ برا نہ مانیں تو اس موقع پر میں یہ بھی کہوں گا کہ وہ ایک انتقام لینے والا مزاج رکھتا ہے۔میرا دل کہتا ہے کہ جب اسے یہ خبر ہوگی کہ اس کے حق میں آپ نے جو وصیت کی تھی وہ منسوخ کر دی گئی ہے تو وہ بغاوت پر آمادہ ہو جائے گا۔لہٰذا اس نئی وصیت کو عام کرنے سے پہلے ہمیں اس کی ممکنہ بغاوت کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے اسباب کی تکمیل بھی

کرنا چاہیے۔

جب تک مجد الدین بولتا رہا سلطان مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ مجد الدین جب خاموش ہوا تو سلطان نے اسد الدین شیر کوہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''شیر کوہ! اس سلسلے میں تم کیا کہتے ہو..........''

شیر کوہ نے مسکراتے ہوئے پہلے مجد الدین کی طرف دیکھا پھر سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''سلطان محترم! جو کچھ میرے عزیز مجد الدین نے کہا ہے میں اس سے اتفاق کرتا ہوں نصرت الدین واقعی منتقم المزاج شخص ہے۔ چھوٹی چھوٹی بات پر برہمی کا اظہار کرتا ہے اور اگر اس کے کسی کام پر تنقید کی جائے تو اس کو برداشت نہیں کرتا۔ اس کے خلاف سخت اور گھناؤنے قسم کے ردعمل کا اظہار کرتا ہے۔ لہٰذا مجد الدین کی طرح میں بھی ان خدشات کا اظہار کروں گا کہ جب نئی وصیت کا اسے علم ہوگا تو وہ بغاوت اور سرکشی ضرور کھڑی کرے گا''

سلطان کچھ دیر تک خاموش رہ کر سوچتا رہا پھر باری باری مجد الدین اور شیر کوہ کی طرف دیکھ کر وہ کہہ رہا تھا۔

''تو کیا میں یہ سمجھ لوں کہ تم دونوں کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ وصیت بدلنے کے بعد ردعمل کا اظہار نصرت الدین کرے گا اس سے نمٹنے کے لیے ہم کوئی صلاحیت نہیں رکھتے......''

سلطان نور الدین زنگی کے ان الفاظ پر مجد الدین تڑپ کر بول اٹھا۔

''سلطان محترم! یہ بات نہیں نہ ہی میرے کہنے کا مقصد یہ تھا۔ جو وصیت آپ کر رہے ہیں اس سے ہم سب پوری طرح متفق ہیں۔ کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اس وصیت کو عام کرنے کے ساتھ ساتھ ہمیں نصرت الدین کے ردعمل کا سامنا کرنے کے لیے بھی تیار رہنا ہوگا۔''

سلطان نے پھر کچھ سوچا پھر ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''اگر یہ بات ہے تو پہلی وصیت کو منسوخ کر کے دوسری وصیت کی عام منادی کرادو میں شیر کوہ اور مجد الدین تم دونوں کے ذمے یہ کام لگاتا ہوں کہ اگر نصرت الدین ردعمل کے طور پر سرکشی کا اظہار کرتا ہے تو اسے کچل کے رکھ دو۔ اگر میرے اس جہان سے

گذر جانے کے بعد وہ سرکشی پر آمادہ ہوتا ہے تب بھی میں تم دونوں کو وصیت کرتا ہوں کہ میرے بعد قطب الدین کا ساتھ دینا نصرت الدین کو ہر صورت میں خواہ اس پر جبر کیوں نہ کرنا پڑے قطب الدین کا مطیع وفرمانبردار رکھنا۔ اور اگر میرے خدا نے مجھے اس علالت سے صحت دی تو میں رونما ہونے والے حالات سے خود ہی نمٹ لوں گا۔''

حالات کی ستم ظریفی کہ جہاں سلطان نور الدین زنگی کے سارے سالاروں اور امراء نے سلطان کے خلاف اس کے بھائی نصرت الدین سے ساز باز کرنی شروع کر دی۔ دمشق کے ان امراء میں دمشق کا قلعہ دار عزیز الدین دمشق کا اہم شخص امین الدین بن ابو القاسم، سعد الدین عثمان، اور جب محمد بن جعفری نمایاں تھے۔ یہ لوگ در پردہ اور خفیہ قطب الدین کی بجائے نصرت الدین کے حق میں کام کر رہے تھے۔ سلطان کی طرف سے یہ فیصلہ ہونے کے بعد جب سارے سالار اٹھ کر چلے گئے تب دمشق کے ان سرکردہ لوگوں نے ایک قاصد کو حلب کی طرف بھجوایا۔ اور صورتحال سے نصرت الدین کو آگاہ کر دیا۔ اسے ترغیب دی کہ سلطان نور الدین کچھ دن کا مہمان ہے لہٰذا وہ اس کے بعد اس کا وارث بننے کا اہتمام کرے۔

جو پیغام دمشق کے ان لوگوں نے نصرت الدین کی طرف بھجوایا تھا۔ خوش قسمتی سے وہ پیغام حلب ہی ایسے لوگوں کے ہاتھ چڑھ گیا جو سلطان کے خیر خواہ اور فرماں بردار تھے۔ انہوں نے اس قاصد کی تلاشی لی اور جو پیغام سرداروں نے نصرت الدین کے پاس بھجوایا تھا وہ اس سے برآمد کرنے کے بعد دمشق میں سلطان کے پاس بھجوا دیا۔

یہ صورتحال جان کر سلطان کو بے حد دکھ اور صدمہ ہوا۔ تاہم اس نے شیر کوہ مجد الدین اور شیر کوہ کے بھائی نجم الدین ایوب کو ان سازشی عناصر کی گرفتاری کا حکم دیا۔

سلطان کے اس حکم پر فوری کاروائی کی گئی ان سازشی امراء میں سے سعد الدین عثمان تو کہیں بھاگ کر چھپ گیا۔ باقی سازشی امراء کو گرفتار کر لیا گیا اور انہیں سلطان کے سامنے پیش کیا گیا۔

جب یہ لوگ سلطان کے سامنے پیش ہوئے اور سلطان نے ان سے باز پرس کی تب ان لوگوں نے بڑی عاجزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا۔ ساتھ ہی انتہائی انکساری سے انہوں نے سلطان سے درخواست کی کہ ان کے اس جرم کو معاف کر دیا جائے اور

یہ کہ وہ آئندہ ایسی کوئی حرکت نہیں کریں گے۔

سلطان انتہا درجہ کا رحم دل شخص تھا۔ کسی پر جبر وظلم کرنا اس کی فطرت میں شامل نہیں تھا۔ لہٰذا اس نے بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان امراء کو معاف کر دیا ان کو رہا کرنے کا حکم دے دیا۔

لیکن حالات کی بدقسمتی کہ جو پیغام ان امراء نے حلب کی طرف روانہ کیا تھا اس کا علم حلب میں نصرت الدین کو بھی ہو گیا۔ لہٰذا اس نے فوراً ردعمل کا اظہار کیا کچھ لشکر اس کے زیر کمان حلب میں تھا۔ کچھ اس کے خیر خواہ حران شہر میں تھے۔ سب کو ملا کر اس نے ایک خاصا بڑا لشکر تیار کیا۔ اور اس لشکر کو لے کر وہ دمشق کی طرف روانہ ہوا۔ اس طرح وہ حکومت پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔

دوسری طرف وصیت بدلنے کے بعد سلطان کے کہنے پر کچھ قاصد موصل کی طرف روانہ کیے گئے سلطان کے بھائی قطب الدین کو بھی دمشق میں طلب کیا گیا۔

سلطان نورالدین زنگی کو جب نصرت الدین کی اس حرکت کی اطلاع ملی تو اس کی راہ روکنے کے لیے شیر کوہ اور مجد دالدین کو روانہ کیا اور خوش بختی کی بات یہ کہ سلطان کی حالت بہتر ہونے لگی اور وہ شفایاب بھی ہونے لگا۔

شیر کوہ اور مجد دالدین ایک خاصا بڑا لشکر لے کر بڑی برق رفتاری سے دمشق سے نکلے اور انہوں نے حلب کا رخ کیا۔

نصرت الدین ابھی راستے ہی میں تھا کہ اسے خبر ہوئی کہ اس سے نمٹنے کے لئے شیر کوہ اور مجد دالدین بڑی تیزی سے اس کا رخ کر رہے ہیں۔ لہٰذا اس نے ان دونوں سے مقابلہ کرنا پسند نہ کیا وہ جانتا تھا کہ شیر کوہ اور مجد دالدین اسے ادھیڑ کر رکھ دیں گے لہٰذا وہ ٹکرائے بغیر واپس ہو لیا۔ جو لشکر اس کی کمانداری میں تھا اسے لے کر وہ حران شہر کی طرف چلا گیا۔

اس دوران حالات کی مزید ستم ظریفی نے سر اٹھایا۔ صلیبی قوتوں کو سلطان کی بیماری اور اس کے بھائی نصرت الدین کی سرکشی کا علم ہو گیا لہٰذا انہوں نے بھی جگہ جگہ سے سر اٹھایا پہلے جب قسطنطنیہ کے بادشاہ کو یہ خبر پہنچی تو اس نے یہ خبر فرانس کے بادشاہ کو بھجوائی فرانس کے بادشاہ نے ایک خاصا بڑا لشکر قسطنطنیہ روانہ کیا اور یہ وصیت کی کہ قسطنطنیہ سے بھی ایک لشکر تیار

ہو۔ اس طرح ایک خاصا بڑا لشکر تیار ہوا۔ سلطان نور الدین کی صحت پر حملہ آور ہو جائے۔ اور سلطان نے جس قدر شہر اور علاقے صلیبیوں سے چھینے ہیں۔ وہ سب واپس لے لیے جائیں اور مسلمانوں کے دیگر علاقوں پر بھی قبضہ کر لیا جائے۔

قسطنطنیہ اور فرانس کا یہ متحدہ لشکر مسلمانوں سے قوت آزمائی کے لیے اپنی پہلی مہم کے طور پر حمص اور حماط شہر کی طرف بڑھا تھا۔ لیکن ان صلیبوں کی بدقسمتی اس وقت تک سلطان نور الدین زنگی مکمل طور پر صحت یاب ہو چکا تھا۔

سلطان کا دوسرا بھائی قطب الدین اپنے وزیر جمال الدین کے ہمراہ سلطان کے بلانے پر فوراً موصل سے دمشق پہنچا تھا۔ اس نے چند دن سلطان کے پاس رہ کر سلطان کی عیادت کی جب اسے یقین ہو گیا کہ سلطان اب بالکل تندرست ہے تب اس نے سلطان سے واپسی کی اجازت طلب کی۔ سلطان نے اسے بیش بہا خلعت اور انعامات سے نوازا اس طرح سلطان سے اجازت لے کر قطب الدین واپس موصل چلا گیا تھا۔

سلطان نور الدین زنگی کے سامنے اب دو بڑی مہمات تھیں ایک اس کا باغی بھائی نصرت الدین جو حران شہر میں ایک بہت بڑا لشکر لیے خطرے کا باعث بنا ہوا تھا اور اپنی عسکری قوت میں دن بدن اضافہ کرتا جا رہا تھا۔ اس سے بھی بڑا خطرہ قسطنطنیہ اور فرانس کا متحدہ لشکر تھا۔ جو حمص شہر کے نواح میں پڑاؤ کر چکا تھا اور دونوں مملکتوں کے ہراول لشکر مسلمان علاقوں پر یلغار اور ترکتاز کرنا شروع کر چکے تھے۔

اپنے سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد سلطان نے نصرت الدین کی مہم کو التوا میں ڈالا پہلے حمص کی طرف آنے والے فرانسیسی اور قسطنطنیہ کے عساکر سے نمٹنے کا فیصلہ کر لیا بڑی تیزی سے سلطان نے کوچ کیا وہ لشکر جو ہمیشہ شیر کوہ اور مجد دالدین کی سرکردگی میں کام کرتا تھا اسے اس نے شیر کوہ اور مجد دالدین کی سرکردگی میں ہراول کے طور پر اپنے آگے روانہ کیا تا کہ قسطنطنہ اور فرانسیسی لشکر کے ہراول دستے جو مسلمان علاقوں پر ترکتاز شروع کر چکے ہیں ان سے نمٹا جا سکے۔ خود سلطان بڑی تیزی سے اس سمت بڑھا جہاں فرانس اور قسطنطنیہ کے لشکر نے پڑاؤ کر رکھا تھا۔

دونوں مملکتوں کے وہ عساکر اور لشکر جو ہراول کے طور پر کام کر رہے تھے وہ بڑی

بے فکری سے اپنے کام کی ابتداء کر چکے تھے۔انہوں نے گاہے گاہے مسلمانوں کے علاقوں میں گھس کر دور تک لوٹ مار کا بازار گرم کرنا شروع کر دیا تھا۔شاید وہ یہ خیال کرتے تھے کہ سلطان نورالدین زنگی بیمار پڑا ہے۔بیماری کی حالت میں خود تو جنگوں میں حصہ نہیں لے سکے گا جب کہ اس کے سالار بڑی مشکل سے سلطان کے باغی بھائی نصرت الدین سے نمٹ سکیں گے لیکن ان کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ آسکتی تھی کہ سلطان اپنی علالت سے ٹھیک ہو چکا ہے اور وہ اب آندھی اور طوفان کی طرح ان کے مقابل آئے گا۔جس وقت حمص شہر کے نواح میں قسطنطنیہ اور فرانسیسی عساکر لوٹ مار کا بازار گرم کر رہے تھے اور انہی کی سمت شیر کوہ اور مجدالدین بڑھ رہے تھے۔تب راستے میں سلطان نورالدین زنگی کے مخبروں اور وقائع نگاروں نے انہیں خبر دے دی کہ دو مختلف گروہوں میں دشمن مسلمانوں کے علاقوں میں لوٹ مار کر رہے ہیں ایک گروہ قسطنطنیہ کا ہے دوسرا گروہ فرانسیسی لشکریوں پر مشتمل ہے۔

اس جگہ شیر کوہ نے اپنے لشکر کو روک دیا پھر مجدالدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''مجدالدین میرے بھائی! میں تمہارے ساتھ ایک اہم فیصلے پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔''

اس پر مسکراتے ہوئے مجدالدین بول پڑا۔

''محترم شیر کوہ میں جانتا ہوں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔جہاں تک میرا اندازہ ہے آپ یہ کہیں گے کہ ہم اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیں ایک حصہ آپ کے پاس ایک میرے پاس رہے گا۔ایک حصہ قسطنطنیہ کے لشکر پر حملہ آور ہو اور دوسرا فرانسیسی ہراول پر ٹوٹ پڑے یہ میرا اندازہ ہے اگر میں نے غلط کہا ہے تو جو بات آپ کہنا چاہتے ہیں کہیں..........''

شیر کوہ مسکرا دیا کہنے لگا۔

''مجدالدین میرے عزیز بھائی! تمہارا کہنا درست ہے۔کہو تم کن کا انتخاب کرتے ہو......''

جواب میں مجدالدین بھی مسکرا دیا کہنے لگا۔

''شیر کوہ میرے بھائی! تم ایسا کرو قسطنطنیہ والوں سے نمٹو۔فرانسیسیوں پر میں اپنی ضرب لگاؤں گا کہ آئندہ انہیں ہمارے علاقوں کی طرف آنے کی جرأت نہیں ہو گی۔جو مخبران

محل وقوع سے متعلق خبریں لے کر آئے ہیں ان میں سے دو کو آپ میرے حوالے کر دیں باقی آپ اپنے ساتھ لے جائیں۔''

اس طرح یہ فیصلہ ہونے کے بعد شیر کوہ نے قسطنطنیہ کے ہراول لشکر کی طرف کوچ کیا تھا۔جب کہ مجدالدین فرانسیسیوں کا رخ کر رہا تھا۔

قسطنطنیہ کے ہراول دستے جو بڑی بے فکری سے مسلمانوں کے علاقوں میں لوٹ مار کے بازار گرم کر رہے تھے۔شیر کوہ اچانک اس طرح ان پر وارد ہوا جس طرح قرن ہا قرن سے رکے انگڑائیاں لیتے آتش فشاں وزدیدہ انقلاب کے جنوں اور بد دماغوں کے غضبناک گروہ کو اپنا ہدف بنانا شروع کر دیتے ہیں وہ ان پر دل کا سکھ چین روح کا صبر و تحمل اضطراب و عتاب اور بدبختوں کی آہوں میں تبدیل کر دینے والے بغض و عداوت اور غیض و غضب کی قہر مانیوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔لمحوں کے اندر شیر کوہ نے ان کی حالت ننگ و بدکاری کے جہنم اور بیوہ کی بدنصیبی جیسی ہولناک بنانا شروع کر دی تھی۔یہاں تک قسطنطنیہ کے وہ ہراول دستے شیر کوہ سے شکست اٹھا کر حمص کے نواح میں اپنے پڑاؤ کی طرف بھاگے۔

دوسری جانب مجدالدین فرانسیسیوں کے سامنے بیداری کے بقام انقلاب کے بھنور ہنگامہ آرائیوں کے طوفانوں اور انحطاط و زوال طاری کر دینے والے جھکڑوں کی طرح آیا۔ان پر حملہ آور ہونے سے پہلے اس نے اور اس کے لشکریوں نے منڈلاتے خطرناک سایوں اور زندگی کے اسرار سے بھرپور جذبوں میں سمندروں کے شور ہواؤں کے خروش کی طرح تکبیریں بلند کیں۔پھر اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ مجدالدین فرانسیسیوں پر کچھ اس انداز سے حملہ آور ہوا جیسے آخر شب کی سسکتی تنہائیوں میں قہرمانی بے قراری اچانک آتش بن کر اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔جیسے ویران اندھیری راتوں میں صحراؤں سے انہیں قضا۔جنگل کی دھاڑ کی آہوں اور بے حسی کا طلسم پھیلاتے بگولوں کے مہیب جھکڑوں نے اپنے کام کی ابتدا کر دی ہو۔

مجدالدین اپنے تیز اور جان لیوا حملوں کے باعث سیال آگ کی صورت موجوں میں جیسے بھنور جلوہ در جلوہ بجلی کی کڑک اور طافانوں کے زور کی طرح فرانسیسیوں کے لشکر کے اندر گھسا چلا گیا تھا۔اور پھر اس نے ان کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔

جس طرح قسطنطنیہ والوں کو شکست ہوئی تھی اسی طرح مجدالدین کے ہاتھوں

فرانسیسیوں کو بھی شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ جس وقت فرانسیسی بھاگ رہے تھے اسی وقت ایک طرف سے قسطنطنیہ کے عساکر بھی شکست اٹھا کر بھاگتے ہوئے آئے دونوں لشکر آپس میں مل گئے۔ اس طرح مجد الدین اور اسد الدین شیر کوہ بھی دونوں اکٹھے ہو کر قسطنطنیہ اور فرانسیسیوں کے متحدہ شکست اٹھانے والے لشکر کے تعاقب میں لگ گئے تھے۔ یہ تعاقب حمص کے نواح تک جاری رہا شکست خوردہ قسطنطنیہ اور فرانسیسی اپنے اس لشکر میں چلے گئے جس نے حمص کے نواح میں پڑاؤ کیا ہوا تھا۔

جب کہ شیر کوہ اور مجد الدین سلطان نور الدین سے جا ملے تھے۔

صلیبیوں نے گو ایک بہت بڑا لشکر تیار کر کے حمص شہر کے باہر پڑاؤ کر لیا تھا اور اس لشکر میں قسطنطنیہ اور فرانس کے بڑے بڑے جنگجو اور تلوار کے دھنی سورما شامل تھے لیکن حمص شہر کے باہر پڑاؤ کے دوران دو انکشافات ان کی بد دلی اور بے حوصلگی کا باعث بن گئے۔

قسطنطنیہ اور فرانس کے صلیبی متحد ہو کر اس بنا پر سلطان نور الدین زنگی کے علاقوں پر چڑھ دوڑے تھے کہ انہیں خبر ہو گئی تھی کہ سلطان نور الدین زنگی بیمار پڑ گیا ہے سخت علیل ہے اور اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں پھر جب ان کو یہ خبر ہوئی کہ سلطان کے بھائی نصرت الدین نے بھی سلطان کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا ہے تب انہیں مسلمانوں کے علاقوں میں ترکتاز کرنے کے لیے ایک اور شہ مل گئی۔

لیکن حمص شہر کے باہر پڑاؤ کے بعد جب انہیں یہ پتہ چلا کہ سلطان صحت یاب ہو چکا ہے اور بہ نفس نفیس اپنے لشکر کی کمانداری کر رہا ہے۔ تب ان کی بد دلی کی یہ پہلی وجہ تھی۔ ان کے دل چھوڑنے کی دوسری وجہ یہ بھی کہ انہوں نے جو ہراول لشکریوں کے طور پر مسلمانوں کے علاقوں میں یلغار کرنے کے لیے عساکر بھیجے تھے ان میں سے ایک کو مجد الدین نے اور دوسرے کو شیر کوہ نے بدترین شکست دی تھی اور دونوں عساکر کے شکست خوردہ عناصر اب پڑاؤ میں پہنچ چکے تھے۔ ان دونوں ہراول لشکریوں کی شیر کوہ اور مجد الدین کے ہاتھوں شکست بھی صلیبیوں کے لشکر میں بد دلی کا باعث بنی۔

ان میں دو عوامل کو سامنے رکھتے ہوئے صلیبیوں کو یقین ہو گیا تھا کہ اگر انہوں نے سلطان سے جنگ کی طرح ڈالی تو انہیں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑے گا اس لیے کہ سلطان

نور الدین زنگی کے مقابلہ میں صلیبیوں کا ماضی ان کے سامنے تھا۔ یہ صلیبی لشکر کو ایک طرح سے سلطان نے کچل کر رکھ دیا تھا۔ یہ صورتحال ان کے لیے انتہا درجہ کی خطرناک اور تشویش ناک تھی لہٰذا قسطنطنیہ کے بادشاہ مینانوئل نے سلطان نور الدین زنگی کی طرف پیغام بھیجا کہ اپنے لشکر کے ساتھ ان علاقوں کی طرف آنے کا ہمارا مقصد آپ سے جنگ و جدال کرنا نہیں نہ ہی آپ کے علاقوں میں یلغار کرنا ہے۔ بلکہ ادھر آنے کا ہمارا اصل مقصد ان نصرانی قیدیوں کو چھڑانا ہے جو آپ کی قید میں ہیں۔

مینوئل نے سلطان سے یہ بھی درخواست کی کہ اگر سلطان ان قیدیوں کو جو اس وقت مسلمانوں کی اسیری میں ہیں سلطان آزاد کر دے تو نہ صرف یہ کہ سلطان کی ان پر مہربانی ہوگی بلکہ وہ قیدیوں کے عوض مناسب رقم بطور فدیہ دینے کے لیے بھی تیار ہیں۔

سلطان نے یہاں بھی بڑی فراخدلی سے کام لیتے ہوئے مینوئل کی اس التماس کو قبول کر لیا اور فدیہ کی رقم جو طے ہوئی تھی ان سے لے کر مختلف جنگوں میں اسیر ہونے والے نصرانی قیدیوں کو رہا کر دیا۔

سلطان نور الدین زنگی کے اس فراخدلانہ اور رحمدلانہ اقدام سے قسطنطنیہ کے بادشاہ نے کئی بار سلطان کا شکریہ ادا کیا اس کے علاوہ سلطان کے لیے اس نے طرح طرح کے قیمتی پارچہ جات، جواہرات انتہائی قیمتی خیمہ اور کچھ گھوڑے تحائف کی صورت میں بھیجے۔ اس طرح شرمندگی اٹھاتے ہوئے قسطنطنیہ اور فرانس کا وہ متحدہ لشکر ٹوٹ گیا۔

صلیبیوں کی اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد اب سلطان نے اپنے پورے لشکر کے ساتھ حران کا رخ کیا۔ جہاں نصرت الدین علم بغاوت کھڑا کیے ہوئے تھا۔

نصرت الدین کو جب خبر ہوئی کہ شیر کوہ اور مجد الدین کے علاوہ سلطان خود اس لشکر میں شامل ہے جو اس کی سرکوبی کے لیے آ رہا ہے۔ تب اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی تھی اسے اپنی شکست اپنی ناکامی اپنی آنکھوں کے سامنے دکھائی دینے لگی تھی۔ ساتھ ہی حران شہر کو اپنے بھائی قطب الدین کے بیٹے زین الدین کی کمانداری میں دے دیا تھا۔

سلطان نور الدین اپنے بھائی نصرت الدین کی مہم سے فارغ ہوا ہی تھا کہ ایک اور مصیبت اٹھ کھڑی ہوئی۔ یروشلم کے بادشاہ بالڈون نے جب دیکھا کہ قسطنطنیہ اور فرانس کا

ایک لشکر مسلمانوں پر ضرب لگانے کے لیے حمص کے نواح میں ہے۔ساتھ ہی جب یہ بھی خبریں اس کو ملیں کہ نصرت الدین بھی بغاوت کھڑی کر چکا ہے تب اس نے بھی ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا اور دمشق فتح کرنے کے ارادہ سے نکلا۔

یروشلم کے بادشاہ بالڈون کو یقین ہو چکا تھا کہ بیک وقت سلطان نورالدین زنگی اور اس کے سالار قسطنطنیہ ،فرانس اور نصرت الدین کے دباؤ کو برداشت نہیں کر سکیں گے لہٰذا اس موقع پر اگر وہ بھی حرکت میں آئے تو دمشق فتح کر کے اپنے لیے بے بہا فوائد حاصل کر سکتا ہے۔لیکن بالڈون کی بدقسمتی کہ جس وقت وہ یروشلم سے دمشق کی طرف کوچ کر رہا تھا۔نصرت الدین کو بھی زیر کیا جا چکا تھا۔لہٰذا سلطان نے یروشلم کے بادشاہ بالڈون سے نمٹنے کے لیے ایک خاصا بڑا لشکر شیرکوہ ،اور مجد الدین کو دے کر اس کی طرف روانہ کیا۔

ہروشلم کے بادشاہ بالڈون نے سلطان نورالدین زنگی کی سلطنت کی سرحد پر پہنچ کر پڑاؤ کر لیا تھا اس لیے کہ اسے وہاں رات ہو گئی تھی اس کا ارادہ تھا کہ رات وہاں بسر کرنے کے بعد اگلے روز کا سورج جب طلوع ہوگا تو وہ مسلمانوں کے علاقوں میں داخل ہونے کے بعد دور تک یلغار کرتا چلا جائے گا اس کا مدعا اور مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح دمشق شہر پر قبضہ کر لیا جائے۔اس کا خیال تھا کہ اگر وہ دمشق شہر پر قبضہ کر لے تو پھر آہستہ آہستہ جست و خیز کرتے ہوئے نورالدین کی سلطنت پر قبضہ کیا جا سکتا ہے۔

دوسری جانب شیرکوہ اور مجد الدین بھی بڑی برق رفتاری سے بالڈون اور اس کے لشکر کا رخ کیے ہوئے تھے۔آدھی رات کے کچھ بعد جب کہ چاروں طرف خاموشی تھی۔ہر سو ہو کا عالم تھا۔کائنات کی ہر شے نیند سے لپٹ چکی تھی۔شیرکوہ اور مجد الدین اپنے لشکر کے ساتھ بالڈون کے لشکر سے چند فرسنگ کے فاصلے پر پہنچ گئے۔وہاں مجد الدین نے اسد الدین شیرکوہ کو مخاطب کیا۔

"شیرکوہ میرے بھائی! بالڈون سے نمٹنے کے لیے میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے۔میرے خیال میں اس پر عمل کریں تو اس بالڈون کو بڑی ذلت آمیز شکست دے سکتے ہیں۔"

ہمارے مخبر ہمیں ان کے محل وقوع سے آگاہ کر چکے ہیں اور وہ اس وقت ہماری راہ

نمائی کر رہے ہیں۔اس موقع پر اگر حسب سابق اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیں ایک تمہارے پاس رہے ایک میرے پاس.........

میں چاہتا ہوں کہ پہلے میں یا تم دونوں میں سے ایک آگے بڑھ کر بالڈون سے ٹکرائے۔مگر یہ ٹکراؤ سورج غروب ہونے سے تھوڑی دیر پہلے ہونا چاہیے اور جب بالڈون کا سارا لشکر سمٹ کر مجھ پر یا تم پر حملہ آور ہو جائے تو بعد میں تم یا میں ان کی پشت کی جانب سے حملہ آور ہو کر انہیں ناقابل تلافی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ان کی بدبختی اور ان کی شکست کے در کھول سکتے ہیں۔"

مجد الدین مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے شیرکوہ بول اٹھا

"یقیناً ایسا ہی ہوگا۔اور پہلے میں حملہ آور ہوں گا۔یہاں سے ہم دونوں بھائی علیحدہ ہوتے ہیں۔میں سیدھا آگے بڑھ کر سورج غروب ہونے کے تھوڑی دیر پہلے جب کہ فضاؤں میں روشنی پھیلنی شروع ہو جائے گی بالڈون کے لشکر پر حملہ آور ہوں گا میرے بعد جب تم دیکھو گے کہ ان کا پورا لشکر سمٹ کر میری طرف بڑھا ہے اور مجھ پر حملے شروع کر دیے ہیں تب تم پشت کی جانب سے ان پر حملہ آور ہو جانا۔اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو یاد رکھنا بالڈون اور اس کے لشکری زیادہ دیر ہمارے سامنے ٹھہر نہیں سکیں گے۔شکست اٹھا کر پانی کی طرف بھاگنے والی پیاسی بھیڑوں کی طرح بھاگ اٹھیں گے"

یہ فیصلہ ہونے کے بعد شیرکوہ لشکر کے ایک حصے کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔جب کہ مجد الدین اپنے لشکر کے ساتھ بائیں جانب سے چکر کاٹتے ہوئے یروشلم کے بادشاہ بالڈون کے لشکر کا رخ کر رہا تھا۔

بالڈون کا لشکر جس وقت نیند سے بیدار ہو رہا تھا۔اور لشکر کا ایک حصہ کھانا تیار کرنے میں مصروف تھا شیرکوہ ان پر ہمہ قیامت و ہمہ عقوبت قضائے ظلمت کے فسون شعلہ فشاں طوفانوں برق سامان مرگ اور صاعقہ بدوش شدتوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

حملہ آور ہوتے ہوئے شیرکوہ اور اس کے لشکری قرن اور نرسنگھوں کی مہیب آوازوں اور ضبط کی ساری فصلیں توڑنے والی فضاؤں کے انداز میں تکبیریں بلند کر رہے تھے۔اپنے تیز حملوں کے باعث وہ آگ کے دریا لہو کی ندیوں اور انقلاب کی خونی علامت کی طرح بالڈون

ے لشکر میں گھسنے لگے تھے۔

اسدالدین شیرکوہ کے اس حملے سے بالڈون کے لشکر کے اندر بازو دریدہ مقدر سوختہ ہونا شروع ہو چکے تھے آرام گاہ میں ندامت کی تھکن درج کی تحریروں نے اپنی گرفت کرنا شروع کر دی تھی۔

بالڈون نے فوراً اپنے لشکر کو سنبھالا اور اس کے کہنے پر اس کا پورا لشکر موجیں مارتے بحر کی طرح شیرکوہ کی طرف اُمڈا تھا تاکہ ایک دم متحدہ طور پر اس کا لشکر اس پر حملہ آور ہو کر اسے نقصان پہنچا کر زندہ گرفتار کیا جائے۔

عین اسی لمحہ بالڈون کے لشکر کے لیے ایک اور قیامت نمودار ہوئی۔ مجدالدین ان کی پشت کی طرف سے زندگی کے رنگوں اور خوابوں میں زہر اجاڑ راتوں کی تنہائیوں میں قیامت اور اندھیرے کے تلاطم میں استبداد کے ہجوم بھر دینے والے غم کے فراق کے قصوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔ اس کے حملے کی مشدت اور کربنا کی ایسی تھی جیسے وہ زمین کے چیتھڑے اڑانے رزم گاہ کے بدن میں خنجر چلانے گورکھ دھندوں کے پھیلاؤ میں صحرائی لو کی کربناک شدت پھیلانے کے لیے پیدا ہوا ہو۔ وہ بڑی تیزی سے طوفان و ابتدا کے آہنگ پیچ کھاتے دھوئیں کے ناگوں اور موت کے شعلوں کے پیرہن کی طرح پشت کی جانب سے بالڈون کے لشکر میں گھسا چلا گیا تھا۔

اس کے حملوں میں چڑھتے دریا کی گھولتی موجوں جیسی روانی اور تیزی تھی اور بڑی تیزی سے اس نے بالڈون کے لشکر کی حالت ساحلوں پر چیختی پاگل ہواؤں اور مہبِ شب کے حالات جیسی کرنی شروع کر دی تھی۔ پشت کے جانب سے اس کے اس طرح حملہ آور ہونے کے باعث بالڈون کے لشکر میں تلواریں اور ڈھالیں نیزے اور برچھے مرنے والوں کی لاشوں کے ساتھ ادھر ادھر بکھرنے لگے تھے۔

یوں یروشلم کے بادشاہ بالڈون کو شیرکوہ اور مجدالدین کے ہاتھوں بدترین اور ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا اور وہ ناکام و نامراد یروشلم کی طرف بھاگ گیا۔

اس ذلت آمیز شکست کے بعد بالڈون کی موت کے بعد کسی نے سلطان کو مشورہ دیا کہ یروشلم کی سلطنت میں اس وقت بالڈون کے مرنے کی وجہ سے انتشار و افراتفری کا عالم برپا

ہے اور اس موقع پر اگر آپ اپنی پوری طاقت اور قوت سے یروشلم پر حملہ آور ہوئے تو کوئی بھی نصرانی طاقت آپ کے یروشلم کو فتح کرنے اور شہر میں داخل ہونے سے روک نہ سکے گی۔ لوگوں نے مشورہ دیا کہ سلطان کو فی الفور وقت ضائع کیے بغیر یروشلم پر حملہ آور ہو جانا چاہیے

لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ سلطان نے ایسے لوگوں کے مشورے کو قبول نہیں کیا۔ گو اس وقت یروشلم پر قبضہ کر لینا سلطان کے لیے کوئی مشکل امر نہ تھا۔ لیکن رحمدل اور عالی ظرف سلطان نے ایسا مشورہ دینے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔

''بالڈون اپنی نصرانی رعایا کی نظروں میں ایک انتہائی کامیاب اور اچھا بادشاہ تھا نصرانی اس وقت اس کے مرنے کا غم اور سوگ منا رہے ہیں۔ لہٰذا اس وقت ان پر حملہ آور ہو کر انہیں فتح کرنا ہمت و مردانگی سے بعید ہے۔ بالڈون کی موت کے بعد ان کے حالات معمول پر آ جائیں تو پھر ان پر ضرب لگائی جا سکتی ہے۔''

بالڈون کے مرنے کے بعد یروشلم کے سرکردہ لوگوں نے اس کے بھائی اموری کو یروشلم کی سلطنت کا بادشاہ بنایا اس کو امالرک کہہ کر بھی پکارا جاتا ہے۔ یہ اموری اس وقت نصرانیوں کے شہر عقلان کا حکمران تھا۔ یہ ایک انتہائی کمینہ صفت چوری چھپے حملے کرنے والا منتقم مزاج اور احسان فراموش انسان تھا۔ اور یروشلم کے تاج و تخت پر بیٹھتے ہی اس نے مسلمانوں سے جنگوں کی طرح ڈالنے کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔

فرانس اور قسطنطنیہ کے دونوں حکمران ایک بہت بڑا لشکر تیار کر کے سلطان کے علاقوں پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ ان کے متحدہ لشکر نے حمص کے نواح میں پڑاؤ بھی کیا لیکن سلطان کے لشکریوں کے ہاتھوں جو انہیں بدترین پسپائی پر مجبور ہونا پڑا اسے وہ فراموش نہ کر سکے۔ قسطنطنیہ کا مینوئل تو خاموش بیٹھا رہا لیکن فرانس کا بادشاہ انتقام پر اتر آیا۔ اس نے خود تو شریک ہونے کی کوشش نہ کی بلکہ حارم کے نصرانیوں اور صلیبیوں کو بھرپور مدد دی۔ یورپ سے اس نے رضاکار بھیجے مالی طور پر بھی ان کی خوب مدد کی۔ اور انہیں مشورہ دیا کہ وہ سلطان نورالدین زنگی کے خلاف سر اٹھائیں اگر وہ کسی ایک محاذ پر بھی مسلمانوں کے سلطان کے خلاف کامیابی حاصل کر گئے تو پھر قسطنطنیہ فرانس اور انطاکیہ کے علاوہ یروشلم کے عساکر متحد ہو کر مسلمانوں پر الم ایسی ضرب لگائیں گے کہ انہیں ان کی سلطنت سے محروم کر کے رکھ دیں گے۔

مارم کے حکمران کو جب فرانس کی طرف سے رضا کاروں کے علاوہ خوب مالی مدد بھی ملی تب وہ ان معاہدوں کو فراموش کر بیٹھا جو اس نے مسلمانوں سے کر رکھے تھے۔ ایک جرأت کے ساتھ لشکر لے کر نکلا اور مسلمانوں کے علاقوں پر اس نے حملے کرنے شروع کر دیئے تھے۔

سلطان نور الدین زنگی کی مصروفیات اس قدر تھیں کہ ایک مہم کو سر کر لیتا تو دوسری اٹھ کھڑی ہوتی ایک کے بعد دوسرا حادثہ اور مسئلہ اٹھ کھڑا ہوتا لیکن ان سب مصروفیات کے باوجود سلطان اپنے لشکر کو لے کر نکلا اور بڑی تیزی سے اس نے مارم کا رخ کیا۔ اس سے پہلے کئی بار سلطان مارم کے صلیبیوں کو نیچا دکھا چکا تھا اور وہ معافی مانگ کر صلح کر لینے پر آمادہ ہو جاتے لیکن اس بار ان کی طاقت اور قوت میں اضافہ ہوا تھا۔ فرانس کا بادشاہ ان کی پشت پناہی کر رہا تھا۔ یورپ سے رضا کاروں کی ایک خاصی بڑی تعداد ان کے پاس جمع ہو چکی تھی لہٰذا پہلے کی نسبت ان کے حوصلے بلند تھے۔

اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے کوچ کرتا ہوا سلطان جب مارم کی طرف بڑھا تو مارم کے قریب صلیبی ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ اپنی صفوں کو درست کر چکے تھے۔ انہوں نے اپنے روایتی تعصب کے بے علاج مرض۔ ابلیسی تحریف مورد ثیا اور تمدنی اوہام ظلم کی بہتات وجبر کی ارزانیوں سے مسلمانوں کا استقبال کیا۔

جونہی سلطان کا لشکر ان کے قریب پہنچا وہ ان پر حملہ آور ہو گئے مارم کی طرف بڑھتے ہوئے سلطان اپنے لشکر کی ترتیب درست کر چکا تھا اس لیے کہ اس کے وقائع نگار اس کے مخبر اور نقیب بڑی تیزی بڑی دیانتداری بڑے خلوص کے ساتھ کام کر رہے تھے اور انہوں نے مارم کے لشکر کی پوری نقل وحرکت سے انہیں آگاہ کر دیا تھا۔

سلطان اپنے لشکر کے وسطی حصے میں رہا۔ دائیں طرف شیرکوہ بائیں جانب مجد الدین تھا۔ حملے کے جواب میں سلطان پہلے تکبیریں بلند کرتے ہوئے حملہ آور ہوا اور وہ صلیبیوں پر ریگستانوں میں منڈلاتی طلسماتی سنسانیوں۔ شام کی بے انت تاریکیوں اور جبر کے تیز جھکڑوں تک کو ساکن کر دینے والے کڑے وقت اور آندھیوں اور ہواؤں کے دوش پر فضاؤں کی خونی بارش کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

سلطان کے ساتھ ہی ساتھ شیرکوہ نے بھی اپنے کام کی ابتداء کی اور وہ لشکر کے دائیں حصے کو لے کر دشمن پر زندگی کے حصار کو توڑ کر ویرانیاں پھیلاتے بگولوں، کالی راتوں کے دروازوں پر دستک دیتی دھاڑتی آندھیوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔ جب کہ بائیں جانب سے مجد الدین بھی سلطان اور شیرکوہ کی طرح ہی اپنے کام کی ابتدا کر چکا تھا اور وہ بھی دشمن پر شور قیامت کی گونج کھڑی کرتے برق کے نادیدہ لمحوں اور خواہشوں کے منہ زور سمندروں تک کو تنگی میں سمٹ دینے والے انجانے سرکش جذبوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

سلطان نور الدین شیرکوہ اور مجد الدین کے اس طرح حملہ آور ہونے سے مارم سے ابر صلیبیوں کے لشکر میں دکھ کے استعارے درد کے طوفان بے رحم گھنے اضطراب اور غم کی سرخ آندھیاں اپنا رنگ جمانا شروع ہو چکی تھیں۔ میدان جنگ میں قہر شور کی آتشیں صداؤں بھورے لاوے کی اگلتی ندیوں بے کراں صحراؤں کی ویرانی اور رگ رگ میں چبھ جانے والے خوف نے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لینا شروع کر دیا تھا۔

سلطان نور الدین زنگی شیرکوہ اور مجد الدین کے علاوہ شمس الدین خطلخ نجم الدین فخر الدین مسعود اور اسامہ بن مرشد نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے (اسامہ بن مرشد سے متعلق مورخین لکھتے ہیں کہ یہ شیزر شہر کا رہنے والا تھا اور وہاں کے حکمران خاندان بنو منقد سے تعلق رکھتا تھا اور پہلی صلیبی جنگوں کے سورماؤں میں سے ایک تھا۔ مورخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس کی ایک خود نوشت داستان بھی ہے۔ جو 1884ء میں چھپ چکی ہے اور اس کا نام کتاب الاعتبار ہے)۔

مارم کے صلیبیوں کو بدترین شکست ہوئی اور وہ بھاگ کر مارم کے اندر محصور ہو گئے لیکن اس بار لگتا تھا سلطان انہیں سبق سکھائے بغیر نہ جانا چاہتا تھا۔ لہٰذا سلطان نے مارم کا محاصرہ کر لیا اپنے لشکر کے اس نے کئی حصے کیے ایک حصہ اپنے پاس رکھا دوسرا شیرکوہ تیسرا مجد الدین چوتھا شمس الدین پانچواں خطاب چھٹا فخر الدین مسعود ساتواں اسامہ بن مرشد اور آٹھواں نجم الدین کی کمانداریوں میں دیتے ہوئے سلطان نے ان چھوٹے چھوٹے حصوں کے ذریعے مارم شہر کا پوری طرح محاصرہ کر لیا اس طرح مارم کے چاروں طرف سے مختلف سپہ سالاروں کی کماندmd میں سلطان نے حملہ آور ہونے کا حکم دے دیا تھا۔

یہ حکم ملتے ہی مارم کی فصیل پر چاروں طرف سے ایک خونی انقلاب اٹھ کھڑا ہوا تھا تابڑ توڑ حملے شروع ہو چکے تھے۔ مارم اور صلیبیوں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ ان حملوں کا مقابلہ نہ کر سکیں گے ساتھ وہ یہ بھی سوچنے لگے کہ اگر انہوں نے فصیل کے ایک حصے کا بھرپور دفاع کیا تو مسلمانوں کے لشکری جو فصیل کے چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں کسی ایسے حصے سے فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو جائیں گے جہاں صلیبیوں کی تعداد کم ہو گی اور جہاں ان میں کمزوری کے آثار ہوں گے۔ یہ صورت حال ان کے لیے بڑی اضطراب انگیز تھی لہٰذا انہوں نے صلاح مشورہ کرنے کے بعد سدی کی طرف صلح کا پیغام بھجوایا۔

صلح کا پیغام آنے کے بعد سدخان نے اپنے لشکر کو سمیٹ دیا اور ایک طرف پڑاؤ کر لیا پھر صلح کی گفت و شنید ہوئیں۔ مارم کے صلیبیوں نے اپنی شکست کو تسلیم کیا اور پچاس ہزار دینار سرخ تاوان جنگ دینے قبول کیے اس طرح مارم کے صلیبیوں کو بدترین شکست دینے اور ان سے تاوان جنگ وصول کرنے کے بعد سلطان اپنے لشکر کے ساتھ حلب کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

ابلیس کا نصرانی حکمران کونٹ ایمنڈ ایک روز اپنے قصر میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے چوبدار نے ایک شخص کو اس کے سامنے پیش کیا۔

اس شخص نے جھک کر ایمنڈ کو تعظیم دی اس کمرے میں بیٹھے ایمنڈ کے عمائدین پر ایک گہری نگاہ ڈالی پھر وہ ایمنڈ کی طرف دیکھنے لگا تھا کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ایمنڈ نے اسے مخاطب کرنے میں پہل کی۔

مجھے بتایا گیا ہے کہ ہم مسلمانوں کے علاقوں میں اپنے حواریوں کے متعلق پوری آگاہی رکھتے ہو تمہیں یہاں بلانے کا مقصد تم سے کچھ اطلاعات حاصل کرنا ہے۔ تم دیکھتے ہو گزشتہ کئی برس سے نصرانی دنیا کو مسلمانوں کے سلطان نورالدین زنگی کے ہاتھوں شکستوں کا سامنا پڑ رہا ہے اس سلسلے میں میں نصرانی دنیا کی شکستوں کا داغ دھونا چاہتا ہوں میں نے مسلمانوں کے سلطان کے خلاف جنگ کی تیاریاں شروع کر رکھی ہیں جونہی اپنی عسکری تیاریوں کی تکمیل کر لوں گا میں خم ٹھونک کر نورالدین کے سامنے آؤں گا اور مجھے امید ہے کہ میں اسے ذلت آمیز شکست دینے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

میں تم سے یہ اطلاعات حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ عیسائی دنیا کے خلاف نورالدین زنگی کی ان لگاتار فتوحات کا کیا راز ہے۔ اس کی سلطنت کے لوگ اسے کیوں بے پناہ محبت کرتے ہیں اپنی زندگی کا بیشتر حصہ اس نے جنگوں میں اپنے مرکزی شہر سے باہر گزارا ہے پھر کیوں اس کے خلاف نصرانی دنیا کی طرح بغاوتیں نہیں ہوتیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد ایمنڈ جب خاموش ہوا تو آنے والے کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ ایمنڈ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

کونٹ! اگر میں جان کی امان پاؤں تو یہ کہوں کہ جو کچھ آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں اسے میں دروغ گوئی کی بنیاد بنا کر بیان کروں یا جو کچھ میں نے دیکھا ہے اسے حقیقت اور سچ پر رہتے ہوئے کہوں۔

ایمنڈ مسکرایا اور کہنے لگا۔

دیکھو میں تمہارے منہ سے سچائی سننا چاہتا ہوں اور اس کی روشنی میں مسلمانوں کے خلاف اپنی جنگی تیاریوں کو آخری شکل دینا چاہتا ہوں مسلمانوں کے سلطان میں جو اچھی بات ہے اسے بھی بیان کرو اور اس میں جو خامیاں ہیں اسے بھی کہو اگر تم اس کی اچھی بات کہو گے تو میں ناراض نہیں ہوں گا فکرمند نہ ہو بس جھوٹ مت بولنا دروغ گوئی سے کام مت لینا سچ کہو میں تمہارے منہ سے سچ ہی سننا پسند کروں گا۔

اس پر وہ شخص ایمنڈ کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

عظیم بادشاہ مسلمانوں کے سلطان کی کامیابی کی سب سے بڑی اور پہلی وجہ اس کا عدل وانصاف ہے جس کی بنا پر وہ اپنی رعایا میں بڑا مقبول ہے لوگ اسے ملک العادل کہہ کر مخاطب کرتے ہیں انصاف کرتے وقت وہ کسی قسم کی رعایت اور جانبداری کی گنجائش نہیں رہنے دیتا۔ اس کا وضع نظام عدل اتنا ہمہ گیر اور موثر اور بہترین ہے کہ ظالم خواہ وہ کتنی ہی اونچی حیثیت کا مالک کیوں نہ ہو وہ سزا سے بچ نہیں سکتا اس نے انصاف کے لیے باقاعدہ ایک محکمہ بنا رکھا ہے جس کا نام دارالکشف ہے اس دارالکشف کے تحت مختلف شہروں میں چھوٹی چھوٹی عدالتیں قائم ہیں۔

اس دارالکشف میں مسلمانوں کا سلطان ہفتے میں دو بار اجلاس کرتا ہے اس اجلاس

کی صدارت بھی خود ہی کرتا ہے ساتھ سنتا ہے اور خود ہی فیصلہ صادر کرتا ہے اس کے فیصلے ا
عادلانہ اور منصفانہ ہوتے ہیں کہ ان فیصلوں کے کسی بھی پہلو پر انگلی رکھنے کی گنجائش نہیں رہتی۔

اس کے اس دارلکشف میں کچھ مقدمات برائے ڈاک بھی دیئے جاتے ہیں اور کچھ ماتحت عدالتوں کے فیصلے بھی اس کے پاس پہنچتے ہیں اس کے ملک کے چپے چپے میں چھوٹی عدالتوں کا جال بچھایا ہوا ہے ان کے سربراہ اعلیٰ صلاحتیں رکھنے والے اور انتہائی پرہیزگار قاضی ہوتے ہیں جن کا تقرر مسلمانوں کا سلطان خود کرتا ہے۔

مسلمانوں کا سلطان عدل اور انصاف کے معاملے میں اگر کسی قاضی میں کمی اور کوتاہی پاتا ہے تو اسے اپنے سامنے طلب کرتا ہے۔ اور نہایت سختی سے محاسبہ کرتا ہے سلطان سفر میں ہو یا حضر میں اس دارلکشف کے اجلاس پابندی سے کرتا ہے عدل و انصاف کے معاملے میں سلطان کسی بڑی سے بڑی شخصیت سے مطلق رو رعایت نہیں کرتا حتیٰ کہ اپنے قانون عدل سے اس نے اپنی ذات کو بھی مستثنیٰ نہیں رکھا ہوا اگر کبھی کوئی ایسا موقع پیش آتا ہے جس میں اس کی حیثیت مقدمے کے ایک فریق کی سی ہوتی ہے تو یہ ایک عام آدمی کی طرح قاضی کی عدالت میں پیش ہو جاتا ہے اور اپنے ساتھ کسی قسم کے امتیازی سلوک کی قطعاً نہ امید رکھتا ہے اور نہ اس کی اجازت دیتا ہے۔

مسلمانوں کے سلطان کے دارلکشف کے دروازے پر کوئی دربان کوئی چوبدار نہیں ہوتا ہر شخص بلا روک ٹوک انصاف کے حصول کے لیے اس تک پہنچ سکتا ہے اپنی فریاد براہ راست اس تک پیش کر کے انصاف کا طالب ہو سکتا ہے۔

اے بادشاہ! مسلمانوں کے سلطان کی ہمارے خلاف کامیابی کی یہ پہلی وجہ ہے کہ وہ انصاف پسند ہے اس کی دوسری وجہ اس کی شجاعت اور مردانگی ہے مسلمانوں کا سلطان اپنے دور کے انتہائی جرأت مند اور دلیر انسانوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کی بے مثال شجاعت ہمت اور جرأت کا یہ عالم ہے کہ ہر میدان رزم میں وہ اگلی صفوں میں ہوتا ہے اور کوئی بڑے سے بڑا خطرہ بھی اس کے عزم کو تبدیل نہیں کر سکتا اس کے علاوہ سلطان کی کامیابی کی تیسری وجہ اس کی شرافت ہے وہ ایک انتہائی شریف النفس انسان ہے وہ ابھی اپنے لشکریوں کو وحشیانہ قتل عام مار کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا دشمن کو تکلیف اور غم کے عالم میں دیکھتا ہے تو اپنا حملہ ملتوی

کر دیتا ہے ابھی چند دن ہی کی بات ہے کہ یروشلم کا بادشاہ بالڈون مر گیا تو مسلمانوں کے سلطان کو مشورہ دیا گیا کہ یہ بہترین موقع ہے فلسطین پر قبضہ کر سکتا ہے لیکن اس شریف النفس سلطان نے جواب دیا کہ ہمیں ان لوگوں کے حقیقی غم پر رحم کھانا چاہیے ان کے نزدیک وہ ایک اچھا بادشاہ تھا لہٰذا ہمیں زیب نہیں دیتا کہ وہ جس وقت سوگ منا رہے ہوں ہم ان پر حملہ آور ہوں۔

وہ شخص کچھ دیر رکا اور پھر اپنا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

اے بادشاہ مسلمانوں کے سلطان کی کامیابیوں کی ایک وجہ اس کی قناعت بھی ہے وہ کوشش کرتا ہے کہ اپنے خرچ کے لیے بیت المال سے کچھ نہ لے بلکہ جنگوں کے دوران مال غنیمت میں اسے جو حصہ ملتا ہے اس پر گزر بسر کرتا ہے وہ مال غنیمت کے حصے سے ہی اپنے خاندان کی ضرورتیں پوری کرتا ہے میں نے سن رکھا ہے کہ اس کی ذاتی جائیدادیں حمص شہر میں صرف تین دوکانیں ہیں جو اس نے کچھ دوکانداروں کو کرائے پر دے رکھی ہیں اور اسی آمدنی سے گزر بسر کرتا ہے اور وہ یہ رقم اپنی بیوی کو دے دیتا ہے اور وہ نیک خاتون اس قلیل رقم میں بڑی مشکل سے گھر کا خرچہ چلاتی ہے زندگی میں سلطان نے ایک ہی شادی کی ہے اس سے ایک بیٹا ہے اور ایک بیٹی ہے۔

میں نے سنا ہے کہ اس کی بیوی نے ایک دفعہ اس سے شکایت کی آپ جو کچھ مجھے گھر کے خرچے کے لیے دیتے ہیں۔ اس سے گھر کا خرچہ مشکل سے پورا ہوتا ہے اس لیے میرے خرچے میں کچھ اضافہ کیا جائے۔

اے بادشاہ جانتے ہو اپنی بیوی کے اس مطالبے پر مسلمانوں کے سلطان نے کیا جواب دیا تھا اس نے کہا تھا۔

میرے پاس حمص کی تین دوکانوں کی آمدنی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے تم کو اسی آمدنی پر گزر اوقات کرنی ہوگی خدا کی قسم میں تمہاری خاطر اپنے پیٹ کو دوزخ کی آگ سے نہیں بھروں گا اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ میرے قبضے میں بڑے بڑے ملک اور ان کے خزانے ہیں تو سمجھو یہ سب کچھ مسلمانوں کا ہے میں تو صرف ان کا خزانچی ہوں مجھے ہرگز یہ اختیار نہیں ہے کہ حکومت کے خزانوں کو اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال کے لیے خرچ کروں یہ تو دشمنوں کے

خلاف جہاد اور مسلمانوں کی بہبود کے لیے وقف ہے۔ حمص کی تینوں دوکانیں میں تمہیں ہبہ کرتا ہوں تمہیں اختیار دیتا ہوں کہ خواہ انہیں فروخت کر ڈالو یا ان کا کرایہ وصول کرتی رہو۔

سنا ہے کہ سلطان نورالدین زنگی کی بیوی بھی ایسی باخدا خاتون ہے کہ وہ سلطان کا جواب سن کر خاموش ہو گئی اور پھر کبھی بھی اس نے اپنا خرچہ بڑھانے کا مطالبہ نہیں کیا۔

اے بادشاہ! مسلمانوں کے اس سلطان کی کامیابی کی ایک بڑی وجہ اس کی سادگی ہے مسلمانوں کا سلطان ایک درویش صفت انسان ہے تکلفات سے اجتناب کرتا ہے اور شاہانہ کروفر اور دوسرے ہر قسم کے تکلفات سے کلی اجتناب کرتا ہے۔

خلوت اور جلوت ہر جگہ اس کی زندگی انتہائی سادہ ہے اس نے ساری زندگی میں ریشم اور ہیرے جواہرات استعمال نہیں کیے اور اہل وعیال کے خرچ کے لیے بیت المال سے ایک حبہ تک نہیں لیتا۔

اس کی خوراک بھی سادہ ہے دسترخوانوں پر اکثر جو کی روٹیاں اور کبھی گیہوں کی خمیری روٹیاں اور گوشت ہوتا ہے اگر روٹی میسر نہیں ہوتی تو مسلمانوں کا سلطان ابلے ہوئے گوشت اور سرکہ پر اکتفا کرتا ہے اس نے کبھی یہ گوارہ نہیں کیا کہ بیت المال سے رقم لے کر بہترین کھانے کھائے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کے سلطان نے اپنی رہائش کے لیے چند کمرے مختص کر رکھے ہیں جو ہر قسم کی آرائش اور تکلفات سے عاری ہیں نہ ان میں قیمتی قالین ہیں نہ سونے چاندی کے ظروف انہیں دیکھ کر کسی کو یہ گمان تک نہیں ہوتا کہ یہ ایک عظیم الشان فرمانروا کی رہائش گاہ ہے۔

عام بادشاہوں کے برخلاف مسلمانوں کے سلطان کو رنگ رلیوں سے نفرت ہے میدان جنگ میں کوئی شخص ایک عام سپاہی اور اس میں امتیاز نہیں کرسکتا جو لباس معمولی سپاہی کا ہوتا ہے وہ سلطان کا بھی ہوتا ہے اور جو ہتھیار ایک عام سپاہی استعمال کرتا ہے ویسے ہی ہتھیار مسلمانوں کا سلطان بھی استعمال کرتا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ شخص رکا اس کے بعد ایمینڈ کو مخاطب کرتے ہوئے دوبارہ کہہ رہا تھا۔

مسلمانوں کے سلطان نورالدین زنگی کی عسکری تربیت بھی اوروں سے مختلف اور عجیب ہے اس کا جو لشکر ہے اس کے فرائض صرف جنگ اور لڑائی تک محدود نہیں بلکہ ملک پر جب آفات سماوی نازل ہوتیں ہیں تب بھی مصیبت زدوں کی ہر ممکن مدد کرنا اس کے لشکریوں کے فرائض میں شامل ہے وہ اپنے لشکریوں کی بہترین دیکھ بھال کرنے والا ہے اور انہیں اپنی روزی رزق کی طرف سے بالکل بےفکری ہوتی ہے۔

اس نے یہ بھی حکم جاری کیا ہوا ہے کہ جنگ میں اگر کوئی عسکری کام آجائے یا کسی اور حادثے میں فوت ہو جائے تو اس کی جگہ اس کے بیٹے کو لشکر میں لیا جائے اور اگر مرنے والے کا کوئی بیٹا نہ ہو یا وہ چھوٹی عمر کا ہو تو اس کے کسی قریبی عزیز کو اس کی جگہ لشکر میں جگہ دی جائے جب کسی لشکری کے ہاں بیٹا پیدا ہوتا ہے تو سرکاری کاغذات میں اس کے نام کا اندراج کیا جاتا ہے اور اس کی پرورش اور تربیت کے لیے سلطان کی طرف سے باقاعدہ وظیفہ مقرر کیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ اس نے جو مسلمانوں کے اندر اتحاد قائم رکھنے کی علامت قائم کی ہے وہ یہ ہے کہ اس کے لشکر کا جھنڈا عباسی خلفاء کی طرح سیاہ ہے اور اس میں انہوں نے کلابتون سے اپنا کلمہ لکھا ہوا ہے۔

مسلمانوں کے سلطان کی ایک عجیب وغریب بات یہ ہے کہ اس کے جنگ کرنے کا طریقہ بھی مختلف ہے اے بادشاہ ہمارے ہاں ہی نہیں بلکہ دیگر مسلمانوں کے ہاں بھی یہ طریقہ رائج رہا ہے کہ جنگ کے وقت لشکر میں طبل بجتے ہیں۔ اور نقارے بجائے جاتے ہیں لیکن سلطان نورالدین زنگی کا یہ طریقہ کار نہیں ہے۔

اس نے اپنے لشکر میں طبل اور جنگی باجوں کے بجانے کی ممانعت کر رکھی ہے اور اپنے لشکر کو وہ اپنے قرون اولی کے مجاہدین کی طرح تکبیروں سے لڑتا ہے جب تک وہ تیسری یا چوتھی تکبیر نہیں کہتا اس کے حکم کے مطابق اس کے لشکری حملہ آور ہونے کے لیے

پیش قدمی نہیں کرتے۔

اکثر لڑائیوں میں وہ اپنے لشکر کی قیادت خود کرتا ہے جب کسی جگہ وہ خود نہ جا سکتا ہو تو لشکر کی کمانڈری کسی متقی اور آزمودہ کار سالار کو دیتا ہے۔اور خود اسے رخصت کرتا ہے رخصت کرنے سے پہلے اسے جنگی تدابیر اور عدل و انصاف سے کام لینے کا حکم بھی دیتا ہے۔

اس کے علاوہ سلطان کا اپنے لشکریوں کے ساتھ سلوک انتہا درجہ کا مشفقانہ ہے وہ زخمی اور بیمار لشکریوں کی تیمارداری اور عیادت کے لیے خود جاتا ہے اس نے حکم جاری کر رکھا ہے کہ ہر سالار اور لشکری کو ایک خاص مدت کے لیے مناسب وقت کی رخصت دی جائے تاکہ وہ کچھ دن اپنے اہلیان میں گزارے۔ اے بادشاہ مسلمانوں کے سلطان نورالدین زنگی کے انہی اوصاف پر اس کے لشکری اس پر جان چھڑکتے ہیں اور جنگ کے دوران پیچھے مڑ کر دیکھنے کی بجائے دشمن کی صفوں کو روندتے ہوئے ان کے قلب میں گھسنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد مسلمانوں کے علاقوں سے آنے والا وہ نصرانی لحہ بھر کے لیے خاموش ہوا اس کے بعد طرابلس کے حکمران ریمنڈ کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

اے بادشاہ مسلمانوں کے سلطان کے متعلق میں جس قدر جانتا تھا وہ میں نے آپ سے کہہ دیا ہے جب وہ خاموش ہوا تو ریمنڈ نے اسے مخاطب کیا۔

یہاں تم کس سلسلے میں آئے یا تمہیں کسی نے بلایا اس پر وہ بول اٹھا۔

اے بادشاہ میں شیزر کا رہنے والا ہوں یہاں میرے کچھ عزیز ہیں ان سے ملنے کے لیے آیا تھا کہ آپ کے کارندوں نے مجھ سے رابطہ کیا اور آپ کے کہنے پر مجھے آپ کے سامنے پیش کر دیا۔

ریمنڈ نے پھر اسے مخاطب کیا کیا تم مستقل یہاں قیام کرو گے یا واپس چلے جاؤ گے۔

وہ شخص مسکرایا اور کہنے لگا۔

میرا قیام یہاں عارضی ہے میں نے کہا کہ میں شیزر کا رہنے والا ہوں یہ شہر گو مسلمانوں کی سلطنت میں آ چکا ہے لیکن مسلمانوں کے سلطان اور مسلمانوں کا سلوک اور رویہ اپنی نصرانی رعایا کے ساتھ بالکل برادرانہ اور دوستانہ ہے وہ جس طرح آپس میں ایک دوسرے کا

خیال رکھتے ہیں اس طرح نصرانیوں کا خیال بھی رکھتے ہیں اور ان کی خوب دیکھ بھال کرتے ہیں ان کی حفاظت اور پاسبانی بھی خوب کرتے ہیں اے بادشاہ میں یہاں سے واپس شیزر جاؤں گا۔

وہ شخص جب خاموش ہوا تو ریمنڈ نے اپنے ایک امیر کو اپنے پاس بلایا جب وہ اس کے قریب گیا تو اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اس شخص نے ہمیں بہترین معلومات فراہم کی ہیں اسے اپنے ساتھ لے جاؤ اسے انعام و اکرام سے نوازو اس کے ساتھ پہلے وہ امیر حرکت میں آیا اور اس شخص کو کمرے سے باہر لے گیا اس کے جانے کے بعد ریمنڈ نے اپنے امراء سلطنت پر ایک نگاہ ڈالی اس کے بعد انہیں مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

شیزر کے اس شخص نے جو معلومات فراہم کی ہیں وہ مسلمانوں کے سلطان کی سیرت کی عادت کی عکاسی کرتی ہیں لیکن ہم نے طے کر رکھا ہے کہ ہر صورت میں نورالدین کو شکست دے کر اس سے وہ علاقے واپس لینے ہیں جو علاقے اس نے نصرانیوں سے چھینے ہیں میں اس سلسلے میں دو قدم اٹھا رہا ہوں ان سے متعلق تم لوگوں سے مشورے کرتا ہوں دیکھتا ہوں تم لوگ کیا کہتے ہو۔

میرا پہلا منصوبہ یہ ہے کہ ایک بار پوری طاقت اور قوت سے نورالدین سے ٹکرایا جائے اس سلسلے میں میں اپنی جنگی تیاریوں میں مصروف ہوں لشکر کی تعداد بڑھا رہا ہوں اور لشکریوں کی تربیت بھی یورپ سے آنے والے بہترین صلیبی رضاکار کر رہے ہیں اس تربیت کی تکمیل میں ہمیں چند ماہ لگ جائیں گے اس کے بعد میں نورالدین کے خلاف حرکت میں آؤں گا اور مجھے امید ہے کہ ہم نورالدین کو پسپا ضرور کریں گے۔

یہ میرا پہلا لائحہ عمل ہے میرا دوسرا لائحہ عمل یہ ہے کہ میں آج ہی کچھ قاصد یروشلم کے نئے بادشاہ آموری یعنی بالڈون چہارم کی طرف روانہ کر رہا ہوں اور اسے میں مشورہ دوں گا کہ وہ اپنی سلطنت کے اندر چند انتہا درجہ کی خوبصورت لڑکیوں کا انتخاب کرے اور ان لڑکیوں کو جاسوسی اور مسلمانوں کے اندر انتشار برپا کرنے کی باقاعدہ تربیت دے کر انہیں مصر کی طرف روانہ کرے۔

میرے عزیزو! اس وقت مسلمانوں میں تین قوتیں ہیں ایک عباسی خلافت جو طاقت اور قوت میں نہ ہونے کے برابر ہے اس لیے کہ یہ خلافت نورالدین زنگی کے دم خم پر قائم ہے دوسری بڑی اور نمایاں قوت سلطان نورالدین زنگی کی ہے تیسری قوت مصر میں خلفاء کی ہے جن کے عباسیوں اور نورالدین زنگی سے خاصے اختلافات ہیں۔

جن لڑکیوں کا انتخاب کیا جائے گا اس سلسلے میں میں بالڈون چہارم کو یہ مشورہ بھی دوں گا کہ ان لڑکیوں کے ذمے جہاں مصر میں جاسوسی کا کام کرنا ہے۔ وہاں وہ مصری سالاروں اور عام عہدہ داران سے تعلقات پیدا کریں انہیں اپنے سانچوں میں ڈھالیں اور کوشش کریں کہ مصری خلفاء اور سلطان نورالدین زنگی کے درمیان بداعتمادی دشمنی اور عداوت کی خلیج قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

اس سے ہمیں یہ فائدہ ہو گا کہ مصری خلفاء اور نورالدین زنگی کے درمیان بداعتمادیاں بڑھیں گی ایک دوسرے پر شبہات کا اظہار کیا جائے گا تو یہ ایک دوسرے سے ٹکرانے کی کوشش کریں گے ساتھ ہی یہ بھی کیا جائیگا کہ معروف امراء کو ہم اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کریں اور اگر وہ ہماری طرف مائل ہو جاتے ہیں تو ہم نورالدین زنگی کے خلاف ان کی مدد کریں گے پھر انہیں نورالدین کے خلاف جنگ پر ابھاریں گے اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو یاد رکھنا نورالدین ہمارے سامنے چند دن بھی نہیں ٹھہر سکے گا۔

ریمنڈ کے امراء نے اس کی ان دونوں تجویزوں سے اتفاق کیا اس پر ریمنڈ خوش ہو گیا پھر اس نے وہ اجلاس ختم کر دیا تھا۔

☆

ایک روز خطلخ اور شمس الدین دونوں مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد حویلی میں داخل ہوئے اور انہوں نے سیدھا اصطبل کا رخ کیا وہاں بندھے سارے گھوڑوں کے چارے کا جائزہ لیا انہیں پانی پلایا پھر جب وہ دونوں اصطبل سے باہر نکل رہے تھے تو سامنے کی طرف مرسینہ ان کے سامنے آئی اور کسی قدر فکرمندی میں انہیں مخاطب کر کے کہنے لگی۔

آپ دونوں بھائی آئے ہیں امیر آپ کے ساتھ نماز پڑھ کر نہیں آئے۔

اس پر خطلخ بولا اور کہنے لگا

مرسینہ میری بہن میں جانتا ہوں امیر کے اس طرح نہ آنے سے تم پریشان اور فکرمند ہو جاتی ہو بہر حال ایسی کوئی بات نہیں مطمئن رہو بھائی نے ہمارے ساتھ ہی نماز ادا کی ہے پھر سلطان انہیں اپنے ساتھ لے گئے ہیں شاید وہ بھائی اور شیرکوہ سے کچھ اہم امور پر صلاح مشورہ کرنا چاہتے ہیں میرے خیال میں تھوڑی دیر تک آ جاتے ہیں انہوں نے ہمیں یہ بھی کہلا بھیجا ہے کہ اگر انہیں دیر ہو جائے تو سب لوگ کھانا کھالیں۔

پھر اچانک کچھ سوچنے پر خطلخ رک گیا اور مرسینہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میری بہن اچھا ہوا آپ ہم دونوں کو علیحدہ مل گئیں ورنہ ہم دونوں علیحدگی میں ایک اہم موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتے تھے میری بہن مغرب کی نماز کے لئے جانے سے پہلے اماں نے ایک بہت بڑا انکشاف ہم پر کیا اگر مغرب کی نماز کا وقت نہ ہو گیا ہوتا تو ہم اسی وقت اس موضوع پر آپ سے بات کرتے۔

مرسینہ نے بڑے غور سے خطلخ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی

میرے بھائی موضوع خیریت کا ہے نا مجھے پریشان مت کر دینا۔

اس پر اس بار شمس الدین بول پڑا میری بہن آپ کو فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں

ہے موضوع بالکل خیریت کا ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں موضوع خیریت کا ہی نہیں اس میں کسی قدر خوشی اطمینان آسودگی بھی پنہاں ہے۔

اماں نے ہم پر انکشاف کیا کہ مشال بھائی کو پسند کرتی ہے اور ان سے شادی کرنے کی خواہش مند ہے اور میری بہن آپ نے بھی اماں سے استدعا کی ہے کہ مشال کو بھائی کی زندگی کا ساتھی بنا دیا جائے کیا یہ درست ہے۔

مرسینہ کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ کہنے لگی جو کچھ اماں نے آپ سے کہا ہے وہ درست ہے بلکہ میں آپ دونوں بھائیوں سے التجا کروں گی کہ آپ اس سلسلے میں دونوں میری مدد کریں آج میں نے تہیہ کر رکھا تھا کہ جب امیر مغرب کی نماز ادا کر کے لوٹیں گے تو اس موضوع پر میں ان سے بات کروں گی اسی بنا پر میں بڑی بے چینی سے ان کا انتظار کر رہی تھی میں نے یہ ٹھان رکھی تھی کہ میں انہیں کھانا کھلانے کے بعد ان سے اس موضوع پر بات کروں گی مجھے امید ہے وہ خفا نہیں ہوں گے۔

مرسینہ جب خاموش ہوئی تو خطلخ بول پڑا

میری بہن پہلے تم بھائی سے بات کر لو

میں جانتا ہوں بھائی تمہیں انتہا درجہ کا پسند کرتے ہیں تم سے محبت کرتے ہیں اور میرا اندازہ ہے کہ تمہاری بات تمہارا کہا ٹالیں گے نہیں اگر وہ اس موضوع پر گفتگو نہ کریں بیزاری کا اظہار کریں یا تمہاری بات نہ مانیں تو پھر میں غلام حاضر ہوں اس سلسلے میں میں خود بھائی سے بات کروں گا ویسے بھی مجھ جیسے شخص کی گھٹی میں غلامی پڑی ہوئی ہے اس بناء پر کہ

مرسینہ نے اس کی بات کاٹ دی پھر بڑے تاسف بھرے انداز میں کہنے لگی بھائی پہلے بھی آپ اپنے لیے غلام کا لفظ استعمال کر چکے ہیں اس سلسلے میں میں نے اماں سے بات کی تھی اماں نے مجھ پر انکشاف کیا تھا کہ ایک دور میں آپ غلام رہے ہیں۔

اس پر خطلخ مسکرا کر کہنے لگا......

"میری بہن اس لیے تو میں اکثر و بیشتر اپنے لیے غلام کا لفظ استعمال کرتا ہوں بلکہ ہمارے خاندان کے اکثر اور بہت سے لوگ غلامی کے دور سے گزر چکے ہیں ان کے میں نام نہیں لوں گا میں تو فخریہ انداز میں اکثر اپنی گفتگو میں ذکر کرتا ہوں کہ میں جب چھوٹا ہی تھا

میں سلطان نورالدین زنگی کے باپ عمادالدین کا غلام تھا پھر سلطان کے باپ کی بڑی مہربانی کہ انہوں نے مجھے آزاد کر دیا اور اب میں یہاں صرف آزاد ہی نہیں اپنے لواحقین کے ساتھ خوش حالی کی زندگی بسر کر رہا ہوں۔"

خطلخ جب خاموش ہوا تو کسی قدر سنجیدگی میں مرسینہ کہنے لگی۔

میرے دونوں بھائیو قسم خداوند کی مجھے تم دونوں پر فخر ہے اکثر و بیشتر میں سوچتی ہوں کہ خداوند قدوس نے تم دونوں کی صورتوں میں مجھے نعمتیں عطا کر دی ہیں تم دونوں جہاں امیر کے بازو ہو وہاں میری بھی ہمت اور حوصلہ ہو اس موقع پر میں تم دونوں سے یہ بھی کہوں گی کہ مشال اپنے سلسلے میں سخت پریشان اور فکر مند ہے در اصل وہ دیوانگی کی حد تک امیر کو پسند کرنے لگی ہے اس نے یہ ٹھان رکھی ہے کہ اگر امیر نے اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے سے انکار کر دیا تو پھر وہ ساری زندگی شادی نہیں کرے گی اور وہ حویلی کے اندر میری اور امیر کی خدمت کرتے ہوئے ساری زندگی گزار دے گی۔

مرسینہ کی اس گفتگو پر شمس الدین اور خطلخ تھوڑی دیر تک سوچتے رہے پھر شمس الدین کہنے لگا۔

میری عزیز و محترم بہن آپ بالکل بے فکر رہیں اس سلسلے میں ہم پوری طرح آپ کا اور مشال کا ساتھ دیں گے بلکہ بھائی پر زور بھی ڈالیں گے میں نے اور خطلخ نے آج تک بھائی سے کچھ نہیں مانگا اس موضوع پر ہم دباؤ بھی ڈالیں اور زور بھی ڈالیں گے زیادہ سے زیادہ یہی کریں گے کہ ہمیں طمانچے ماریں گے اور اس سلسلے میں ان سے طمانچے کھا کر بھی یہ کام نکلوانا پڑا تو ضرور نکلوائیں گے۔

شمس الدین کی اس گفتگو پر مرسینہ ہنس دی پھر کہنے لگی نہیں میرے بھائی اللہ نہ کرے طمانچوں کی نوبت آئے مجھے امید ہے کہ امیر اس قدر تشدد پسند نہیں ثابت ہوں گے۔

یہاں تک کہتے کہتے مرسینہ کو رک جانا پڑا اس لیے کہ سامنے جو نیا مکان بنایا گیا تھا اس میں سے جمارا اور عبیرہ نکل آئیں قریب آ کر دونوں کھڑی ہو گئیں پھر جمارا بول اٹھی۔

لگتا ہے کسی اہم موضوع پر دونوں بھائی اپنی بہن مرسینہ سے گفتگو کر رہے ہیں اس پر شمس الدین ہنس دیا اور کہنے لگا۔

موضوع تو واقعی اہم ہے لیکن آپ دونوں سے پردہ بھی نہیں ہے دراصل مغرب کی نماز پر جانے سے پہلے اماں نے امیر سے مشال کی محبت کا ذکر کیا تھا اس وقت موقع نہیں ملا واپس آ کر ہم اپنی بہن سے اس موضوع پر گفتگو کر رہے ہیں۔

اس بار شمس الدین کی بات کاٹتے ہوئے جمارا بول پڑی۔

پہلے یہ بتائیں کہ امیر ہیں کہاں

مغرب کی نماز کے بعد وہ سلطان کے ساتھ چلے گئے ہیں شیرکوہ بھی ان کے ساتھ ہیں میرے خیال میں تھوڑی دیر تک وہ آ جائیں گے کسی انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں پھر شمس الدین نے مرسینہ کی طرف دیکھا۔

مرسینہ میری بہن اب جب کہ جمارا اور عبیرہ دونوں یہاں ہیں میرے خیال میں کھانا اکٹھے کھائیں گے بھائی نے مجھے کہہ دیا تھا کہ اگر مجھے دیر ہو جائے سب لوگ کھانا کھالیں۔

مرسینہ فوراً بول اٹھی اور شمس الدین کی بات کاٹتے ہوئے وہ کہنے لگی نہیں میرے بھائی ہم کھانا نہیں کھائیں گے امیر کا انتظار کریں گے وہ آئیں گے تو اکٹھے کھانا کھائیں گے۔

اس پر شمس الدین ہنس دیا اور کہنے لگا۔

بہن آپ نے میری بات کاٹ دی ورنہ جو الفاظ آپ نے ادا کیے ہیں وہ میں بھی کہنے والا تھا بھائی آئیں گے اکٹھے کھانا کھائیں گے اس کے بعد جب بھائی اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف جانے لگیں گے تو آپ بھی ان کے ساتھ چلے جانا اور علیحدگی میں ان سے بات کر اگر وہ مان گئے تو کسی کے سفارش کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔

اگر وہ نہیں مانتے تو پھر میں خطلخ جمارا اور عبیرہ چاروں اس معاملے میں پڑیں گے بھائی کو رضامند کرنے کی کوشش کریں گے اور مجھے امید ہے ہم بھائی کو منالیں گے۔

اگر بھائی پھر بھی نہ مانیں ہم چاروں تو اگر انہوں نے جھڑک دیا تو پھر بھی فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ ہمارے پاس ایک آخری حربہ بھی ہے اور وہ اماں ہیں اس پر اماں بات کریں گی اور مجھے امید ہے بھائی ماں کی بات ٹالے گا نہیں بہر حال میری بہن مطمئن رہو خدا نے چاہا تو یہ کام ہو کر رہے گا۔

مرسینہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ آبائی مکان سے ایک ساتھ عبدہ ازبل اور مشال نکل آئیں دور سے آتے ہوئے عبدہ بول پڑی میرے بچوں تم سب یہاں کیوں کھڑے ہو آؤ اکٹھے بیٹھتے ہیں اور مجدالدین کہاں ہے اس پر شمس الدین بول پڑا

اماں ہم ابھی ابھی آئے ہیں یہ سب بھائی کے متعلق ہی پوچھ رہی تھیں بھائی ذرا سلطان کے ساتھ گئے ہیں سلطان ان سے کسی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں تھوڑی دیر تک آ جاتے ہیں اس پر ازبل بول پڑی۔

اگر یہ معاملہ ہے تو آؤ سب اکٹھے بیٹھتے ہیں اور جب مجدالدین آتا ہے تو سب اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں اس کے ساتھ سب نئے بننے والے مکان میں سمرون کے پاس جا کر بیٹھ گئے تھے۔

سب آپس میں مختلف موضوع پر گفتگو کرنے لگے تھے ذرا دیر انتظار کرنا پڑا تھا کہ مجدالدین حویلی میں داخل ہوا سیدھا اسی مکان کی طرف آیا تھا اس لیے اس نے ان سب کو اکٹھے بیٹھے ہوئے دیکھ لیا تھا۔

جب وہ اس کمرے میں داخل ہوا تو عبدہ زہران ازبل اور سمرون کے علاوہ سب نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا استقبال کیا اس صورت حال پر مجدالدین جہاں تھا وہیں رک گیا اس کے چہرے پر سختی پھیل گئی تھی سنجیدہ ہو گیا تھا کچھ دیر وہ باری باری خطلخ شمس الدین جمارا مرسینہ مشال عبیرہ کی طرف گھورنے کے انداز میں دیکھتا رہا پھر وہ ان سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میں نے پہلے بھی کئی مواقع پر تم سے کہا کہ جب میں آؤں تو میرا استقبال مت کیا کریں میں آپ لوگوں میں سے ایک ہوں آپ سب لوگوں سے میرا ایک خون کا رشتہ ہے آپ لوگ کیا سمجھتے ہیں میں کیا کوئی مافوق الفطرت انسان ہوں تم جیسا عام سا انسان ہوں اس لیے مجدالدین کو رک جانا پڑا کیونکہ مسکراتے ہوئے اس کی ماں عبدہ بول پڑی۔

مجدالدین میرے بیٹے زیادہ سنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے کھڑے ہونے والوں میں تمہارے بہن بھائی ہیں تمہاری بیوی بھی ہے تم کیونکہ مرتبے میں ان سے بلند ہو اس بنا پر۔

مجدالدین نے فوراً ماں کی بات کاٹ دی اور کہنے لگا اماں جو کچھ آپ کہنے لگی ہیں وہ درست ہے اگر لشکر میں میں سالار ہوں تو وہ میں لشکر کے اندر ہوں گھر میں نہیں اماں آپ جانتی ہیں خطلخ مجھ سے عمر میں بڑا ہے اگر یہ میری آمد پر کھڑا ہوتو یہ میرے لیے باعث شرمندگی ہے۔

خطلخ ایسا متاثر ہوا کہ اس نے آگے بڑھ کر مجدالدین کو اپنے ساتھ لپٹا لیا اور کی پیشانی چومتے ہوئے کہنے لگا۔

میرے عزیز بھائی تمہارے کارناموں کی وجہ سے ہم تمہیں یہ عزت یہ احترام دیتے ہیں کم ازکم ہم سے یہ سعادت تو نہ چھینو بھوک لگی ہے کھانا کھائیں۔

اس پر مرسینہ مشال جمارا عبیرہ چاروں فوراً حرکت میں آئیں وہیں انہوں نے کھانے کے برتن لگادیئے وہیں سب اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھارہے تھے۔

کھانا کھانے کے بعد جب چاروں برتن سمیٹ کرلے گئیں تب مجدالدین کی نگاہ بچا کر اشارے سے مرسینہ کو عبدہ نے اپنے پاس بلایا پھر اس کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہنے لگی۔

میں ابھی مجدالدین کو تمہارے ساتھ بھیجتی ہوں تم اسے اپنے ساتھ اپنی خوابگاہ کی طرف لے جاؤ اور مشال کے موضوع پر اس سے بات کرو پھر دیکھتے ہیں کیا کہتا ہے۔ مجدالدین اس وقت خطلخ کی طرف دیکھ رہا ہے اس سے مخاطب ہے لہٰذا اس نے تمہارے ساتھ میری سرگوشی کو نہ دیکھا ہے نہ سنا ہے۔

اس پر مرسینہ مسکرادی پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئی پھر عبدہ نے مجدالدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

مجدالدین میرے بیٹے ذرا میری طرف دیکھو

مجدالدین عبدہ کی طرف مڑا اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

اماں یہ جو آج آپ نے کہا ہے کہ میری طرف دیکھو لگتا ہے آج خیریت نہیں ہے دیکھتا تو میں روز ہی آپ کی طرف ہوں پر آج تک یہ جملہ کبھی آپ نے استعمال نہیں کیا یہ جملہ آپ کے منہ سے نیا نکلا ہے اور نیا جملہ کوئی نہ کوئی رنگ ضرور لاتا ہے لگتا ہے آپ میرے لیے

کوئی نیا اور انوکھا موضوع چھیڑنا چاہتی ہیں۔

مجدالدین کے ان الفاظ پر عبدہ تھوڑی دیر تک مسکراتی رہی باقی لوگ بھی مسکرادیئے پھر عبدہ نے دوبارہ مجدالدین کو مخاطب کیا میرے بیٹے ہم سب یہاں بیٹھے ہیں تم مرسینہ کے ساتھ جاؤ مرسینہ علیحدگی میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہے دیکھو بیٹے یہ جو کچھ کہے اسے غور سے سنو جذباتی مت ہونا اور نہ ہی اس سے ناراضگی کا اظہار کرنا۔

عبدہ کے ان الفاظ پر مجدالدین فوراً سنجیدہ ہوگیا تھا ایک جواب طلب سی نگاہ اس نے مرسینہ پر ڈالی اس کے چہرے کا جائزہ لیتا رہا جب وہ کوئی اندازہ نہ لگا سکا تب وہ اپنی ماں کی طرف مڑا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اماں اگر آپ برا نہ مانیں تو میں یہ کہوں گا کہ آج آپ کا یہ رویہ مجھے بے گانہ اور اجنبی سا لگا کیا میں یہ سمجھ لوں کہ شادی کے بعد آپ میرے ساتھ اجنبیت برتنے لگی ہیں۔

اماں آپ میرے لیے صداقتوں کا علم میری کورچشمی کی بینائی اور بیچارگی کے لمحوں کے اندر میری خوشی کا سامان ہیں اماں عہدِ رفتہ اور ماضی کے راستوں کی کھوج میں آپ کی ذات ہی میرے لئے رہبری اور بلند حوصلگی کی شمع ہے آپ کے بغیر میں روح کی ویران کھیتیوں، تشنگی کے سرابوں، اجڑے دیار کے منتشر نقوش سے بھی گیا گزرا ہوں آپ ہی کے زیر سایہ آپ ہی کی تربیت کی وجہ سے وقت کی بدتعریف خزاں بھی ہمارے لیے اجنبی رہی۔

اماں آپ میرے ساتھ ہوں تو میں وقت کا بدترین احتساب بن کر گزرتی اندھی آہٹوں واہموں کی سیاہی اور افلاک کی بے کراں وسعتوں پر کمند ڈال سکتا ہوں آپ کا سایہ آپ کا ہاتھ میرے سر پر ہوتو میں پھیلے ہشت گوشوں اور لاکھوں قرنوں کی اندھی مسافتوں میں بھی اپنا راستہ اس طرح بنا سکتا ہوں جس طرح پیاسے صحراؤں کے اندر سراب اپنا راستہ بناتے ہیں اور جس طرح ستاروں کے درمیان مہتاب اپنا راستہ بنالیتا ہے۔

اماں قسم مجھے اس قادر مطلق کی جو چاند کو گھٹاتا بڑھاتا ہے فلک کو ستاروں کا زیور پہناتا ہے قسم مجھے اپنے رب عظیم کی جس کے حکم سے ہوائیں بادلوں کو ہانکتی ہیں اور جو اپنی کاریگری سے دن کو رات سے اور روشنی کو تاریکی سے جدا کرتا ہے آپ کے بغیر میری ساری خود اعتمادی میرے گرد و پیش کا تجسس وقت کے دھاروں میں مقید زنگ آموز ماضی اور گرسنہ

صداؤں سے بھی ہلکا ہو کر رہ جائے گا۔

اماں اگر مرسینہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہے۔تو وہ بات یہاں سب کی موجودگی میں نہیں کہی جا سکتی اگر سب کی موجودگی میں نہیں کہی جا سکتی تو کیا وہ آپ کی موجودگی میں بھی نہیں کہی جا سکتی کیا وہ بات اتنی ہی اہم ہے کہ......

اب تک عبدہ بالکل خاموشی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے سن رہی تھی پھر جب وہ یہاں تک پہنچا تو وہ بول اٹھی۔

بیٹے لگتا ہے تم کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو گئے ہو بیٹے مرسینہ اب تمہاری بیوی ہے میں جانتی ہوں کہ آج تک تم نے مجھ پر اندھا اعتماد کیا ہے اور کبھی تم نے مجھے ایک بیٹے کی حیثیت سے شکایت کا موقع نہیں دیا میں یہ بھی جانتی ہوں کہ جب تم چھوٹے تھے تو تمہارا باپ تم سے جدا ہو گیا تو میں نے تم لوگوں کو ماں اور باپ دونوں کا پیار دیا لیکن بچے یہ تم پر احسان نہیں ہے یہ میرا فرض تھا جو میں نے پورا کیا اب مرسینہ تمہاری بیوی ہے اگر کوئی ایسا موضوع ہے جس پر اس سے علیحدگی میں گفتگو کرنی چاہیے تو پھر علیحدگی میں اس سے گفتگو کرنا تمہارا فرض ہے۔

سانس لینے کے لیے عبدہ تھوڑی دیر تک رکی پھر وہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

مجدالدین یہ مت خیال کرنا کہ جو کچھ مرسینہ تم سے کہنے والی ہے اس سلسلے میں مجھ پر یا گھر کے سارے افراد پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا جس موضوع پر یہ تم سے بات کرنا چاہتی ہے اس موضوع پر پہلے ہم سب آپس میں بات کر چکے ہیں یہ بھی مت خیال کرنا کہ اس سلسلے میں مرسینہ نے مجھے اعتماد میں نہیں لیا اس کی حیثیت میرے ہاں ایک بیٹی کی سی ہے اور یہ کوئی بھی کام مجھے اعتماد میں لیے بغیر یا میری اجازت کے بغیر نہیں کرتی میں اس پر اتنی ہی خوش اور مطمئن ہوں جتنی تم پر شمس الدین پر خطلخ پر یا اپنی خود کی ذات پر اب زیادہ بحث مت کرنا جس موضوع پر مرسینہ تم سے گفتگو کرنا چاہتی ہے وہ موضوع تم دونوں میاں بیوی کے لیے سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے گو اس کی اہمیت ہم سب کی نگاہوں میں ہے اور اس میں کسی کی زندگی کا بھی سوال اٹھتا ہے اس لیے بیٹے تم مرسینہ کے ساتھ جاؤ جو یہ کہنا چاہتی ہے سنو میں تمہیں مرسینہ کے ساتھ اس لیے علیحدگی میں بھیج رہی ہوں تا کہ جس موضوع پر تم سے گفتگو ہوئی ہے اس

موضوع کا سب سے زیادہ اثر مرسینہ ہی پر ہونا ہے اس لیے علیحدگی میں تمہارا مرسینہ کو اور مرسینہ کو تمہیں مطمئن کرنا انتہائی ضروری ہے بیٹے وہ موضوع ایسا ہے کہ یہاں سب کے سامنے گفتگو نہیں ہو سکتی۔

بس زیادہ بحث نہیں کرنا جو میں نے کہا ہے اسے آخری سمجھو تم جانتے ہو تمہاری ماں نے تم پر کبھی بداعتمادی نہیں کی تمہاری ماں نے کبھی تمہاری غلط رہنمائی نہیں کی۔

عبدہ یہاں تک کہتے کہتے رک گئی اس لیے کہ مسکراتے ہوئے مجدالدین اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

بس اماں اس سے آگے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے آپ کا ہر فیصلہ آپ کی ہر بات میرے لیے حکم کا درجہ رکھتی ہے اگر وہ موضوع ایسا ہے کہ مجھے علیحدگی میں مرسینہ کے ساتھ گفتگو کرنی چاہیے تو میں مرسینہ سے علیحدگی میں گفتگو کر لیتا ہوں مجدالدین نے مرسینہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

اٹھو میرے ساتھ چلو مرسینہ فوراً اٹھی اور مجدالدین کے ساتھ ہو لی تھی دونوں میاں بیوی باہر نکل گئے تھے اس گفتگو کے دوران مثال بیچاری کی حالت عجیب و غریب تھی اس کی آنکھوں میں اندھی بنجر زمین اور کالی رات میں پرچھائیوں جیسے اندیشے اور کبھی نغموں کی گنگناہٹوں بھری امیدیں رقص کرنے لگی تھیں اور چہرے پر کبھی فضا کی بے کرانی میں سلگتے فانوس جیسی پریشانیاں اور کبھی زندگی کی گراں قدر اور اہم ترین قدروں سے بھرپور کیفیت دکھائی دیئے جاتی تھی تاہم اس نے کافی حد تک اپنے آپ کو سنبھالے رکھا کمرے میں جو گفتگو ہوتی رہی بڑے غور اور انہماک سے سنتی رہی چپ رہی بہر حال مجدالدین اور مرسینہ دونوں میاں بیوی اس کمرے سے نکل گئے تھے۔

مجدالدین اپنی خوابگاہ میں داخل ہوا مرسینہ اس کے پیچھے پیچھے تھی۔جس لمبی نشست پہ جا کے مجدالدین بیٹھا تھا۔اسی پر اس کے پہلو میں مرسینہ ہو بیٹھی۔پھر اس کی طرف دیکھتے ہوئے مجدالدین نے گفتگو کا آغاز کیا۔

مرسینہ کہو تم علیحدگی میں کون سے موضوع پر گفتگو کرنی چاہتی ہو۔

مرسینہ نے ایک بار بڑی بے چارگی اور بڑی عاجزی سے مجدالدین کی طرف دیکھا

اور کہنے لگی۔

جس موضوع پر میں آپ سے بات کرنا چاہتی ہوں وہ بڑا اہم اور کڑوا بھی ہے۔

پہلے آپ مجھ سے وعدہ کریں کہ آپ ناراض نہ ہوں گے۔

مجددالدین مسکرادیا اور کہنے لگا۔

مرسینہ میں نے شادی تم سے ناراض ہونے کے لیے تو نہیں کی تھی تم کہو میں کڑوی باتیں سننے کا عادی ہوں اور پھر جس سلطان کے لشکر کا سالار ہوں میں نے مختلف جنگوں میں حصہ لیتے ہوئے ذلت و پستی کے کفن پہنے، پیشہ ور غلاموں کی اہانت بھی دیکھی اور پابہ زنجیر قیدیوں کی بے بسی بھی دیکھ رکھی ہے روشنی ے غاروں کے اندھیروں کی طرف جاتے قوموں اور نسلوں کے شکست خوردہ متحرک کاروانوں کو بھی میں دیکھ چکا ہوں سرما کی ژالہ باری، گرما کی لُو بھری آندھیوں، گہری آہوں، اہم ناک سسکیوں کا بھی تجربہ رکھتا ہوں ایسے مردم گزیدہ دو ٹانگوں کے بھیڑیوں سے بھی پالا پڑ چکا ہے۔ جو وہم اور کرب کے جھگڑا کھڑے کرنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے بھی واسطہ پڑ چکا ہے جو خود زہر پی کر اوروں کو امرت کے جام بخش دیتے ہیں۔

مرسینہ میاں بیوی ایک مصیبت کے نیچے ایک دوسرے کے لیے قوس وقزح کے پیرہن اور گلشن کی آغوش کی سرفرازی ہوتے ہیں۔ جہاں شوہر اپنی بیوی کی حفاظت کے لیے پاسباں سی عقابی نظر رکھتا ہے وہاں بیوی اپنے جمال کے سراپے میں سنسنی دوڑا دینے والی طلسماتی آسودگی کا باعث بھی بنتی ہے۔ کالبد زیست اور وقت کے بھاگتے سفر میں جہاں شوہر بیوی کی خواہشوں کی تیشہ گری کرتا ہے وہاں عورت بھی اپنے جاں فزا رویے سے خوشبو بھری اپنی خوبصورتی دہکتے لبوں کے اپنے نطق۔ خوشگواری کی مہریں ثبت کرتے اپنے جمال سے اس کے گھر کے گوشے گوشے کو ایک مہکتی پھلواڑی میں تبدیل کر دیتی ہے۔

دیکھو مرسینہ تم میری بیوی ہو میری دیکھ بھال کرتی ہو خدمت کرتی ہو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تم کوئی کڑوی بات بھی کرو گی تو بھی میں تم سے ناراض نہیں ہونگا برداشت کرونگا لیکن میرا دل نہیں مانتا کہ تم مجھ سے کوئی کڑوی بات کرو گی۔ بہر حال تم کیا کہنا چاہتی ہو۔

مجددالدین کی اس گفتگو سے مرسینہ کو کچھ حوصلہ ہوا۔ ذرا کھسک کر مزید مجددالدین

قریب ہوئی اپنا دایاں ہاتھ اس کے دائیں کندھے پر اپنا سر اس کے بائیں شانے پر رکھتے ہوئے مرسینہ مسکراتے ہوئے دھیمے لہجے میں بول پڑی۔

اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ آپ مثال سے بھی شادی کر لیں تو پھر آپ کا کیا رویہ ہو گا۔

مجددالدین کے شانے پر سر رکھے مرسینہ اس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگی تھی اس نے دیکھا۔ اس کے اس انکشاف پر تھوڑی دیر تک مجددالدین مسکراتا رہا مرسینہ کا سر اپنے شانے سے ہٹا دیا پھر بڑے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہنے لگا۔

مرسینہ تم بھی کمال کی لڑکی ہو۔ اپنے ہاتھوں سے اپنے گھر میں سوتن لانا چاہتی ہو۔ کیوں سنگھاسن سے اتر کر قربان گاہوں کا رخ کرنا چاہتی ہو۔ کیوں اپنے نفس کو کرب کی ازتوں میں ڈبونا چاہتی ہو۔ کیوں قرب کی خواہشوں، محبت کی بارشوں سے نکل کر اپنے دل کے لیے شوریدہ سری کا ساماں کرتی ہو۔ یاد رکھنا اگر تم نے کہیں میری دوسری شادی کروادی تو گھر میں آنکھوں آنکھوں کا تصادم ہو گا روشنی سے روشنی ٹکرائے گی ارمان ویاس بھری شام و ری لڑپ اس گھر کو اپنی آماج گاہ بنالے گی پھر تم کیا کرو گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد مجددالدین کچھ دیر تو رکا کچھ سوچا بڑے پیار سے اس نے اپنا بازو مرسینہ کی گردن کے گرد حمائل کر دیا پھر کہنے لگا۔

مرسینہ آج تم اگر مجھے مثال سے شادی کرنے کا کہہ رہی ہو تو جب تم دونوں کے راؤ کے باعث اس گھر کا ماحول گلستان سے خارزاروں اور خوش نصیبی سے بدبختی کے راستوں پر سفر کرے گا تو یاد رکھنا تم آج جس طرح مجھے مثال سے شادی کا کہہ رہی ہو اسی طرح اسے طلاق کرنے کا بھی کہو گی ذرا اس وقت کو بھی اپنے ذہن میں رکھ کر مجھ سے بات کرو۔ اس وقت تمہارے، میرے جذبات ہوں گے۔ مرسینہ تم نے مجھے چاہا ہے اور زندگی میں میں نے پہلی بار کسی سے محبت کی ہے تو وہ تم ہو میں تمہیں زندگی بھر خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ کسی اور کی وجہ سے تم اپنے آپ کو کرب اور مصیبت میں ڈالو، اگر ایسا کرو گی تو جہاں تمہیں دکھ اور صدمہ ہو گا وہاں مجھے بھی پریشانیوں کے انبار اپنے شانوں پر اٹھانا پڑیں گے۔

مجددالدین کی اس گفتگو سے مرسینہ کسی حد تک مطمئن ہوگئی تھی جن خدشات کا اسے

دھڑ کا لگا ہوا تھا انہوں نے سر اٹھانے کی کوشش نہیں کی تھی مجد دالدین کے شانے سے اس نے اپنا سر اٹھایا سیدھی ہو کر بیٹھی پھر کہنے لگی۔

آپ جن خدشات کا اظہار کر رہے ہیں وہ نمودار نہیں ہوں گے گھر کا جو ماحول اس وقت ہے میں اور مشال دونوں آپ کی زندگی کی ساتھی بنکر اور زیادہ خوشگوار اور پرکشش بنائیں گے۔ میں آپ کو ضمانت دیتی ہوں کہ مشال کی وجہ سے اس گھر میں کوئی تبدیلی۔ اس کے سکون میں کوئی خلل پیدا نہیں ہوگا اس کی میں آپ کو ضمانت دیتی ہوں۔ اگر میرا کہا پورا نہ ہو تو جو چاہے سزا دیجئے گا میں اف نہیں کرونگی۔

بڑے پیار سے مجد دالدین نے اس کے سرخ دہکتے گال پر ہلکی سی ایک چپت لگائی پھر کہنے لگا۔

پہلے یہ بتاؤ کہ تم مشال کو میری زندگی کا ساتھی بنانے کے لیے اس قدر کوشاں اس قدر فکرمند کیوں ہو وہ خوبصورت ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ بے حد خوبصورت ہے اس کے رشتے کے لیے بات کریں تو یاد رکھنا ایسی لڑکی کے لیے لمحوں کے اندر ہزاروں رشتے نکل آتے ہیں ایک اچھا زندگی کا ساتھی اسے مل سکتا ہے پھر تم کیوں اسے مجھ سے ہی اور اپنے ساتھ ہی نتھی کرنا چاہتی ہو اسے موقع دو وہ اپنا گھر آباد کرے اگر تم زبردستی اسے میری بیوی بنا کر رکھنا چاہتی ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ تمہاری بیوقوفی اور حماقت ہے اور اپنی اس حماقت پر تم ایک روز پچھتاؤ گی۔

مجد دالدین جب خاموش ہوا تو مرسینہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دباتے ہوئے گہری مسکراہٹ اور میٹھی آواز میں کہہ رہی تھی۔ میں آپ کے ان اندیشوں سے اتفاق نہیں کرتی جس طرح پودے، پیڑ، گھاس بیلیں شاخیں، کلیاں، پھول، پھل بن کر گلستان بن جاتا ہے اس طرح میں آپ مشال، اماں چاروں مل کر ایک تاکستان کی سی زندگی بسر کریں گے میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ مشال کے آپ کی زندگی میں آنے کے باعث اس گھر کو ہم نا اتفاقی کا بحران، بے چارگی کا المیہ ماحول کی بے چینی کا شکار نہیں ہونے دیں گے ہم دونوں آپ کے لیے صداقت کا زندہ نشان تعریف کی علامت، وفا کے دستور، عبودیت کا آلاپ اور محبت کا خواب بن کر رہیں گی۔ میں آپ کو یہ بھی یقین دلاتی ہوں کہ جہاں ایک بیوی کی

حیثیت سے میں آپ کے لئے گلاب و سوسن ہوں گی وہاں مشال آپ کے لیے محبت کا سرو و صنوبر ثابت ہوگی۔ جہاں میں لہجہ کی شیرینی بنوں گی وہاں مشال تبسم کی نرمی ہوگی۔ جہاں میں آپ کے چہرے کی خوش رنگ تحریر بن جاؤں گی۔ وہاں وہ آپ کے لیے رعنائی اور لطافت کا سامان فراہم کرے گی۔ جہاں میرے بولنے کا انداز پرشوکت لہجے جیسا اور میرا جمال آپ کو پرتاثیر دلکشی جیسا لگے گا وہاں اس کی خوبصورتی بھی اور اس کا رویہ بھی آپ کے لیے شبنم کی لطافت اور محبت کا ریشم بن جائے گا جب تک مرسینہ بولتی رہی مجد دالدین چپ چاپ مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہا جب وہ خاموش ہوئی تو مجد دالدین بول پڑا۔

ویسے مرسینہ ایک بات ہے جہاں تم حد سے زیادہ خوبصورت اور حسین ہو وہاں تم نے اب اچھے اچھے اور خوبصورت الفاظ استعمال کرنا بھی سیکھ لیے ہیں۔ فی الوقت تو میں تمہیں کوئی آخری جواب نہیں دے سکتا ابھی تو میں لشکر گاہ کی طرف جا رہا ہوں۔ سلطان اور شیرکوہ دونوں وہاں پہنچیں گے۔ کچھ انتہائی اہم کام نپٹانے ہیں۔ اور پھر مجھے کچھ سوچنے کا موقع دو پہلے میں ایک موضوع پر سوچ و بچار کرونگا پھر سارے گھر کے افراد سے مشورہ کروں گا اور آخر میں میں اس موضوع پر خود مشال سے بھی بات کروں گا۔

روٹھنے کے انداز میں مرسینہ بول پڑی۔

اس طرح تو کافی دیر لگے گی آپ کو۔ کئی دن، کئی ماہ بھی لگا سکتے ہیں۔

مجد دالدین ہنس دیا کہنے لگا۔

تمہیں اس قدر بے چینی اور جلدی کیوں ہو رہی ہے۔ مشال کوئی کپڑے کا معمولی ٹکڑا تو نہیں ہے۔ جس کے میں دو چار پیچ گھما کر عمامے کے طور پر باندھ لوں گا

ہلکے ہلکے تبسم میں مرسینہ کہنے لگی۔

آپ نے مجھے بھی تو فی الفور عمامے کی طرح سر پر باندھ لیا تھا۔

تمہاری بات اور تھی پہلے جیسے لہجے میں مجد دالدین نے کہنا شروع کیا اس لیے کہ تم نے اس سے پہلے کسی سے محبت نہیں کی تھی۔ تم نے مجھ سے محبت کی تھی جواب میں میں نے بھی تمہیں چاہا تھا۔ ہم دونوں کی محبت رنگ لائی اور فی الفور ہم دونوں کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا لیکن مشال کا معاملہ اور ہے۔

جواب میں مرسینہ نے کچھ سوچا اور اس کے بعد مجد الدین کی آمد سے پہلے اس موضوع پر جو اس کی گفتگو عبدہ اور گھر کے دوسرے افراد سے ہوئی تھی اس کی تفصیل بھی کہہ ڈالی تھی۔

مجد الدین نے ایک لمبا سانس لیا اور پھر کہنے لگا۔

اس کا مطلب ہے معاملہ کافی طویل ہو چکا ہے اماں اور گھر کے دیگر افراد بھی اس میں آ چکے ہیں بہر حال فی الوقت تو میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا مجھے کچھ وقت دو۔ اس وقت تو مجھے مستقر کی طرف جانا ہے۔ اس کے ساتھ ہی مجد الدین اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا مرسینہ بھی کھڑی ہوگئی دونوں باہر آئے۔ جب وہ صحن میں آئے تو سب لوگ باہر نکل آئے تھے۔ اس موقع پر عبدہ سوالیہ سے انداز میں مجد الدین کی طرف دیکھ رہی تھی اور مشال چھپنے کے انداز میں عبدہ کے پیچھے کھڑی تھی۔ مسکراتے ہوئے مجد الدین کہنے لگا۔

اماں جس موضوع پر مرسینہ نے میرے ساتھ گفتگو کرنی تھی وہ ہو چکی ابھی میں جلدی میں ہوں میں نے مستقر کی طرف جانا ہے سلطان اور شیرکوہ وہاں پہنچیں گے۔ اس موضوع پر میں کچھ سوچ بچار اور آپ سب کے مشورے کے بعد ہی کوئی فیصلہ کرونگا اس کے ساتھ ہی مجد الدین حویلی سے نکل گیا تھا۔

O

انہی دنوں حلب شہر میں ایک ایسا انقلاب نمودار ہوا جس نے کفر و الحاد کی بکھرتی آوازوں تمدن کی گمراہی و پستی اوہام کی کڑی زنجیروں اور بدبختی کے دوڑتے سایوں کے اندر فطرت کے جلال، لوح و قلم کے سرور ماورائے کہکشاں و انجم اور شعلوں میں پنہاں وقت کے بدترین احتساب کا سامان باندھ کر رکھ دیا اس انقلاب نے مسلمانوں کے سجود والہانہ کو سچائی کے ضمیر کا پیچ و تاب ان کے بے قیام رکوعوں کو فطرت کو تسخیر کر لینے والی فکر و نظر کی گہرائی عطا کر دی تھی۔

یہ انقلاب نور الدین زنگی کی ذات سے وابستہ تھا۔ سلطان نور الدین زنگی جس کا دل خشیت الٰہی سے معمور رہتا تھا اور اس کے ہر قول و فعل میں اس کی جھلک بھی دیکھائی دیتی تھی

خشیت الٰہی کا اثر تھا کہ قرآن مقدس کی تلاوت کرتے اکثر اس کی آنکھیں نم ناک ہو جایا کرتی تھیں۔

سلطان نور الدین زنگی جو صلوٰۃ خمسہ کا سختی سے پابندی کرنے والا تھا نماز با جماعت ادا کرنے کے لیے ہمیشہ مسجد میں جایا کرتا تھا سب سے بے تکلف ملتا تھا ذکر الٰہی سے اسے شغف تھا خلوت ہو کہ جلوت اللہ کے ذکر سے وہ کبھی غافل نہ رہتا تھا۔ رات کا بیشتر حصہ ذکر الٰہی میں گذارتا اور رات کو وہ تہجد ادا کرتا اگر کبھی سوتا تو صبح سے پہلے ادا کر لیتا تھا اگر سواری میں ہوتا اور نماز کا وقت ہو جاتا تو اتر کر با جماعت ماز ادا کرتا تھا دوران تلاوتِ قرآن اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی تھی۔

اس کے علاوہ سلطان اپنی گفتار اور اپنے کردار میں اللہ کی برہان خیال کیا جاتا تھا وہ ایک مثالی مرد مومن تھا جس کی زندگی کا ہر لمحہ اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری میں گزرتا سلطان نے اپنی زندگی میں اپنی زبان کبھی دشنام سے آلودہ نہ کی تھی۔ اس کی مجلس ایسی پاکیزہ ہوا کرتی تھی کہ اس میں نیک اور پاکیزہ چیزوں کے علاوہ کسی کا گزر ہی نہ ہوا کرتا سلطان شریعت کی جس طرح پابندی کرتا تھا عام لوگوں سے بھی ویسی ہی پابندی کی امید رکھتا تھا۔

اس کی وسیع سلطنت میں کسی فرد کو جرأت نہ تھی کہ کھلے بندوں شریعت کی خلاف ورزی کر سکے۔ قمار بازی شراب نوشی اور دوسری منشیات کا ملک سے یکسر خاتمہ تھا۔ کھیل تماشوں اور لہو و لعب سے سلطان سخت نفرت کرتا تھا۔ البتہ وہ ایسے کھیل یا تفریح کی جازت دے دیتا تھا جس میں کوئی دینی غرض پنہاں ہو اور جس میں مسلمانوں کی بہبود کا پہلو نکلتا ہو چنانچہ وہ اکثر اپنے امراء اور روسا کے ساتھ چوگاں میں شریک ہوا کرتا تھا۔

لیکن اس سے اس کا مطلب تفریح نہ تھا بلکہ دینی مصالح ہی تھے ایک دفعہ جزیرہ سے ایک بزرگ نے لکھا کہ تم چوگان بازی میں خوامخواہ حصہ لیتے ہو اور میرے نزدیک شریعت میں اس میں حصہ لینا منع ہے۔

سلطان نور الدین زنگی نے اس بزرگ کے جواب میں لکھا خدا کی قسم میں تفریح یا دل بہلانے کے لیے چوگان نہیں کھیلتا صرف ضروری ورزش کے لئے ایسا کرتا ہوں کیونکہ لشکری

ہمیشہ جنگ میں مصروف نہیں رہتا۔ اس کے علاوہ ہم دشمنان خدا کے قریب رہتے ہیں نہ معلوم کب اور کس وقت مزاحمت یا دھاوا بولنے کی ضرورت پیش آجائے۔

جب ہم یہ کھیل کھیلتے ہیں تو ہمارے گھوڑے ہر وقت حملہ کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں اگر ہم ان کو تھانوں پر باندھ دیں تو یہ سست ہو جائیں گے۔ چوگان بازی سے ہمارا مقصد فقط اللہ کی رضا جوئی ہے تاکہ ہم خود اور ہمارے لشکری اور گھوڑے ہر وقت دشمن سے مقابلہ کے لیے مستعد و تیار رہیں۔

ایسے کردار رکھنے والے سلطان نور الدین زنگی نے ایک انوکھا اور عجیب وغریب خواب دیکھا۔

سلطان جب عبادت سے فارغ ہو کر بستر پر آرام کرنے کے لیے لیٹا تو اس کے خواب میں حضورؐ ملے ان کے ساتھ دو آدمی تھے جن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ نور الدین یہ آدمی مجھے ستا رہے ہیں ان کے شر کا استحصال کر۔ ایسا خواب نور الدین زنگی ہی دیکھ سکتا تھا جو قرآن پاک سمجھتے اور اس پر عمل کرنے پر مطلق کوتاہی نہ کرتا تھا۔ منکراتِ شریعت سے معترض اور امر کا تہہ دل سے مطیع تھا۔ احتیاط کا یہ عالم تھا کہ لشکر میں طبل کا بجانا موقوف کر دیا تھا۔ صحابہؓ کے دور کی طرح لشکر کو تکبیر بلند کر کے حملے کے لئے ہلاتا تھا رمضان مبارک کا بڑے احترام سے استقبال کرتا اور مقدس ماہ کے روزے پابندی سے رکھتا اور دوسرے لوگوں کو بھی پابندی کراتا۔ اس کی وسیع سلطنت میں کسی کی مجال نہ تھی کہ رمضان مبارک میں بے حرمتی کرے۔

مورخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ جب سلطان نے یہ خواب دیکھا اس وقت اس کا آفتاب اقبال نصف النہار پر چمک رہا تھا۔ یہ خواب اس کے لیے ایک طرح سے عظیم سعادت تھی اس واقع کو فی الحقیقت ایک تاریخی معجزہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

سلطان نور الدین زنگی ایک عابد شب بیدار تھا جو اپنی رات کا بیشتر حصہ عبادت میں گزارتا تھا۔ اس کا معمول تھا کہ رات عشاء کی نماز کے بعد بکثرت نوافل پڑھتا اور پھر حضورؐ پر سینکڑوں مرتبہ درود بھیج کر بستر پر لیٹ جاتا تھا۔ اسی لیٹنے کے دوران ہی اس نے یہ خواب دیکھا۔

ایسا خواب دیکھنے کے بعد نور الدین زنگی کا سکون جاتا رہا تھا چونک اٹھا تھا۔ اس المناک اور ہولناک خواب نے اس کے ہوش و خرد کو جنوں آمیز کر دیا تھا وہ مریضانہ خستگی اور ذہنی نقاہت کا شکار ہو گیا تھا۔ یہ خواب دیکھ کر اسے ایسا لگنے لگا تھا کہ جیسے وقت کے رخساروں پر آدمیوں کے سلگتے سائے سامراجی طوق توڑتے رگ و جاں کے رقص اٹھ کھڑے ہوں۔ یا کائنات کی قامت کے ماتھے کی شکنوں میں ہر شے کو بگولوں کی گرد کی طرح اڑاتے دہر کے انقلاب، ان دیکھی تصویروں، ان ہونی تعبیروں کی طرح اٹھ کھڑے ہوئے ہوں، جیسے وقت کے بے کراں صحرا میں شوریدہ حدتوں، دل کو بے چین روح کو بے تاب کر دینے والے قرن ہا قرن سے منتظر پردیسی طوفانوں نے اپنے سر اٹھاتے ہوئے کائنات کے اندر ایک خوف ناک تبدیلی کی ابتدا کر دی ہو۔

مجموعی طور پر سلطان نور الدین زنگی کو اس خواب نے ادھیڑ کر رکھ دیا تھا۔ خواب میں حضورؐ کے ان اشاروں سے پہلی رات سلطان نے یہ تاثر لیا کہ شاید صلیبیوں کا کوئی لشکر مسلمانوں پر حملہ آور ہونے والا ہے۔ اس لئے کہ ان دنوں صلیبی جنگیں اپنے عروج پر تھیں اور ہر صلیبی حکمران، یورپ کا ہر صلیبی رضا کار، سلطان نور الدین کے خلاف برسر پیکار ہو کر اسے ہر صورت میں نیچا دکھانے کی قسم کھائے ہوئے تھا۔

اس اشارہ کو ذہن میں رکھتے ہوئے دوسرے روز سلطان نے دمشق کے اندر اپنے عساکر کو چوکس کر دیا تھا۔

دوسرے روز سلطان نور الدین زنگی نے پھر ویسا ہی خواب دیکھا حضورؐ ان دو آدمیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نور الدین زنگی سے کہہ رہے تھے کہ یہ آدمی مجھے ستا رہے ہیں ''اٹھ اور مجھے ان کے شر سے بچا''۔

نور الدین زنگی نے جب دوسرے دن بھی یہ خواب دیکھا تو اس کی حالت نا قابل بیان تھی وہ بے چارہ تقدیر کے دکھوں کے کانٹوں، موت کے بستر پر کروٹیں لیتے دھرتی کے کھلتے اندیشوں میں ڈوب کر رہ گیا تھا اسے یوں لگا جیسے گلابوں کا روپ پھولوں کا نکھار، کلیوں کا مہکتا خمار، کھلتی چاندنی کا یقین بھرا رس، گلابی پنکھڑیوں کی سحر کاری عارض کی شکری ملاحتوں۔ وقت کی شبنمی لطافت اور فضا کی شگفتہ و حسین گدگدی پر شب خون مارنے کے لیے ان گنت ابلیسی

گماشتے حرکت میں آنے لگے ہوں یہ خواب دیکھ کر شب کی خاموش فضاؤں میں سلطان نورالدین زنگی کا شباب بھرا وجدان خوف تلخیوں اور اندیشوں کے اڈتے ہوئے جذبوں کا شکار ہوگیا تھا۔ اس کا مزاج رنج وغم کا کھلیان، دل ہواؤں کی آہ وزاری، ذہن عناصر کے نالہ و ماتم کا شکار ہوکر رہ گیا تھا دوسری بار خواب دیکھنے کے بعد وہ رات کے وقت ستاروں کی پھیلی دھول میں بڑی بے چینی سے صبح صادق کا انتظار کرنے لگا تھا۔

دوسری رات کو وہی خواب دیکھ کر سلطان نورالدین زنگی زیادہ پریشان وفکرمند ہوگیا تھا۔ اس لیے کہ پہلی رات کو خواب دیکھ کر اس نے اپنے لشکروں کو چوکس کر دیا تھا۔

اس کے بعد جو اس نے پھر وہی خواب دیکھا۔ تو اس کی پریشانیوں اور فکرمندی میں اضافہ ہوگیا تھا۔ سلطان ساری رات روتا رہا۔ اپنے رب سے استغفار و خیر کی دعائیں کرتا رہا اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ کہ خواب کا اشارہ کس طرف ہے۔

دوسرے روز سلطان نے اپنے رب کی رضامندی وخوشنودی کی خاطر خوب صدقہ و خیرات کیا۔ تاہم اس خواب نے سلطان کے آرام وسکون اس کے صبر وتحمل کو ایک طرح سے منتشر کر کے رکھ دیا تھا۔

تیسری رات پھر حضورؐ نورالدین زنگی کے خواب میں آئے آپؐ اسی طرح ان دو صلیبیوں کے درمیان گھڑے تھے اس روز آپؐ پہلے سے بھی زیادہ ملول اور افسردہ تھے اور اس دن بھی انہوںؐ نے ویسا ہی اشارہ ان دونوں صلیبیوں کی طرف کیا جیسے کہہ رہے ہوں نورالدین اٹھ اور مجھے ان بدبختوں کے شر سے بچا کہ یہ مجھے ستا رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ تیسرے دن کے خواب پر نورالدین بار بار استغفار پڑھتے ہوئے اٹھ بیٹھا تھا۔ وہ سخت پریشان و مضطرب تھا خوف اور وحشت سے اس کا بدن لرز کانپ رہا تھا۔

بلند پروازی جیسی خوداعتمادی، ہواؤں کی شہ روری جیسی جرأت مندی، کوہستانوں کی سنگینی جیسی شجاعت رکھنے والا سلطان یہ خواب دیکھنے کے بعد غم زدہ سسکیوں شام الم کے کرب خیز لمحات سا ہو کے رہ گیا تھا۔ وہ سلطان جو موت وحیات کے کھیل میں دشمنوں کی صفوں میں اس طرح گزر جانے کا ہنر جانتا تھا جیسے ریت سے پانی گزر جاتا ہے۔ تیسرے دن کا وہی خواب دیکھنے کے بعد وہ شب کی سلوٹوں میں زرد پتوں کی خشک کہانیوں جیسا ہوگیا تھا۔ آگ

کے دریا لہو کی ندیوں سے انقلاب نو کی علامت بن کر گزر جانے والا سلطان گمراہی کے اندھیروں جہل وظلمات کے جبر کے اندر سے اپنائیت کے خلوص اور انوکھی لگن وتڑپ سے بھرپور کرنوں کے ہجوم کی طرح اپنی راہ بنا لینے والا سلطان تیسرے دن کا خواب دیکھنے کے بعد بے چراغ شب میں لٹے لٹے چہرے شکن آلود قبا اور اجنبی فاصلوں کے اندر لپٹے سونے سنسار اور جراحتوں بھری زندگی جیسا ہوکر رہ گیا تھا۔

تیسرے دن کا خواب دیکھنے کے بعد سلطان روتا جاتا تھا اور حضورؐ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا جاتا تھا کہ اے میرے آقا و مولا آپ کو میرے جیتے جی کوئی ستائے یہ نہیں ہوسکتا میری جان و مال اولاد سب میرے آقا پر نثار ہیں خدا اس دن کے لیے نورالدین کو زندہ نہ رکھے کہ حضورؐ مجھ جیسے غلام کو یاد فرمائیں اور میں آرام سے بیٹھا رہوں خواب دیکھنے کے بعد وہ بار بار سجدے میں گرتا تھا اور رو رو کر التجا کرتا تھا کہ حضورؐ آپ کیوں اداس اور ملول ہیں میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھ غلام کو کوئی حکم دیجئے اپنے اس بندے سے کوئی کام لیجئے کہتے ہیں رات کا باقی حصہ سلطان نے رو رو کر اور بار بار سجدے میں گرتے ہوئے اپنے رب کے سامنے آہ وزاری کرتے ہوئے گزار دیا تھا۔

سلطان نورالدین نے اپنے سارے سالاروں امراء اور عمائدین کو اپنے ایوان معدلت میں جمع کیا اور انہیں اپنا خواب سناتے ہوئے ان پر انکشاف کیا کہ مدینے منورہ میں کموئی ایسا ناشدنی واقعہ ہوا ہے جس سے حضورؐ کی روح اقدس کو تکلیف پہنچی ہے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے مجھ غلام اور ناچیز کو خواب میں یاد کیا ہے لہٰذا میں آج ہی مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوں گا۔

محترم جمال الدین موسوی نے فوراً سلطان کے ان خیالات کی تائید کی اس پر سلطان نے سامنے بیٹھے پہلے شیرکوہ کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

شیرکوہ یاد رکھنا صلیبی چاروں طرف سے ہم پر حملہ آور ہونے کے لیے پر تول رہے ہیں یہاں سے روانگی سے قبل میں دو قدم اٹھا رہا ہوں پہلا یہ کہ میرے بعد تم یہاں میرے جانشین اور میرے نائب ہوگے ہر چیز کا خیال رکھنا دمشق کے اندر لشکریوں کو بالکل مستعد کر کے رکھنا شہروں کے حالات پر بھی گہری نگاہ ڈال کر رکھنا شیرکوہ سے نگاہیں ہٹانے کے بعد سلطان نے مجدالدین کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ابن الدایہ تمہارے ذمے میں ایک بہت سخت کام لگا رہا ہوں دیکھو میرا یہ خواب کوئی بے بنیاد نہیں یہاں سے میری روانگی کی خبر صلیبیوں کو ہوسکتی ہے اور وہ ہماری سرحدوں پر حملہ آور ہونے کی ابتداء بھی کر سکتے ہیں جو لشکر عام طور پر تمہاری سرکردگی میں کام کرتا رہا ہے اس لشکر کو لے کر آج ہی تم سرحدوں کی طرف روانہ ہو جانا تمہارے سرحدوں کی طرف جانے سے مجھے ایک طرح کا قلبی سکون ہوگا قطلغ کو اپنے ہمراہ رکھنا اپنے بھائی شمس الدین کو گھر چھوڑ کر جانا اس کے علاوہ دوسرے سالاروں میں سے اسامہ بن مرشد تمہارے ساتھ ہوگا جب کہ نجم الدین شمس الدین زین الدین فخر الدین مسعود سب یہاں دمشق میں شیرکوہ کے ساتھ رہیں گے اور اس کے کام میں اس کے معاون کے طور پر فرائض سرانجام دیں گے۔

سلطان کی اس تجویز سے سب امراء اور سالاروں نے اتفاق کیا پھر اسی روز مجدالدین اپنے چھوٹے سالاروں کو لے کر سرحدوں کی طرف کوچ کر گیا تھا جب کہ سلطان دمشق میں شیرکوہ کو اپنا جانشین چھوڑ کر مسلح دستوں کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

ان ایام میں دمشق سے مدینہ پہنچنے کے لیے عموماً بیس سے پچیس دن لگا کرتے تھے لیکن سلطان کے لیے یہ بڑا غیر معمولی واقعہ تھا اور اس نے یہ سفر بھی بڑی غیر معمولی رفتار سے کیا اپنے محافظ دستوں کے ساتھ مدینۃ النبی کی طرف کوچ کرتے وقت سلطان نے اپنے ساتھ خزانے کا ایک بہت بڑا حصہ بھی لے لیا تھا تا کہ وہاں اگر کوئی نبٹانے والے امور اٹھ کھڑے ہوں تو رقم خرچ کر سکے۔

حضورؐ سے متعلق یہ خواب دیکھنے کے بعد سلطان نور الدین زنگی پہلے ہی بڑا فکر مند تھا اور پھر ایسا جذبہ ایمان رکھنے والے سلطان نے یہ سفر بھی اسی جذبہ ایمانی کے تحت کیا تھا اور اس قدر برق رفتاری سے اس نے دمشق اور مدینۃ النبی کی مسافت کو طے کیا کہ جو سفر عموماً بیس دن میں طے کیا جاتا تھا وہ سلطان نے سولہ دن میں طے کر لیا۔

بہر حال سلطان مدینۃ النبی پہنچا مدینہ کے لوگ سلطان کی اس اچانک آمد پر حیران اور پریشان بھی ہوئے ایک تجسس اور فکر مندی میں پڑ گئے تھے کہ بغیر کسی اطلاع کے سلطان نور الدین زنگی کا اس طرح مدینہ میں داخل ہونا کسی وجہ اور علت کے بغیر نہیں ہے۔

مدینۃ النبی پہنچنے کے بعد سلطان نے جو سب سے پہلا کام کیا وہ یہ کہ اس نے شہر

میں آنے جانے کے سارے دروازے بند کروا دیئے شہر کے اندر اس نے مناروں کے ذریعے منادی کر دی کہ آج اہل مدینہ سب کے سب سلطان کے ساتھ کھانا کھائیں گے۔

سلطان نور الدین زنگی کی اس پیشکش نے اہل مدینہ کو اور زیادہ تجسس اور پریشانی میں ڈال دیا تھا ایسا واقعہ اس سے پہلے کبھی ہوا ہی نہیں تھا اور نہ ہی اس قدر عجلت میں آنے کے بعد کسی نے کبھی اہل مدینہ کی اس انداز میں دعوت کی تھی لہٰذا لوگوں کا پریشان ہونا فطری عمل تھا ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ایک دم شہر میں داخل ہونے کے بعد سلطان کیا کرنے والا ہے۔

بہر حال اہل مدینہ سلطان کے اخلاق کردار سے واقف تھے لہٰذا انہوں نے سلطان کی اس دعوت کو بڑی خوش دلی سے قبول کیا اہل مدینہ جب دعوت میں شرکت کے لئے آئے اور کھانا کھاتے رہے تو سلطان ایک ایک شخص کا بغور جائزہ لیتا رہا اس لیے کہ وہ ان دو اشخاص کو پہچاننا چاہتا تھا جن کی طرف حضورؐ نے خواب میں اشارہ کرتے ہوئے نور الدین زنگی کو کہا تھا کہ وہ انہیں ان دونوں کے شر سے بچائے۔

جب تک مدینہ کے لوگ کھانا کھانے کے لیے آتے رہے نور الدین ان سب کے اندر گھوم پھر کر ہر شخص کو بڑے غور سے دیکھتا رہا۔ لیکن اس کی جستجو اس کی پریشانی بڑھتی رہی اس لیے کہ وہ دونوں اشخاص جو اس نے حضورؐ کے ساتھ خواب میں دیکھے تھے وہ اسے نظر نہ آئے آخر جب دعوت ختم ہوگئی تو نور الدین کی اداسی اور پریشانی کی کوئی حد نہ تھی اس لیے کہ کھانا کھانے کے لیے آنے والے مدینہ کے لوگوں میں وہ دو شخص نہیں تھے۔

یہ صورت حال یقیناً سلطان نور الدین زنگی کے لیے لحہ فکریہ اور پریشانی کا باعث تھی آخر اس نے مدینۃ النبی کے امراء اور اکابرین کو جمع کیا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

مدینہ کا کوئی شخص ایسا تو نہیں رہا جو کسی وجہ سے میرے کھانے کی دعوت میں شریک نہ ہو سکا ہو۔

سلطان نور الدین کے اس استفسار پر ایک اللہ کا بندہ اٹھا اور سلطان نور الدین زنگی کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

اے سلطان مدینہ کے لوگوں میں سے تو کوئی ایسا نہیں رہا جس نے اس دعوت میں شرکت کر کے کھانا نہ کھایا ہو البتہ دو انتہائی بزرگ اور خدا رسیدہ زائر جن کا تعلق مغرب سے ہے

اور وہ کچھ عرصہ سے یہاں مقیم ہیں اس دعوت میں شامل نہیں ہوئے۔

تھوڑی دیر پہلے جہاں نورالدین زنگی کی حالت صدیوں کے دھواں دھواں وسوسوں فہم وادراک میں اندیشوں کے نشتر جیسی اداس موت کے بستر پر بکھری تدبیر کی راکھ خزاں پوش کڑے وقت اور دکھ کے کانٹوں کی طرح مایوس کن ہو رہی تھی اس شخص کے اس انکشاف پر اب اس کی آنکھوں میں زیست کے کمالات سے بھرپور اور تخلیقی جذبوں سے سرفراز حیات بھری امیدیں رقص کرنے لگی تھیں اور چہرے کی حالت ایسی ہوگئی تھی گویا ستاروں کے فسوں میں گنگناتی شوخ دستکوں اور نغمات برساتے اسلوب نے اپنا رنگ دکھانا شروع کر دیا ہو۔ تھوڑی دیر تک سلطان پرسکون انداز میں مسکرادیا آنکھوں میں ایک انوکھی سی چمک اٹھ کھڑی ہوئی پھر مخاطب ہونے والے سے اس نے بڑی بے تابی سے پوچھ لیا۔

وہ دونوں کہاں رہتے ہیں؟

اس شخص نے پھر سلطان نورالدین زنگی کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

سلطان محترم ان دونوں نے روضہ رسول کے قریب ایک مکان کرائے پر لے رکھا ہے اور اس میں ہر وقت وہ عبادت اور ذکر الٰہی میں مصروف رہتے ہیں وہ اصحاب کہف کی طرح گوشہ گیر دونوں بدیسی مجاور ہر وقت عبادت ہی میں دیکھے جاتے ہیں اگر عبادت سے ان کے پاس کچھ وقت بچتا ہے تو وہ جنت البقیع چلے جاتے ہیں اور وہاں لوگوں کو پانی پلاتے رہتے ہیں اس کے سواہ وہ کسی سے ملتے جلتے نہیں ہیں۔

اس انکشاف پر سلطان نے حکم دیا کہ ان دونوں کو فوراً میرے پاس لایا جائے سلطان کے اس حکم کی فوراً تعمیل کی گئی کچھ لوگ گئے اور ان دونوں کو پکڑ کر سلطان کے پاس لے کر آئے جونہی وہ سلطان کے پاس آئے سلطان نورالدین زنگی انہیں پہچان گیا وہ دونوں وہی تھے جنہیں سلطان نے حضورؐ کے ساتھ خواب میں دیکھا تھا اور جن کی طرف اشارہ کر کے حضورؐ نے فرمایا تھا۔

''نورالدین یہ آدمی مجھے ستا رہے ہیں اٹھ اور ان کے شر کا استحصال کر''۔

ان دونوں کو دیکھتے ہی فی الفور سلطان کی حالت ایسی ہوگئی تھی جیسے شعور کی سرحدوں پر قضا بن کر برق رقص کناں ہوگئی ہو جیسے سناٹوں کے پھیلے جال میں سماعت سے ماوراء آوازیں

اٹھ کھڑی ہوں جیسے ناچتے تفکرات کی سیاہ آندھیوں میں کھوجنے کی حدت اور پرکھنے کی لذت انقلاب برپا کرنے کے لیے کروٹیں لینے لگی ہو بدلتی ہوئی حالت کے باوجود سلطان نے ان کے خلاف فی الفور کوئی قدم نہیں اٹھایا اس لیے کہ اس امر کی تحقیق کرنا ضروری تھا اس لیے کہ ان دونوں کا لباس اور شکل وصورت مومنوں جیسی تھی۔

اس پر نورالدین نے فوراً فیصلہ کیا اپنے کچھ محافظوں کو اس نے ان کے پاس ٹھہرنے کا حکم دیا باقیوں کو لے کر سلطان شہر کے اکابرین کے ساتھ اس مکان کی طرف گیا جو ان دونوں زائرین نے اپنی رہائش کے لیے لے رکھا تھا۔

کہتے ہیں وہ ایک چھوٹا سا مکان تھا جس میں انتہائی مختصر سا سامان تھا جو اس مکان کے مکینوں کی زاہدانہ زندگی کی شہادت دیتا تھا اور اس پر مستزاد یہ کہ اس شہر کے سب لوگ ان دونوں کی تعریف میں بھی رطب اللسان تھے سلطان نے بڑے غور سے مکان کا جائزہ لیا بڑے غور سے ایک ایک چیز کو دیکھا بظاہر کوئی قابل اعتراض چیز اسے دکھائی نہ دی تھی اس کے باوجود سلطان مطمئن نہیں تھا اس لیے کہ خواب میں اس نے ان ہی دو اشخاص کو دیکھا تھا۔ پھر حضورؐ نے ان کی طرف اشارہ بھی کیا تھا لہٰذا سلطان کو پختہ یقین تھا کہ معاملے کے اندر کچھ نہ کچھ ہے اس مکان کے اندر گھومتے ہوئے سلطان نورالدین زنگی کے ذہن میں حضورؐ کا چہرہ مبارک گھوم جاتا تھا وہ یہ بھی سوچتا تھا کہ ان دونوں کی طرف اشارہ کرتے وقت حضورؐ غمگین تھے لہٰذا اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ اس معاملے کی تہہ تک وہ ضرور جائے گا۔

سارے مکان کو اچھی طرح دیکھنے کے بعد سلطان نورالدین زنگی نے اب اس مکان کے فرش کو ٹونک بجا کر دیکھنا شروع کیا لیکن فی الفور کوئی سرغ نہ ملا پھر وہ مکان کے بیرونی دروازے کے قریب آیا اپنی گردن کو اس نے خم کر لیا کچھ سوچا پھر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے وہ گڑگڑاتے ہوئے دعا مانگنے کے انداز میں کہہ رہا تھا۔

اے میرے رب! اے خدائے مہربان تو ہی برق تپاں کی قہر مانیوں کے رازوں سے واقف ہے باطل کے ظلم بھرے زندان کے بھیدوں سے تو آگاہی رکھتا ہے وقت کی مسافتوں میں کھٹی ان گنت داستانوں کا تو ہی راز دار ہے میرے اللہ کائنات کے اندھیروں کی تہوں میں تیرے ہی حکم سے روشنی آوازوں کی بکھرتی کان کی طرح گھس جاتی ہے تیرے ہی حکم سے وقت

کے قرطاس پر سلگتے سرخ لاوے حرکت میں آتے ہیں تیرے ہی حکم سے پھیلے ہشت گوشوں میں لہو کی جوالا متحرک ہوتی ہے تیرے ہی حکم سے تشنگی کے اندھے کرب میں سرابوں کا سمندر نزول کرتا ہے۔

میرے اللہ حالات اور وقت نے مجھے کچھ جاننے کے لئے مضطرب اور حریص کر دیا ہے میرے اللہ میں ایسا راہی ہوں جسے منزل کی تلاش ہے ایسا مسافر ہوں جسے راہنما درکار ہے میرے مالک میرے خدا راہنمائی درکار ہے میرے مالک میرے خدا اے کعبے کے رب جس کا کوئی خضرِ راہ نہ ہو دانش اور نیکی میں تو ہی اس کا راہنما ہے میرے اللہ اس معاملے میں میری راہنمائی میری ہمت افزائی فرما دعا مانگنے کے بعد سلطان نور الدین زنگی پھر پلٹا مکان کے اندر آیا اب اس نے اپنے پاؤں سے جوتے اتار دیئے تھے اور بڑے غور سے مختلف جگہوں کا جائزہ لیتا ہوا اس طرف بڑھا جہاں زائرین نے ایک چٹائی کے اوپر مصلہ بچھا رکھا تھا سلطان نور الدین زنگی جب اس جگہ گیا تو ٹھٹک کر رہ گیا یکا یک اسے یوں محسوس ہوا جیسے چٹائی کے نیچے فرش ہل رہا ہو۔

یہ صورت حال یقیناً سلطان نور الدین زنگی کے لیے حوصلہ افزا تھی اس مکان میں تلاشی لینے کے بعد وہ کسی قدر پریشان فکرمند اور اداس تھا لیکن اب اس کے چہرے پر امیدیں آنکھوں میں کامیابیوں کی جھلک رقص کرنے لگی تھی سلطان نے فوراً چٹائی جس پر مصلا بچھا ہوا تھا ہٹا دی سلطان اور وہاں موجود لوگوں نے دیکھا کہ وہاں ایک چوڑی سل پڑی ہوئی تھی جب سلطان کے کہنے پر اس سل کو ہٹایا گیا تب ایک انتہائی خوف ناک انکشاف ہوا۔

وہاں موجود سب لوگوں نے دیکھا اس سل کے نیچے ایک سرنگ تھی اس سرنگ کا سب نے جائزہ لیا تو دیکھا وہ سرنگ حضورؐ کے روضہ اقدس کی طرف جاتی تھی سرنگ کو دیکھتے ہوئے نور الدین کچھ سوچتا رہا معاملے کو وہ سمجھ گیا مورخین لکھتے ہیں یہ صورت حال دیکھتے ہوئے سلطان نور الدین زنگی بے اختیار رونے کے انداز میں بول اٹھا۔

''صدق اللہ وصدق رسول النبی الکریم''

مدینۃ النبی کے سادہ لوگ ان بھیڑ نما بھیڑیوں کی یہ حرکت دیکھ کر پریشان اور ششدر رہ گئے تھے ان کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ آسکتی تھی کہ مغرب سے آنے والے

دو زائر جنہوں نے روضہ رسول کے پاس رہنے کے لیے مکان لیا تھا جو ہمہ وقت عبادت میں معروف رہتے تھے اور جو وقت بچتا تھا اسے وہ لوگ جنت البقیع میں لوگوں کو پانی پلانے میں گزار دیتے تھے اس قدر گھناؤنا کردار بھی ادا کر سکتے ہیں یہ صورت حال یقیناً مدینہ کے وہاں جمع ہونے والے لوگوں کے لیے انتہا درجہ کی پریشان کن اور خوفناک تھی۔

سلطان نے فوراً ایک شخص کو اس سرنگ کے اندر جانے کے لیے کہا وہ شخص اس سرنگ کے اندر اترا اور اس نے آگے جا کر دیکھا سرنگ تقریباً مکمل ہو چکی تھی اور حضور اکرمؐ کے کفشِ مبارک تک جا پہنچی تھی سرنگ کے اندر اترنے والے شخص نے اندر جا کر ہر چیز کا جائزہ لینے کے بعد جو کچھ دیکھا اس کی ساری کیفیت آ کر سلطان سے کہہ دی تھی اس صورت حال پر سلطان نور الدین زنگی قہر اور جلال کی تصویر بن گیا تھا اور بڑے غصے اور بڑی قہرمانی میں اس نے ان دونوں زائرین کو پابہ زنجیر کر کے حضورؐ کے روضے کے سامنے لانے کو کہا خود بھی سلطان وہاں سے نکلا اور حضورؐ کے روضے کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔

بھیڑ کے لباس میں ملبوس ان دونوں بھیڑیوں کو سلطان نور الدین زنگی کے سامنے پیش کیا گیا وہ دونوں بھی شاید واقعہ کی سنگینی کو جانتے تھے اس لیے انہیں جب سلطان نور الدین زنگی کے سامنے پیش کیا گیا تو شرمندگی اور ندامت میں ان دونوں کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں جب ان دونوں کو سلطان کے سامنے لا کھڑا کیا گیا تو سلطان کی حالت یکسر تبدیل ہو کر رہ گئی تھی اس کی آنکھوں میں لاکھوں قرنوں کی مسافتوں کے اندر بھڑکتے الاؤ کی تمازت اور خوابیدہ چٹانوں سے ٹکراتے سمندر کے غصیلے رقص کی سی کیفیت چھا گئی تھی چہرے پر بادلوں اور ہواؤں پر قدغن اور تاریخ کے انقلاب اور تغیر پر سلگتے آئینوں کے سے عکس ڈال کر انہیں منجمد کر دینے والی نظام شمسی کی انوکھی قہرمانیت اپنا رنگ جما گئی تھی پھر سلطان نے ان دونوں کو انتہائی غضب ناکی سے مخاطب کیا فطرت کے گنہگارو، حرص و ہوس کے گماشتو! تم دونوں نے ہمارے ایمان کی امانتوں کی طرف غلط نظر ڈالی ہماری زمین کو بانجھ کرنے کی کوشش کی ہمارے آباء نے خون دے کر جن روایات کو وقت کی کھیتی میں لالہ زار بنایا کیا تم نہیں جانتے تھے کہ اپنے آباء کی اس دولت کی ہم حفاظت کرنا خوب جانتے ہیں برب کعبہ اہل ضلالت کو ہم ایسے کاموں میں فتح مند و سرخ رو نہ ہونے دیں گے تم جیسے لوگوں کے خلاف میری قوم کے فرزند سحر کی شعاعوں، قہر کے

سیلابوں، گرجتے بادلوں کڑکتی گرتی برق کی طرح حرکت میں آکر تم ایسوں کی قوت کو ٹھیکرے کی مانند خشک کرنے کی جرأت اور ہمت بھی رکھتے ہیں تم لوگوں نے تاریکیوں کو روشن کرتی کرنوں کو شب کی زنجیروں میں جکڑنے کی کوشش کی ہماری ایسی روایات کے خلاف دشمنی کا اظہار کرنے کی کوشش کی جن کا ہر لمحہ ہمارے لیے منزل کا سنگ میل ہے تم نے ہماری شرافت نفس، انسان دوستی رحم و عدل و انصاف کا غلط اندازہ لگایا ہے تم لوگوں نے ہماری زندگی کی گراں اور اہم قدروں پر بے حسی والا پرواہی کا شب خون مار کے ایک انتہائی برے اور گھناؤنے فعل کا ارتکاب کیا ہے۔ اور اس کی سزا سے تم دونوں بچ نہیں سکتے۔

اس کے ساتھ ہی سلطان نورالدین زنگی کے وہاں موجود لوگوں کو حضورؐ کے روضہ کے سامنے آگ کا الاؤ روشن کر کے حکم دیا تھا۔

اس کے بعد سلطان نے انتہائی غصے اور غضبناکی میں ان دونوں ملزموں کو مخاطب کیا۔

جو کچھ میں پوچھنے لگا ہوں اس کا جواب سچائی پر رہتے ہوئے دینا۔ دروغ گوئی فریب جھوٹ اور منافقت سے جواب دو گے تو یاد رکھنا تم دونوں کی وہ حالت بنا دی جائے گی کہ تم موت کو پکارو گے موت تم سے بھاگے گی اور زندگی تم دونوں کے منہ پر تھوکتی ہوئی نکل جائے گی۔ حقیقت کو چھپانے کی کوشش مت کرنا یہ بتاؤ تم دونوں کون ہو اور اس ناپاک حرکت سے تمہارا کیا مقصد ہے۔ سلطان نورالدین زنگی کے سامنے ان دونوں میں سے ایک نے سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے لرزتی کانپتی آواز میں کہنا شروع کیا۔

اے مسلمانوں کے سلطان ہم نصرانی ہیں اور ہمیں ہماری قوم نے تمہارے پیغمبرؐ کی نعش چرانے پر معمور کیا تھا ہم اپنے مذہب و ملت سے محبت کرنے والے ہیں اور ہمارے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کوئی کار ثواب نہیں سوائے مسلمانوں کے بادشاہ ہم یہ کام کرنے پر رضامند ہو گئے۔

پھر دیکھو ایسا ہوا جب ہمارے کام کا تھوڑا سا حصہ باقی رہ گیا تو ہمیں ایسا محسوس ہوا جیسے قیامت برپا ہونے لگی ہو اور نیلگوں آسمان کے آفاق پر ایک ایسا طوفان تھا جس سے انسانی دل لرز اٹھے پھر جس روز ہم تمہارے پیغمبرؐ کی نعش کے قریب پہنچے تو ہمیں ایسا لگا جیسے ایک طوفان

قہرمانیت کو اپنے کندھے اور شانوں پر اٹھائے زلزلے کی صورت اس زمین پر نازل ہوا ہوا اور جو اس زمین کی سطح کو پاتال میں بدل دے گا۔

اے بادشاہ ہم نے ان سارے واقعات کو دیکھتے ہوئے کچھ دنوں کے لیے اپنے کام کو بند کر دیا اس لیے کہ جو حالات رونما ہوئے تھے ان سے ہم خوف زدہ ہو گئے تھے ہمیں اپنی جانوں کے لالے پڑ گئے تھے ایسا لگتا تھا جیسے موت اور مرگ ایک عذاب کی صورت میں ہم پر نازل ہونے والی ہو اور پھر ہم نے اپنے کام کو ادھورا چھوڑتے ہوئے واپس جانے کا بھی ارادہ کر لیا تھا۔

پھر ہم نے سوچا کہ اتنی لمبی مسافت طے کر کے ہم جس کام کے لیے آئے ہیں اسے اگر ہم ادھورا چھوڑ دیں تو اپنے لوگوں کے سامنے ہماری کیا عزت کیا وقعت رہ جائے گی وہ ہم پر لعنت بھیجیں گے ہم پر تھوکیں گے کہ جب ہمارا کام مکمل ہونے والا تھا تو ہم چھوڑ کر بھاگ نکلے سو ہم نے ہمت سے کام لیا اور چند دن رک کر ہم نے اس خوف پر قابو پا لیا جو سرنگ کا آخری حصہ کھودتے ہوئے ہم پر طاری ہو گیا تھا۔

لیکن آہ اے بادشاہ تم وقت پر پہنچ گئے اور ہمیں گرفتار کر لیا ورنہ ہم اپنا کام دوبارہ شروع کرنے والے تھے۔ کاش ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے ہوتے۔ کہتے ہیں سلطان نورالدین زنگی کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا تھا۔ اس کے چہرے کا رنگ تپ کر سرخ ہو گیا تھا اور آنکھوں کے اندر وقت کی بدترین قہرمانیاں اپنا رنگ جما گئی تھیں پھر کڑکتی ہوئی آواز میں سلطان نے ان دونوں کو مخاطب کیا۔

کائنات کے بدترین ملعون شیطان کے غلیظ ترین گماشتو! تم نے جو حرکت کرنے کا ارادہ کیا ہے اس کی پاداش میں تم لوگوں کو بدترین سزا کا سامنا کرنا ہو گا۔

تم لوگوں کو کوئی حق ہی نہیں پہنچتا کہ خدا کی اس زمین پر چلتے پھرتے نظر آؤ تم دونوں نے ایسے گھناؤنے فعل کے مرتکب ہوئے ہو جس کے لیے معاف کیے جانے کا سوال تک پیدا نہیں ہوتا۔ میری نگاہوں میں اس وقت تم خدائے قدوس کی اس انام میں بدترین انسان ہو اور تم اس جرم کی بنا پر بدترین سزا ہی کے مستحق ہو کاش تمہیں مامور کرنے والے اس وقت میرے روبرو ہوتے تو میں ان کے لیے بھی بدترین سزا تجویز کرتا۔

اس کے بعد سلطان نے ان دونوں مجرموں کو آگ کے بھڑکتے ہوئے الاؤ میں ڈالنے کا حکم دے دیا تھا۔ یہ حکم ملتے ہی انہیں آگ میں پھینک دیا گیا۔ یوں وہ دونوں اپنے بدانجام کو پہنچے کہتے ہیں ان دونوں کو سزا دینے کے بعد سلطان پر ایسی رقت طاری ہوئی کر روتے ہوئے اس کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔ کافی دیر تک وہ حضورؐ کے روزے مبارک سے لپٹ کر روتا رہا مدینہ منورہ کی گلیوں میں گھومنے لگا اور رو رو کر کہتا تھا۔

''اتنی سعادت کہ حضورؐ نے اس کام کے لیے میرا انتخاب کیا''

جب سلطان سنبھلا تو اس نے سب سے پہلا حکم یہ دیا کہ حضورؐ کے روضہ کے گرد ایک گہری خندق کھودی جائے ورا سے سیسے سے بھر دیا جائے تا کہ آنے والے دنوں میں پھر کوئی ملعون ایسی حرکت نہ کر سکے۔ سلطان کے حکم پر ایسی گہری خندق کھودی گئی کہ زمین سے پانی نکل آیا۔ لوگوں نے بڑی تگ و دو اور بڑی جانفشانی سے اس کار خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مستقبل میں حضورؐ کے روضہ کی حفاظت کی خاطر پھر سلطان نے سیسہ پگھلا کر اس خندق میں بھر دیا تھا کہ پھر کوئی دشمن دین ایسی حرکت کرنے کی جسارت نہ کر سکے اس سارے کام سے فارغ ہو کر سلطان نے اپنے رب کے حضور سجدۂ شکر ادا کیا اور واپس لوٹ گیا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ روضہ رسولؐ کے گرد یہ سیسے کی دیوار آج بھی موجود ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ابد تک رہیگی۔ اس سے بڑھ کر سلطان نور الدین زنگی کی مغفرت کا اور کیا سامان ہو سکتا ہے آج بھی اہل مدینہ سلطان نور الدین زنگی کا نام انتہائی محبت اور احترام سے لیتے ہیں اور اس کا شمار ان نفوس قدسیہ میں کرتے ہیں جنہیں محب رسولؐ ہونے کا حق حاصل ہے۔

☆

سلطان نور الدین زنگی مدینۃ النبیؐ سے لوٹ آیا تھا اس وقت لشکر کے ایک حصے کے ساتھ شیر کوہ نے حلب میں قیام کیا ہوا تھا جب کہ لشکر کے ایک اور حصے کے ساتھ مجد الدین صلیبیوں کی سرحدوں کی طرف تھا یہاں تک کہ طرابلس کے حکمران ریمنڈ کو ان حالات میں شرارت سوجھی لہٰذا اس نے ایک لشکر کے ساتھ اپنے علاقوں سے قریب ترین جو مسلمانوں کے علاقے تھے ان کے اندر تاخت و تاراج کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا تھا۔

سلطان کو جب ریمنڈ کی اس شرانگیزی کی اطلاع ملی تو اس نے فوراً جو لشکر اس کے پاس تھا اس کے ساتھ طرابلس کا رخ کیا۔

ریمنڈ کو جب خبر ہوئی کہ سلطان منزل پر منزل مارتا ہوا اس کی سرکوبی کے لیے آرہا ہے تب وہ خوف زدہ ہو کر حصن الاکراہ نام کے قلعے میں محصور ہو گیا۔ قلعے میں پہلے سے بھی صلیبیوں کی بڑی تعداد جمع تھی اور ان میں یورپی جنگ جو بھی شامل تھے۔

حصن الاکراہ کے قریب بقیہ کے مقام پر سلطان نے پڑاؤ کیا۔

سلطان کئی روز تک اپنے لشکر کے ساتھ اس میدان میں رمینڈ کا انتظار کرتا رہا کہ مقابلہ کرے گا لیکن ریمنڈ کو ایسا کرنے کی ہمت و جرأت نہ ہوئی۔

ایک دن عین دوپہر کے وقت جب کہ سلطان اپنے لشکریوں کے ساتھ ہتھیار کھول کر اپنے خیموں میں آرام کر رہا تھا۔ ریمنڈ اپنے لشکر کے علاوہ پہلے سے مقیم وہاں صلیبیوں کے ساتھ حصن الاکراہ کے ایک خفیہ دروازے سے نکل کر پہاڑی راستے سے چکر کاٹتا ہوا اچانک مسلمانوں پر حملہ آور ہو گیا۔

مسلمانوں کو اتنی مہلت نہ مل سکی کہ ہتھیار سنبھال سکتے نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی بڑی تعداد جنگ میں کام آ گئی کچھ پسپا ہوئے ریمنڈ کے لشکریوں نے آگے بڑھ کر سلطان کے خیمے کا

محاصرہ کرلیا تھا۔

سلطان نے اس نازک موقع پر بے پناہ حوصلے اور جرأت مندی کا مظاہرہ کیا وہ بغیر قباء پہنے شمشیر بدست اٹھ کھڑا ہوا اور دائیں بائیں آگے پیچھے وار کرتا ہوا صلیبیوں کے لشکری صفوں کو چیرتا ہوا آگے نکل گیا تھا اس کی خوش قسمتی تھی کہ اس کا گھوڑا اس کے خیمے سے باہر ہی کھڑا تھا وہ اچک کر اس پر سوار ہو گیا اور دور تک پھیلے صلیبیوں کے جتھے کے درمیان سے بجلی کے کوندوں کی لپک کی طرح نکل گیا تھا۔

بقیعہ کے میدانوں میں اس شکست سے سلطان کو بے حد صدمہ ہوا مگر اس سے اس کے عزم و ہمت میں ذرا بھر کمی نہ ہوئی بقیعہ سے چھ کوس کے فاصلے پر بحیرۂ قدس کے کنارے ایک جگہ سلطان رک گیا ادھر ادھر ہونے والے لشکری بھی اس سے آن ملے تھے اس موقع پر کچھ لشکریوں نے سلطان کو مشورہ دیا کہ اس وقت ہم بالکل بے سروسامان ہیں اور خدشہ ہے کہ صلیبی ہمارے تعاقب میں یہاں آ پہنچیں۔ ہمیں پسپا کرنے والے دشمن کے اس قدر قریب پڑاؤ ڈالنے کی بجائے بہتر ہے کہ ہم حمص میں جا کر قیام کریں۔

کہتے ہیں اس موقع پر سلطان نے برہم ہو کر کہا۔

عزیزو اگر میرے ساتھ صرف ایک ہزار سوار رہ جائیں تو بھی کثیر تعداد دشمن کی مطلق پرواہ نہیں رب ذوالجلال کی قسم جب تک میں نصرانیوں سے مسلمانوں کا بدلہ نہ لے لوں گا ہرگز کسی دیوار کے سائے میں نہیں بیٹھوں گا۔

سلطان کا یہ جواب بے مثال جرأت مندی لاجواب خود اعتمادی اور مومنانہ عزیمت کا آئینہ دار تھا اس نے اپنے ساتھیوں کے سینے میں ایمان کی شمع روشن کر دی تھی اور وہ بد سے بدتر حالات میں بھی سلطان کے ساتھ جانے کو تیار ہو گئے تھے۔ ساتھ ہی سلطان نے دمشق سے خیمے گھوڑے اور آلات حرب وضرب بھی منگوا لیے تھے۔ جب یہ سامان پہنچ گیا تو اس نے وہ تمام سامان اپنے لشکریوں اور ساتھیوں میں تقسیم کر دیا اس کے علاوہ اس نے دو لاکھ دینار ان لوگوں میں تقسیم کیے جن کے لواحقین اس معرکہ میں شہید ہوئے تھے اور ان کی جگہ ان کے عزیز و اقارب کو لشکر میں لینے کا حکم دیا اس طرح چند دن کے اندر اندر اس نے پھر اپنی کمی کو پورا کر لیا تھا۔

مورخین کہتے ہیں کہ جب سلطان اپنے لوگوں میں یہ سامان تقسیم کر رہا تھا اس کے جوانوں نے مشورہ دیا کہ لوگ جس طرح نقصان کا دعوہ کرتے ہیں اس پر ان سے حلف لینا چاہیے اور اسی طرح ان کے نقصان کی تلافی کی جانی چاہیے۔

سلطان نورالدین زنگی کی فیاض طبیعت کو یہ گوارہ نہ ہوا کہ کسی لشکری کے بیان پر شک کرے اس نے حکم دیا کہ کسی شخص سے ہرگز حلف نہ لیا جائے وہ جو طلب کرے اس کو دے دیا جائے میں ان کو تھوڑا یا بہت جو کچھ بھی ان کو دیتا ہوں اس میں ثواب بھی میرے پیش نظر ہوتا ہے۔

اس موقع پر سلطان کے ایک اور سالار نے گذارش کی کہ اگر آپ کو اجر ثواب کا خیال ہے تو آپ شہر کے صوفیا، فقراء جو کثیر تعداد میں وہاں موجود ہیں ان کو دیں اور ان سے امداد طلب کریں۔

اس سالار کی بات سن کر سلطان کا چہرہ شدت جذبات میں سرخ ہو گیا اور تیز لہجے میں وہ کہنے لگا خدا کی قسم میں صرف اللہ تعالیٰ سے مدد کا طلب گار ہوتا ہوں جو لوگ یہاں سے دور بیٹھے ہیں ان سے کیا مدد ملے گی جو جہاد فی سبیل اللہ کے لیے نرم بستر چھوڑ کر تیروں کے سائے میں شب و روز گزارتے ہیں ان کا حق چھین کر دوسروں کو کیسے دوں بیت المال کا سب سے زیادہ حق تو ان ہی لوگوں کا ہے جو تلوار کی بارش میں دشمنوں سے لڑتے ہیں اور احیائے کلمہ حق کرتے ہیں۔

سلطان نورالدین زنگی کا یہ مجاہدانہ جواب سن کر ایسے مشورے دینے والے سب لوگ خوش ہو گئے اور وہ نہایت دریا دلی سے اپنے لشکریوں میں مال و اسباب تقسیم کرتا رہا یہاں تک کہ سب کی تالیف قلوب ہو گئی اور ہر شکست کی ناخوشگواریاں ان کے دلوں سے محو ہو گئیں۔

بقیعہ کے میدانوں میں سلطان کو پسپا کرنے کے بعد نصرانیوں نے ارادہ کیا آگے بڑھ کر حمص شہر پر قبضہ کر لیں لیکن جب ان کو معلوم ہوا کہ سلطان کے اردگرد اس کے لشکری بڑی تیزی سے جمع ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ سلطان کو ایسی بدترین شکست دے کر انہیں اپنی جانوں کے لالے پڑ جائیں لہٰذا انہوں نے اپنا یہ ارادہ ترک کر دیا تھا۔

سلطان نصرانیوں سے حصن الاکراد سے اپنی پسپائی کا انتقام لینے کے لیے نکلنا ہی

چاہتا تھا کہ عالم اسلام میں ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا وہ یہ کہ مصر سے شادر نام کا ایک شخص سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور مصر کے حالات سے متعلق اس نے سلطان سے مدد طلب کی۔

مصر کے حالات کچھ یوں تھے کہ وہاں فاطمی خلافت قائم تھی اور خلافت فاطمی کی شان وشوکت اور سطوت کا انحطاط پانچویں صدی ہجری یعنی گیارہویں صدی عیسوی میں شروع ہو چکا تھا تاہم جب تک پانچواں خلیفہ مستنصر باللہ زندہ رہا فاطمی خلافت کی ظاہرہ آب وتاب کس حد تک قائم رہی اس کی وفات کے بعد یہ ظاہری ڈھانچہ بھی درہم برہم ہونا شروع ہو گیا۔

فاطمی خلافت کے اسی انحطاط کا فائدہ اٹھاتے ہوئے صلیبیوں نے شام اور فلسطین میں کافی علاقے فتح کر لیے جو خلافت مصر کے زیر اثر تھے۔

اگر فاطمی حکمران اپنی ابتدائی ناکامیوں سے عبرت حاصل کرتے اور اپنی توجہ تمام تر صورت حال کی اصلاح پر مرکوز کرتے تو شاید مصر کو آنے والے سالوں کی اس تباہی وخون ریزی سے دوچار نہ ہونا پڑتا جس نے خلافت کے جاہ وجلال کو ہمیشہ کے لیے خاک نامرادی میں دفن کر دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اس زمانے میں مصر کے خلفاء کی حیثیت ایک شطرنج کے شاہ سے زیادہ نہ تھی اصل طاقت وزراء کے ہاتھ میں تھی مدعیان وزارات ہر وقت باہمی چپقلش جنگ و جدل اور طاقت وزور آزمائی میں مصروف رہتے تھے جو جیت جاتا تھا وہی سلطنت کے سیاہ و سفید کا مالک بن بیٹھتا تھا خلیفہ کی مجال نہ تھی کہ اس کی مرضی کے بغیر ایک قدم بھی اٹھائے وہ ہر حالت میں برسر اقتدار آنے والے وزیر کے اشاروں پر چلنے پر مجبور ہوتا تھا۔

فاطمی خلیفہ مستنصر باللہ نے اپنے ہاتھوں سے بیت المقدس کو کھو کر وفات پائی تو اس کے بعد عامر باحکام اللہ پھر حافظ الدین اللہ اس کے بعد ذافر امر اللہ یکے بعد دیگرے مصر کی مسند خلافت پر بیٹھے ان کے عہد حکومت میں صلیبیوں نے مسلمانوں کے شہر کے شہر فتح کر ڈالے اور وہ بے بسی کے عالم میں مسلمانوں کے قتل و بربادی کا تماشہ دیکھتے رہے۔

کہتے ہیں خلیفہ عامر باحکام اللہ خلیفہ بنا تو اس قدر کم عمر تھا کہ تنہا گھوڑے پر نہ بیٹھ سکتا تھا۔ اس کے عہد میں صلیبیوں نے عکہ طرابلس اور کئی دوسرے شہر فتح کر لیے۔ اس کے علاوہ یروشلم کے بادشاہ بالڈون نے مصر میں داخل ہو کر وہاں کے شہریوں کو ذبح کر ڈالا، مکانات لوٹ لیے مسجدوں کو آگ لگا دی لیکن حیرت ہے خلیفہ کو اپنی مجلس عیش ونشاط چھوڑ کر صلیبیوں کے مقابل آنے کی توفیق نہ ہوئی۔ اگر اس موقع پر یروشلم کا بادشاہ بالڈون بیمار ہو کر واپس نہ چلا جاتا تو مصر کو اس سے بھی بڑی تباہی کا سامنا کرنا پڑتا۔

مزید بدبختی یہ کہ جب عامر بہ احکام اللہ کو ایک باطنی نے قتل کر دیا اور حافظ الدین اللہ ساٹھ سال کی عمر میں مسند خلافت پر بیٹھا تو اس کے عہد میں سسلی کے بادشاہ راجر نے اپنے بحری بیڑے کے ساتھ افریقہ پر حملہ کیا مسلمانوں کے شہر برقہ طرابلس الغرب اور مہدیہ پر قبضہ کر لیا تب بھی اس بدبخت خلیفہ کے کان میں جوں تک نہ رینگی پھر راجہ سکندریہ کی طرف بڑھا لیکن سکندریہ کے مسلمانوں کی خوش قسمتی کہ سسلی پر رومنوں کے حملہ آور ہونے کی وجہ سے وہ واپس جانے پر مجبور ہو گیا۔

حافظ الدین اللہ کے بعد ظافر بہ امر اللہ سترہ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ دن رات عیش وعشرت میں مشغول رہتا تھا۔ اس کے عہد میں صلیبیوں نے عقلان کو فتح کر لیا اور روجر سسلی کا بادشاہ شہر طانیس اور فرما یلغار کر کے تاراج کرتا ہوا نکل گیا تھا۔

دسویں فاطمی خلیفہ بافائز بہ نصر اللہ کے دور میں مصر کے ضعف واضمحلال کی یہ کیفیت ہو گئی تھی کہ حکومت مصر صلیبی حکمرانوں کو ایک کثیر رقم محض اس لیے بھیجا کرتی تھی کہ وہ مصر پر چڑھائی نہ کریں۔

بہ نصر اللہ جب تخت پر بیٹھا تو اس کی عمر پانچ سال سے زائد نہ تھی حکومت کی باگ ڈور اس کے وزیر صالح ارضی کے ہاتھ میں تھی اور حقیقت میں وہی سلطنت کے سیاہ وسفید کا مالک تھا۔

فائز بالنصر اللہ کی وفات کے بعد وزیر صالح نے حافظ الدین کے ایک نابالغ پوتے عبداللہ کو عاضد الدین اللہ کا لقب دے کر خلیفہ بنا دیا اس سال خلیفہ کی پھوپھی نے سازش کر کے وزیر صالح کو قتل کروا دیا اس کے بعد اس کا بیٹا محی الدین وزیر مقرر ہوا خلیفہ نے اسے ملک العادل کا خطاب دے دیا۔

محی الدین دو سال ہی وزارت کر پایا تھا کہ ایک شخص عشاور نے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور معمولی لڑائی کے بعد محی الدین کو مغلوب کر کے قاہرہ میں داخل ہو گیا۔

خلیفہ نے اپنی جان بچانے کے لیے قلمدان وزارت اس کے سپرد کر دیا اور یوں عشاور مصر کے سیاہ وسفید کا مالک بن بیٹھا۔

حالات نے پھر پلٹا کھایا اور ایک دوسرے امیر صلاح لحمی نے ایک جمعیت فراہم کر کے عشاور کو سخت شکست دی اور خود وزیر بن بیٹھا اب عشاور کے لیے مصر میں کوئی جائے پناہ نہ تھی وہ تن تنہا چھپتا چھپاتا شام کی طرف بھاگ گیا۔

اس کی غیر حاضری میں فرغام نے اس کے دو نوعمر بیٹوں طلحہ اور سلیمان کو گرفتار کر کے بڑی بے دردی سے قتل کر ڈالا اور عشاور کے محل کو لوٹ لیا۔ بعض مؤخین کا خیال ہے فرغام نے اس کی ایک نوجوان بیٹی کو بھی قتل کر ڈالا تھا۔

کچھ ہی عرصہ بعد خرغام کے کانوں میں یہ بھنک پڑی کہ بہت سے امراء عشاور کو پھر وزارت پر بیٹھانے کی سازش کر رہے ہیں اس نے بغیر تحقیق ان وزارا اور امراء جن کی تعداد ساٹھ ستر تھی اپنے گھر بلا بھیجا جب وہ آ گئے تو فرغام کے غلام برہنہ تلواریں لے کر ان پر چڑھ دوڑے اور آن واحد میں سب کو قتل کر ڈالا۔ اس واقعہ نے سارے ملک میں سنسنی پھیلا دی تھی اور حالات بد سے بدتر ہو گئے تھے۔

دوسری طرف یروشلم کا نصرانی بادشاہ بالڈون چہارم جس کا نام اموری تھا اور جسے امالرک کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا۔ جب سے وہ یروشلم میں تخت نشین ہوا تھا مصر پر نظریں جمائے ہوئے تھا مصر کے لیے اس کی دلچسپی اس کی جستجو اس بناء پر بھی بڑھتی گئی کہ اس بدقسمت ملک کے مسلمانوں کے باہمی اختلافات اور آویزشوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو چکا تھا گذشتہ کئی سال کی وازت گری نے مصری حکومت کے قوا اور اس کی عسکری قوت کو بالکل مفلوج بنا کر رکھ دیا ہوا تھا۔

جس وقت کمزوری نمایاں ہو رہی تھی اس وقت پہلے صالح اور عشاور اور اس کے بعد عشاور اور قرغام کے مابین اقتدار کی جنگ نے رہی سہی کسر نکال دی اور مصر کی عسکری حیثیت تر نوالے کی سی ہو کر رہ گئی تھی۔

یہ صورت حال اموری یعنی امالرک کے لیے انتہائی مناسب اور روشن آئینہ تھی ان حالات کو دیکھتے ہوئے اس نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا اور اس جرار لشکر کے ساتھ وہ مصر پر

ھ دوڑا۔

مصر کے وزیر فرغام نے اپنے بھائی ناصر الدین کو اموری کا مقابلہ کرنے کے لیے ھجا لیکن مصری لشکری بددل ہو چکے تھے آئے دن کی حکومتوں کی تبدیلی اور حکمرانوں کے آپس ے بدترین تعلقات نے انہیں کسی قابل نہ چھوڑا تھا جس کی بناء پر فرغام کے بھائی ناصر الدین و یروشلم کے بادشاہ اموری کے ہاتھوں بدترین شکست اٹھانا پڑی۔ اور وہ بھاگ کر قاہرہ شہر گیا۔ اموری نے قلعہ اور شہر بلبیس پر قبضہ کر لیا۔

یروشلم کے بادشاہ اموری نے ایک طرح سے مصر کے اندر قدم جمانے شروع کر یے تھے بلبیس پر قبضہ کے بعد اس کا ارادہ تھا کہ اب ملک کے اندرونی حصوں پر یلغار کرتے ے پورے مصر پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو جائے گا ساری قوت مصر کے وزیر فرغام کے ھوں میں تھی جب کہ مصر کا بادشاہ بالکل بے بس اور مجبور تھا۔

دوسری جانب سلطان نور الدین زنگی بھی گہری نگاہوں سے مصر کے اندر صلیبیوں کی غار کا جائزہ لے رہا تھا۔ نصرانیوں کی ریشہ دوانیوں اور ان کے برے عزائم کی خبریں اسے اس ے مخبروں کے ذریعے برابر مل رہی تھیں۔

مصر نصرانیوں اور صلیبیوں کے نزدیک جس قدر اہمیت رکھتا تھا وہاں یہ علاقہ رالدین کے لیے ان سے بھی زیادہ اہم تھا اس نے ہمیشہ مصر کے داخلی معاملات میں دخل دازی سے اجتناب کیا اس لیے کہ وہاں فاطمی خلیفہ حکمران تھے لیکن وہ یہ کبھی نہیں برداشت کر کتا تھا کہ صلیبی مصر پر قابض ہو کر وہاں بھی یروشلم کی تباہی و بربادی کی تاریخ کو دوہرائیں اور طرح وہ یروشلم کے علاوہ تمام عالم اسلام کے لیے ایک خطرہ بن کر اٹھ کھڑے ہوں۔

مصر میں صلیبیوں کی پیش قدمی اس کے لیے بڑی تشویش کا باعث ہوئی اور وہ ی اس خطرہ کا تدارک کرنے کی ترکیب میں مصروف تھا کہ عین اسی زمانے میں عشاور جو مصر ے نکل کر دوسرے علاقوں میں گزر اوقات کر رہا تھا سلطان نور الدین زنگی کی خدمت میں اضر ہوا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ عشاور جب سلطان نور الدین زنگی کی خدمت میں حاضر ہوا تو س کی حالت انتہائی دردناک اور ابتر تھی سلطان کے سامنے اس نے رو رو کر فریاد کی اس کے

کپڑے پھٹے ہوئے تار تار تھے اور راستے کی صعوبتوں سے وہ کمزور ہو کر ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکا تھا۔ حکومت دولت اولاد ہر چیز چھن چکی تھی اور وہ عالم اسلام میں سلطان نور الدین زنگی کو آخری امید سمجھ کر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔

سلطان کے سامنے عشاور نے اپنی مظلومیت فرغام کے مظالم اور اس کی زیادتیوں کی داستان رو رو کر سنائی تو رحم دل سلطان متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اس کے بعد اس نے مصر میں صلیبیوں کی ریشہ دوانیاں بیان کیں تو سلطان اس کی گفتگو سے بے حد متاثر ہوا اس نے سلطان پر یہ بھی انکشاف کیا کہ فرغام نے جو اس کے خلاف بغاوت کی اور وزارت سے محروم کیا تو یہ سب کچھ اس نے صلیبیوں کے ابھارنے پر کیا اس نے سلطان کو یہ بھی بتایا کہ یروشلم کا بادشاہ آموری فرغام کو اپنے ساتھ ملا کر مصر پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔

یہ ساری تفصیل جب عشاور نے سلطان سے کہی تو سلطان نے عشاور کو اپنے ہاں قیام کرنے کے لیے کہا اور اسے یہ جواب دیا کہ وہ اپنے سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد تمہیں آخری جواب دے گا تاہم سلطان نے عشاور پر یہ بھی انکشاف کیا کہ مصر کو صلیبیوں سے بچانے کے لیے اور انہیں مصری حدود میں روکنے کے لیے تمہیں بھی مدد دینے کے ساتھ ساتھ اس کے عوض کچھ ذمہ داری بھی قبول کرنا ہوگی۔

سلطان کے یہ الفاظ عشاور کے لیے آب حیات ثابت ہوئے اس نے سلطان کے سامنے فوراً حلف اٹھا کر کہا کہ میں ہر ذمہ داری اٹھانے کے لیے تیار ہوں اور جو کچھ آپ کہا کریں گے وہی کیا کروں گا عشاور کو آخری جواب دینے کے لیے سلطان نے اپنے سالاروں کو طلب کر لیا تھا شیر کوہ اس وقت حلب میں قیام کیے ہوئے تھا اس کی طرف قاصد بھجوائے اور سلطان نے اپنے پاس بلوایا جب کہ مجد الدین شمس الدین اور خطلخ بھی حلب گئے ہوئے تھے سلطان نے انہیں بھی وہاں سے بلوا لیا تھا۔

☆

ایک روز مجد الدین شمس الدین اور خطلخ مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد جب وہ حویلی میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا دائیں جانب جونئی رہائش گاہ بنی ہوئی تھی اس کے برآمدے میں مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد سمرون مصلا لپیٹ رہا تھا جونہی اس نے مجد الدین کو دیکھا تو اسے مخاطب کر کے کہنے لگا بیٹے تینوں ذرا میرے پاس آؤ میری بات سنو۔

تینوں سمرون کی طرف ہو لیے جہاں سمرون نے نماز پڑھی تھی اس کے پیچھے نشستیں لگی ہوئیں تھیں وہاں سب بیٹھ گئے پھر سمرون نے مجد الدین کو مخاطب کیا بیٹے تھوڑی دیر پہلے مرینہ مجھے بتا رہی تھی کہ تم ہم سب کو دمشق ساتھ لے جانا چاہتے ہو

اس پر مجد الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

آپ نے درست سنا ہے دراصل اب ہمارا قیام زیادہ تر دمشق میں ہوتا ہے سلطان نے بھی ایک طرح سے اپنی رہائش دمشق میں ہی رکھ لی ہے کبھی کبھار وہ حلب کی طرف آتے ہیں اس کے علاوہ وہاں سلطان نے مجھے اور شیر کوہ کو خاصی بڑی حویلیاں بھی دے دی ہیں میرے یہاں آنے کے اب دو ہی مقاصد تھے ایک تو آپ سب لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر جاؤں دوسرا میں مشال کے ساتھ ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا تھا میں دیکھتا ہوں آج کل وہ سخت کرب اور پریشانی میں ہے مجھے یہاں آئے دو روز ہو گئے ہیں لیکن جب بھی میرا اس کا سامنا ہوتا ہے تو وہ گم سم اور پریشان لگتی ہے بہر حال وہ معاملہ بھی ٹھیک ہو جائے گا جہاں تک یہاں سے دمشق جانے کا تعلق ہے وہ تو ہمیں جانا ہی ہے۔

مجد الدین کی گفتگو کے جواب میں سمرون نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ لوگ جائیں اور میں سمرون کو رک جانا پڑا کیونکہ اس کی بات کاٹتے ہوئے مجد

الدین بول پڑا۔

آپ یہ کہیں گے کہ آپ اور خالہ ازبل یہاں رہ جائیں ایسا ممکن نہیں یہاں آپ دونوں کی کون دیکھ بھال کرے گا آپ کا ہمارے ساتھ جانا ہمارے ساتھ رہنا انتہائی ضروری ہے اس لیے کہ ہم تینوں بھائی جب لشکر کے ساتھ گھر سے باہر ہوتے ہیں تو آپ پورے گھر کی دیکھ بھال کرتے ہیں اس طرح باہر رہتے ہوئے ہمیں گھر کی طرف سے ایک طرح کا سکون اور آسودگی ہوتی ہے۔

پھر مجدد الدین نے بات کا موضوع بدلا اور کہنے لگا باقی سب لوگ کدھر ہیں۔

وہ سب اکٹھی نماز پڑھ رہی ہیں میرے خیال میں اب تک فارغ ہو چکی ہوں گی مجدد الدین اٹھ کھڑا ہوا شمس الدین اور خطلخ بھی اس کی طرف دیکھتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے پھر سمرون کی طرف دیکھتے ہوئے مجدد الدین کہنے لگا۔

میں ذرا جاتا ہوں دمشق جانے اور مشال کے سلسلے میں ان سب سے بات کرتا ہوں اس کے ساتھ ہی مجدد الدین شمس الدین اور خطلخ تینوں باہر نکل گئے تھے

جب وہ دوسری حویلی میں داخل ہوئے تو عبدہ نزرا عبیرہ مرسینہ مشال ازبل جمارا سب اکٹھی بیٹھیں باہم گفتگو کر رہیں تھیں جب وہ تینوں وہاں گئے تو مجدد الدین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

آپ سب لوگ اکٹھے بیٹھ کر باتیں کر رہے ہیں ایسا ماحول کتنا اچھا لگتا ہے۔

اس پر مجدد الدین کی ماں عبدہ بول پڑی۔

بیٹے ابھی سب نماز سے فارغ ہوئے ہیں اور یہیں بیٹھ کر باتیں کرنے لگ گئے ہیں۔

مجدد الدین آگے بڑھا مشال کے سامنے جا کھڑا ہوا اس قدر قریب جانے کے باعث مشال کی گردن جھک گئی تھی اس کا جسم کپکپانے لگا تھا سب لوگ مسکراتے ہوئے ان دونوں کی طرف دیکھ رہے تھے پھر مجدد الدین نے اپنا ہاتھ مشال کے سر پر رکھا اور بڑی محبت میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

مشال تم ذرا اپنے کمرے میں جاؤ۔

مشال نے ایک بار گردن سیدھی کر کے مجدد الدین کی طرف دیکھا پھر چپ چاپ اٹھ کر وہاں سے چلی گئی تھی۔

مجدد الدین شمس الدین اور خطلخ تینوں وہاں بیٹھ گئے کچھ دیر خاموشی رہی پھر سب کو مخاطب کر کے مجدد الدین کہنے لگا جس موضوع پر میں گفتگو کرنے لگا ہوں اس پر اس سے پہلے میں اپنے بھائی شمس الدین اور خطلخ سے بات کر چکا ہوں اماں میں آپ سے پوچھتا ہوں مجھے کیا کرنا چاہیے مجھے آپ لوگوں کے مشورے اور صلاح کی ضرورت ہے اور اس مشورے اور صلاح میں مرسینہ شامل نہیں ہے اس لیے اس نے جو کچھ کہنا ہے وہ پہلے ہی مجھے کہہ چکی ہے۔

مجدد الدین کی اس گفتگو پر مرسینہ مسکرا رہی تھی اس موقع پر شمس الدین بول پڑا۔

بھائی آپ بے فکر رہیں میں خطلخ اور مرسینہ اب غیر جانبدار ہیں اب اس معاملے میں ہرگز نہیں بولیں گے شمس الدین خاموش ہو گیا اس لیے کہ اس کی ماں عبدہ بول پڑی تھی اس نے مجدد الدین کو مخاطب کیا تھا۔

مجدد الدین میرے بیٹے مشال کے یہاں رہنے میں ہی ہم سب کی بہتری پنہاں ہے بیٹے بات یہ ہے کہ اس موضوع پر تم تینوں کی غیر موجودگی میں کئی بار اس سے گفتگو کر چکی ہوں بیٹے یوں جانو وہ جنون کی حد تک تمہیں چاہتی ہے اور کسی بھی صورت تمہارے علاوہ کہیں اور سے شادی نہیں کرنا چاہتی میں نے اسے یہ کہہ کر بھی سمجھایا کہ اگر تم صرف اس بنا پر مجدد الدین سے شادی کرنا چاہتی ہو کہ مرسینہ کے ساتھ رہ سکو تو یہ اچھا فیصلہ نہیں ہے لیکن اس نے اس کی تردید کر دی کہنے لگی ایسا معاملہ نہیں ہے بیٹے وہ حقیقت میں تمہیں چاہتی ہے اب اگر ہم اسے تمہاری زندگی کا ساتھی نہیں بناتے تو وہ کہیں اور بھی شادی نہیں کرے گی ساری زندگی بیچاری اکیلی اور مجرد زندگی بسر کرتی رہے گی اور اس کی یہ حالت کم از کم سب کے لیے ناقابل برداشت ہے۔

بیٹے جس وقت تم تینوں آئے تھے اسی روز ہی ہم سب نے مل کر فیصلہ کیا تھا کہ اس بار اس موضوع کو آخری شکل دی جائے گی اور ہم یہ بھی چاہتے تھے کہ اس بار گفتگو کا آغاز بھی تم کرو آج تم نے پوچھ لیا ہے تو ہمارا فیصلہ یہ ہے مشال کو ہر صورت میں تمہاری زندگی کا ساتھی بننا چاہیے بیٹے اس سلسلے میں سب سے بڑی رکاوٹ مرسینہ کو ہونا چاہیے تھی یہ بیچاری خود ترس

رہی ہے ہماری منتیں کر رہی ہے کہ کسی طرح مشال کو تمہاری زندگی کا ساتھی بنا دیا جائے اب خود ہی بولو تمہارا آخری فیصلہ کیا ہے۔

عبدہ پھر اپنی گفتگو کا سلسلہ آگے بڑھاتی ہوئی کہہ رہی تھی۔

بیٹے جہاں تک ہم سب کا سوال ہے ان سب میں ہمارے بھائی سمرون بھی شامل ہیں سب کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ مشال کو فوراً تمہارے عقد میں دے دینا چاہیے اور ہم نے یہ بھی فیصلہ کیا ہوا تھا کہ اس بار جب تم آؤ گے تو تمہارے اور مشال کے نکاح کا بڑی خاموشی سے اہتمام کر دیا جائے گا بیٹے میں تمہاری ماں ہوں یہ میرا فیصلہ ہے اب اگر تم میرے فیصلے کے علاوہ کوئی اور فیصلہ کرنا چاہتے ہو تو ہم کوئی اعتراض نہیں کریں گے۔

اس موقع پر مجد دالدین نے تیز نگاہوں سے عبدہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا اماں کیسی باتیں کرتی ہیں زندگی میں کبھی آپ کا کہا ٹالا ہے جواب میں ایسا کروں گا جب یہ آپ کا آخری فیصلہ ہے تو میں آپ کے فیصلے کو ٹالوں گا نہیں۔

مجد دالدین یہیں تک کہہ پایا تھا کہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے مرسینہ اپنی جگہ سے اٹھی اور مسکراتے ہوئے بڑے پیار سے انداز میں وہ مجد دالدین کے کندھے دبانے لگی تھی ساتھ ہی مسکراتی بھی جا رہی تھی۔

سر اٹھا کر مجد دالدین نے اس کی طرف دیکھا پھر اپنے دونوں کندھوں پر اس کے ہاتھوں کو پکڑ لیا کہنے لگا۔

اب تم اتنی بھی مہربان نہ ہو جاؤ ذرا اپنی نشست پر بیٹھو ابھی میں نے اپنی گفتگو ختم نہیں کی۔

مرسینہ بیچاری پھر سنجیدہ ہو گئی جہاں سے اٹھی تھی وہیں بیٹھ گئی پھر مجد دالدین نے ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا مشال اپنے کمرے میں جا چکی ہے اگر آپ سب لوگوں کو کوئی اعتراض نہ ہو تو میں اس موضوع پر اس سے علیحدگی میں بات کر سکتا ہوں۔

سب سے پہلے مرسینہ جھٹ سے بولی کیوں نہیں کر سکتے آپ ابھی جائیں اس سے اس موضوع پر بات کر لیں مرسینہ کے خاموش ہونے پر عبدہ بول پڑی بیٹے تمہیں اس کی اجازت ہے ابھی جاؤ مشال اکیلی بیٹھی ہے جا کر اس سے بات کر لو۔

اس پر مجد دالدین اٹھ کھڑا ہوا اور اس کمرے کی طرف بڑھا جس میں مشال گئی تھی۔

مجد دالدین جب اس کمرے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ سامنے والی نشست پر مشال گردن جھکائے ہوئے بیٹھی ہوئی تھی جونہی مشال نے اس کمرے میں مجد دالدین کو داخل ہوتے ہوئے دیکھا وہ چونک کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی مجد دالدین آہستہ آہستہ آگے بڑھا مشال کی گردن پھر جھک گئی تھی اس کا نازک جسم نرم باہیں سڈول گردن مرمریں بازو سب کپکپا رہے تھے مجد دالدین بالکل اس کے سامنے جا کھڑا ہوا مشال کی گردن ابھی تک جھکی ہوئی تھی یہاں تک کہ مجد دالدین نے اسے مخاطب کیا۔

مشال بیٹھ جاؤ۔

مشال کسی فرمانبردار بچے کی طرح چپ چاپ بیٹھ گئی تھی بالکل سمٹی ہوئی شرماتی لجاتی ہوئی مجد دالدین نے پھر اسے مخاطب کیا کیا میں یہاں تمہارے ساتھ بیٹھ سکتا ہوں۔

مشال نے گردن سیدھی کی اور احتجابی سے انداز میں مجد دالدین کی طرف دیکھا پھر دھیمے سے لہجے میں کہنے لگی۔

یہاں بیٹھنے کے لیے آپ کو مجھ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے آپ بیٹھیں مجد دالدین مسکرایا اور پھر اس کے ساتھ بیٹھ گیا کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر مشال کی طرف دیکھتے ہوئے مجد دالدین بول پڑا مشال تم جانتی ہو میں کس سلسلے میں تم سے بات کرنے آیا ہوں دیکھو میرا معاملہ کچھ اور ہے میں شادی شدہ ہوں مرسینہ میری بیوی ہے لیکن تمہارا معاملہ کچھ مختلف ہے تم ابھی کنواری ہو کم عمر ہو میں جانتا ہوں تم عقلمند ہو اپنے متعلق بہترین فیصلہ کر سکتی ہو لیکن میں پھر بھی تم سے کہوں گا کہ یہ جو تم قدم اٹھا رہی ہو اس سلسلے میں خوب سوچ بچار سے کام لو یہ نہ ہو کہ کل کو تمہیں پچھتانا پڑے آج تم میں اور مرسینہ میں خوب پیار اور محبت ہے یہ نہ ہو کہ کل جب تم دونوں اکٹھی رہو تو یہ پیار اور محبت نفرت میں تبدیل ہو جائے مجد دالدین کی اس گفتگو سے مشال کو کسی قدر حوصلہ ہوا تھا وہ کسی قدر سنبھل گئی تھی دو ایک بار اس نے رخ پھیر کر مجد دالدین کی طرف بھی دیکھا تھا مجد دالدین جب خاموش ہوا تو اس نے بڑی ہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجد دالدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

آپ میری محبت اور چاہت کا غلط اندازہ لگا رہے ہیں محبت بریز جام اور گل ہائے

چمن کی خوشبو جیسی خوش کن بصیرت کی بیداری نور قمر کے پھیلاؤ جیسی لطافت آمیز جلترنگ کی مسکراہٹوں سلگتے نغموں کی گنگناہٹ جیسی نرم رو اور جوان اور شاداب کھیتوں سے گلے ملتے خوشیوں بھرے تلاطم سے بھی کہیں زیادہ خوشگوار ہوتی ہے محبت اگر کی جائے اور اس میں خلوص ہو تو آسمان سے زمین پر برستے عذاب حیات کی رفتگی کو آوازیں دیتے حرص و ہوس کے بگولے اس میں فصت اور کدورت کے لیے رخنہ اندازی نہیں پیدا کر سکتے۔

اس موقع پر مجددالدین نے تیز نگاہوں سے مشال کی طرف دیکھا پھر پوچھا۔

کیا تمہیں مجھ سے محبت ہے۔

تیز نگاہوں سے مشال نے مجددالدین کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

ہے تو اس کا اقرار کر رہی ہوں نا۔

کتنی محبت ہے مسکراتے ہوئے مجددالدین نے پوچھا تھا اتنی کہ جس کا آپ اندازہ بھی نہیں لگا سکتے جس کی آپ تہہ تک کو بھی نہیں دیکھ سکتے ہلکا سا تبسم اپنے لبوں پہ بکھیرے ہوئے مشال نے جواب دیا تھا۔

مشال میں تمہیں خوش اور مسکراتا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں اگر میری زندگی کا ساتھی بننے ہی میں تمہاری خوشی تمہاری آسودگی اور اطمینان ہے تو میں تمہاری محبت کا جواب محبت میں دیتا ہوں اور تمہیں اپنی بیوی کی حیثیت سے اپنانے کے لیے تیار ہوں اب بولو تمہارا کیا جواب ہے کیا رد عمل ہے۔

جواب میں مشال نے اپنی دراز مہین پلکیں اٹھائیں رسیلے چتونوں نیلی نشیلی آنکھوں سے مجددالدین کی طرف دیکھا اسی موقع پر اس کے چہرے پر شگفتگی تھی اس کی کشادہ پیشانی بلند قامتی اور زیادہ پرکشش ہو گئی تھی مجموعی طور پر وہ تمام شوخی تمام بجلیوں کی جھل مل تھی مسکراتے گلابی گال حیا آمیز ہو گئے تھے پھر اپنے گلابی رس دار لبوں سے تبسم بکھیرتے ہوئے وہ مجددالدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

امیر سب سے پہلے تو میں آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے میں رضامند ہوئے ہیں رد عمل کے طور پر میں یہی کہہ سکتی ہوں کہ میں آپ کی منزلوں کی مسافت کو اپنے رویے سے شادمانی اور راستوں کو کہکشاں اور مہ و انجم بنانے کی کوشش کروں گی

اپنے جسم کو آپ کے لیے امرت اپنی جان کو نغمہ گر اپنی روح کو آپ کے لیے خوشیوں کا صباحت ثابت کروں گی آپ کی افسردگیوں کو نغموں میں آپ کی تکالیف کو تبسم کی خوشگواری دینے کی کوشش کروں گی اپنی ذات کو آپ کے لیے تریاق بنا کر رکھوں گی اور آپ کی دھوپ کے لیے سایہ بن کر رہوں گی۔

مجددالدین نے ہلکی سی چپت اس کے گلابی گال پر لگائی پھر کہنے لگا میں تو سمجھتا تھا کہ تم زیادہ بولنے والی نہیں ہو لیکن تم نے تو ثابت کر دیا کہ تم بڑے خوشگوار بڑے عمدہ الفاظ میں اپنے مدعا اور مقصد کا اظہار بھی کر سکتی ہو اس موقع پر مشال بے پناہ خوشیوں کا شکار تھی اسے چونکہ اپنی منزل مل رہی تھی لہٰذا کسی قدر جھجکتے ہوئے کہنے لگی جب کسی کو کسی سے محبت ہو جائے تو ایسے الفاظ آپ سے آپ اور خود بخود بنتے رہتے ہیں۔

مجددالدین اٹھ کھڑا ہوا پھر اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہنے لگا اٹھو میں سب سے اجازت لے کر تم سے گفتگو کرنے آیا ہوں وہ سب ہم دونوں کا انتظار بڑی بے چینی اور بیتابی سے کر رہے ہوں گے چلو انہیں جا کر بتاتے ہیں کہ ہم دونوں نے ایک دوسرے کو اپنانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ مشال مسکرا دی پھر اپنا ہاتھ اس نے مجددالدین کے ہاتھ میں دیا اٹھ کھڑی ہوئی دروازے تک دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے رہے۔ پھر ہاتھ چھوڑ دیئے۔ دونوں اس جگہ آئے جہاں سب بیٹھے بڑی بے چینی سے ان کا انتظار کر رہے تھے۔

مشال آگے بڑھ کر مرسینہ کے پہلو میں بیٹھ گئی تھی اس موقع پر مجددالدین سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ہم دونوں نے مل کر فیصلہ کیا ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو اپنا لیں تو اسی میں ہماری بہتری ہے۔

مجددالدین کے یہ الفاظ سن کر سب کے چہروں پر خوشیاں اور تبسم بکھر گیا تھا۔ پھر سب زوردار آوازوں میں مجددالدین اور مشال دونوں کو مبارکباد دینے لگے تھے ایسے میں حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

شمس الدین فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

میں دیکھتا ہوں دستک دینے والا کون ہے اس کے ساتھ ہی وہ تقریباً بھاگتا ہوا حویلی کا صدر دروازے کی طرف چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد شمس الدین لوٹا وہ کچھ پریشان، اداس اور افسردہ تھا۔اس کی یہ حالت دیکھتے ہی مجدد الدین نے اس کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھ لیا۔

شمس الدین میرے بھائی کیا بات ہے۔تم ہنستے مسکراتے اور چھلانگیں لگاتے ہوئے گئے تھے اور یہ اداس سا منہ لے کر لوٹ آئے ہو خیریت تو ہے۔

شمس الدین نے ایک بھر پور نگاہ سامنے کھڑی مشال پر ڈالی اور مجدد الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

بھائی میری اداسی کی وجہ یہ ہے کہ ہم تھوڑی دیر پہلے جس خوشی کا اہتمام کرنے والے تھے شاید وہ نہ کرسکیں۔باہر جس شخص نے دستک دی ہے وہ سلطان نورالدین زنگی کا قاصد ہے۔سلطان نے فی الفور آپ کو طلب کیا ہے قاصد کو میں نشست گاہ میں بٹھا آیا ہوں

مجدد الدین اس طرف گیا اس کے جانے کے بعد شمس الدین نے اپنی ماں عبدہ کو مخاطب کیا۔

ماں کیا ایسا ممکن نہیں ہم جلدی جلدی انتظام کر کے تھوڑی دیر تک بھائی اور مشال کے نکاح کا اہتمام کر دیں بات یہ ہے کہ میں اور خطلخ خوش ہو رہے تھے کہ آج کی رات ہمارے لیے خوشیوں بھری رات ہوگی اور یہ کہ ہم بھائی اور مشال کے ایک ہونے کا اہتمام کریں گے۔لیکن لگتا ہے معاملہ کچھ الٹ ہو رہا ہے۔اس لیے کہ جو قاصد پیغام لے کر آیا ہے اس کے پیغام کی سنجیدگی کو جانتے ہوئے میں فکر مند ہوں کہ شاید بھائی کو یہاں سے فی الفور کوچ کرنا پڑے۔

شمس الدین کے ان الفاظ پر عبدہ نے مرسینہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

مرسینہ میری بیٹی اب جبکہ مجدد الدین مشال کے ساتھ شادی کرنے پر رضا مند ہو گیا ہے تو میری بیٹی وہ لوٹے تو پتا چلے کہ آنے والے قاصد کے ساتھ وہ کیا معاملہ کرتا ہے۔اگر تو آج رات رکتا ہے تو پھر کل دن کے وقت مشال اور مجدد الدین کے نکاح کا اہتمام کیا جائے گا۔یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کو عبدہ رکی پھر مشال کی طرف دیکھتی ہوئی کہنے لگی۔

مشال میری بیٹی سب سے پہلے تو میں تمہیں مبارک باد دیتی ہوں کہ تم اپنی منزل اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی ہو۔میری بیٹی میری دعا ہے تم دونوں مجدد الدین کے ساتھ خوش اور آسودہ رہو بیٹی اگر تو مجدد الدین آج رکتا ہے تو کل تم دونوں کی حیثیت میاں بیوی کی سی

ہے کہ تم مجدد الدین کے ساتھ اٹھ بیٹھ سکتی ہو اس کا کام کر سکتی ہو ایسے ہی جیسے مرسینہ کرتی ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد عبدہ ایک بار پھر رکی پھر کہنے لگی۔

مرسینہ تم اور مشال دونوں اب یہ کرو کہ جمارا اور عبیرہ کو اپنے ساتھ لو فوراً کھانا لگاؤ ہو سکتا ہے مجدد الدین کو کوچ کر جانا پڑے میں نہیں چاہوں گی کہ وہ بھوکا پیاسا یہاں سے جائے۔

عبدہ کی اس گفتگو سے مشال خوش اور مطمئن ہو گئی تھی پھر خوشی بھری آواز میں عبدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

ماں اگر آپ کی رضا مندی ہو ہم کھانا یہیں لگا دیتی ہیں۔تایا کو کھانا وہاں پہنچا دیتی ہیں عبدہ نے جب اثبات پر سر ہلایا تب مرسینہ مشال، جمارا اٹھ کے مطبخ کی طرف ہو لی تھیں۔

وہ چاروں کھانے کے برتن اٹھا رہی تھیں کہ بڑی تیزی سے مجدد الدین نشست گاہ سے ادھر آیا سب استفہامیہ سے اس کی طرف دیکھنے لگے تھے۔اس موقع پر عبدہ کو مخاطب کر کے مجدد الدین کہنے لگا۔

ماں سلطان نے مجھے فی الفور طلب کیا ہے۔میں آج رات یہاں قیام نہیں کرسکوں گا اگر کھانا جلدی لگا دیا تو میں فی الفور کھانا کھا کر یہاں سے رخصت ہو جاؤں گا۔

مجدد الدین کو رک جانا پڑا اس لیے کہ اس کو مخاطب کر کے مشال بول پڑی تھی۔

دیر نہیں کھانا بالکل تیار ہے سب بیٹھے ہیں۔اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔

مجدد الدین نے پھر ماں کو مخاطب کیا۔

اماں میرا جانا بڑا ضروری ہے صلیبیوں نے پھر مصر پر حملہ کر دیا ہے۔کچھ علاقوں پر وہ قابض بھی ہو گئے ہیں اس کے علاوہ دوسرے شہروں کے صلیبی بھی سر ابھارتے ہوئے ہمارے لیے خطرات کھڑے کر رہے ہیں۔

عبدہ نے بھی مجدد الدین کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔بیٹے اگر یہ بات ہے تو آنے والے قاصد کو کھانا وہیں نشست گاہ میں ہی پہنچاؤ۔

جواب میں مجدد الدین کہنے لگا۔

نہیں اماں میں اس سے بات کر کے آیا ہوں وہ پہلے لشکر گاہ میں آیا تھا وہاں اس

کے جاننے والوں نے اسے کھانا کھلا دیا ہے۔وہ جا چکا ہے میں بھی کھانا کھا کر اس کے پیچھے لشکر گاہ میں جاؤں گا۔جو مسلح دستے میرے ساتھ آئے تھے ان کے ساتھ میں سلطان کی طرف کوچ کر جاؤں گا۔

ماں اس سے پہلے محترم سمرون کے ساتھ بھی میری بات ہو چکی ہے آپ سب کے ساتھ بھی میں بات کر چکا ہوں اگر اس وقت وہ قاصد نہ آتا تو میں آپ سب لوگوں کو ساتھ لے کر دمشق جاتا لیکن چونکہ مجھے ہنگامی حالت میں یہاں سے کوچ کرنا پڑ رہا ہے۔شمس الدین اور خطلخ میرے ساتھ نہیں جائیں گے۔یہ ایک دو دن ٹھہر کے دمشق کا رخ کریں گے اور کچھ دن ٹھہر کے وہ آپ لوگوں کو دمشق لے کر آئیں گے میں وہاں بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کروں گا عبدہ نے اس کی تائید کی اتنی دیر تک کھانا لگا دیا گیا تھا۔سب نے بیٹھ کر کھانا کھایا پھر مجدد الدین اٹھ کھڑا ہوا اپنی خواب گاہ کی طرف گیا اس کے پیچھے جانے کے لیے مرسینہ اپنی جگہ سے اٹھی تو مرسینہ کو مخاطب کر کے عبدہ کہنے لگی مرسینہ بیٹے مجدد الدین کچھ دیر بعد یہاں سے کوچ کرے گا وہ اپنا لباس تبدیل کرنے اپنے کمرے میں گیا ہے۔میں جانتی ہوں تم اس کی کوچ کی تیاری کرواؤ گی مشال کو بھی اپنے ساتھ لے کر جاؤ۔

عبدہ کے ان الفاظ سے مرسینہ مسکراتے ہوئے بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی تھی پھر جھکی مشال کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور پھر اسے اپنی خواب گاہ کی طرف لے گئی تھی۔

خواب گاہ میں داخل ہو کر مرسینہ نے مشال کا ہاتھ دباتے ہوئے اور پھر اس کی پیشانی پر بوسا دیتے ہوئے کہنے لگی۔ہچکچا کیوں رہی ہو بے فکر ہو کر اندر آؤ اب اس کمرے پر تمہارا بھی حق ہے اور سنو آج میں تمہیں بتاتی ہوں کہ جب وہ کوچ کرتے ہیں تو ان کی تیاری کیسے کرائی ہوتی ہے۔اور آئندہ یہ تیاری میں نے نہیں تم اکیلی نے کرایا کرنی ہے۔

مشال مسکرا دی تھی پھر دونوں آگے بڑھ کر مجدد الدین کے گھوڑے کی زین سے لٹکائی جانے والی وہ خرجینیں تیار کرنے لگی تھی جن میں کپڑے اور ضروریات کا دوسرا سامان ہوا کرتا تھا۔

پردے کے پیچھے سے جب مجدد الدین اپنا جنگی لباس پہن کر نکلا تو اس نے دیکھا خواب گاہ میں مرسینہ اور مشال دونوں اس کا سامان تیار کر کے اس کی منتظر کھڑی تھیں۔گھوڑے کی زین سے باندھی جانے والی دونوں خرجینیں مشال نے اٹھا رکھی تھیں مجدد الدین آگے بڑھا

اور مشال کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہنا شروع کیا۔یہ خرجینیں مجھے دے دو اور مشال نے بڑے پیارے انداز میں مجدد الدین کا آگے بڑھا ہوا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگی نہیں آپ مجھے اس سعادت سے محروم نہ کریں۔دونوں خرجینیں خود لے کر میں اصطبل تک جاؤں گی۔اس موقع پر مسکراتے ہوئے مرسینہ بھی بول اٹھی آج تو یہ خرجینیں مجھے نہیں دے رہی۔میں نے اس سے کہا چلو ایک تم رکھ لو ایک میں لے کر چلتی ہوں کہنے لگی نہیں دونوں میں ہی لے کر چلوں گی اس پر مجدد الدین مسکرا دیا مرسینہ بھی مسکرا رہی تھی۔اس موقع پر مجدد الدین نے مرسینہ کو مخاطب کیا۔

مرسینہ اب پہلے کی نسبت مشال کا زیادہ خیال رکھنا یہ اب ہمارے ہر کام ہماری ہر چیز،ہمارے اثاثے میں برابر کی حصہ دار ہے۔

مرسینہ نے آگے بڑھ کر مشال کی پیشانی چوم لی پھر کہنے لگی۔

آپ کو یہ الفاظ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔آپ کو اس سلسلے میں کبھی کسی بھی قسم کی شکایت نہیں ہو گی مشال اداس ہو گئی تھی اس موقع پر مرسینہ نے اس کے گال پر چپت لگاتے ہوئے کہنا شروع کیا میں ہی بولے جا رہی ہوں تم بھی تو کچھ بولو امیر رخصت ہو رہے ہیں۔

بڑی اداسی اور افسردگی سے مشال نے مجدد الدین کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔آپ ہمیشہ بت خانوں کے خلاف سحر کا خورشید بن کر ابھرتے ہیں میری دعا ہے کہ خداوند قدوس آپ کو کرب مسلسل گرم سرابوں جیسے ماحول سرد خلوتوں کے زندان کی سنگینی جیسی ساعتوں، کف اڑاتے اندیشوں سایوں کی طرح ابھرتے خطرات خیر و شر کی رزم گاہ میں فتح و کامیابی کا نقیب بن کر نکالے اور آپ کو ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

اس وقت جب کہ آپ ہم سے رخصت ہو رہے ہیں میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میرا رب آپ کو ہمیشہ رواں بادلوں جیسی سربلندی ضمیر وقت جیسی توقیر، کائنات کی روح جیسی عزت ہم دونوں کے لیے صحابوں کی نمی سی محبت اور ستاروں کی سی آسودگی عطا کرے۔

مجدد الدین تھوڑی دیر تک بڑے غور سے مشال کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔مشال ابھی تو ہمارا نکاح ہونا تھا تم پہلے ہی اس قدر اداس اور افسردہ ہونا شروع ہو گئی ہو رخصت کرنے کا طریقہ مرسینہ سے سیکھنا یہ اپنے جذبات کو دل میں چھپا کر رکھتی ہے۔لیکن جب میں رخصت ہوتا ہوں یہ ہمیشہ ظاہری مسکراہٹ لبوں پر رکھتی ہے۔میری رخصت کے

وقت اس کے دل پر کیا بیت رہی ہوتی ہے وہ میں جانتا ہوں اس کی سانسیں اس کے دیکھنے کا انداز اس کے چہرے کے تاثرات سب کچھ مجھے بتا دیتے ہیں لیکن یہ اپنی زبان اور اپنی حرکات وسکنات سے اس کا اظہار نہیں ہونے دیتی۔

اس موقع پر مرسینہ مسکرا دی مشال کو اپنے ساتھ لپٹا لیا کہنے لگی آپ بے فکر رہیں مشال بھی ایسا ہی کیا کرے گی۔اب باہر چلیں سب لوگ بے چینی سے ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے اس کے بعد وہ باہر آئے جہاں کھانا کھایا گیا تھا وہاں سے سب اٹھ کر صحن میں جمع ہو گئے تھے۔سمرون بھی وہاں آچکا تھا خطلخ اور شمس الدین مجد الدین کے گھوڑے پر زین ڈال کر اسے وہاں لے آئے تھے۔وہ تینوں بھی آگے بڑھے مشال نے خود آگے بڑھ کر دونوں خرجینیں گھوڑے کی زین کے ساتھ باندھیں پھر مجد الدین سب سے ملا پھر اس کے بعد وہ وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔

☆

جس روز مجد الدین حلب سے دمشق پہنچا اسی روز سلطان نور الدین زنگی نے سارے سالاروں کو اپنے پاس جمع ہونے کا حکم دے دیا تھا۔شیرکوہ، مجد الدین، فخرالدین مسعود، نجم الدین، اسامہ بن مرشد اور دیگر چھوٹے بڑے سارے سالار وہاں بیٹھے ہوئے تھے کہ سلطان نورالدین نے گفتگو کا آغاز کیا۔مجد الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

مجد الدین کیا تم اپنے اہل خانہ کو بھی اپنے ساتھ لے کر آئے ہو اگر ایسا ہے تو شمس الدین اور خطلخ کہاں ہیں مجد الدین نے اپنی نشست پر پہلو بدلا پھر کہنا شروع کیا۔

سلطان محترم جس وقت آپ کا قاصد حلب پہنچا میں اسی وقت اس کے ساتھ دمشق کی طرف کوچ کر آیا ہوں میرے بعد شمس الدین اور خطلخ دونوں گھر کے باقی افراد کے ساتھ دمشق پہنچ جائیں گے اس بناء پر وہ یہاں پر موجود نہیں ہیں۔مجد الدین جب خاموش ہوا سلطان نے پھر اسے مخاطب کیا۔

میرے خیال میں تمہارے یہاں پہنچنے پر تمہاری غیر موجودگی میں جو تبدیلیاں رونما ہوئیں اس کی خبر بھی تم کو ہو چکی ہوگی۔اس پر مجد الدین بول پڑا۔

سلطان محترم یہاں پہنچنے کے بعد سب سے پہلے میں محترم شیرکوہ سے ملا میرے بعد جو تبدیلیاں ہوئیں اور جس طرح عشاور یہاں پہنچا اور آپ سے مدد کی درخواست کی وہ ساری تفصیل مجھ سے امیر شیرکوہ نے کہہ دی ہے۔سلطان نورالدین نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

ابن الدایا تمہاری غیر موجودگی میں ہم نے کچھ فیصلے بھی کیے ہیں عشاور نے ابھی تک یہیں قیام کیا ہوا ہے۔مجد الدین فوراً بول پڑا۔

سلطان محترم میں اس سے مل چکا ہوں۔

سلطان نے پھر کہنا شروع کیا۔

عشاور کی مدد کے لیے میں شیرکوہ کو چھوٹے سے لشکر کے ساتھ روانہ کر رہا ہوں یہ فیصلہ ہم تمہاری آمد سے پہلے کر چکے ہیں لیکن ایک اور مہم سر اٹھا رہی ہے اور وہ سنیطرہ کے صلیبیوں کی قلعہ بعلبدک اور جیسل کے درے پر واقع ہے اور ان دونوں کی حفاظت کا خوب کام دیتا ہے۔ان علاقوں میں جس قدر قلعے ہیں یہ ان میں سب سے بلند، مستحکم اور مضبوط خیال کیا جاتا ہے۔یہاں پہلے سے صلیبیوں کا ایک بہت بڑا لشکر تھا۔اب وہ صلیبی اکثر و بیشتر شہر اور قلعے سے نکل کر آس پاس کے مسلمان علاقوں پر شب خون مارتے ہیں۔دور تک ترکتاز کرتے ہیں۔اور مسلمانوں سے چھینا ہوا مال لے کر واپس چلے جاتے ہیں۔ان کا وہ حملہ چونکہ دور دراز ہے اس لیے ہم نے اس پر کبھی دھیان نہیں دیا لیکن اب انہیں سبق سکھانے کا موقع آ گیا ہے۔میں چاہتا ہوں ایک لشکر کے ساتھ تم سنیطرہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔اگر کوئی لشکر سنیطرہ سے نکل کر مسلمان علاقوں کی طرف رخ کرے تو اسے روکو اور انہیں ان کی حرکتوں کی کڑی سزا دو۔فی الحال میں یہی دو مہمیں رکھنا چاہتا ہوں۔پھر جب تم اور شیرکوہ لوٹو گے تو میں مارم والوں کو بھی عبرت خیز سبق دینا چاہتا ہوں اس لیے کہ انہوں نے پھر ہمارے خلاف شرارتوں پر کمر باندھ لی ہے۔

شیرکوہ آج عشاور کے ساتھ مصر کی طرف روانہ ہونا چاہتا ہے۔اس کا بھتیجا صلاح الدین اس کے ساتھ جا رہا ہے۔اب تم آج ہی پہنچے ہو تو

مجد الدین فوراً بول پڑا کہنے لگا۔

سلطان محترم میرے اللہ نے چاہا تو میں بھی آج ہی دور دراز سنیطرہ کے قلعے کی طرف روانہ ہونگا اور اگر وہاں سے کسی صلیبی لشکر نے مسلمان علاقوں پر یلغار کرنے کی کوشش کی تو میں انہیں ایسا سبق دوں گا کہ آئندہ وہ مسلمان علاقوں میں ترک تاز کرنا بھول جائیں گے۔

سلطان نے اس سے اتفاق کیا اور پھر اسی روز شیرکوہ اور صلاح الدین دونوں چاچا بھتیجا عشاور کی مدد کے لیے مصر روانہ ہو گئے تھے۔جب کہ چھوٹے سے ایک لشکر کے ساتھ مجد الدین سنیطرہ کا رخ کر گیا تھا۔

یوروشلم کے بادشاہ نے جو حسین ترین لڑکیاں اپنے کام کی ادائیگی کے لیے بھیجی تھیں وہ بڑی سرگرمی سے اپنے عمل میں معروف تھیں۔ان میں رقص کرنے والی بھی تھیں۔ان میں

نے کی بہترین مہارت رکھنے والی مغنیہ بھی تھیں۔پہلے ان لڑکیوں نے عشاور کو اپنی گرفت یا لیا تھا اب وہ اپنی خوبصورتی اپنے رقص، اپنے زمزموں کی وجہ سے فرغام پر چھا چکی تھیں۔

فرغام ایک روز اپنے چہیتوں اور وفاداروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور یوروشلم سے ہاں کام کرنے کے لیے آنے والی لڑکیاں بھی وہاں بیٹھی ہوئی تھیں کہ فرغام نے ان سے نغمہ سرا نے کے لیے کہا فرغام کی فرمائش پر ہر ایک لڑکی سیدھی ہو کر بیٹھی وہ انتہا درجہ کی خوبصورت ور پرجمال تھی اس کی ساتھی لڑکیوں نے ساز سنبھال لیے تھے پھر ساز بجنا شروع ہوئے اور ان سازوں کی لے پر ضرغام اور اس کے ساتھیوں کو خوش کرنے کے لیے وہ لڑکی گانے لگی تھی جس کا مفہوم کچھ اس طرح تھا۔

افتاں خیزاں ہی گزاری ہے جس قدر گزری
کون جانے عمر کے دشت میں کیا کیا گزری!!!

ہم جنکے لئے مرتے تھے وہ ملنے سے گریزاں
ہائے کیا رنگ دکھائے وقت کی مدو جزری

وہ کبھی مل بھی گئے سر راہ تو یوں گزرے
آشنا راستوں پہ جیسے ناشناسی گزری

نگاہ اٹھا کے دیکھا نہ کبھی معذرت چاہی
کوئی دیکھے اس نفرت نگار کی بے قدری

ہم تو روح و جسم کے رشتے سے ہم سفر تھے
لے گئی نقدِ جاں رقیبوں کی بدنظری

روز آتے ہیں میرے خیال کی چلمنوں میں
یاد میں ان کی روح سرابوں سے ہو جیسے گزری

دیکھتے ہیں بے منزل ہی گزرتے اکثر راہی
ہم بھی ان سے ہیں جن پہ یہ افتاد ہے گزری

اس کے بعد ضرغام کے کہنے پر کچھ لڑکیوں نے ساز بجانے شروع کیے اور کچھ نے ناچنا شروع کیا شروع میں وہ بڑی آہستگی اور تمکنت سے رقص کرتی رہیں پھر بھڑک اٹھیں بالکل

جیسے شمسی شعاعیں اور نجوم وقمر کی ضیاء ہر شے ان کے اندر گھس کر نفرت کے زیر و بم کے طوفان کھڑے کرنے لگی ہوں۔ ہوس کے نگار خانے جیسے اپنے جسم کے باریک لباس کو وہ بار بار ہلاتے ہوئے چاروں طرف خوشبو باس و مہک پھیلاتی ہوئی اپنے رقص کو انوکھا بے نظیر اور بے عدیل بنانے لگی تھیں۔

رقص جب اپنے عروج پر پہنچ گیا تو انہوں نے عجیب حرکتیں کرتے ہوئے شرم کی دیواروں میں بے حیائی کے در کھولنا شروع کر دیے تھے۔ اپنے لباس کے مختلف حصے ادھر ادھر کرتے ہوئے وہ اپنی ذات کے بھرپور پر جمال خاکوں کو عیاں کرنے لگی تھیں بالکل ایسے جیسے وہ ضرغام کو اپنی محبت کا دیوتا سمجھ کر کوئی عہد نامہ پیش کر رہی ہوں ان کے یہ رقص جذبات کی پامالی اور دل و جاں کا روگ بننے کے لیے کافی تھے۔ وہاں بیٹھے لوگوں پر عجیب و لطیف غنودگی آمیز میلے جذبے طاری کر رہے تھے۔ ان رقاصاؤں کے صحرا کی طرح تپتے جسم بے حیائی کو ترستی آنکھیں اور پھر تیز بھڑکتی شانوں اور تشدد پہ اترتی عشرت و مسرت گیتوں کی لے پر وہ اس طرح لہرا رہی تھیں جیسے سرسبزی و شادابی میں کوئی طوفان اٹھ کھڑا ہوا انہوں نے وہاں بیٹھے سب لوگوں کو اپنے شباب کے اثرات سے مسحور کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔

یروشلم سے آنے والی ان لڑکیوں کا رقص جب اپنے عروج پر تھا عین اسی لمحہ ایک شخص اس کمرہ میں داخل ہوا ضرغام کے کان میں کچھ کہا جسے سن کر ضرغام بدک اٹھا لڑکیوں کو ہاتھ کے اشارے سے رقص ختم کرنے کو کہا جس سے لڑکیوں کے قدم رک گئے ساتھ ہی ضرغام نے انہیں ہاتھ کے اشارے سے چلے جانے کے لیے کہا جب وہ لڑکیاں وہاں سے چلی گئیں تب اپنے اردگرد بیٹھے ساتھیوں کو مخاطب کر کے بڑے دکھ بھرے انداز میں ضرغام کہنے لگا۔

میرے عزیزو! لگتا ہے ہمارے لیے منتشر کر دینے والے لمحات اٹھ کھڑے ہوئے ہیں ابھی جو ہمارا ساتھی خبر لے کر آیا ہے وہ یہ ہے کہ شیرکوہ اور اس کا بھتیجا ہم پر ضرب لگانے کے لیے بڑی تیزی سے ہمارے علاقوں کی طرف بڑھ رہے ہیں، آؤ ان کی راہ روکنے کے لیے کچھ کریں اس کے ساتھ ہی ضرغام وہاں سے نکل گیا تھا۔

ضرغام فوراً حرکت میں آیا ایک جگہ اس نے لشکر تیار کیا اور اپنے بھائی ناصر الدین کی

کمانداری میں اس لشکر کو شیرکوہ اور اس کے بھتیجے صلاح الدین کی راہ روکنے کے لیے روانہ کیا۔

بلبیس کے قریب تلے پست کے مقام پر دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے ناصر الدین کے لشکر کو دیکھتے ہی شیرکوہ اور لشکریوں نے سمندر کی گہرائیوں سے فلک کی بلندیوں تک قہرمانیت کے انداز میں تکبیریں بلند کیں۔ پھر شیرکوہ اپنے لشکر کے ساتھ ناصر الدین کے لشکر پر ایسے حملہ آور ہوا جیسے برفانی سمندر کے سفید چہرے پر برہنہ اور گرم آگ کے شعلے نزول کرتے ہیں۔ جیسے سنگ وخشت کو پگھلا دینے والے سیل آتش کے طوفان اپنا رنگ دکھانا شروع کرتے ہیں جیسے جنگی تجربات کے سارے کمالات کو نگل جانے والے حیات کے معراج اپنے کام کی ابتدا کرتے ہیں۔

ناصر الدین کے لشکری اس حملے کو دیکھ کر دنگ رہ گئے تھے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ شیرکوہ اور اس کے لشکری پر استبداد نہ مردم آزاری، پر تشدد اور تباہ کاری، تخریب ستم گری کا خاتمہ کر دینے والے شرق و غرب تک پھیل جانے والے الاؤں، شعلوں اور شراروں کی طرح حملہ آور ہو رہے تھے۔

ناصر الدین حیران و پریشان تھا کہ وہ کس انداز اور کس سمت سے دباؤ ڈالتے ہوئے شیرکوہ کے خلاف کامیابی حاصل کرے اس لشکری دیکھ رہے تھے شیرکوہ کے حملوں میں چنار کے نیلگوں سبز پیڑوں میں پھیلتی محبت کی خوشبو جیسی تازگی، زمیں پر گرے مغلوں کے گھونگوں اور غلامی میں بڑھی جانے والی حمد کی سرشاری جیسی شادابی تھی۔

بڑی تیزی کے ساتھ شیرکوہ اور اس کے لشکریوں نے ناصر الدین اور اس کے لشکر کی حالت سفر کے وشت میں جانی انجانی بے چارگی۔ تاریکیوں کے شیطانی جذبوں میں ہزیمت کی گہری دھند اور آلام کی گراں باری کو بڑھاتے گھٹن کے خوف اور حسد کے سرخ ہوتے آلاؤ جیسی بنانا شروع کر دی تھی۔ مصری زیادہ دیر تک شیرکوہ کے اجل کی دستک دیتے حملوں، سانسوں کو سلوٹ سلوٹ کر دینے والی اس کی خود اعتمادی اس کی گردش لہو میں تہہ در تہہ سرسام کی کیفیت طاری کر دینے والی اس کی ضربوں اور قضا بن کر رقصاں ہو جانے والی اس کی جرأت مندی اور دلیری کو زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکے بھاگ کھڑے ہوئے۔

ضرغام کی بدقسمتی کہ جس وقت اسے شیرکوہ کے حملہ آور ہونے کی اطلاع دی گئی تھی

اس نے فوراً یروشلم کے بادشاہ سے مدد طلب کی لیکن اموری کے پہنچنے سے پہلے ہی پہلے شیر کوہ نے اس کی بساط الٹ کر رکھ دی تھی اس کے ٹکراؤ پر بدترین شکست دی۔ اور پھر شیر کوہ شکست خوردہ لشکر کا تعاقب کرتا ہوا سیدھا قاہرہ میں جا داخل ہوا۔

ضرغام شیر کوہ کے ایک لشکری کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس کا بھائی ناصر الدین گرفتار ہوا جسے عشاور نے قتل کروا دیا یوں عشاور مسند وزارت پر قابض ہو کر مصر کے کاروبار حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے چکا تھا۔ خلیفۂ وقت اس قدر بے بس اور لاچار تھا کہ اسے ان حالات کو سمجھنے اور انہیں سنوارنے کی ہوش تک نہ رہی تھی۔

مسند وزارت پر استوار ہونے کے بعد عشاور نے حالات کو جب پوری طرح اپنی گرفت میں لے لیا تو شیر کوہ نے اصرار کیا کہ وہ اپنے وعدے کے مطابق جنگ کے اخراجات کے علاوہ مصر کی آمدنی کا تیسرا حصہ اس کو ادا کرے۔

کہتے ہیں عشاور انتہا درجہ کا بدفطرت اور بدطینت انسان تھا۔ مسند خلافت پر قبضہ کرنے کے بعد اس کی نیت میں فتور آ گیا۔ اور شیر کوہ سے نجات حاصل کرنے کی فکر اور سوچ بچار کرنے لگا۔

پہلے تو اس نے حیلے بہانے سے کام لیتے ہوئے شیر کوہ کو ٹالنے کی کوشش کی لیکن جب اس نے دیکھا کہ شیر کوہ سختی پر اتر آیا ہے اور اس نے آنکھیں دکھانا شروع کر دی ہیں تو شیر کوہ کو تیسرا حصہ دینے پر رضامند ہوا۔

شیر کوہ نے یہ رقم لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ وعدہ کے مطابق جنگ کے اخراجات بھی وہ ادا کرے ورنہ ہمارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔

عشاور بڑا دھوکہ باز اور بدبخت قسم کا انسان تھا جس وقت وہ سلطان نور الدین زنگی کے پاس شکایت لے کر گیا تھا اس وقت وہ روتا تھا سر پیٹتا تھا ہر چیز قبول کرنے پر تیار تھا۔ لیکن مسند وزارت پر بیٹھنے کے بعد اپنے محسن شیر کوہ سے مفاہمت کرنے کی بجائے اس نے وعدہ خلافی اور غداری پر کمر باندھی اور قاہرہ کے دروازے بند کر کے لڑائی پر آمادہ ہو گیا۔

شیر کوہ نے اپنے لشکریوں کو قاہرہ کے اردگرد پھیلا دیا اور اپنے بھتیجے صلاح الدین کو لشکر کا ایک حصہ دے کر ضروری سامان لانے کے لیے بلبیس کی طرف روانہ

کر دیا۔

عشاور اگر اپنے بل بوتے پر شیر کوہ کا مقابلہ کرنے کی کوشش کرتا تو شاید اس کے کردار کی سیاہی اتنی نمایاں نہ ہوتی لیکن شیر کوہ کو نیچا دیکھائے۔ اسے ذک پہنچانے کی دھن میں اس نے اپنے ضمیر تک کو فروخت کر دیا اور وہ ملت فروشی کی راہ پر چل نکلا۔

اس نے جب یہ دیکھا کہ شیر کوہ کسی بھی صورت اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا اور یہ کہ اس نے قاہرہ کا محاصرہ کر لیا ہے اور ساتھ ہی اس نے صلاح الدین کو بلبیس کی طرف روانہ کر دیا ہے تب اس نے یروشلم کے بادشاہ اموری سے شیر کوہ کے خلاف مدد طلب کی اور اس سے وعدہ کیا وہ صلیبی لشکر کے لیے رسد اور سامان حرب وضرب کے علاوہ ایک ہزار دینار فی پڑاؤ کے حساب سے دے گا۔

یروشلم کا بادشاہ تو پہلے ہی مصر میں داخل ہونے کے لیے بہانہ ڈھونڈ رہا تھا۔ وہ فوراً ایک بہت بڑا لشکر لے کر مصر میں داخل ہو گیا۔ عشاور کی مزید ملت فروشی اس نے اپنے پانچ ہزار لشکری بھی یروشلم کے بادشاہ اموری کے تحت کر دیئے۔

اموری اور عشاور کے متحدہ لشکر کے مقابلے میں شیر کوہ صلاح الدین کے پاس ایک مختصر سا لشکر تھا وہ بھی دو حصوں میں تقسیم ہو چکا تھا چھوٹا ایک لشکر صلاح الدین کے پاس اور باقی قاہرہ میں شیر کوہ کے پاس تھا۔

شیر کوہ کو جب خبر ہوئی کہ غداری کرتے ہوئے عشاور نے یروشلم کے بادشاہ آموری کو بلا لیا ہے اور یہ کہ آموری ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ مصر میں داخل ہوا ہے تب حالات کا رخ دیکھتے ہوئے شیر کوہ نے قاہرہ کا محاصرہ ترک کر دیا اور جس قدر لشکری اس کے پاس تھے انہیں لے کر وہ بلبیس میں اپنے بھتیجے صلاح الدین سے جا ملا اور دونوں چچا بھتیجا بلبیس میں قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے۔

اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے یروشلم اور عشاور کے لشکر نے بلبیس کا محاصرہ کر لیا ان دونوں نے پوری کوشش کی کہ قلعے پر پے در پے حملے کرتے ہوئے اسے فتح کرنے میں کامیاب ہو جائیں لیکن ان کی کوئی کوشش ان کا کوئی جتن شیر کوہ اور اصلاح الدین کے مقابلے میں کامیاب نہ ہوئی اور ان دونوں چچا بھتیجے نے صلیبی اور عشاور کے لشکر کو قلعے کے قریب تک نہ

چھلکنے دیا یہاں تک کہ محاصرے پر دن پر دن گزرنے لگے اور دن ہفتوں میں تبدیل ہونے لگے۔

ان حالات کی اطلاع سلطان نورالدین زنگی کو بھی مل رہی تھی جب اسے خبر ہوئی کہ یروشلم کا بادشاہ آموری اپنے لشکر کے ساتھ مصر میں داخل ہو چکا ہے عشاور نے بھی اپنا لشکر اس کے ساتھ کر دیا ہے اور یہ خبر بھی سلطان کو مل چکی تھی کہ ان دونوں کے متحدہ لشکر کے ساتھ شیرکوہ اور صلاح الدین دونوں چچا بھتیجا بلبیس کے قلعے میں محصور ہو چکے ہیں اور دشمن کو بڑی جواں مردی سے روکے ہوئے ہیں۔

ان حالات میں سلطان نے فیصلہ کیا کہ صلیبیوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوا جائے تا کہ یروشلم کے بادشاہ آموری کی توجہ مصر کی بجائے صلیبی علاقوں کی طرف ہو اور اس طرح شیرکوہ اور صلاح الدین پر ان کا دباؤ کسی قدر کم ہو جائے۔

یہ فیصلہ کرتے ہوئے سلطان نورالدین زنگی نے فی الفور ایک لشکر مارم کی طرف روانہ کیا تا کہ مارم کا محاصرہ کیا جائے حارم پر دباؤ ڈال کر وہ یروشلم کے بادشاہ آموری کی توجہ اس طرف کرنا چاہتا تھا اس کے علاوہ مارم والے ماضی میں کئی دفعہ سلطان کے ساتھ عہد شکنی کر چکے تھے سلطان ویسے ہی انہیں سزا دینے پر تلا ہوا تھا ایک ہراول لشکر روانہ کرنے کے چند دن بعد سلطان اپنے لشکر کو لے کر نکلا اور اس نے بھی مارم کا رخ کیا۔

دوسری جانب یروشلم کے بادشاہ آموری کے علاوہ جو دوسرے صلیبی حکمران تھے انہیں بھی خبر ہو چکی تھی کہ سلطان نورالدین صلیبیوں کے مضبوط گڑھ مارم پر حملہ آور ہونے کے لیے نکلا ہے یہ صورت حال ان کے لیے واقعی تشویشناک تھی لہٰذا انہوں نے مارم کو سلطان نورالدین سے بچانے کا تہیہ کر لیا تھا اس مقصد کے لیے انطاکیہ کا بادشاہ بوہیمنٹ طرابلس کا حکمران ریمنڈ اور جوسلین ثالث ایک کافی بڑا لشکر لے کر مارم پہنچ گئے۔

مورخین لکھتے ہیں مارم کے باہر مارم شہر کی حفاظت کے لیے جمع ہونے والے صلیبیوں کی تعداد بتیس ہزار کے لگ بھگ تھی اور ان میں بوہیمنڈ ریمناڈ اور گلیفری ایڈ بھی شامل تھے اور حیرت کی بات ہے کہ ان ساری قوتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اور مارم شہر کو فتح کرنے کے لیے جو لشکر سلطان نورالدین لے کر آیا اس کی تعداد صرف چار ہزار کے لگ بھگ تھی اس لیے کہ سلطان کا لشکر بٹا ہوا تھا ایک طرف شیرہ کوہ اپنے کام میں مصر میں مصروف تھا دوسری طرف

لشکر کے ایک حصے کو لے کر مجدالدین سنیطرہ کی طرف گیا ہوا تھا بہر حال اپنے چار ہزار لشکر کے ساتھ صلیبیوں کے بتیس ہزار کے لشکر کے سامنے مارم کے باہر سلطان صف آراء ہوا۔

اپنی تعداد کے زعم میں صلیبیوں نے پہلے حملہ آور ہونے کی ٹھان لی ان کے حملہ آور ہونے سے پہلے ہی سلطان نے ان کے خلاف بہترین جنگی چال چلی قلب لشکر میں رہنے کے بجائے اس نے خود میسرہ کی کمانداری کی ساتھ ہی اپنے میمنہ کو سمجھا دیا کہ جونہی صلیبی حملہ آور ہوں میمنہ پیچھے ہٹتا چلا جائے اور اس انداز میں پیچھے ہٹے کہ خود بھی بکھرے اور اس سمت میں تعاقب کرنیوالے صلیبیوں کے لشکریوں کو مختلف ٹولوں میں بٹنے پر مجبور کر دے جب ایسا ہو چکے تب سلطان اپنے میسرہ کے ساتھ حرکت میں آئے گا اور پیچھے پیچھے قلب لشکر اور مقدمۃ الجیش بھی ضرب لگائیں گے ساتھ ہی میمنہ بھی اپنا رخ بدل کر پوری طاقت سے حملہ آور ہو جائے گا۔

صلیبیوں نے جب دیکھا کہ ان کے لشکر کے مقابلے میں سلطان کے لشکر کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے تب انہوں نے پہل کی پھر وہ سلطان کے لشکر پر دنیا کے سیاہ خانوں میں مرگی کی ویرانیاں کھڑی کرتی جرم کی آندھی قوتوں پھیلتی بیزاری کی پرچھائیوں مسموم خیالات کی تخم ریزی کرنے والی انتہاپسندی اور تصور پرستی کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

صلیبیوں کا خیال تھا کہ ان کے پاس بتیس ہزار کا لشکر ہے سلطان کے پاس صرف چار ہزار اس طرح تو وہ اپنے پہلے ہی حملے میں سلطان اور اس کے لشکریوں کو ادھیڑ کر رکھ دیں گے لیکن وہ دنگ رہ گئے سلطان نے صرف چار ہزار کے لشکر کے ساتھ بتیس ہزار کے لشکر کو ایسے لیا جیسے فضائے بسیط میں لاریب کی مہر لگانے والے عناصر جم گئے ہوں جیسے کائنات کی اندھیری تہوں میں روشنی کے جاگتے لمحوں وقت کی الغرضی کے سیلاب نے پیچھے نہ ہٹنے کا عزم کر لیا ہو۔

پھر سلطان کی پہلے سے طے شدہ تدبیر کے تحت میمنہ پیچھے ہٹنا شروع ہو گیا تھا کافی پیچھے ہٹتا چلا گیا تھا صلیبی سمجھے کہ مسلمان تعداد میں کم ہیں لہٰذا ان کے دباؤ کو میمنہ برداشت نہیں کر سکا لہٰذا پیچھے ہٹا ہے اور میمنہ نے اس موقع پر ایسی دانش مندی ایسی جرأت کا ثبوت دیا کہ اس کا تعاقب کرنے والے صلیبی لشکر کو سلطان کی ہدایت کے مطابق چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں تقسیم

ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔

ایسا ہونا تھا کہ سلطان نے اپنے کام کی ابتداء کی اور وہ اپنے میسرہ کے خلاف ذلالت بھرے کرب قدیم خونی سوچوں کو نگل جانے والی صحرا صحرا پھیلتی بکھرتی آگ ورق ورق کے حقیر لفظوں پھیلتی خاردار بدی بداخلاقی کے ضابطوں اندھے کردار کی خونخواری کے سارے ضابطوں کے آغاز اور انجام کو بے وقعت اور بے نتیجہ کر دینے والے انگاروں اور شعلوں کے بارود کی طرح پھنک کر حملہ آور ہوا تھا۔

سلطان کے حملہ آور ہونے کے ساتھ ہی ساتھ قلب لشکر اور مقدمۃ الجیش بھی حرکت میں آئے اور سلطان ہی کے انداز میں انہوں نے حملہ آور ہوتے ہوئے جنگ کا پاسہ پلٹنا شروع کر دیا تھا پھر کیا تھا میمنہ جارحیت پر اترا اور جو صلیبی اس کا تعاقب کرتے ہوئے آگے بڑھ گئے تھے جن کے ایک حصے کو سلطان اور مقدامۃ الجیش نے مٹایا تھا میمنہ بھی سلطان کے اندازہ میں ان پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

اب سلطان نور الدین زنگی کے چار ہزار لشکر کے مقابلے میں صلیبیوں کا بتیس ہزار کا لشکر بے آبروئی کی سلگتی زندگی آرزوؤں کے رستے لہو میں ڈوبتے ہوئے سورج کا خونی مناظر میں زنگ آموز آئینوں جیسا ہونا شروع ہو گیا تھا مارم کے باہر سلطان نور الدین زنگی نے صرف چار ہزار کے لشکر کے ساتھ صلیبیوں کے بتیس ہزار کے لشکریوں کو بدترین شکست دی انہوں نے بھاگ کر مارم شہر میں داخل ہونا چاہا لیکن سلطان وقت کے محتسب جرائتوں کے نیر تاباں طوق و سلاسل کے حکم اور حشر حساب کی احادیث کی طرح حرکت میں آیا انہیں گھیر لیا شہر میں داخل نہیں ہونے دیا ان کا خوب قتل عام کیا مورخین لکھتے ہیں کہ مارم شہر سلطان کے چار ہزار کے لشکریوں کے ہاتھوں بیس ہزار صلیبی تہہ تیغ ہوئے پانچ ہزار کے لگ بھگ زندہ گرفتار کر لیے تھے باقی ادھر ادھر بھاگ گئے تھے۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس شاندار فتح کے نتیجے میں سلطان نے انطاکیہ کے بادشاہ بوہیمنڈ طرابلس کے بادشاہ ریمنڈ جوسلین ثالث اور ایک روما کے مشہور ڈیوک کو بھی زندہ گرفتار کر لیا تھا اس طرح سلطان نے حصن اکراہ کے میدانوں میں اپنی پسپائی کا دشمن سے خوب انتقام لیا پھر سلطان ایک حاکم کی حیثیت سے شہر میں داخل ہوا اور شہر کی فصیل پر اسلامی

علم نصب کر دیا گیا تھا مورخین لکھتے ہیں کہ سلطان نور الدین زنگی کی یہ فتح اس کے عظیم معرکوں اور کارناموں میں شمار ہوتی ہے کیونکہ اس میں سلطان نے اپنے چار ہزار لشکر کے ساتھ صلیبیوں کے بتیس ہزار لشکریوں کو شکست دے کر ان میں بیس ہزار کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا تھا۔

مارم کی فتح کے بعد سلطان نور الدین زنگی نے چند ہفتوں تک وہاں قیام کیے رکھا پھر کچھ عرصہ کے بعد انطاکیہ کے حکمران بوہیمنڈ نے ایک کثیر رقم فدیہ دے کر سلطان سے رہائی حاصل کی سلطان نے اس رقم کو جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا انطاکیہ کا بادشاہ ریمنڈ آٹھ سال تک سلطان کی قید میں رہا آخر اپنے سالار فخر الدین مسعود کی سفارش پر ڈیڑھ لاکھ دینار اور ایک ہزار مسلمان قیدی رہا کرنے پر اسے بھی چھوڑ دیا گیا یوں نور الدین زنگی کے ہاتھوں مارم شہر فتح ہوا جسے صلیبی ناقابل تسخیر خیال کرتے تھے۔

سلطان نور الدین زنگی نے جب دیکھا کہ یروشلم کے بادشاہ آموری نے ابھی تک شیرکوہ اور صلاح الدین کا محاصرہ کر رکھا ہے تب سلطان نے اس کے علاقوں پر یلغار کرنے کا تہیہ کر لیا تاکہ آموری شیرکوہ اور صلاح الدین کا محاصرہ ترک کر کے یروشلم کا رخ کرنے پر مجبور ہو جائے۔

سلطان نے سب سے پہلے طبریہ شہر کا انتخاب کیا آموری کے علاقوں میں بغیر کسی علت اور مقصد کے سلطان کا یلغار کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا وہ صرف بالڈون کے علاقوں پر ایسے طوفانی حملے کر کے اسے شیرکوہ کا محاصرہ ترک کرنے پر مجبور کرنا چاہتا تھا اسی بنا پر سلطان آگے بڑھا اور طبریہ شہر کو اپنا ہدف بنایا۔

یروشلم کے صلیبی لشکریوں نے اپنی پوری طاقت اور قوت سے سلطان کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے شہر طبریہ کا دفاع کیا لیکن سلطان کے ہاتھوں عبرتناک شکست کا سامنا کرنا پڑا اور میدان سے بھاگ گئے سلطان نے آگے بڑھ کر طبریہ شہر پر قبضہ کر لیا سلطان کا ارادہ تھا کہ طبریہ پر قبضہ کرنے کے بعد وہ آموری کے دوسرے علاقوں پر اپنی تیز ترکتاز اور بے روک یلغار کی ابتدا کر دے گا۔

یروشلم کے حکمران آموری نے لگاتار تین ماہ تک شیرکوہ اور صلاح الدین کا محاصرہ

کیے رکھا لیکن وہ دونوں بڑی جرأت مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے محصور رہ کر اپنے سے کئی گنا بڑے لشکر کا مقابلہ کرتے رہے اور محاصرہ کرنے والوں کو اپنے قلعہ کے نزدیک آنے کا موقع نہ دیا دونوں بے مثال جرأت مندی اور کمال بہادری سے بلبیس کے قلعے کا دفاع کر رہے تھے۔

دونوں جانتے تھے کہ سلطان نور الدین زنگی ان کے احوال سے بے خبر نہیں ہو گا۔لہٰذا وہ کوئی ایسی تدبیر ضرور نکالے گا جس سے اموری بلبیس کا محاصرہ ترک کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔

پھر ایسا ہی ہوا سلطان نور الدین نے جب پہلے مارم فتح کیا اس کے بعد بڑی تیزی کے ساتھ ترک تاز کرتے ہوئے اس نے ایک فاتحانہ یلغار کے ساتھ طبریہ پر بھی قبضہ کر لیا تب صلیبیوں کے پاؤں تلے سے زمین نکلنی شروع ہوگئی وہ حواس باختہ ہو گئے اموری جو بڑی سختی کے ساتھ بلبیس کا محاصرہ کیے ہوئے تھا وہ باعزت طریقے سے بلبیس کا محاصرہ ختم کرنے کی تدبیریں سوچنے لگا۔

اموری کو یہ خدشہ تھا کہ مارم اور طبریہ پر قبضہ کرنے کے بعد اگر مسلمانوں کے سلطان نور الدین نے اسی طرح بے باکی اور جرأت مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کی سلطنت کے اندر ایک قلعے سے دوسرے قلعے ایک شہر سے دوسرے شہر یلغار کرنا شروع کر دی تو اس کا مرکزی شہر یوروشلم بھی سلطان کے سامنے خطرات اور خدشات کا شکار ہو جائے گا۔

اسے یہ بھی خطرات لاحق ہو گئے تھے کہ شیرکوہ اور صلاح الدین سے بات اور کوئی معاہدہ طے کیے بغیر وہ محاصرہ اٹھا کر یوروشلم کا رخ کرتا ہے تو کہیں ایسا نہ ہو دونوں شہروں کے سالار بلبیس کے قلعے سے نکل کر پشت کی طرف سے ایسا حملہ کریں کہ اس کے پورے لشکر کو تہہ تیغ کر دیں۔وہ جانتا تھا کہ اگر ایسا ہوا تو شیرکوہ کے سامنے کوئی بھی قوت ٹھہر نہ سکے گی انہی خطرات اور خدشات سے بچنے کے لیے اموری شیرکوہ کے ساتھ صلح کی گفت وشنید پر مجبور ہو گیا۔کافی بحث وتکرار کے بعد دونوں فریقوں میں یہ طے پایا کہ دونوں ہی اپنے لشکر کے ساتھ مصر خالی کر دیں۔

اموری جلد از جلد اس معاہدے کی تکمیل چاہتا تھا اس لیے کہ اسے خدشہ تھا کہ اگر

اس نے جلد مصر چھوڑ کر یوروشلم کا رخ نہ کیا تو سلطان نور الدین زنگی مصر پر حملہ کر دے گا اور ایشیا میں ان کی بقاء کے لیے نہ ختم ہونے والا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوگا۔

جس وقت اموری اور شیرکوہ کے درمیان اس معاہدے پر گفتگو ہو رہی تھی۔

اسی وقت غدار عشاور نے بھی شیرکوہ کو ساٹھ ہزار دینار کی پیش کش کر دی۔شیرکوہ نے مصلحتاً اس پیش کش کو قبول کر لیا اور مصر سے نکل جانے پر رضامند ہو گیا۔

ان شرائط کے تحت شیرکوہ اپنے چھوٹے سے لشکر کے ساتھ بلبیس کے/قلعہ سے نکلا۔اس کی حالت یقیناً ایک فاتح کی سی تھی اس لیے کہ اموری اور عشاور دونوں اپنے مفادات کو نظر انداز کرتے ہوئے شیرکوہ سے معاہدہ کرنے پر مجبور ہوئے تھے۔

مؤرخین لکھتے ہیں جب شیرکوہ اپنے لشکر کے ساتھ بلبیس کے قلعے سے نکلا اس وقت لشکر کے آگے صلاح الدین تھا اور وہ اپنے گھوڑے پر سوار تھا مارس دیوتا (جو رومیوں کا بھی جنگی دیوتا خیال کیا جاتا تھا) کی طرح اس نے اپنی ننگی تلوار فضا میں بلند کر رکھی تھی۔جب کہ اس کے دوسرے ہاتھ میں اس کی ڈھال تھی جس سے اس نے اپنا بایاں پہلو چھپا رکھا تھا۔لشکر کے سب سے پیچھے شیرکوہ خود تھا اور اپنا جنگی کلہاڑا فضا میں بلند کیے ہوئے اپنے لشکر کے پیچھے دستوں کی یوں حفاظت کرتا ہوا نکلا تھا جیسے عظیم ومحترم چرواہا اپنے ریوڑ کی حفاظت کا سامان کرتا ہے۔

یوروشلم کا صلیبی لشکر اور عشاور کے لشکری بڑی خاموشی سے شیرکوہ کی اس روانگی کو دیکھ رہے تھے۔کہتے ہیں ایک صلیبی اسی دوران بھاگتا ہوا شیرکوہ کے آگے آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

شیرکوہ کیا تم دیکھتے نہیں صلیبی اور مصری لشکر متحد ہو کر کسی طرح تمہارے اس مختصر لشکر کا گھیراؤ کیے ہوئے ہیں۔کیا تم ان لوگوں سے خطرہ محسوس نہیں کرتے کہ وہ تمہیں دھوکا دے کر تمہارا اور تمہارے سارے لشکر کا صفایا کر کے رکھ دیں گے۔

شیرکوہ نے مسکراتے ہوئے اس صلیبی کو دیکھا اس کی چھاتی تن گئی پھر اس نے نہایت غضب ناک لہجے میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے مخاطب میں یہ چاہتا ہوں کاش وہ ایسا کرنے کی جرأت کریں۔اور جب وہ ایسا

کریں تو تم دیکھ سکو ان کے حملے کے جواب میں، میں ان پر کیسا حملہ کرتا ہوں کیونکہ ایسی صورت میں جب وہ ہم پر حملہ کریں میں اور میرے لشکری بھی ان پر حملہ کریں گے تو جان لو دشمن کے کئی آدمیوں کو قتل کیے بغیر میرا کوئی لشکری بھی جان نہ دے گا۔ اور جب مشرق میں ہمارے سلطان نور الدین زنگی کو ہماری اس بے بسی کا علم ہوگا تو قسم ہے میرے رب کی وہ ایسا طوفان بن کر حملہ آور ہوگا کہ صلیبی اور مصری دونوں لشکر بھی اس کا مقابلہ نہ کر سکیں گے اور ان میں سے کوئی لشکری بھی زندہ بچ کر نہ جا سکے گا۔

کہتے ہیں شیر کوہ کی گفتگو کے اس جواب میں وہ صلیبی دنگ رہ گیا اس نے کوئی جواب نہ دیا اور یوں شیر کوہ اپنے لشکر کو باحفاظت نکال کر ارض شام کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

ادھر مجد الدین اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ سنیطرہ کی طرف بڑھا تھا۔ یہاں بھی صلیبی جنگ جوؤں، نائٹوں کا بڑا جوش اور ولولہ تھا۔ اور یہ بعلبک اندھیرے راستوں پر واقع تھا۔ صلیبیوں کے لیے یہ شہر اور قلعہ بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ مجد الدین کے لیے سلطان کا صرف اتنا حکم تھا کہ سنیطرہ سے نکل کر جو صلیبی قوتیں مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوتی ہیں ان سے نپٹا جائے۔ منیطرہ شہر پر حملہ نہ کیا جائے۔ لہٰذا اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ مجد الدین بڑی تیزی سے دور دراز کے قلعہ منیطرہ کی طرف بڑھا تھا۔

سنیطرہ کے صلیبیوں کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ سلطان کے لشکر کا ایک حصہ اس کے سالار مجد الدین اور چند چھوٹے سالاروں کے ساتھ ان کا رخ کیے ہوئے ہیں۔ ان کا یہ بھی حوصلہ تھا کہ سلطان کا میر عساکر شیر کوہ اپنے بھتیجے صلاح الدین کے ساتھ مصر میں برسرپیکار ہے۔ خود سلطان مارم کا رخ کیے ہوئے ہے اور یہ کہ جو لشکر ان کی طرف آ رہا ہے اس کی تعداد بھی کچھ زیادہ نہیں۔ لہٰذا انہوں نے منیطرہ سے بہت دور مجد الدین کی راہ ایک بہت بڑے لشکر سے روک دی تھی۔ صلیبیوں کے لشکر کی تعداد مجد الدین سے بہت زیادہ تھی۔

مجد الدین کی راہ روکتے ہی صلیبی ان پر حملہ آور ہونے کے لیے پر تولنے لگے تھے۔ ایسے حالات میں مجد الدین نے بڑی تیزی سے اپنے چھوٹے سالاروں کو جنگ کا لائحہ عمل سمجھایا۔ پھر اس کے کہنے پر اس کے سالاروں اور لشکریوں نے اس انداز میں تکبیریں بلند کیں جیسے وقت کی مسافتوں میں حدی خوانوں کی آوازوں نے سنگ ریزوں کے بے نیاز

سکوت۔ اشجار کے غم آلود پتوں کی سرسراہٹوں کے بھٹکے پرندوں کی صداؤں، دریاؤں کی نمی سے ناآشنا زمینوں ندیوں کی نقرئی آوازوں نیلگوں جھیلوں کے ہلکوروں کے اندر ایک حیات آفریں انقلاب برپا کرنے کا عزم کر لیا ہو۔ ایک انوکھی اور لمبی بازگشت کے ساتھ تکبیروں کی آوازیں اس طرح ہر سو گونجی تھیں جیسے شکن شکن کر دینے والی نئی اور انوکھی آندھیوں نے بتخانوں کے سازوں، کاسۂ زر کے پرستاروں، گماشتوں کی مناجاتوں اور ملعونوں کے راز و نیاز تک کو معدوم کر دینے کا تہیہ کر لیا ہو۔

کچھ دیر تک تکبیریں بلند ہوتی رہیں پھر صلیبی بھی سمجھ گئے کہ مسلمانوں کا لشکر ان پر حملہ آور ہونے والا ہے۔ لہٰذا وہ ابھی مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لیے پر تول ہی رہے تھے کہ مجد الدین ان پر جیحوں اور شیحوں کی انوکھی وادیوں سے اٹھنے والی شرافت و نجابت کے بگولوں اور دجلہ و فرات کی بے کراں دہشت سے انگڑائی نمودار ہوئی غسبل آتش دینے والے صحرائی احساس اور نبض دیر میں متحرک ہو کر پیچ و تاب کھاتی آتش بے دود کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

صلیبیوں نے مجد الدین کی سرکردگی میں مسلمان لشکر کو روکنے کی بہتیری کوشش کی لیکن انہیں ناکامی ہوئی جارحیت بھی نہ کر سکے لمحوں میں انہیں مسلمانوں نے دفاع تک رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ بے محابا گناہوں کی بنیادوں پر خیر کی بستیاں بسانے والوں اور اجالوں کے ایوانوں پر تاریکی کی پابندیوں کا نفاذ کرنے والوں کے اندر بانگ راحیل اور بے روک جھکڑوں کی طرح گھستے چلے گئے تھے۔ وقت کی آنکھ، آسمان کی بصیرت نے دیکھا اپنے رب کی عبودیت کے نغمے الاپنے والے، ننگ و ذلت کے شبستان میں کھڑے کرنے والوں کو اس طرح اپنے سامنے زیر کرتے چلے گئے تھے جس طرح تلپٹ کرنے والی آندھیاں خیموں کی دھجیاں اڑا دیتی ہیں۔

صلیبی جو مسلمانوں کے اس چھوٹے سے لشکر کو مار بھگانے کا عزم اسی نیت سے کیے ہوئے تھے کہ مسلمان پھر اس طرف کا رخ نہ کریں ان کی حالت بڑی تیزی سے ملگجے اندھیروں کو ٹوٹتی زنجیروں، آلاؤ کی مرتی تمازت، کسی داستان گو کے منجمد ہونٹوں اور درد کے فاصلے میں طیور کے ٹھٹھرتے پروں سے بھی بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔ جب کہ دوسری جانب مجد الدین

اور اس کے لشکریوں نے گناہوں کی دہلیز پر خیر و ادراک پھیلاتے اعمال کے کسی محتسب قلم کے کسی فقیہ کی سی خود اعتمادی جیسی شادابی، سینوں کے اندر بھرتے اجالوں کی تزئین کر دینے والی کسی شہر اور کسی قاضی بازار کے نیک اعمال جیسی سرشاری تھی۔

مجدد الدین اور اس کے لشکریوں کے اس ہولناک حملے کو وہ صلیبی زیادہ دیر برداشت نہ کر سکے ذلت آمیز شکست اٹھا کر بھاگ کھڑے ہوئے مجدد الدین نے دور تک مستی پر آئے سورج کی پھیلتی شدت، وقت کے قرطاس پر لکھے حروف کی طرح ان کا تعاقب کیا اور ان کی تعداد کو کافی حد تک کم کیا پھر لوٹا اور دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کر کے اس نے پڑاؤ کر لیا تھا۔ چند روز تک احتیاط کی خاطر اس نے وہیں قیام کیے رکھا پھر وہ دمشق کا رخ کر گیا تھا۔

☆

مجدد الدین جب اپنے لشکر کے ساتھ مستقر میں داخل ہوا تو اس وقت مستقر میں اس ی آمد کی اطلاع پر سلطان نور الدین زنگی، شیر کوہ اور دوسرے بہت سے سالار جن میں شمس ڑین ظلنغ، نجم الدین فخر الدین مسعود، اسامہ بن مسلم، شرف الدین عزیز الدین جردیک، عین دالہ باروقی قطب الدین ینجی، سیف الدین علی بن چپکاری، شہاب الدین محمود حارمی اور مستقبل کا ل عظیم صلاح الدین یوسف اور سلطان نور الدین کا بھتیجا اور اس کے بھائی قطب الدین کا ازین الدین اور کچھ چھوٹے سالار بھی وہاں موجود تھے۔

سلطان کے قریب مجدد الدین اپنے گھوڑے سے اتر گیا اپنے لشکریوں کو اس نے رام کرنے کا حکم دیا پھر وہ آگے بڑھا سلطان نے مجدد الدین کو اپنے ساتھ لپٹا کر اس کی پیٹھ بتھپائی اور سنیطرہ کے نواح میں اس کی شاندار فتح پر مبارک باد دی پھر اس کے بعد مجدد الدین ں سب لوگوں سے بڑے پرتپاک انداز میں ملا تھا پھر سلطان نور الدین کے اشارے پر سب ب جگہ بیٹھ گئے۔ پھر سلطان نور الدین نے کچھ سوچتے ہوئے مجدد الدین کو مخاطب کیا۔

مجدد الدین بیٹے تم کافی عرصے سے میرے ساتھ کام کر رہے ہو لیکن تم نے مجھے ی شکایت کا موقع نہیں دیا لیکن تم سے اب ایک ایسی شکایت میرے پاس پہنچی ہے جس کا ے بے حد دکھ اور صدمہ ہوا ہے سلطان رکا پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

مجدد الدین جو گفتگو میں شروع کرنے لگا ہوں۔ جو الفاظ میں استعمال کر رہا ہوں وہ ا وقت مجھے کرنے نہیں چاہیے تھے اس لیے کہ تم تھکے ہارے ہو۔ اپنی مہم سے لوٹے ہو لیکن ا موضوع پر تم سے گفتگو کرنا بھی ضروری تھا۔

سلطان کے ان الفاظ پر مجدد الدین کی حالت ابھرتے سوالوں کی منھی اہٹوں، بوندوں میں کھڑے راستوں اور اسیری کی سیاہ زنجیر جیسی اداس اور افسردہ ہو کر رہ گئی

تھی پھر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

سلطان محترم انسان کی زندگی داستان گو کے ہونٹوں کی طرح متحرک رہتی ہے اور اس متحرک زندگی میں ہمیشہ غلطیوں اور کوتاہیوں کا امکان رہتا ہے۔ سلطان محترم انسان کی خواہش تو ستاروں کے جھرد کوں میں بھی صدیوں کے ملگجے اندھیروں کی سیاہی پھیلا دیتی ہیں ہو سکتا ہے میں بھی انجانے میں گمراہیوں اور غلطیوں کی کدورت میں ملوث ہو گیا ہوں سلطان محترم کوشش تو یہی کرتا ہوں کہیں بھٹکوں نہ کہیں مستقیم راستوں کو چھوڑ کر ٹیڑھے راستوں کو اختیار نہ کرلوں مگر سلطان محترم جہاں آلاؤ کی اجڑی تمازت ہوتی ہے وہاں دھویں کے بیلے سندیسے بھی اٹھ کھڑے ہوتے ہیں انسان بےخزاں پھولوں کی وادی نہیں ہے چلتا پھرتا ایک متحرک جاندار ہے اور اشتیاق و اضطراب کے انقلابات اس کے اندر کئی تبدیلیاں پیدا کر دیتے ہیں ہو سکتا ہے مجھ سے کوئی ایسا کام ہو گیا ہو جس پر میرے ضمیر نے گرفت نہ کی ہو اور میری نگاہ میں وہ بھڑکا دینے والا نہ ہو۔ ہو سکتا ہے آپ کی دور اندیش نگاہوں نے میری اس کوتاہی اور غلطی کو بھانپا ہو بہر حال سلطان محترم اگر مجھ سے کوئی غلطی کوئی کوتاہی ہوئی ہے تو میں مجد الدین اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔

جب تک مجد الدین بولتا رہا سلطان نور الدین زنگی اور شیر کوہ کے چہروں پر ہلکا سا تبسم تھا دوسری طرف شمس الدین خطلخ بھی مسکرا رہے تھے ان کی مسکراہٹ دیکھتے ہوئے مجد الدین کو کسی قدر حوصلہ ہوا اس کے چہرے پر بھی بشاشت پھیل گئی تھی یہاں تک کہ سلطان نے پھر اسے مخاطب کیا۔

مجد الدین تم نے مرسینہ سے شادی کی میں بے حد خوش تھا کہ تم نے اپنا گھر آباد کر لیا ورنہ پہلے تم شادی کا نام نہیں لیتے تھے میں سمجھتا ہوں کہ یہ مرسینہ کا کمال ہے یا یوں جانو اس کی خوبصورتی کا اس کے حسن کا کمال ہے کہ اس نے تمہیں اپنا گھر آباد کرنے پر مجبور کر دیا ورنہ تم اس کے لیے رضامند ہی نہیں ہوتے تھے۔

اور اب جو تم گھر آباد کرنے پر آئے ہو تو لگتا ہے تم اس کا سلسلہ ہی شروع کر رہے ہو مجھے اطلاع دی گئی ہے کہ اب تم مشال کو بھی اپنانے والے ہو یہ کیا حرکت ہوئی پہلے تم ایک شادی کرنے سے انکار کر رہے تھے اور اب ایک چھوڑ دو دو کی طرف ہاتھ مار رہے ہو۔

سلطان کی اس گفتگو پر سب سالار مسکرا رہے تھے مجد الدین کے چہرے پر بھی مسکراہٹ بکھر گئی پھر سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

لگتا ہے میرے بھائی خطلخ اور شمس الدین دونوں نے کچھ تفصیل آپ سے کہہ دی ہے سلطان محترم یقین جانیے ....

مجد الدین کو خاموش ہو جانا پڑا اس لیے کہ سلطان پھر بول پڑا۔

مجد الدین میرے بیٹے تم سے کوئی غلطی تم سے کوئی کوتاہی نہیں ہوئی یہ تو تمہاری تھکاوٹ دور کرنے کے لیے تم سے ایک دل لگی تھی ورنہ تم اور شیر کوہ میرے ان سالاروں میں سے ہو جو دشمن کے لیے اداس چہروں کی ذلت سانسوں کی قاتل دھاریں ثابت ہوتے ہو جو دین کے دشمنوں کے لیے ہر لمحے کو بے قرار اذیت ہر مسافت کو گھبراتی قیامت میں تبدیل کرنے کا ہنر بھی جانتے ہیں میرے عزیزو! میں تم دونوں پر فخر کر سکتا ہوں تم دونوں میرے وہ دست راست ہو جو آندھیوں میں چراغ جلانے اور دست کوزہ گر کی مشاقی کی طرح دشمن پر ضرب لگانے کا ہنر جانتے ہو۔

مجد الدین میں یہ بھی جانتا ہوں تم خود مشال کی طرف مائل نہیں ہوئے مشال شروع سے تم سے محبت کر رہی تھی لیکن اس نے اپنی محبت کو دبا رکھا تھا کسی پر اظہار نہیں کیا تھا تمہاری آمد سے پہلے شمس الدین اس کی پوری تفصیل مجھ سے کہہ چکا ہے دیکھو جس وقت تم حلب سے روانہ ہوئے تھے تمہیں چاہیے تھا مشال سے شادی کرنے کے بعد سب لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر آتے لیکن یہ تمہاری جانثاری اور وفاداری تھی کہ تم اپنی خوشیوں کو پس پشت ڈال کر آندھی اور طوفان کی طرح حلب سے دمشق کی طرف کوچ کر آئے۔ بہر حال آج تمہارے اور مشال کے نکاح کا اہتمام کیا جائے گا ہم سب اس میں شامل ہوں گے۔

پھر ہاتھ کے اشارے سے سلطان نے خطلخ اور شمس الدین کو اپنے پاس بلایا دونوں کے کانوں میں گھسر پھسر کی جسے سن کر دونوں مسکراتے رہے پھر دونوں اٹھے قریب کھڑے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور گھوڑوں کو ایڑ لگاتے ہوئے وہاں سے چلے گئے تھے۔

ان کے جانے کے بعد سلطان مجد الدین کو حارم طبریہ اور مصر میں شیر کوہ کی مہمات کی تفصیل بتا رہا تھا۔

شمس الدین اور خطلخ دونوں دمشق شہر میں اس حویلی کے دروازے پر دستک دے رہے تھے جو شہر میں ان کی رہائش کے لیے مہیا کی گئی تھی دوسری دستک پر دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والی مشال تھی دروازہ کھول کر وہ پیچھے ہٹ گئی دونوں حویلی میں داخل ہوئے خطلخ نے دروازہ بند کر دیا پہلے وہ گھوڑوں کو اصطبل میں باندھ کر آئے پھر زور زور سے وہ عبدہ ازبل اور سمرون کو پکارنے لگے تھے ان کی پکار پر سب حویلی کے صحن میں آن جمع ہوئے تھے ان میں مشال بھی تھی ان کو اس حالت میں دیکھ کر سب فکر مند اور پریشان تھے کہ یہاں تک کہ عبدہ نے شمس الدین کو مخاطب کیا۔

شمس الدین میرے بیٹے تم دونوں بھائی یہ کیا حرکت کر رہے ہو اس طرح پہلے کبھی تم نے صحن میں کھڑے ہو کر نہیں پکارا تھا بیٹے کیا کوئی خاص بات ہے۔

عبدہ کے اس سوال کے جواب میں شمس الدین کے بجائے خطلخ بول پڑا۔

ماں ایک نہیں اس سے زائد خاص باتیں ہیں پہلی خاص بات یہ ہے کہ بھائی مجدالدین مستقر میں پہنچ چکے ہیں اور اس وقت وہ سلطان کے پاس بیٹھے ہیں اور تھوڑی دیر تک وہ گھر آئیں گے کیا یہ خاص بات نہیں ہے مجدالدین کی آمد کا سن کر جہاں سب لوگ خوش تھے وہاں مشال کی حالت ایسی خوش کن ہو گئی تھی جیسے بے کارواں مسافر کی آنکھوں میں منزل کا قرب زدہ چہرے پر آرزوؤں کے سراب، زمزموں کی ساحری، درد کے الفاظ، تشنگی کے پہروں اور زخموں کے حروف سی اجنبیت میں لذتوں، رنگینیوں کی مستی اور اپنائیت کی انجان امنگیں رقص کناں ہو گئی ہوں، اس کی سحر آفرین نگاہوں میں اس سمے عجیب و غریب نشے کی گھلاوٹ اور اس کے پر جمال اور مہتاب چہرے پر آسودگی، ابریشمی لہریں رقص کر رہی تھیں۔

دوسری جانب مرسینہ بھی مشال جیسی ہی خوش کن اور مسحور کن دکھائی دے رہی تھی یہاں تک خطلخ نے اپنی گفتگو کا سلسلہ پھر جاری رکھتے ہوئے کہنا شروع کیا

جو دوسری خبر ہے وہ پہلی سے بھی زیادہ اچھی اور خوش کن ہے۔ اماں سلطان کو پتہ چل گیا ہے کہ ہماری بہن مشال مجدالدین کو پسند کرتی ہے اس سے محبت کرتی ہے اب سلطان نے مجھے اور شمس الدین کو اس لیے بھیجا ہے کہ ہم بھائی اور مشال کے نکاح کے سارے انتظامات مکمل کریں۔ اماں میں اور خطلخ یہی دو خبریں آپ سے کہنے آئے تھے۔ ابھی ہم دمشق

ے بازار جا رہے ہیں دعوت کا سامان خرید کر لائیں گے۔ اماں اس شادی میں جہاں سلطان ر شیرکوہ شرکت کریں گے وہاں لشکر کے سارے چھوٹے بڑے سالار بھی شامل ہونگے۔ لطان نے ہمیں بھی کہا ہے کہ یہ نکاح انتہائی سادگی سے ہوگا۔ مہمانوں کو جو کھانا پیش کیا جائے ادہ بھی بالکل عام سا ہوگا۔ جو روزمرہ کے استعمال میں ہوتا ہے۔ سلطان نے ہمیں سختی سے منع یا ہے کہ کوئی معمول کے خلاف اہتمام نہیں ہونا چاہیے۔ لہٰذا آپ لوگ بھی اپنی تیاری کریں وصیت سے میں اپنی بہن مشال سے کہوں گا کہ یہ اپنی تیاری مکمل کرے۔ تھوڑی دیر تک لطان اور شیرکوہ سارے سالاروں کے ساتھ یہاں آئیں گے اور امیر کے ساتھ اس کے نکاح اہتمام کیا جائے گا۔ میں اور خطلخ اب جاتے ہیں اور دعوت کا سارا سامان آپ کو لا کر دیتے ں۔ اس کے ساتھ ہی خطلخ اور شمس الدین بڑی تیزی کے ساتھ باہر نکل گئے تھے ان کے نے کے بعد عبدہ بہت خوشی کا اظہار کر کے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

میری بچیو! فوراً حرکت میں آؤ دعوت کا سامان کرو اور اس کام میں مشال کو شامل نہ رنا پھر مرسینہ، جمارا اور عبیرہ حرکت میں آئیں اپنے ساتھ وہ مشال کو بھی کھینچتی ہوئی پرانی ویلی کے سکونتی حصے کی طرف چلی گئیں تھیں۔

اس روز مغرب کی نماز کے بعد سادہ سی ایک دعوت کے ساتھ سلطان اور سارے سالاروں کی موجودگی میں مجدالدین اور مشال کے نکاح کا اہتمام کر دیا گیا تھا۔

مجدالدین اور مشال کی شادی کے چند روز بعد ایک دن مجدالدین، شمس الدین ور خطلخ تینوں مستقر سے حویلی میں داخل ہوئے تینوں اپنے گھوڑوں کو اصطبل میں لے لئے۔ زینیں اتاریں ان کے دھانے علیحدہ کیے اس دوران تینوں چونک پڑے اس لیے کہ پرانی ویلی کے اندر مرسینہ اور مشال چیخنے اور چلانے کی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں۔ تینوں کو ایسا لگوں ہوا جیسے دونوں آپس میں جھگڑ پڑی ہوں شور شرابہ کر رہی ہوں۔ اس موقع پر شمس الدین ور خطلخ کی حالت قابل دید تھی دونوں اداس اور افسردہ ہو گئے تھے پھر وہ دزدیدہ نگاہوں سے جدالدین کی طرف دیکھ رہے تھے۔

دونوں نے دیکھا اپنے گھوڑے کی زین ایک طرف رکھنے کے بعد اپنے گھوڑے کی ردن تھپتھپاتے ہوئے مجدالدین گہری سوچوں میں کھویا ہوا تھا۔ چہرے پر پریشانی اور

آنکھوں میں فکرمندی کے آثار تھے شمس الدین اور خطلخ جب اس کے قریب آئے تب اس نے ان دونوں کو بڑے دکھ سے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

میرے دونوں عزیز بھائیو! مجھے جس بات کا ڈر اور خدشہ تھا۔لگتا ہے وہی رونما ہوگئی ہے۔تم نے دیکھا اندر مرسینہ اور مشال کی آوازیں کس طرح باہر سنائی دے رہی ہیں۔لگتا ہے وہ کسی معاملہ میں یا کسی چیز کے لین دین پر لڑ رہی ہیں جھگڑا کر رہی ہیں۔اس بناء پر میں صرف مرسینہ کو ہی اپنی زندگی کا ساتھی رکھنا چاہتا تھا مشال سے شادی کرنے کا خواہش مند نہیں تھا۔لیکن میری بدقسمتی کہ میں مشال کو افسردہ اور اداس بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

میرے دونوں بھائیو! کسی نے سچ ہی کہا ہے جو اپنی زندگی کی خوشیاں ذرہ ذرہ کرنا چاہتا ہو۔جو اپنی منزل کا کوئی کنارا، اس کی گہرائی نہ دیکھنا چاہتا ہو وہ جو ادھورے خواب میں جواں مرگ خواہش بھرنے کا خواہشمند ہو جو زیست کے حروف تمام میں شکست خوردہ غم چاہتا ہو اور ماضی کی عظمتوں کے نشانوں میں ٹوٹے کھنڈروں کا سماں دیکھنا پسند کرتا ہو وہ دوسری شادی کرلے۔

مرسینہ اکیلی ہی میرے لیے اجاڑ ویرانوں میں سکون کی آبشار، شورشوں کی صداؤں میں سایوں کا آنگن اور دکھوں کے اندھے ہام تیں اپنے سحر خیز جمال کی وجہ سے ایک دل کشا آسودگی تھی گو یہ دوسری شادی میں نے اس کے کہنے پر کی ہے پر اب اس کی وجہ سے وہ خود بھی ٹوٹتی کرنوں بکھرے پتوں، بدبختی کے گھمبیر طلسم، عداوت کے رتیلے جھگڑوں اور درد و کرودھ کی آگ کا شکار ہو کر رہے گی۔

میرے بھائیو! سب سے بڑھ کر ہماری ماں جو ہماری ساری آرزوؤں ہماری روح کی تمام امیدوں کا مرکز ہے۔اور جس کے نزدیک آج تک ہم ۔ کبھی نامرادیوں کی دھند درد ناک سموں کو نہیں آنے دیا اب وہ بھی اس ماحول میں تیزابی تلخیوں، جمود و خموشی کی تہوں کا شکار ہو کر رہ جائے گی۔میرے جیتے جی میری ماں اداس اور افسردہ ہو میں سمجھتا ہوں مجدالدین کے لیے اس سے بڑھ کر بدبختی کی اور کوئی بات ہو ہی نہیں سکتی۔

جب تک مجدالدین بولتا رہا شمس الدین اور خطلخ کی گردنیں جھکی رہی وہ اداس اور افسردہ تھے۔مجدالدین کچھ دیر خاموش رہا پھر ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

تم دونوں اندر جاؤ میں اس حالت میں اس کا سامنا نہیں کرسکتا میں ذرا مستقر کی طرف جاتا ہوں اس کٹھن گھڑی گرتے حول میں میں داخل نہیں ہوسکتا۔

شمس الدین اور خطلخ نے اس سے کچھ بولنے کا ارادہ کیا لیکن مجدالدین کی حالت دیکھتے ہوئے انہیں کچھ بولنے کی جرأت نہ ہوئی مجدالدین چپ چاپ اپنی حویلی سے باہر نکل گیا تھا۔

شمس الدین اور خطلخ دونوں اصطبل سے نکل کر جب حویلی کے سکونتی حصے کی طرف جانے والی سیڑھیوں کی طرف گئے تو اندر سے عبدہ زہراں ازبل عبیرہ جمارا، مرسینہ، مشال سب باہر نکل آئیں تھیں شاید سب وہ ایک جگہ بیٹھی ہوئی تھیں۔عبدہ کچھ دیر تک ان دونوں کو غور سے دیکھتی رہی اس لیے کہ ان دونوں کے چہرے اترے ہوئے تھے اداس اور افسردہ تھے۔

ان دونوں کی حالت دیکھتے ہوئے سب پریشان سے ہو گئے تھے پھر اداس سے لہجے میں عبدہ نے شمس الدین اور خطلخ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا میں دیکھتی ہوں تم دونوں بھائی کچھ اداس فکرمند سے ہو کیا بات ہے۔اور ساتھ یہ بھی کہو کہ مجدالدین کہاں ہے تمہارے ساتھ کیوں نہیں آیا کیا تم باہر ہی باہر اسے کسی مہم پر روانہ تو نہیں کر آئے۔اب اس گھر میں ایک کے بجائے اس کی دو بیویاں ہیں اور وہ بڑی بے چینی سے اس کا انتظار کرتی ہیں۔

شمس الدین نے باری باری ان کے چہرے کی طرف دیکھا اور پھر غم زدہ سے لہجے میں مرسینہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بول اٹھا۔

مرسینہ میری بہن کیا آپ بتائیں گی۔آپ اور مشال آپس میں کیوں لڑ رہی تھیں کیوں جھگڑا کر رہی تھیں۔

مرسینہ کی بجائے مشال حیرت اور پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے بول اٹھی شمس الدین میرے بھائی یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں میں اور مرسینہ آپس میں لڑیں گی یہ کیسی انہونی بات آپ کہہ رہے ہیں۔ایسا ہو ہی نہیں سکتا کس سے آپ نے کہہ دیا۔کہ میں اور مرسینہ آپس میں لڑی ہیں۔

اس کے خاموش ہونے پر شمس الدین پھر بول پڑا۔

بھائی ہمارے ساتھ آئے تھے دیکھ لو ان کا گھوڑا اصطبل میں ہی بندھا ہوا ہے جس

وقت ہم اصطبل میں اپنے گھوڑوں سے زینیں اتار رہے تھے تو حویلی کے اندر سے تم دونوں کے لڑنے اور شور کرنے کی آوازیں اصطبل تک پہنچ رہی تھیں تم دونوں کے لڑنے اور شور کرنے کی آوازوں سے بھائی فکر مند اور اداس ہو گئے تھے اور پھر وہ بڑی اداسی اور افسردگی سے فکرمندی کے لہجے میں ہم سے گفتگو کرتے رہے پھر کہنے لگے، یہ جو تم دونوں آپس میں لڑ رہی ہو اس ماحول میں میری ماں کی کیا حالت ہو گی۔ بس اسی اداسی اور افسردگی میں وہ گھر سے مستقر کی طرف چلے گئے ہیں کہہ رہے تھے اس گھٹن کے ماحول میں میں نہیں جا سکتا شاید وہ تم دونوں کی لڑائی اور جھگڑے میں نہ آنا چاہتے تھے اب تم ہی بتاؤ تم دونوں بہنیں کس بات پر شور شرابہ کر رہی تھیں شمس الدین کے اس انکشاف پر سب اداس اور افسردہ ہو گئے تھے عبدہ کی حالت غیر ہو گئی تھی۔ مرسینہ اور مشال کے چہرے لٹک گئے تھے۔ پھر عبدہ نے شمس الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میرے بیٹے تم نے غلط اندازہ لگایا مجددالدین کم از کم اندر آ کر یہ تو پوچھتا کہ ان دونوں نے کیوں شور کر رکھا ہے۔ بیٹے میرے کچھ کپڑے دھونے کے لیے پڑے ہوئے تھے۔ وہ کپڑے اٹھا کر مرسینہ جب دھونے لگی تو بھاگ کر وہ کپڑے مشال نے چھین لیے کہنے لگی یہ کپڑے میں دھوؤں گی پھر مرسینہ وہ کپڑے چھیننے لگی بولی یہ کپڑے میں دھوؤنگی یہ کپڑے میں دھوؤنگی اس طرح دونوں بہنیں میرے کپڑے یعنی میرا کام کرنے کے لیے آپس میں تکرار کر رہی تھیں کہ ایک کہتی تھی میں کپڑے دھوؤں گی دوسری کہتی تھی میں دھوؤں گی۔ بیٹے یہ ان کے درمیان باہمی محبت اور خلوص کی نشانی ہے۔ اور ان کی طرف سے میری عزت اور احترام کی بھی ایک غمازی ہے اگر اس شور سے تم نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ یہ آپس میں لڑ رہی تھیں تو یہ تم تینوں کی خام خیالی ہے۔ میں سمجھتی ہوں یہ جو کچھ ہوا اس میں میری بھی عزت افزائی ہے جانتے ہو ان دونوں میں اس قدر اتفاق پیار اور محبت ہے اتنی شدید تم تینوں میں بھی نہ ہو جاؤ مجددالدین کو پکڑ کر لاؤ جب وہ آئے تو میں اس کے کان کھینچتی ہوں۔

اس ساری گفتگو پر مرسینہ اور مشال دونوں رو دینے والی ہو رہی تھیں جمارا اور عبیرہ بھی پریشان دکھائی دے رہی تھیں خطلغ اور شمس الدین ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرا دیے پھر خطلغ بول پڑا۔

شمس الدین تم یہیں رہو میں بھائی کو لے کر آتا ہوں اس کے ساتھ ہی خطلغ مڑا اور تقریباً بھاگتا ہوا حویلی سے نکل گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد خطلغ اور مجددالدین دونوں لوٹے شاید خطلغ نے مجددالدین کو اصل صورت حال سے آگاہ کر دیا تھا اسی بناء پر مجددالدین چپ چاپ خاموشی سے اور انتہائی سنجیدگی کی کیفیت طاری کیے اپنی ماں کے سامنے آن کھڑا ہوا تھا۔

اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے سب پر ایک سکوت اور خاموشی کے ویران حلقے طاری تھے۔

عبدہ اپنی جگہ انتہائی سنجیدہ اور کسی قدر پریشانی کی حالت میں کھڑی تھی مجددالدین جب اس کے سامنے آیا تو اس نے بڑے دکھ بھرے انداز میں اسے مخاطب کیا۔ مجددالدین بیٹے آج پتہ چلا کہ تم ہمیں چھوڑ کر جا بھی سکتے ہو۔

عبدہ کے ان الفاظ پر ایسا لگا جیسے مجددالدین چربی کی طرح پگھل کر رہ جائے گا۔ اس کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے داستانوں کے الفاظ مدھم ہو کر ان گنت جرائم کے بوجھ تلے دب گئے ہوں، جیسے تمناؤں کی صدائیں جہل کے سایوں میں ڈوب گئی ہوں یا غاروں کے اندھے دھانوں پر بڑھکتی آگ کے قرب میں سوختہ جاں کے لبوں سے حیات کے سارے جذبے بھسم ہو گئے ہوں۔

مجددالدین کی یہ حالت مرسینہ اور مشال دونوں کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ دونوں کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے دکھ کی خیرہ کن شعاعیں ان دونوں کے جسموں کے گوشے گوشے، نس نس میں گھس کرنا کام آدرش کے آسرار کھولنے لگی ہوں دوسری جانب انہوں نے دیکھا عبدہ بے چاری اپنے مفہوم سے نا آشنا بے لفظ نقطوں کی سنسنانیوں کی طرح کھڑی تھی اچانک مجددالدین آگے بڑھا اور جھک کر اس نے اپنی ماں کے پاؤں پکڑ لیے تھے۔ پھر کپکپاتی لرزتی آواز میں کہہ رہا تھا۔

ماں ایسا زندگی میں پہلی بار ہوا اور یہ سب کچھ غلط فہمی کی بناء پر ہوا ہے دراصل ماں میرے ذہن میں ہر وقت یہی خدشات ابھرتے رہتے تھے کہ کہیں مشال اور مرسینہ آپس میں جھگڑ نہ پڑیں اور گھر کا ماحول خراب نہ ہو جائے اسی بناء پر مجھے یہ شک گزرا ماں اس غلطی پر

معاف کرو۔

مجد الدین کے ان الفاظ نے مرسینہ اور مشال کی حالت یکسر ہی بدل دی تھی وہ ایسی ہوگئی تھیں جیسے دکھ کے اندھیرے جنگل میں کرب کی پہلی کونپلیں، جیسے کرب خوردہ نگاہوں میں حسن کی دیواریں کھڑی ہوں پھر اچانک جب مرسینہ سسک سسک کر رونے لگی تو مشال بھی پھٹ پڑی ہچکیوں اور سسکیوں میں رو رہی تھی۔

اس موقع پر شمس الدین تیزی سے آگے بڑھا اپنا منہ عبدہ کے کانوں کے پاس لے گیا اور پیار سے سرگوشی میں کہنے لگا۔

ماں کتنی بری بات ہے۔ بھائی آپ کے قدموں پر پڑے ہوئے ہیں اور آپ بالکل چپ چاپ خاموش کھڑی ہیں اماں یہ بھائی کے ساتھ زیادتی ہے اماں ذرا سوچو بڑے بڑے لشکروں کو زیر وزبر کر دینے والا سالار، بڑے بڑے ناقابل شکست تصور کیے جانے والے سورماؤں کو لمحوں کے اندر اپنے سامنے روک دینے والا آپ کے پاؤں میں انتہائی بے بسی اور لاچاری کے عالم میں پڑا ہے۔

شمس الدین کے ان الفاظ پر عبدہ پھٹ پڑی رو رہی تھی جھکی اور مجد الدین کو اٹھایا، گلے لگایا اور پیشانی چومی، یہ صورت حال دیکھتے ہوئے مرسینہ اور مشال پہلے ہی رو رہی تھیں جمارا اور عجیرہ از بل سب رو رہے تھے۔

اپنے ساتھ لپٹائے ہی لپٹائے عبدہ نے مجد الدین کو مخاطب کیا میرے محترم بچے تجھے تھوڑی دیر میں نے زمین پر اس لیے پڑا رہنے دیا ہے تاکہ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو ایسا رویہ تم نے کبھی ہمارے ساتھ روا رکھا ہی نہیں بیٹے کسی سنی سنائی بات پر فوراً آخری فیصلہ نہیں کر لینا چاہیے تھا۔ جس وقت تم نے حویلی کے اندر سے مرسینہ اور مشال کی آوازیں سنی تھیں اور پھر جب تمہیں شک ہوا کہ یہ آپس میں لڑ جھگڑ رہی ہیں تو تم تینوں کو اندر آنا چاہیے تھا شور کرنے کی وجہ پوچھنا چاہیے تھی۔ اس کے بعد ہی کوئی حتمی رائے قائم کرنی چاہیے تھی۔ اس کے بعد گھر میں بیٹھ کر کوئی فیصلہ کرنا چاہیے تھا۔ تمہارا اس طرح سے گھر سے چلے جانا کیا تم سمجھتے ہو میرے، مرسینہ، مشال اور دیگر گھر کے افراد کے لیے قابل برداشت ہے۔

مجد الدین مسکرا دیا منہ آگے بڑھا کر اپنی ماں کی پیشانی پر لمبا بوسہ دیا کہنے لگا۔

اماں آپ سے تو میں معافی مانگ چکا ہوں پھر مانگ رہا ہوں لیکن ان دونوں سے مجھے کوئی گلہ شکوہ نہیں بلکہ میں تو خوش ہوا ہوں کہ یہ آپ کے کام کی وجہ سے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہی تھیں اماں ان کا یہ کردار میرے لیے باعث فخر ہے۔

شاید شمس الدین اور خطلخ نے آپ کو نہیں بتایا ہوگا کہ ہم کل یہاں سے کوچ کر رہے ہیں۔ اماں گو سیطرہ کے نواح میں میں نے ایک لشکر کو شکست دے کر بھاگ جانے پر مجبور کیا تھا لیکن اب وہاں پہلے کی نسبت زیادہ صلیبی جمع ہو چکے ہیں اور انتقاماً ہمارے علاقوں پر یلغار اور ترک تاز کرنا شروع کر دی ہے اس لیے سلطان نے فیصلہ کیا ہے کہ سیطرہ کو ہر صورت میں فتح کر کے اپنی مملکت میں شامل کرنا چاہیے اسی بناء پر کل صبح ہم تینوں بھائی ایک لشکر کے ساتھ کوچ کر جائیں گے۔

عبدہ مسکرا دی کہنے لگی میرے بچو! میرا اللہ تمہیں ہر محاذ، ہر مہم پر کامیاب اور کامران رکھے ذرا یہ سامنے مرسینہ اور مشال کو دیکھو یہ دونوں رو رہی ہیں ان دونوں کو اپنی خواب گاہ میں لے کر جاؤ اور ڈھارس اور تسلی دو کہ ان دونوں نے اس واقعہ کو بہت محسوس کیا ہے۔ اس کے بعد سب بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں پھر تم اپنے کوچ کی تیاری بھی سونے سے پہلے کر لینا۔

پھر عبدہ نے مرسینہ اور مشال کی طرف دیکھا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگی۔

میری بچیو! جو کچھ ہوا غلط فہمی میں ہوا اب تم اپنے کمرے میں جاؤ۔ مشال اور مرسینہ دونوں حرکت میں آئیں دونوں اپنی خواب گاہ کی طرف چلی گئیں تھیں۔ ان کے جانے کے بعد عبدہ نے مجد الدین کو مخاطب کیا۔ اب جاؤ تم ان کو تسلی اور ڈھارس دو یہ سب کچھ تمہاری غلطی کی وجہ سے ہوا ہے مجد الدین مسکرا دیا پھر بھی خواب گاہ کی طرف ہو لیا۔

مجد الدین جب کمرے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا مرسینہ اور مشال کمرے کے وسط میں چپ چاپ کھڑی اپنی گردنیں جھکائے اداس اور افسردہ تھیں مجد الدین دبے پاؤں آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور ان کے قریب کھڑا ان کو دیکھنے لگا تھا ان دونوں نے بھی دیکھ لیا تھا کہ مجد الدین خاموشی سے ان کے سامنے آن کھڑا ہوا ہے۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر مرسینہ نے آہستہ سے اپنی گردن سیدھی کی اور مجد الدین کی طرف دیکھتے ہوئے انتہائی دکھ اور اذیت آمیز لہجے میں کہہ رہی تھی امیر گھر میں جو ماحول میں تلخی اور دکھ گھل گیا تھا یہ سب ہم دونوں کی

وجہ سے ہوا آپ کا یوں گھر سے چلے جانا ہمارے لیے نا قابل برداشت تھا۔ہم دونوں آپ سے وعدہ کرتی ہیں کہ ہم دونوں آئندہ کبھی گھر میں اس طرح کا شوروغوغا نہیں کریں گی اور جو کچھ ہوا مجھے امید ہے کہ آپ مجھے اور مشال کو معاف کر دیں گے۔

مرسینہ بیچاری رو دی تھی آگے کچھ نہ کہہ سکی ہچکیاں لے کر رو رہی تھی الفاظ اس کے حلق میں اٹک گئے تھے اس کی اس حالت پر مشال بیچاری اس سے بھی بڑھ کر رونے لگی تھی۔

کچھ دیر خاموشی رہی مجدد الدین مسکراتے ہوئے کچھ دیر ان کی طرف دیکھتا رہا پھر مجدد الدین بڑے پیارے انداز میں ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یہ سب میری غلطی میری کوتاہی کی وجہ سے ہوا اماں ٹھیک کہتی ہیں جب میں نے یہ شور وغل سنا تو مجھے اندر آ کر اس کی وجہ معلوم کرنی چاہیے تھی پھر کوئی فیصلہ کرنا چاہیے تھا۔بہر حال میں اپنی غلطی پر نادم ہوں غلطی تم دونوں کی نہیں میری ہے۔اس بناء پر تم دونوں سے مجھے معذرت کرنی چاہیے تھی نہ کہ تمہیں۔

مجدد الدین کے ان الفاظ پر دونوں چونک سی پڑی تھیں احتجاجی سے انداز میں دونوں مجدد الدین کی طرف دیکھنے لگی تھیں اس موقع پر وہ اس سے کچھ کہنا چاہتی تھیں کہ اچانک مجدد الدین نے اپنے دونوں بازو پھیلا لیے پھر کہنے لگا۔

جو کچھ ہوا اس پر لعنت بھیجو اور یہ جو کچھ تم نے کہا کہ آئندہ گھر میں پھر ایسا شوروغوغا نہیں ہوگا بلکہ ماں کے کام کے سلسلے میں ایسا شوروغوغا ہوگا اور ہونا چاہیے۔

مجدد الدین کے ان الفاظ پر مرسینہ اور مشال کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔وہ مجدد الدین کے پھیلے بازوؤں کی طرف میکانیکی انداز میں بڑھی تھیں اور دونوں نے اپنے سر بڑی چاہت سے مجدد الدین کے شانوں پر رکھ دیئے تھے۔

کچھ دیر ایسا ہی سماں رہا مجدد الدین بڑی چاہ، بڑے پیار، بڑی شفقت، بڑی محبت میں ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتا رہا پھر دونوں علیحدہ ہوئیں۔مرسینہ نے مجدد الدین کو مخاطب کیا۔

میں آپ کو کپڑے نکال کر دیتی ہوں آپ لباس تبدیل کر لیں پھر بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔

اس پر مشال نے جھٹ سے مرسینہ کا بازو پکڑ لیا کہنے لگی نہیں یہ کام آپ نہیں میں

لاتی کپڑے میں لا کر دیتی ہوں آپ یہیں کھڑی رہیں اس کے ساتھ ہی مشال بھاگتی ہوئی کمرے کے کونے کی طرف چلی گئی تھی۔اس کے جانے کے بعد مجدد الدین نے بڑے پیار کے ساتھ مرسینہ کو مخاطب کیا۔

مرسینہ تم ابھی تک مجھ سے ناراض ہو؟

مرسینہ ایک بار پھر آگے بڑھی اپنا سر مجدد الدین کے شانے پر رکھا پھر شانے کو کئی بار چومنے کے بعد کہنے لگی۔

مرسینہ مر سکتی ہے لیکن آپ سے ناراض نہیں ہو سکتی آپ نے یہ کیسے جان لیا کہ میں آپ سے ناراض ہوں۔آپ سے خفا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مرسینہ کے یہ الفاظ کونے میں لکڑی کے صندوق سے کپڑے نکالتی مشال نے بھی سن لیے تھے لہٰذا وہ پلٹی اور کسی قدر اونچی آواز میں کہنے لگی اس سلسلے میں میرا بھی یہی جواب ہے۔

مشال کے ان الفاظ پر مرسینہ اور مجدد الدین دونوں کھل کر ہنس دیے تھے۔پھر مرسینہ علیحدہ ہوئی اور کہنے لگی۔

آپ مشال سے کپڑے لیں لباس تبدیل کریں پھر سب بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔

مجدد الدین آگے بڑھا مشال سے اس نے کپڑے لیے کمرے کے ایک طرف جو پردہ لگا ہوا تھا اس میں جا کر اس نے لباس تبدیل کیا پھر تینوں مطبخ سے ملحقہ کمرے میں آئے وہاں گھر کے بقیہ افراد پہلے سے موجود تھے۔وہ بھی ان کے درمیان بیٹھ گئے پھر سب مل کر کھانا کھانے لگے تھے۔اگلے روز سورج کے طلوع ہونے کے تھوڑی دیر بعد وہ سلطان کے ساتھ سنیطرہ کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

.........☆.........

سلطان نور الدین زنگی جب اپنے لشکر کے ساتھ سنیطرہ کے قریب پہنچا تو اس کے مخبروں نے اسے اطلاع دی کہ سنیطرہ کے صلیبیوں کی مدد کے لیے مختلف صلیبی شہروں سے خاصے بڑے لشکر بڑی تیزی سے دوڑتے چلے آ رہے ہیں۔

اپنے مخبروں سے ساری تفصیل جاننے کے بعد سلطان نورالدین زنگی نے فوراً اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حصہ شیرکوہ دوسرا حصہ اپنے پاس اور تیسرا حصہ مجد الدین کے حوالے کیا گیا خود سلطان نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ صلیبیوں کے اس لشکر سے ٹکرائے گا جو سنیطرہ شہر کے باہر ان کا منتظر ہے۔

جب کہ شیرکوہ اور مجد الدین دونوں کے ذمہ یہ کام لگایا گیا صلیبی شہروں سے جو بڑے بڑے لشکر صلیبیوں کی مدد کے لیے سنیطرہ کی طرف آ رہے ہیں۔ ان کی راہ روکیں اور کچھ مخبروں کو بھی منتخب کیا گیا جو اس سلسلے میں شیرکوہ اور مجد الدین کی آنے والے صلیبی لشکروں کی طرف راہ نمائی کریں۔

چھوٹے سالاروں کو بھی سلطان نے تین حصوں میں تقسیم کر دیا تھا مخبروں کی راہ نمائی میں شیرکوہ اور مجد الدین تو اپنے اہداف کی طرف روانہ ہو گئے تھے جب کہ سلطان نور الدین اپنے حصے کے لشکر کو لے کر آگے بڑھا سنیطرہ کے نواح میں دشمن استوار ہو چکا تھا اس کے سامنے اگر اس نے اپنی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں

سلطان نے جب دشمن کے لشکر کا جائزہ لیا تو اس نے دیکھا کہ سنیطرہ کے باہر جس لشکر نے پڑاؤ کیا ہوا تھا اس کی تعداد کہیں زیادہ تھی لہٰذا سلطان نے پہلے ضرب لگانے کا فیصلہ کر لیا اور پھر جوں ہی اس کے لشکر نے اپنی تنظیم کو درست کر لیا تھا تب سلطان نے اپنے کام کی ابتداء کی پھر وہ صلیبیوں پر حملہ آور ہوا ایسے جیسے بے نام خواہشوں کی سرگوشیوں کے وقت کی بے

ثانی کے قصوں اور اداس خشک راتوں کے نوحوں میں بے کراں وسعتوں کے عذاب گھس کر ایک انقلاب برپا کر دیتے ہیں جیسے ذہن کے آفاق پر منڈلاتے کالے بادلوں، سکوت کے صحرا میں لرزاں خاموشیوں اور راتوں کی تیرگی کی آندھیوں کے اندر بھاپ اور تیل کے ہر سو پھیلتے غبار اور سنگریزوں کے طوفان اپنے سامنے آنے والی ہر شے کا نقشہ اس کا حلیہ بدل کر رکھ دیتے ہیں۔

سنیطرہ شہر کے باہر دونوں لشکروں کے ٹکرانے کے باعث میدان جنگ زمین پر پھیلتے غبار کے بھورے بادل میں جھلساتے انگاروں، سرد آہوں کے ہجوم میں اٹھتی ہزاروں کھولتی شورشوں اور بے رنگ دھندلکوں کے پھیلنے بکھرنے سے اچانک نمودار ہو جانے والی وحشی خونخوار بادوں کی صورت اختیار کر گیا تھا۔

اپنے تیز حملوں میں سلطان نے لمحوں کے اندر صلیبی لشکر کے سارے دم خم اور بل نکالنے شروع کر دیئے تھے۔ بڑی تیزی سے ان کی حالت رات کے آنچل میں جنم لیتی دوریوں کے ہولناک خوابوں کی قوت سے بے بہرہ نقش بر آب اور سرد تہوں تک میں اترتی خوف بھری تاریکیوں سے ہی بری کر کے رکھ دی تھی۔ آخر کار سنیطرہ شہر کے باہر صلیبیوں کو سلطان کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا وہ ہزیمت اٹھا کر بھاگے اور سنیطرہ شہر میں محصور ہو گئے۔ سلطان نے بڑی تندی اور سختی کے ساتھ سنیطرہ شہر کا محاصرہ کر لیا تھا۔

دوسری جانب مختلف صلیبیوں کے لشکروں نے متحد ہو کر ایک بہت بڑے اور جرار لشکر کی صورت اختیار کر لی تھی اور وہ بڑی تیزی سے سنیطرہ والوں کی مدد کے لیے بڑھ رہا تھا مگر ان کی بدقسمتی کہ انہیں یہ خبر نہ ہوئی کہ دو بے روک طوفان بھی ان کی طرف بڑھ رہے ہیں اور تھوڑی دیر تک انہیں طوفانوں میں اڑنے والے خس و خاشاک کی طرح بے بس اور پامال کر کے رکھ دیں گے۔ ان کے ایک طرف سے مجد الدین اپنے لشکر کے ساتھ دوسری جانب سے شیرکوہ ان پر ضرب لگانے کے لیے طوفانوں کی طرح آ رہا تھا۔ وقت کی آنکھ نے دیکھا سب سے پہلے مجد الدین ایک پہلو پر نمودار ہوا اور وہ ان پر وقت کے سکون میں رات کی حشر سامانیاں کھڑی کرتی رجز کی ہواؤں سوچوں کے بے انت اعتکاف میں کھوئی، کھوئی خواب کے کرب کا شکار گریز پا ساعتوں میں تیرگی کے عذاب، حسرتوں کے آتش گرے اور آتش و آہن

کے سیل کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

سنیطرہ کی طرف بڑھنے والے مختلف علاقوں کے صلیبی دنگ رہ گئے تھے وہ امید بھی نہیں رکھتے تھے کہ مسلمانوں کا لشکر سنیطرہ سے دور ہی ان پر ضرب لگانے آجائے گا وہ تو یہ امید لگائے ہوئے تھے کہ سنیطرہ سے باہر سنیطرہ کے صلیبی اور مسلمانوں کے درمیان ہولناک جنگ ہوگی اتنی دیر تک وہ پہنچ کر ضرب لگانے کے قابل ہو جائیں گے لیکن یہاں تو ویرانوں میں ان کی حالت وقت کے اتھاہ سمندر میں دردناک سموں اور اندھیری راتوں کے سناٹوں میں یادوں کے پرانے گنبدوں سے بھی بدتر ہو چکی تھی۔

لیکن ان کی بدترین تقدیر نے یہاں تک اکتفا نہیں کیا ابھی وہ مجددالدین کے حملے کے سامنے ہی کلبلا رہے تھے کہ دوسری طرف سے شیرکوہ اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اور تکبیریں بلند کرتا ہوا وہ ان پر فضاؤں کی نبض کو برہم کرتی گرم شعلہ نگاہ برق۔ خونی انگڑائیاں ارمانوں کا ہیجان موت کے پیغامات آہ و فغاں کے ہنگامے کھڑے کرتے جھوم کر اٹھنے والے طوفانوں اور انگڑائیاں لیتے آتشیں سیل کی طرح حملہ آور ہو رہا تھا۔

مجددالدین کی طرح شیرکوہ نے بھی ان کی حالت خوں کی لہروں میں گرے اٹے پلکوں اور دھوپائے چہروں سے بھی زیادہ کربناکی کر کے رکھ دی تھی۔

کھلے میدانوں میں شیرکوہ اور مجددالدین کے ہاتھوں صلیبیوں کے اس متحدہ لشکر کو بدترین شکست ہوئی اور وہ شکست اٹھا کر ادھر ادھر بھاگ کھڑے ہوئے۔

ان میں سے کافی بڑی تعداد نے بھاگ کر سنیطرہ کا رخ کیا ان کا خیال تھا کہ وہ سنیطرہ کے صلیبیوں سے مل جائیں گے اور ان کی طاقت اور قوت میں اضافہ کریں گے لیکن ان کی بدقسمتی کہ جب وہ سنیطرہ شہر کے قریب پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ سلطان نورالدین زنگی شہر کو فتح کر چکا تھا اور شہر کے دروازوں پر سلطان نورالدین زنگی کے علم لہرا رہے تھے۔

یہ صورت حال صلیبیوں کے لیے انتہائی حوصلہ شکن تھی لہٰذا اپنی جانیں بچانے کے لیے وہ سب اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف بھاگ گئے تھے دراصل شہر کے باہر سنیطرہ کے صلیبیوں کو شکست دینے کے بعد سلطان نورالدین نے بڑی شدت کے ساتھ شہر کا محاصرہ کیا تھا اور شہر کو وہ فتح کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا دوسری طرف سنیطرہ کے نواح میں صلیبی لشکر کو

بدترین شکست دینے کے بعد شیرکوہ اور مجددالدین سلطان سے آن ملے تھے۔

سلطان نے چند روز تک سنیطرہ میں قیام کر کے شہر کا نظم و نسق درست کیا وہاں اپنا والی مقرر کیا اس کے بعد وہ دمشق کی طرف چلا گیا تھا۔

O

جن دنوں مجددالدین شمس الدین اور خطلخ تینوں سلطان کے ساتھ سنیطرہ کی مہم میں شامل تھے ان کی غیر موجودگی میں بوڑھا سمرون بیمار ہو گیا تھا جنگ سے فارغ ہونے کے بعد جب وہ گھر پہنچے تو سمرون انتہا درجہ کا لاغر ہو چکا تھا اور علالت پوری طرح اسے اپنی گرفت میں لے چکی تھی۔

مجددالدین شمس الدین اور خطلخ تینوں نے بڑی بھاگ دوڑ کی بہترین طبیبوں سے اس کا علاج شروع کروایا لیکن سمرون کو کوئی آرام نہ آیا اس لیے کہ اس کی بیماری دن بدن بڑھتی گئی کہ سمرون اس قدر لاغر اور کمزور ہو گیا کہ بڑی مشکل سے مطلب کی گفتگو کرتا تھا۔

ایک روز مجددالدین شمس الدین اور خطلخ عبدہ زہران ازبل مرسینہ مثال عبیرہ جمارا سب بیمار اور علیل سمرون کی چارپائی کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے کہ مجددالدین کی طرف دیکھتے ہوئے عبدہ بول پڑی مجددالدین میرے بیٹے تمہاری غیر موجودگی میں مرسینہ اور مثال دونوں پوچھ رہی تھیں کہ یہاں دمشق میں ہمارا قیام عارضی ہے یا دائمی۔ مجددالدین نے ایک گہری نگاہ باری باری مرسینہ اور مثال پر ڈالی اور کہنے لگا۔

اماں ابھی حالات کا کچھ پتا نہیں فی الحال تو ہمیں یہیں قیام کرنا ہے اس لیے کہ سلطان اب زیادہ وقت دمشق ہی میں قیام رکھتے ہیں کبھی کبھی حلب کی طرف جاتے ہیں اس لیے ہمارا دمشق میں رہنا ضروری ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد مجددالدین رکا اور اپنی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

اماں آپ یہ بھی کہنا چاہیں گی کہ حلب کی حویلی کا ہم کیا کریں گے۔

عبدہ مسکرائی اور کہنے لگی۔

تم ٹھیک کہتے ہو میرے بیٹے میرے دل میں یہ سوال ضرور اٹھتے ہیں کہ ہماری حویلی

اس طرح خالی پڑی رہی تو ویران کھنڈر ہو کر رہ جائے گی کوئی اس کی دیکھ بھال کرنے والا نہیں ہے۔

جواب میں مجد الدین نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

اماں آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے چند ہفتے اور ٹھہر جائیں اگر یہ بات پکی ہو گئی کہ ہم نے مستقل طور پر دمشق میں قیام رکھنا ہے تو پھر وہ حویلی کسی کو رہنے کے لیے دے دیں گے جو اس کی دیکھ بھال بھی کرے گا اور اپنی رہائش بھی رکھ لے گا بہر حال اس سلسلے میں آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں اس لیے کہ یہاں تک کہتے کہتے مجد الدین کو خاموش ہو جانا پڑا اس لیے کہ کراہتے کراہتے ہاتھ کے اشارے سے سمرون نے مجد الدین کو اپنے قریب بلایا تھا۔

سمرون کی اس حرکت پر مرسینہ جمارا مشال عبیرہ اور دیگر سب لوگ پریشان ہو گئے تھے سب اس کے نزدیک ہو کھڑے ہوئے تھے مجد الدین آگے بڑھا اور سمرون کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تب بڑی مشکل سے ہکلاتی ہوئی آواز میں اور انتہائی مدہم لہجے میں مجد الدین کو مخاطب کیا۔

مجد الدین میرے بیٹے سب سے پہلے میں تیرا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تو نے ہمیں حلب لے جا کر بہترین سکونت مہیا کی بلکہ ہم میاں بیوی کے علاوہ ہماری بیٹی جمارا کی خوشیوں کا بھی اہتمام کیا۔

بیٹے یہ دنیا وقت کے بگولوں کے رقص میں نادیدہ ریت کی پیاس کے تہہ شدہ موسموں جمکٹوں میں زوال اور انحطاط کی لہروں سے بھی بدتر ہے کہیں رات کے بھاری کواڑوں پر دستک دیتے بے صدا عکس جیسی ہے کہیں یہ صداؤں کے خلاؤں میں آنے والے موسموں کی نوحہ گری جیسی ہے زندگی وقت کے کالے بھاگتے لمحوں میں نیستی کے خوف اور بے بسی کے زہر جیسی بھی ہے۔

یہاں کسی کے لیے خوشیاں آہوں میں بدلتی ہیں کہیں ستم کی آگ کا ایندھن مہیا ہوتا ہے کہیں تعمیروں کے گلدانوں میں خار بوئے جاتے ہیں کہیں کھلیانوں میں قحط کے ڈھیر لگتے ہیں کہیں نشیمنوں پر بجلیاں گرتی ہیں بس یہ کاروان رواں دواں ہے۔

بیٹے یہ حیات ایک رات کے سونے سنسار سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی اس میں چاروں طرف لہولہو اضطراب خون خون پیچ و تاب نفرت کے حق داروں کے کہرام کی گھنی خونخواری میں ذہنوں کا کھلے عام نیلام ہوتا ہے زبان کے تیر تذلیل کا باعث بن جاتے ہیں۔

بیٹے میں ہزاروں ابھرتے طوفانوں سے گزر کر سلگتی نظروں کی آنچ کی طرح تقدیر کو مسلسل تلاش کرتے ہوئے زندگی گزار چکا ہوں میرے بچنے کی کوئی امید نہیں میں لمحوں کا مہمان ہوں جو بات میں تم سے کہنا چاہتا تھا وہ یہ کہ میں نے اپنی زندگی میں کبھی ازبل اور جمارا کی خواہشوں کی پیاس دکھ کی ساعتوں نفرت کی کراہتوں کا شکار نہیں ہونے دیا بیٹے میری خصوصیت کے ساتھ باقی سب سے عمومیت کے ساتھ یہ التجا ہے کہ میرے بعد ان دونوں ماں بیٹی کا خیال رکھنا شاید قضا کا قاصد مجھے حلب سے یہاں دمشق میں لے آیا ہے شاید مجھے مر کر یہیں دفن ہونا تھا ایک بار پھر آپ سب لوگوں کا ممنوں اور شکر گزار ہوں کہ......

اس سے آگے سمرون کچھ نہ کہہ سکا اس کی آواز دب گئی چند ہچکیاں لیں پھر اس کی گردن ڈھلک گئی وہ ختم ہو چکا تھا اس کے مرنے پر ازبل جمارا مرسینہ مشال اس سے لپٹ لپٹ کر رو رہی تھیں عبدہ اور زہراں بیچاری بھی ہچکیاں اور سسکیاں لے کر رو رہی تھیں شمس الدین اور مجد الدین غمناک آنکھوں کے ساتھ اداس بیٹھے ہوئے تھے اسی روز سمرون کو دمشق میں دفن کر دیا گیا تھا کوئی ایک ہفتہ بعد جب کہ سب اکٹھے بیٹھ کر ایک روز مغرب کی نماز کے بعد کھانا کھا رہے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

اس پر چونکتے ہوئے مجد الدین کہنے لگا اس وقت دستک کس نے دی ہے۔

شمس الدین اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

بھائی فکر مند نہ ہوں میں دیکھتا ہوں کون ہے صدر دروازے تک گیا وہاں ایک مسلح جوان شمس الدین کو دیکھتے ہی کہنے لگا امیر مجد الدین کو سلطان نے فی الفور مستقر میں بلایا ہے شیرکوہ بھی وہیں ہیں دونوں بڑی بے چینی سے امیر کا انتظار کر رہے ہیں کوئی انتہائی اہم معاملہ درپیش ہے۔

اس پر شمس الدین نے اس کا شانہ تھپتھپایا اور کہنے لگا جاؤ امیر کھانا کھا رہے ہیں وہ تمہارے پیچھے پیچھے مستقر کی طرف آ رہے ہیں اس کے ساتھ ہی وہ مسلح جوان چلا گیا جب کہ

شمس الدین دروازہ بند کر کے لوٹا۔

جب وہ اس نشست کی طرف گیا جہاں سے اٹھ کر صدر دروازے کی طرف گیا تھا تو مجدد الدین نے اسے مخاطب کیا۔

کون تھا؟

شمس الدین اپنی نشست پر بیٹھ گیا کہنے لگا مستقر کی طرف سے ایک آدمی آیا تھا سلطان اور شیر کوہ دونوں اس وقت مستقر میں آپ کا بڑی بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں جو شخص آیا تھا میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ امیر کھانا کھا رہے ہیں کھانا کھانے کے بعد تمہارے پیچھے پیچھے مستقر کی طرف آتے ہیں۔

اس پر مجدد الدین فوراً اٹھ کھڑا ہوا ہاتھ میں جو لقمہ پکڑا ہوا تھا وہ اس نے وہیں رکھ دیا اس کی اس حرکت پر مرسینہ نے چونکنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر احتجاجی سے انداز میں بول پڑی۔

آپ اٹھ کیوں گئے ہیں پہلے آرام سے کھانا تو کھائیں۔

مجدد الدین مسکرا دیا۔

مرسینہ، کھانا میں کھا چکا ہوں میں اب مستقر کی طرف جاتا ہوں نا جانے کیا معاملہ ہے جو سلطان نے مجھے یوں عجلت میں طلب کیا ہے اور شیر کوہ بھی وہاں ہے۔

اس موقع پر مشال فوراً اٹھی اور کہنے لگی۔

ان کپڑوں میں نا جایئے گا پہلے لباس تبدیل کر لیں مجدد الدین نے ذرا جھک کر لباس کی طرف دیکھا پھر مشال کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

کپڑے ٹھیک ہیں کیا ہوا ہے انہیں۔

اس پر مشال فوراً آگے بڑھی بڑی بے باکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجدد الدین کا بازو پکڑ لیا اور اسے کھینچ کر ایک طرف لے جاتے ہوئے کہنے لگی۔

آپ ان کپڑوں میں نہیں جائیں گے آپ میرے ساتھ آئیں میں آپ کو لباس نکال کر دیتی ہوں۔

مجدد الدین چپ چاپ مشال کے ساتھ ہو لیا مرسینہ بھی اپنی جگہ پر کھڑی ہو گئی کھانا

کھانا اس نے بھی چھوڑ دیا تھا مشال کھینچتے ہوئے مجدد الدین کو دوسرے کمرے میں لے گئی مرسینہ بھی ان کے پیچھے پیچھے اس کمرے میں داخل ہوئی اندر داخل ہوتے ہی مرسینہ نے پھر احتجاجی سے انداز میں مجدد الدین کو مخاطب کیا۔

آپ نے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔

مجدد الدین مسکرایا پیار سے اس نے مرسینہ کا گال تھپتھپایا کہنے لگا۔

مرسینہ جس قدر میں کھانا کھاتا ہوں تم جانتی ہو اسی قدر میں کھا چکا ہوں تمہیں فکر مند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

اتنی دیر میں مشال حرکت میں آئی لکڑی کا ایک صندوق کھول کر اس نے مجدد الدین کا نیا لباس نکالا اور وہ لباس اس نے مجدد الدین کو تھماتے ہوئے کہا۔

ایسے دو لباس ہم نے آپ کے لیے بنوا کر رکھے ہیں مجدد الدین نے فوراً مشال کی بات کاٹ دی میں نے مستقر کی طرف جانا ہے یہ نیا لباس پہننے کی کیا ضرورت ہے اس بار مشال کے بجائے مرسینہ نے زور دیتے ہوئے کہا اس کی ضرورت ہے اور آپ یہی لباس پہن کر جائیں گے اور مشال ٹھیک کہہ رہی ہے۔

مجدد الدین مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

اب تم دو ایک طرف ہو اور میں ایک طرف اکیلا اکیلے کا دو کے مقابلے میں کیا بس چلے گا جو کچھ تم کہتی ہو یہ تو مجھے کرنا ہی پڑے گا۔

مجدد الدین کے ان الفاظ پر دونوں نے قہقہہ لگایا پھر مجدد الدین پردے کے پیچھے گیا لباس تبدیل کر کے آیا وہ تینوں اس کمرے میں گئے جہاں سب کھانا کھا کر فارغ ہو چکے تھے پھر مجدد الدین حویلی سے نکل گیا تھا۔

مستقر میں جب مجدد الدین اس کمرے میں داخل ہوا جو شیر کوہ کے لئے مخصوص تھا تو وہاں پہلے سے سلطان نور الدین زنگی اور شیر کوہ بیٹھے ہوئے تھے جونہی مجدد الدین اندر داخل ہوا ہاتھ کے اشارے سے سلطان نے اسے بیٹھنے کے لیے کہا مجدد الدین جب بیٹھ گیا تب سلطان نے گفتگو کا آغاز کیا مجدد الدین تمہیں اس وقت اس لیے بلایا ہے کہ شیر کوہ مصر کے متعلق گفتگو کرنا چاہتا ہے دیکھو مصر اس وقت ہمارے لیے ایک انتہائی اہم اور نازک موضوع بنا ہوا ہے

صلیبی بار بار اس کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان نورالدین زنگی رکا پھر دوبارہ کہہ رہا تھا۔

جہاں تک بیٹے مصر کی سرزمین کا تعلق ہے تو صلیبی تو پہلے ہی اس کے اندر رونما ہونے والی کمزوری کا اندازہ لگا چکے ہیں شیرکوہ اور صلاح الدین دونوں چچا بھتیجا بھی مصر کی صورت حال کو دیکھ آئے ہیں۔

شیرکوہ کا کہنا ہے کہ اب مصر میں اتنی طاقت اور قوت نہیں رہی کہ وہ اپنی آزاد حیثیت کو برقرار رکھ سکے جو صورت حال ہمارے سامنے ہے اگر ہم نے مصر کے لوگوں کو ان کی اسی صورت حال پر چھوڑ دیا۔ تو یاد رکھنا ان کی حیثیت صلیبیوں کے رحم وکرم پر رہ جائے گی اور ایک نہ ایک روز صلیبی مصر پر قبضہ کرلیں گے اس لئے کہ وہ پہلے ہی مصر کی طرف حریص نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔

سلطان جب خاموش ہوا تو گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے شیرکوہ بول اٹھا

میرا اپنا اندازہ ہے کہ مصر کی سرزمین صلیبیوں سے صرف اسی صورت میں بچ سکتی ہے کہ ہم خود آگے بڑھ کر خود مصر پر قبضہ کرلیں مجدالدین میرے بھائی تم بھی جانتے ہو اور سلطان بھی کئی بار واضح کر چکے ہیں کہ ہماری ساری جنگوں کا نقطہ نظر یروشلم فلسطین اور شام کے ان سارے علاقوں کو واپس لینا ہے جو نصرانیوں نے گزشتہ صلیبی جنگوں میں زبردستی مسلمانوں سے چھین لیے تھے۔

اور اگر ان دنوں خدانخواستہ یروشلم کے بادشاہ آموری مصر کے خلاف لشکر کشی کرتے ہوئے مصر پر بھی قبضہ کر گیا اور وہاں اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے میں کامیاب ہو گیا تو یاد رکھیے گا یروشلم اور فلسطین کے دیگر علاقے تو پہلے ہی ان کی گرفت میں ہیں پھر ہم ان کی طرف دیکھ بھی نہیں سکیں گے بلکہ جب ان کا مصر پر قبضہ ہو گیا تو مصر کے گرد ونواح اور ہمسائے میں جو مسلمانوں کے بڑے بڑے شہر ہیں۔

ان کا وجود بھی خطرے میں پڑ جائے گا اسی بنا پر تمہاری آمد سے پہلے میں اسی موضوع پر سلطان سے بات کر رہا تھا اور سلطان سے میں گزارش کر چکا ہوں کہ ایک بار پھر مجھے مصر کی طرف جانے کی اجازت دی جائے مصر پر ہماری گرفت ہونا انتہائی ضروری اور اہم ہے

اور اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو میرا دل کہتا ہے ہماری اس سستی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک نہ ایک دن یروشلم کا بادشاہ آموری مصر پر قبضہ کرلے گا اور جب ایسا ہوا تو شام سے مصر کی طرف جانے والے سارے راستے مسلمانوں کے لیے غیر محفوظ ہو جائیں گے اور پھر مصر میں اپنی طاقت کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے بعد آموری اندھی ترکتاز کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے مسلمانوں کے دیگر شہروں کے خلاف بھی یلغار کی ابتدا کردے گا اور ایسا ہوا تو میں سمجھتا ہوں یہ مسلمانوں کے لیے انتہا درجہ کی بدبختی اور بدقسمتی کا معاملہ ہو گا۔

شیرکوہ جب خاموش ہوا تو مجدالدین بول پڑا شیرکوہ میرے بھائی میں تمہاری اس تجویز سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں میں تمہارے ان جذبات کو بھی سلام پیش کرتا ہوں جو مصر کے متعلق تم رکھتے ہو میں اس بات سے بھی اتفاق کرتا ہوں کہ اگر مصر پر صلیبیوں کا قبضہ ہوتا ہے تو چاروں طرف مسلمانوں کے لیے دشواریاں اٹھ کھڑی ہوں گی میرے ذہن میں بھی ایک تجویز ہے جس کا اظہار میں آپ دونوں سے کرنا چاہتا ہوں۔

سلطان نے غور سے مجدالدین کی طرف دیکھا پھر پوچھا مجدالدین کیسی تجویز؟

مجدالدین نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

سلطان محترم میں سوچ رہا تھا کہ آپ سے گزارش کروں گا کہ ہمیں صلیبیوں کے دو شہروں کی طرف متوجہ ہونا چاہیے ایک حصن الاکراہ سلطان محترم حصن الاکراہ سے ہم ایک بار پسپا ہونے پر مجبور ہو چکے ہیں اور میں حصن الاکراہ کے صلیبیوں کو سبق سکھانا چاہتا ہوں کہ اگر وقتی طور پر ایک موقع پر ہم وہاں سے پسپا ہوئے تھے تو ہم میں اتنی جرأت و ہمت ہے کہ ہم حصن الاکراہ کو فتح کرلیں سلطان محترم میرے دل میں اس وقت جو سب سے بڑی تمنا اور خواہش ہے وہ یہ کہ حصن الاکراہ پر ایسی ضرب لگائی جائے کہ اپنے پہلے ہی حملے میں صلیبیوں کو اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا جائے اور حصن الاکراہ پر قبضہ کیا جائے سلطان محترم جہاں تک صلیبیوں کے مسکن حوئین کا تعلق ہے تو یہاں مقامی صلیبیوں کے علاوہ لگ بھگ بیس ہزار فرانسیسی نائٹ ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ جنگ کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں اور ناقابل تسخیر ہیں میں چاہتا ہوں پہلے حصن الاکراہ پر ضرب لگائی جائے پھر حوئین کا رخ کیا جائے اور وہ جو فرانسیسی نائٹ ہیں جن کے متعلق تصور کیا جاتا ہے وہ ناقابل تسخیر ہیں ذرا ان کا بھی دم خم دیکھا

جائے میں چاہتا ہوں حوئین پر ایسی ضرب لگائیں کہ ناقابل تسخیر سمجھے جانے والے فرانسیسی نائٹ ہمارے سامنے گردن جھکانے ہاتھ جوڑنے پر مجبور ہو جائیں مجدالدین جب خاموش ہوا تو شیرکوہ توصیفی انداز میں اس کی جانب دیکھ کر کہنے لگا۔

مجدالدین میرے بھائی میں تمہارے جذبوں تمہارے ارادوں کی قدر کرتا ہوں اور سلام پیش کرتا ہوں حصن الاکراہ اور حوئین واقعی دو ایسے مقام ہیں جن پر ہمیں ضرب لگانی چاہیے اور یہ کہ ....۔

شیرکوہ کو خاموش ہو جانا پڑا اس لیے کہ ان دونوں کی طرف دیکھ کر سلطان نورالدین زنگی بول پڑا تھا۔

میرے دونوں عزیزو! مجھے تم دونوں کی ذات پر فخر ہے تم دونوں نے جو گفتگو کی ہے اس سے میرے حوصلوں میرے ولولوں میں نئی توانائی ابھرتی ہے۔ میں جانتا ہوں تم دونوں شعلہ زن ظلمتوں میں خیر کی آوازوں کا سیل، بربادی کے بھنور اور تباہی کے گھنے سناٹوں میں صداقتوں کی اڑتی آندھیوں کی طرح نمودار ہونے کی ہمت اور جرأت رکھتے ہو۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان نورالدین ذرا رکا پھر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

اللہ نے چاہا تو ہم مصر کی سرزمین کو وقت کے بدترین کھردرے ہاتھوں میں نہ جانے دیں گے۔ ہم یروشلم کے بادشاہ اموری کو اپنے کندھے پر اپنی خواہش کی صلیب اٹھائے مصر میں داخل ہو کر وہاں اپنی حکومت قائم کرنے نہ دیں گے ہم انہیں اس قابل نہ بننے دیں گے کہ وہ امن کو مسمار کرتے دن کی آزادی پر یلغار کرتی راتوں میں تبدیل کر دیں ہم صلیبیوں کو ایسی جرأت کا اظہار کرنے کا موقع ہی نہ دیں گے کہ وہ تاریخ میں کوئے وحشت ناک کی داستانیں رقم کرنے کی جرأت کر سکیں۔

سلطان تھوڑی دیر رکا کچھ سوچا پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا اور اگر مصر کے اندر ان صلیبیوں نے ہم پر وار کرنے کی کوشش کی تو وہ ہمیں بربادی کی بے قوت خونی آندھیوں اور بساط وقت میں دلوں کی دھڑکنوں کو تیز کر دینے والے طوفانوں کی صورت میں دیکھیں گے ہم اپنی برباد ہوتی نسل کا آخری فرد بنا پسند نہیں کریں گے۔ اور نہ ہی صلیبیوں کو مصر کی سرزمین میں

تغیر وتبدل کا خونی انقلاب کھڑا کرنے کی اجازت دیں گے اگر وہ مصر میں اپنی پوری طاقت اور قوت کو استعمال کرتے ہوئے دہر کی اندھی ظلمت کی طرف مداخلت کرنے میں کامیاب ہو گئے تو میرے اللہ نے چاہا تو ہم انہیں مصر سے مقتل گاہ کی خواری بتا کر نکال دیں گے۔

سلطان رکا پھر وہ گفتگو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا اب جب کہ ہم تینوں اس بات پر متفق ہیں کہ مصر پر ہمیں اپنی گرفت مضبوط کرنی چاہیے اور یہ معاملہ بھی طے شدہ ہے کہ شیرکوہ کو اب مصر کا رخ کرنا چاہیے۔ اب جو معاملہ طے ہونا باقی ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے سالاروں میں سے کون کون شیرکوہ کے ساتھ جائے گا۔

سلطان نورالدین زنگی جب خاموش ہوا تو شیرکوہ نے سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

سلطان محترم میں نے کچھ سالاروں کے نام اپنے ذہن میں ٹھان رکھے ہیں اگر آپ اجازت دیں تو میں ان کے نام کہوں۔

سلطان مسکرایا اور کہنے لگا۔

شیرکوہ اس سلسلے میں تمہیں اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے جس کو تم ساتھ لے جانا چاہتے ہو اس کا نام کہو۔

مسکراتے ہوئے پھر شیرکوہ کہہ رہا تھا۔

سلطان محترم میں چاہتا ہوں کہ حسب سابق میرا بھتیجا صلاح الدین میرے ساتھ رہے اس کے علاوہ دو اور سالاروں کو بھی اپنے ساتھ لے کر جانا چاہتا ہوں ایک شرف الدین برغش اور دوسرا عزیز الدین جرویک ان دونوں کو بھی میرے ساتھ کر دیں مجھے امید ہے کہ ہم اپنی اس مہم میں کامیاب رہیں گے۔

سلطان مسکرایا اور کہنے لگا۔

تم ان دونوں کو اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو۔

سلطان خاموش رہ کر کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس نے شیرکوہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

شیرکوہ تمہاری روانگی کے بعد ہم انتظار کریں گے۔ اور اگر تمہارے مصر میں داخل

ہونے کے بعد صلیبیوں نے کسی قسم کی انتقامی کاروائی کرنے کی کوشش کی تو پھر ہم اپنے لشکر کو حرکت میں لائیں گے ہم حصن الاکراد اور حوئین دونوں کا یکے بعد دیگرے رخ کریں گے اور دونوں کو فتح کرنے کی کوشش کریں گے اور اگر صلیبیوں نے مزید مصر کی سرزمینوں میں کودنے کی کوشش کی تو ان دونوں کو فتح کرنے کے بعد میں یروشلم کے بادشاہ اموری کی سلطنت میں دور تک یلغار کرتا چلا جاؤں گا ایسی صورت میں اموری مصر سے نکلنے پر مجبور ہو جائے گا یہ فیصلہ ہونے کے بعد سلطان نے وہ مجلس ختم کر دی پھر اگلے روز شیر کوہ ایک لشکر کے ساتھ مصر کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

☆

مصر کے وزیر بدبخت عشاور کو اطلاع ہو چکی تھی کہ مصر پر قبضہ کرنے کے لیے شیر کوہ ایک لشکر کے ساتھ کوچ کر چکا ہے اور وہ بڑی تیزی کے ساتھ مصر کی طرف کوچ کر رہا ہے۔

یہ خبر ملنے پر بدبخت اور غدار عشاور نے ایک انتہائی قدم اٹھایا اس نے ایک تیز رفتار قاصد یروشلم کے بادشاہ اموری کی طرف روانہ کیے اور اسے اپنی مدد کے لیے مصر بلایا اور شیر کوہ کی راہ روکنے کی التجا کی۔

یروشلم کا بادشاہ اموری پہلے ہی مصر پر نظریں جمائے ہوئے تھا وہ جانتا تھا کہ اکیلے مصر میں اتنی استعداد اور طاقت نہیں کہ وہ حکومت کا کاروبار چلا سکے اور وہ یہ بھی امید لگائے ہوئے تھا کہ آج نہیں تو کل مصر پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اسے امید تھی کہ اگر وہ مصر پر قابض ہونے پر کامیاب ہو گیا تو وہ مصر کے جو علاقے صلیبیوں کے قبضے میں ہیں ان کی حالت بھی مستحکم ہو جائے گی۔

اب یہاں جو صورت حال پیش آئی وہ کچھ اس طرح ہوئی کہ شیر کوہ کے مصر پہنچنے سے پہلے ہی اموری ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ مصر پہنچ گیا اور عشاور نے بھی مصری لشکر کو یروشلم کے بادشاہ اموری کے ساتھ تعاون کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ اس طرح شیر کوہ کے مقابلے میں یروشلم کا بادشاہ اموری اور مصر کا وزیر عشاور متحد ہو گئے تھے جب کہ مصر کا فاطمی خلیفہ العاضد ایک بت اور مجسمے کی طرح خاموش تھا کوئی اسے پوچھتا ہی نہ تھا، نہ ہی اس کی وقعت تھی سب کچھ اس کی آنکھوں کے سامنے ہو رہا تھا لیکن وہ کسی بھی موقع پر نیکی اور راستی کا ساتھ نہ دے رہا تھا اور نہ اس میں اتنی استطاعت تھی۔

شیر کوہ فرانسیسی مقبوضات کو دائیں طرف چھوڑتا ہوا مصر میں داخل ہوا اطبح کے مقام پر وہ دریائے نیل کے کنارے آیا اور دریائے نیل کو عبور کر کے نیل کے مغربی کنارے جیزہ کے

مقام پر پڑاؤ کر گیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس مقام پر شیر کوہ نے اپنے لشکر کے ساتھ لگ بھگ چون روز تک قیام کیے رکھا اور اپنے مخبروں کے ذریعے وہ یروشلم کے باشادہ اموری اور مصر کے وزیر عشاور کے متحدہ لشکر کا جائزہ لیتا رہا اس دوران غدار عشاور نے ایک بڑا قدم اٹھایا اس نے یروشلم کے بادشاہ اموری کے ساتھ ایک تحریری معاہدہ کیا اس معاہدے میں عشاور نے وعدہ کیا کہ وہ یروشلم کے بادشاہ کو جنگ سے پہلے دو لاکھ اشرفیاں ادا کرے گا۔ اور جنگ میں شیر کوہ کے خلاف فتح کی صورت میں مزید دو لاکھ اشرفیاں ادا کرنے کا پابند ہو جائے گا۔

یہاں حیرت کی بات یہ ہے کہ شیر کوہ کو شکست دینے کے لیے عشاور نے یروشلم کے بادشاہ اموری کے ساتھ جو معاہدہ کیا اس معاہدے پر مصر کے فاطمی خلیفہ الاضد نے خود اپنے ہاتھ سے دستخط کیے عشاور اور نصرانیوں کے درمیان یہ معاہدہ ہو جانے کے بعد صلیبی اور مصریوں کا متحدہ لشکر شیر کوہ سے ٹکرانے کے لیے پیش قدمی کر گیا۔ دوسری طرف شیر کوہ کو بھی اس کے طلایہ گرد دشمن کی نقل و حرکت سے آگاہ کر رہے تھے جب اسے خبر ہوئی کہ صلیبی موجودہ لشکر اس سے ٹکرانے کے لیے جیزہ کا رخ کر رہا ہے تب اس نے جیزہ سے کوچ کر لیا اور بابین کے مقام پر خیمہ زن ہو گیا تھا۔

بابین کے مقام پر اس کے لشکروں نے آ کر یروشلم اور مصر کے متحدہ لشکر کی تعداد کے مطابق بیان کیا جس سے اندازہ لگایا گیا کہ یروشلم اور مصر کے متحدہ لشکر کی تعداد شیر کوہ کے لشکر سے لگ بھگ بارہ گنا زیادہ تھی۔

شیر کوہ بذات خود ایک نڈر اور بلند حوصلہ رکھنے والا سالار تھا وہ تو دشمن کے اتنے بڑے لشکر سے خوف زدہ ہراساں اور گھبرانے والا نہیں تھا۔ تاہم اس کے لشکریوں کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ ان کے مقابلے میں جو لشکر آ رہا ہے اس کی تعداد اس کے لشکر کے مقابلے میں بارہ گنا زیادہ ہے لہٰذا شیر کوہ کو فکر دامن گیر ہوئی کہ کہیں اس کے چھوٹے اور وطن سے دور لشکر میں پھوٹ نہ پڑ جائے۔

اپنے ان خیالات سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے اس نے اپنے لشکر کے تمام سالاروں کو بلا کر صحیح صورت حال ان کے سامنے رکھ دی اور آئندہ کیلئے ان سے مشورہ طلب کیا۔

لشکر کے چھوٹے سالاروں نے یہ رائے دی کہ اس اجنبی زمین میں اگر خدانخواستہ ہم شکست کھا گئے تو ہمارے لیے کوئی جائے پناہ نہ ہوگی۔

یہاں کے لشکری اور کسان ہمارے خون کے پیاسے ہو جائیں گے اور وہ ہمیں چن چن کر قتل کر ڈالیں گے۔

یہ بھی مشورہ دیا گیا کہ اس قدر چھوٹے لشکر کے ساتھ اپنے سے بارہ گنا بڑا لشکر کے ساتھ بھی مقابلہ کرنا دانائی سے بعید ہے لہٰذا ہمارے لیے فی الحال بہتر یہی ہے کہ دریائے نیل کو شرقی جانب سے عبور کر کے شام واپس چلے جائیں۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس موقع پر اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑھانے کے لیے جو سالار سب سے پہلے اٹھا وہ شرف الدین برغش تھا اپنی جگہ پر کھڑا ہونے کے بعد اپنے لشکریوں کو مخاطب کر کے وہ کہہ رہا تھا۔

میرے عزیز ساتھیو! اگر دشمن کی تعداد ہم سے زیادہ ہے تو ہم اس کی تعداد کو خاطر میں نہیں لائیں اس سے پہلے بے شمار ایسے معرکے ہم نے سر کیے جن میں دشمن کی تعداد ہم سے کئی گنا زیادہ تھی اور ہم نے اس کی عددی فوقیت کی پرواہ نہیں کی۔

اگر تم آپس میں اتفاق اور تعاون رکھو تو میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم مصر اور یروشلم کے متحدہ لشکر کے سامنے اجل کی صبح و شام قضا کے تمرد کی لامحدود سعی اور کوشش بن کر نمودار ہونگے ان کی ظلمت دہر کی سی تعداد پر لہولہو کر دینے والے بے تعبیر خوابوں کی طرح ان کے دل کے دروازوں پر دستک دیں گے میرے عزیزو! ہم کوئی لہروں پر بہتی جھاگ نہیں ہیں۔ جسے وہ پھونک مار کر اڑا دیں گے ہم اس قوم کے فرزند ہیں جو حلقہ در حلقہ خونی رقص کرنے کا ہنر جانتی ہے اگر تم متحد رہو دشمن کے سامنے جم جانے کا عزم کر لو تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ہم دشمن کے متحدہ لشکر کو پیس کر کھنڈروں کی بھری زمین اور لکڑی کے بوسیدہ برادے سے بھی بدتر بنا کر رکھ دیں گے۔

میرے رفیقو! دشمن کے مقابلے میں ہم کوئی ہزیمت کی گہرائیوں میں ڈوب جانے والا خواب نہیں ہیں برسوں کی آزمائی ہوئی صداقت کی طرح رن کے سامنے آئیں گے اور رب لاشریک نے چاہا تو ہزاروں گزند دینے والے طوفانوں اور قضا کے ستم کی آگ کی طرح ان پر

غالب و فاتح بن کر رہیں گے۔

تھوڑی دیر کے لیے شرف الدین برغش رکا پھر اپنے ساتھیوں کو پہلے سے بھی زیادہ بلند اور پر جوش آواز میں مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

دشمن کے خوف سے پیٹھ پھیر کر وطن واپس لوٹ جانا بزدلی اور اپنے دیس، اپنے وطن اپنی سرزمین اپنے دین سے نمک حرامی ہے میری سمجھ میں نہیں آتا جو شخص موت یا قید سے خوف زدہ ہوتا ہے وہ لشکر میں کیوں شامل ہوتا ہے ایسے شخص کو چاہیے کہ مخنثوں میں شامل ہو جائے یا عورتوں کے ساتھ گھر بیٹھا رہے شرف الدین برغش پھر رکا اور اس کے بعد وہ پہلے سے بھی زیادہ پر جوش الفاظ میں کہہ رہا تھا۔

قسم خدائے واحد لاشریک کی اگر ہم یہاں سے جنگ کیے بغیر اپنی سرزمینوں کی طرف واپس لوٹ گئے تو خدائے قدوس کی ناراضی کے علاوہ نورالدین کے غضب اور غصے کا نشانہ بھی ہم ہی بنے گے۔

وہ ہمارے روزینے بند کر دے گا اور جن لوگوں کو ان کی اعلیٰ خدمات کے باعث اس نے زمینیں دے رکھی ہیں وہ ضبط کرے گا۔

میرے بھائیو! یہ بھی سوچو جب ہم لڑے بغیر واپس جائیں گے اور سلطان ہم سے یہ پوچھے گا کہ ہم مسلمانوں کا مال کھاتے ہیں اور اس کے دشمنوں کے سامنے سے راہ فرار اختیار کرتے ہیں تو ہمارے پاس کیا جواب ہوگا جب وہ ہم سے یہ پوچھے گا کہ ہم لوگ مسلمانوں کی سرزمین کو کفار کے حوالے کیوں کر آئے ہیں تو تم میں سے کون ہے جو اس کا جواب دے گا۔ اللہ سے ڈرو قیامت کے دن وہ تمہاری نمک حرامی کا محاسبہ ضرور کرے گا۔

شرف الدین برغش کی اس تقریر نے لشکریوں کے دلوں میں ایک عجیب و غریب ولولہ اور حوصلہ پیدا کر لیا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ شرف الدین برغش کے بعد لشکریوں کا حوصلہ بڑھانے کے لیے جو دوسرا شخص اٹھا وہ صلاح الدین ایوبی تھا۔ اس نے اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے انتہائی پر جوش الفاظ میں کہنا شروع کیا۔

میرے عزیز و جاں نثار ساتھیو! ہم مسلمان وقت کی ایک غالب تہذیب اور کائنات

نیکی کے ایک انقلاب و تبدیلی کا سبب و علت ہیں۔ اگر تم خوف زدہ ہو کہ دشمن کے لشکر کی تعداد ہم سے بارہ گنا زیادہ ہے تو میں تم کو یقین دلاتا ہوں جس طرح سیاہ رات کے پھیلاؤ میں وہیں کے مرغوے داخل ہوتے ہیں ایسے ہی ہم ہزیمت بے کیف جلن اور وقت کے بدترین راہوں کی موت فلک دشمن کی نگاہوں کو اجاڑ کر ان کے جذبوں کو خواب آلودہ کر کے رکھ دیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد صلاح الدین ایوبی رکا تھا اس کے بعد اچانک وہ پھٹ پڑنے والے آتش فشانوں کی طرح کھول اٹھا تھا۔

ساتھیو! ہم اپنی گلابی کرنوں کی شادابی سبھی بہنوں کے پاسبان بلکہ نیلوفر کی مسحور کن خوشبو میں لپٹی خوشبوؤں جیسی اپنی بیٹیوں کے محافظ چاند کی کرنوں سی مہربان ماؤں کے رکھوالے۔ ہری گھاس کے متلاشی چرواہوں، وقت کے سنہری حصاروں میں ہماری خوشی کا سامان کرتے کسانوں کے نگہبان ہیں ہم لوگ آگ کی طرح سلگ کر اپنے صناعوں کرنوں کے نقاب سے، اپنے شہروں سے، شفق کے رخساروں سے اپنے در و بام اور سمندر سی کشادہ پیشانی رکھنے والے اپنے دیس کے نہ پسپا ہونے والے نگاہ دار ہیں۔

میرے ساتھیو! ہم اپنے بے کراں صحراؤں پھولوں سے لدے تاکستانوں کے دہقان ہیں کیا تم پسند کرو گے کہ ہم یہاں بزدلی کا مظاہرہ کریں اور دشمن جھلملاتی نیلمی بدنوں جیسے ہمارے شہروں میں داخل ہو کر درندوں اور وحشیوں کا کھیل کھیلیں۔ کم از کم میں کسی بھی صورت کسی دشمن کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

یہاں تک کہنے کے بعد صلاح الدین رکا پھر پہلے سے بھی زیادہ جوش اور جذبے کے ساتھ وہ کہہ رہا تھا۔

اس حقیقت کو فراموش کر دو کہ دشمن کی تعداد ہم سے بارہ گنا زیادہ ہے اگر تم جاں نثاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے آباؤ اجداد کے کارناموں کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی خود اعتمادی اپنے جذبوں اپنے ولولوں کو بحال رکھو تو میں صلاح الدین تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ دشمن کے لشکر میں ہم اس طرح گھسیں گے جیسے ہدہد کے تالاب میں رقص کرتے خونی دھبے نمودار ہو جاتے ہیں۔ جس طرح شبنم کے قطروں کے اندر سورج کی تیز شعاعیں اپنا راستہ بناتی ہوئی

گھس جاتی ہیں میرے عزیز ساتھیو! قلت اور کثرت کے اس معاملے کو فریب سمجھ کر اسے اپنے ذہنوں سے نکال دو ہم تمہارے سالار تمہارے آگے آگے ہوں گے اور تمہیں یقین دلاتے ہیں کہ دشمن کے سامنے ہم الفاظ اضطراب اور ابد تک نہ تھمنے والے طوفانوں کی طرح آئیں گے۔ اور ہر صورت میں شکست ہزیمت اور بدبختی کو اس کا مقدر بنا کر رکھیں گے۔

ان الفاظ نے لشکر کے اندر ایک عجیب سا جنون، جوش و جذبہ اور ہمت عظمت کا سماں باندھ کر رکھ دیا تھا۔ سب سے پہلے عزیز الدین جرویک اپنی جگہ سے اٹھا اور پر جوش و جذبے میں تکبیریں بلند کرتے ہوئے دشمن کے خلاف جم جانے کا عہد کرنے لگے تھے۔

صلاح الدین کے خطاب کے بعد عزیز الدین جرویک کے تکبیریں بلند کرنے اور پھر مختصر سے لفظوں میں اپنے لشکر کے جذبات ابھارنے کے باعث لشکریوں کے اندر جوش کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ سارے لشکری اپنی برہنہ تلواریں فضاؤں میں بلند کرنے کے لیے اور یروشلم کے متحدہ لشکر کے خلاف جان کی بازی لگانے کے لیے نعرے بلند کر رہے تھے۔

یہ صورت حال وہی تھی جو شیرکوہ چاہتا تھا اپنے لشکریوں کی یہ حالت دیکھتے ہوئے اس کے چہرے پر بڑی خوشگوار مسکراہٹ پھیل گئی تھی پھر اس نے صلاح الدین شرف الدین برغش اور عزیز الدین جرویک کو اپنے پاس بلایا تینوں جب اس کے پاس آئے تو انہیں مخاطب کر کے شیرکوہ کہنے لگا۔

میرے عزیزو! میں لشکر کی ترتیب میں کچھ تبدیلی کرنے والا ہوں۔ یہ تو طے شدہ ہے کہ ہم دشمن سے ایسے ٹکرائیں کہ اس کی ساری قوت کو پاش پاش کر کے رکھ دیں گے۔

معمول کے خلاف اس بار اپنے بھتیجے صلاح الدین کو قلب لشکر کا کماندار بناتا ہوں خود میں میمنہ میں رہوں گا میرے ساتھ عزیز الدین جرویک ہو گا جب کہ شمس الدین تمہاری کمانداری میں میسرہ رہے گا۔

میرے عزیز ساتھیو! میں ایک عرصہ صلیبیوں کے ساتھ برسرپیکار رہا ہوں سلطان نور الدین کے علاوہ سلطان عماد الدین کے دور میں میں صلیبیوں کے خلاف برسرپیکار رہا ہوں لہٰذا صلیبی میرے نام سے زیادہ شناسا ہیں۔

وہ یہی خیال کریں گے کہ میں قلب لشکر میں موجود ہوں لہٰذا وہ لشکر کے اسی حصے پر

اپنا پورا دباؤ ڈالنے کی کوشش کریں گے۔

صلاح الدین میرے بیٹے جب دشمن ایسا کرے اس لیے قلب میں میں نہیں تم ہو گے جب تم دیکھنا کہ دشمن اپنا پورا دباؤ تم پر ڈال رہا ہے تو تم آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنا شروع ہو جانا دشمن یہ خیال کریں گے کہ شیرکوہ نے پسپائی اختیار کر لی ہے۔ وہ یکدم یہ بھی سوچیں گے کہ جب شیرکوہ پسپائی اختیار کرے گا تو س کے دائیں بائیں جو کماندار ہوں گے وہ آپ سے آپ پسپائی اختیار کر کے بھاگ کھڑے ہوں گے۔

اب جب تم پیچھے ہٹنا شروع ہو جاؤ گے تو ظاہر ہے دشمن آگے بڑھے گا اس موقع پر دائیں بائیں طرف سے میں اور شرف الدین برغش تھوڑا سا پہلوؤں کی طرف ہٹتے ہوئے تمہیں پیچھے دھکیلنے والے لشکریوں کو آگے بڑھنے کے لیے مزید جگہ دیں گے تا کہ ان کے زیادہ سے زیادہ لشکری آگے بڑھ آئیں۔

پھر جب میں دیکھوں گا کہ دشمن اب ہماری گرفت میں آ گیا ہے تب تکبیریں بلند کرتے میں اپنے کام کی ابتداء کروں گا۔ میری تکبیروں کے جواب میں شرف الدین برغش بھی ایسا ہی کرے گا اس کے بعد دائیں جانب سے میں اور بائیں جانب سے برغش دشمن پر ضرب لگائیں گے تو ہم دشمن کے پہلوؤں پر دور تک یلغار کرتے چلے جائیں گے۔ اس کے بعد دشمن کے لشکر کا کڑ وہ حصہ جو کافی آگے بڑھ آیا ہو گا صلاح الدین تم اس پر اچانک حملہ آور ہونا اور میرے خیال میں تم اس لشکر کو برباد کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

شرف الدین برغش صلاح الدین اور عزیز الدین جرویک تینوں نے شیرکوہ کی اس ترکیب سے اتفاق کیا پھر وہ اپنے اپنے حصوں کے لشکر کو حرکت میں لاتے ہوئے دشمن کے لشکر کے عین سامنے آ کھڑے ہوئے جب دونوں لشکروں نے اپنی صفیں درست کر دیں تب حملے کی ابتداء صلیبی اور مصر کے متحدہ لشکر نے کی اور وہ شیرکوہ کے لشکر پر اندھے خشک بے کراں ہواؤں سخت صحراؤں کے اندر خون کے پیاسے غراتے بھیڑیوں اور دشت در دشت جوش مارتی اور نفرتوں کی مثال بنتی مسافتوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

شیرکوہ کے اندازے درست ثابت ہوئے دشمن یہ خیال کر رہا تھا کہ مسلمانوں کے لشکر کی کمانداری شیرکوہ کر رہا ہو گا لہٰذا اس پر دباؤ ڈالو اگر اس پر پسپائی کا دور ہوا تو مسلمانوں کی

شکست اوران کی کامیابی یقینی ہو جائے گی سوانہوں نے قلب لشکر پر اپنی ساری توانائی صرف کر دی تھی۔

لیکن دشمن کی بدنصیبی کہ قلب لشکر میں اس وقت شیرکوہ نہیں صلاح الدین تھا۔جس وقت قلب لشکر پر زور پڑا تو شیرکوہ کی تجویز کے مطابق تھوڑی دیر تک دشمن کے حملوں کے روکنے کے بعد صلاح الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ پیچھے ہٹنا شروع کر دیا اس کے پیچھے ہٹنے کے عمل کے ساتھ ہی ساتھ شیرکوہ اور شرف الدین بھی اپنے لشکر کو پہلو کی طرف ہٹانے لگے تھے اس طرح صلیبیوں کو آگے قلب پر ضرب لگانے کے لیے کافی جگہ میسر آگئی تھی۔

جس وقت صلاح الدین ایوبی کے لشکر کے ٹکراؤ صلیبی آگے بڑھ گئے تب شیرکوہ نے اپنے کام کی ابتداء کی سب سے پہلے اس نے بے جہت اور بے مہار کر دینے والی آندھیوں اور گرم لفظوں کی بجتی نوبت کی طرح زوردار آواز میں تکبیریں بلند کیں۔پھر وہ ذلت وپستی کے کفن پہناتی خشونت آمیز سرحدی ہولناکیوں اور روحوں کی نزہت گاہوں خیالات کی دنیا کے جذبوں تک کو فنا کر دینے والے چنگاڑتے کپڑے پھاڑتے طوفانوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔شیرکوہ کا یہ حملہ ایسا زوردار ایسا بھرپور لگتا تھا کہ زندگی کے سایوں کو بدترین دھوپ اور اعلیٰ خواہشوں کو انہونی حسرتوں میں تبدیل کر دینے والی تباہی کی تباہ غم انگیزیوں نے اپنے کام کی ابتدا کی ہو اپنے تیز اور جان لیوا حملوں کے باعث شیرکوہ صلیبیوں کے لشکر میں کہساروں میں پھیلتی کہر خونی قبا وحشت آمیز عبا پہنا دینے والے ابتلاؤں بھرے گرداب کی طرح گھستا چلا گیا تھا۔

شیرکوہ کے ساتھ ہی ساتھ بالکل اس کے انداز میں شرف الدین برغش نے اپنے کام کی ابتداء کی اس نے پہلے آوازوں کی گلیوں سے گزرتی دہکتی چنگھاڑتی وحشت ناکیوں کی طرح تکبیریں بلند کیں پھر وہ بھی دشمن پر اپنے نشانوں پر قضاؤ اٹھاتے وقت کی بدترین حدتوں ،زلزلوں کی آوازوں سا بھڑکاؤ کرتی تلواروں کے ساز پر رقص کرتی بجلیوں اور ظلمات تک میں جوش مار کر ابھرتے آوازوں کو تحلیل کرتے انتقام کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

شیرکوہ دائیں جانب سے دشمن کے لشکر میں گھسنا شروع ہو گیا تھا جب کہ شرف الدین اسی کے انداز میں بائیں جانب سے لمحوں کی بے روک یورش، عذابوں کے خونی قصوں

اور سزاؤں کی ہولناک داستانوں کی طرح اپنے سامنے آنے والے صلیبیوں کو کاٹتا ہوا ان کے اندر گھستا چلا گیا تھا۔

شیرکوہ اور شرف الدین برغش دونوں کے حملہ آور ہونے کے باعث اب صلاح الدین نے اپنے کام کی ابتداء کرنی تھی اور اس نے اپنے کام کی خوب ابتداء کی اس نے جب دیکھا کہ اس کا چچا شیرکوہ اور دوسرا سالار شرف الدین برغش بہترین انداز میں اپنا کام کر چکے ہیں تب اس نے بھی دہکتی شعلہ بار چمک ،سمندروں کے ابلتے سینے پر برہنہ بگولوں اور کوہستانوں کو بے آب کر دینے والی حدتوں کی طرح اپنا رخ بدلا طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق اس نے بھی تڑپتی سسکتی خلاؤں میں جہاں جذبوں کو عیاں کرتے اپنے ہونے کا ادراک دیتے جنگل کے فتنوں کی طرح تکبیریں بلند کیں پھر وہ صلیبیوں کے اس لشکر پر جو کافی آگے بڑھ آیا تھا اور جس پر پہلوؤں پر شیرکوہ اور شرف الدین برغش کاری ضرب لگا چکے تھے۔وہ بھی اس لشکر پر ظلمت شب کے حصار میں تشنگی کا کرب نازل کرتے ہوؤں کے عکسوں طوفانوں،خیالات کی حسین وادیوں میں تاریک وسوسوں کے خمار،صدیوں سے برائی پر آمادہ ذہنوں اور لب بستہ حسرتوں کو تباہ و برباد کر دینے والے اضطراب کے بھنور اور درد والم کی بھڑکتی آگ کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

صلاح الدین کا یہ حملہ ایسا زوردار تھا کہ صلیبیوں کا جو لشکر کافی آگے بڑھ آیا تھا اسے اس نے کاٹنا اور ان کی تعداد کو بڑی تیزی کے ساتھ کم کرنا شروع کر دیا تھا

وقت کی آنکھ نے دیکھا بڑے بڑے خودسر صلیبی میدان جنگ میں سرنگوں ہونا شروع ہو گئے تھے تشنگی میں سمٹے پیاسے زرد و پُرخوف و وحشت بھری ہوئی بارش ہونا شروع ہو گئی تھی لمحوں کی آوازیں جذبوں کی چاپ خیالات کی روگرم سلگتی سانسوں اور ہزاروں شوروسوں کی بکل میں دفن ہونا شروع ہو گئی تھیں۔

صلیبی حیران و پریشان تھے وہ تو یہ امید لگائے تھے کہ لمحوں کے اندر وہ اپنے سے بارہ گنا کم لشکر کو لپیٹ اور ادھیڑ کر رکھ دیں گے لیکن یہاں وہ چھوٹا سا لشکر ان کے سامنے لامتناہی فضاؤں میں دردناک سموں میں جتے ہوئے گناہوں کے سیاہ ہیولوں میں حشر بپا کرتا چلا جا رہا تھا۔صلیبی امید آس تھے۔سبھی پھر وہ لشکری اپنے سالاروں کی سرکردگی میں کڑی دھوپ

کے صحرا میں نفرتوں کا اتھاہ نوحہ پتھر وفولاد کی سنگین چٹانیں یا بت ہو رہے تھے ساتھ ساتھ ہی انہوں نے اپنے لشکر کا بھی جائزہ لیا ان کی اپنی حالت دلوں کی کٹھور تا میں چتا کی سلگتی آگ درد و الم کی سلگتی آتش مکوری اینٹوں سے تعمیر کی گئی کائی لگی پرانی بوسیدہ دیواروں سے بھی بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی جب کہ مسلمان لشکری بڑی تیزی سے دکھ کے گہرے سایوں کی طرح ان کی زیست کو دھواں دھواں تاریکیوں میں تبدیل کرنے کا عمل شروع کر چکے تھے۔

مسلمانوں کے عظیم سپہ سالار شیر کوہ کی عسکری چال بڑی کارگر ثابت ہوئی تھی۔ جنگ کے آغاز سے ہی نصرانیوں نے جو قلب لشکر پر زور ڈالتے ہوئے آگے بڑھنے کی کوشش کی تھی اور انہیں یہ آگے بڑھنا انتہائی مہنگا پڑا تھا۔ وہ تو اس زعم میں آگے بڑھے تھے کہ قلب لشکر میں شیر کوہ ہوگا جسے بڑی آسانی سے پسپا کر کے جنگ جیت لیں گے لیکن انہیں لینے کے دینے پڑ گئے تھے۔

اس طوفان اور ہولناک جنگ میں مورخین لکھتے ہیں کہ نصرانی اور مصری سپاہی موت کے گھاٹ اتار دیے گئے کئی بار صلیبی اور مصری لشکریوں نے آگے بڑھ کر کارگر ضرب لگاتے ہوئے شیر کوہ، شرف الدین برغش اور صلاح الدین کو پسپا کرنا چاہا لیکن انہیں ہر بار ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور ہر بار نصرانیوں کے آگے بڑھنے والی جمعیت کے حواس پراگندہ کر دیئے گئے اور وہ پسپائی پر مجبور ہو گئے۔

یوں میدان جنگ میں شیر کوہ کے چھوٹے سے لشکر نے اپنے سے بارہ گنا زیادہ تعداد اور قوت رکھنے والے صلیبی لشکر کو ہولناک اور بدترین شکست دی۔

مورخین شیر کوہ کی اس عظیم الشان فتح پر انگشت بدنداں ہیں کہ کس طرح اس نے ایک چھوٹے سے لشکر کے ساتھ نصرانیوں اور صلیبیوں کے جرار اور عظیم الشان لشکر کو ذلت آمیز اور بدترین شکست سے دو چار کر دیا۔

صلیبیوں اور شیر کوہ کی جنگ سے متعلق مشہور فرانسیسی مورخ میچاڈ لکھتا ہے کہ مصر کے اندر برپا ہونے والے معرکوں نے ثابت کر دیا کہ بلاشبہ شیر کوہ ایک عظیم اور ماہر سالار ہے۔

مشہور مسلمان مورخ علامہ ابن اثر انتہائی جوش اور جذبے کے ساتھ لکھتے ہیں کہ شیر کوہ نے ایک چھوٹے سے لشکر کے ساتھ نصرانیوں اور مصریوں کے زبردست لشکر کے جس

طرح بر خچے اڑا دیئے اس کی بہت کم مثال تاریخ عالم میں ملتی ہے۔

اس شاندار فتح کے نتیجے میں شیر کوہ چھوٹے سے لشکر کے ساتھ صعید سکندریہ تک قابض ہو گیا سکندریہ میں اس نے اپنے بھتیجے صلاح الدین کو نظم ونسق کے لیے چھوڑا اور خود وہ بالائی مصر کا مالیہ وصول کرنے کے لیے صعید کے علاقے میں چلا گیا تھا۔

صلیبیوں اور مصریوں کے متحدہ لشکر نے شیر کوہ کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد قاہرہ کا رخ کیا قاہرہ پہنچ کر انہوں نے جنگ کے لیے ساز و سامان تیار کرنا شروع کر دیا انہوں نے جب دیکھا کہ چھوٹے سے لشکر کے ساتھ شیر کوہ کے بھتیجے صلاح الدین نے سکندریہ میں قیام کر رکھا ہے دوسرے سالار شرف الدین برغش اور عزیز الدین جردیک اس کے ساتھ ہیں جب کہ ان کا سالار اعلیٰ شیر کوہ لشکر کے ایک حصے کے ساتھ مالیا وصول کرنے شمال کی طرف گیا ہوا ہے تب انہیں ایک اچھا موقع مل گیا انہوں نے ارادہ کر لیا اس وقت کیونکہ مسلمانوں کا ایک چھوٹا سا لشکر دو حصوں میں تقسیم ہے ایک کو شیر کوہ لے کر مالیہ وصول کرنے کے لئے شمال کی طرف گیا ہوا ہے جب کہ دوسرے حصے کے ساتھ صلاح الدین اور دوسرے سالار سکندریہ کے اندر قیام کیے ہوئے ہیں اس صورت حال سے فائدہ اٹھانے کے لیے صلیبی اور مصری پھر حرکت میں آئے اور ایک بہت بڑا لشکر تیار کر کے انہوں نے سکندریہ کا محاصرہ کر لیا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ مصریوں اور صلیبیوں نے لگاتار تین ماہ تک سکندریہ کا محاصرہ کیے رکھا نوبت یہاں تک آگئی کہ سکندریہ شہر میں صلاح الدین اور اس کے لشکریوں کے پاس خورد نوش کا سامان ختم ہو گیا اور وہ اپنے آپ کو بڑی مصیبت میں دیکھ رہے تھے صلاح الدین کے پاس کیونکہ ایک چھوٹا سا لشکر تھا جس سے وہ مشکل سے شہر کا نظم ونسق چلا سکتا تھا لہٰذا وہ شہر سے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتا تھا اس کے باوجود وہ اپنی خداداد جرأت مندی دلیری حوصلے اور ہمت کے بل بوتے پر صلیبیوں اور مصریوں کے متحدہ لشکر کے مقابلے میں ڈٹا رہا مورخین کہتے ہیں کہ اس محاصرے میں؟ اس نے ایسی سختیاں اٹھائیں کہ انہیں وہ زندگی بھر نہ بھولا۔

دوسری جانب شیر کوہ بھی ایک عجیب کشمکش میں مبتلا ہو گیا تھا مصر میں اپنے اخراجات پورے کرنے کے لیے وہ مالیہ وصول کرنے میں مشغول تھا اور ایسا کرنا بے حد ضروری تھا وہ اس

قابل بھی نہیں تھا کہ جو مسلح دستے اس کے پاس ہیں ان کے ساتھ وہ حرکت میں آتا اور سکندریہ شہر کا محاصرہ کرنے والوں پر ضرب لگا کر انہیں محاصرہ اٹھا لینے پر مجبور کر دے مسلمانوں کا لشکر پہلے ہی چھوٹا سا تھا اب وہ دو حصوں میں تقسیم ہو کر کسی بھی جگہ جم کر دشمن کی قوت کو پسپا کرنے کے قابل نہ رہا تھا۔

یہ صورت حال یقیناً شیرکوہ کے لیے بھی تشویشناک تھی لیکن اس نے اس کرب اور مصیبت سے نکلنے کے لئے ایک چال اور راستہ ضرور تلاش کر لیا۔

شیرکوہ نے برابر اپنے بھتیجے صلاح الدین سے رابطہ رکھا اس لیے کہ وہ شمال مصر میں اپنے کام میں ہر طرح مصروف تھا جب اس نے دیکھا کہ صلیبی محاصرہ ترک نہیں کرتے تو وہ بھی حرکت میں آیا جو چند دستے تھے ان کے ساتھ بڑی برق رفتاری کے ساتھ سفر کیا مصر کے شمالی علاقوں سے اس نے کوچ کیا اور آگے بڑھتے ہوئے اس نے قاہرہ شہر کا محاصرہ کر لیا۔

قاہرہ شہر کے دفاعی استحکامات اتنے مضبوط اور مستحکم تھے کہ چند دستوں کے ساتھ شیرکوہ قاہرہ پر قبضہ نہیں کر سکتا تھا نہ ہی وہ چھوٹے سے لشکر کے ساتھ محاصرے میں سختی اور شدت پیدا کرنے کے قابل تھا لیکن اس نے ایسا کر کے صلیبی لشکر کو سوچنے پر ضرور مجبور کر دیا تھا۔

دوسری جانب سکندریہ میں محصور صلاح الدین اور اس کے لشکریوں کو بھی خبر ہو گئی کہ شیرکوہ نے شمالی مصر سے نکل کر قاہرہ کا محاصرہ کر لیا ہے تو یہ خبر ان کے لیے خوشی کا باعث بنی اور ان کے حوصلے پھر جواں ہو کر رہ گئے تھے۔

شیرکوہ کے قاہرہ کا محاصرہ کرنے سے فی الفور رد عمل کا اظہار ہوا اور مصر کا وزیر عشاور اور یروشلم کا بادشاہ آموری شیرکوہ کے ساتھ گفت و شنید کرنے پر مجبور ہو گئے وہ جانتے تھے کہ شیرکوہ ہر ناممکن کام کو کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔

اب یروشلم کا بادشاہ اموری اور عشاور اپنے سروں پر دو خطرات منڈلاتے محسوس کر رہے تھے۔ پہلا یہ کہ نصرانیوں نے سکندریہ کا محاصرہ ترک کر کے قاہرہ کا رخ کیا تو صلاح الدین ان کا تعاقب کر کے ان کے لیے موت کا قاصد ثابت ہو گا۔

اور دوسرا خطرہ انہیں یہ لاحق تھا کہ اگر شیرکوہ نے اپنی روایتی جرأت مندی دلیری اور جواں مردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کوئی مافوق الفطرت حربہ استعمال کرتے ہوئے قاہرہ کو فتح

کر کے قاہرہ کا نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لے لیا تو صلیبیوں اور عشاور کے پاس کیا رہ جائے گا وہ تو سکندریہ اور قاہرہ کے بیچ میں لٹک کر رہ جائیں گے اور اگر اسی دوران انہیں اپنے سلطان نورالدین زنگی کی طرف سے بھی مزید مدد مل گئی تو پھر ان کی حالت صحرا اور دشت میں بھٹکتے پیاسے بے سروسامان مسافروں سے بھی بدتر ہو کر رہ جائے گی انہی خیال کے تحت انہوں نے شیرکوہ کو گفتگو کی دعوت دی۔

آموری کے قاصد جب شیرکوہ کے پاس پہنچے تو شیرکوہ نے قاہرہ کا محاصرہ ترک کر دیا اور سکندریہ کی طرف روانہ ہوا اور وہاں شیرکوہ کے ساتھ انہوں نے شرائط طے کیں۔

پہلی یہ کہ عشاور شیرکوہ کو پچاس ہزار دینار دے گا۔ دوئم یہ کہ مصر میں قیام کے دوران شیرکوہ جو مالیہ کی صورت میں حاصل کر چکا ہے وہ اسی کے پاس رہے گا سوئم یہ کہ سکندریہ شہر جہاں شیرکوہ نے اپنے بھتیجے صلاح الدین ......کو رکھا ہوا ہے۔ خالی کر دیا جائے گا اور سکندریہ مصریوں کے حوالے کر دیا جائے گا چہارم یہ کہ یروشلم کا بادشاہ آمور اور شیرکوہ دونوں اپنے لشکریوں کو لے کر مصر سے نکل جائیں گے۔

اس معاہدہ کے بعد شیرکوہ نے مصری حکومت سے پچاس ہزار دینار وصول کیے سکندریہ مصریوں کے حوالے کیا پھر وہ اپنے لشکر کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

لیکن یروشلم کا بادشاہ آموری بڑا دھوکے باز عیار اور فریبی تھا شیرکوہ کے چلے جانے کے بعد وہ عشاور کے ساتھ اپنے عہد پر قائم نہ رہا اس نے عشاور سے اصرار کیا کہ وہ اپنے لشکر کو اس صورت میں مصر سے نکالے گا جب عشاور اسے کم از کم ایک لاکھ دینار خراج دینا منظور کرے ساتھ ہی اس نے یہ بھی شرط رکھی کہ مصر میں اس کا ایک قائم مقام یعنی نائب بھی رہے گا اور اس کے ساتھ کچھ صلیبی مسلح دستے بھی اس کے ساتھ قیام کریں گے۔

شاور جانتا تھا کہ اگر اس نے آموری کے ان مطالبات کو منظور کیا تو اس میں اتنی طاقت اتنی ہمت اور جرأت نہیں ہے کہ وہ یروشلم کے بادشاہ آمور کا مقابلہ کر سکے اور اسے زبردستی مصر سے نکال باہر کرے لہٰذا اس نے آموری کی ان شرائط کو قبول کر لیا مورخین لکھتے ہیں کہ آموری اور عشاور کے درمیان جو نئی شرائط طے پائیں وہ بالکل خفیہ رکھی گئیں تھیں یہاں تک کہ مصر کے فاطمی خلیفہ العاضد کو بھی اس کی اطلاع نہ دی گئی تھی۔

مصر میں شیرکوہ کی دوسری مہم کا بھی انجام مورخین لکھتے ہیں کہ نتائج کے لحاظ سے پہلی مہم کی طرح یہ مہم بھی کوئی خاص اہمیت کی حامل نہ تھی بلکہ ایک طرح سے اگر حقیقت پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دیکھا جائے تو یہ مہم بھی مایوس کن تھی کیونکہ شیرکوہ تو مصر سے نکل آیا تھا لیکن اس کے نکلنے کے بعد آموری نے ناصرف یہ کہ وہاں اپنا قائم مقام رکھا اپنے لشکریوں کے دستے بھی وہاں مقیم کیے اور سب سے بڑھ کر اس نے ایک لاکھ دینار خراج کے طور پر عشاور سے وصول کرلیا اس طرح مصر کی سرزمین پر یروشلم کے بادشاہ آموری کی طرف سے پہلے کی طرح ہی بدستور خطرات اور خدشات منڈلاتے رہے تھے۔

تاہم شیرکوہ کے دوبارہ مصر میں شامل ہونے کے دو فوائد بھی ہوئے وہ یہ کہ شیرکوہ اور صلاح الدین دونوں چچا بھتیجے کو ان دو مہموں کے دوران نہ صرف یہ کہ عشاور کی سیاہ کاریوں اس کی غداریوں اور وعدہ خلافیوں کا تجربہ ہوا بلکہ وہ یروشلم کے نصرانی حکمران آموری کے گھناؤنے عزائم سے بھی آگاہ ہوگئے اور ان کو یہ بھی تجربہ ہوگیا کہ آنے والے دور میں اگر مصر کے خلاف کسی مہم کی ابتداء کی جاتی ہے تو اس مہم کو کامیاب کرنے کے لیے کس قدر قوت اور کتنی تعداد کے لشکر کی ضرورت پڑے گی۔

............☆............

جن دنوں شیرکوہ صلاح الدین شرف الدین برغش عزیز الدین جردیک اور دیگر سالار مصر کی مہم میں مصروف تھے ان ہی دنوں صلیبیوں پر دباؤ ڈالنے کے لیے سلطان نورالدین زنگی نے بھی اپنے کام کی ابتداء کی اس کے لیے صلیبیوں کے دو شہروں کا انتخاب کیا پہلا حصن الاکراد دوسرا ہوئین۔

حصن الاکراد وہ جگہ ہے جہاں اس سے پہلے سلطان نورالدین زنگی کو پسپائی اختیار کرنا پڑی تھی اور اپنی اس پسپائی کا انتقام سلطان ہرصورت میں صلیبیوں سے لینے پر تل گیا تھا دوسرا ہوئین کا شہر تھا جہاں فرانسیسی قابض تھے اور یہاں مقامی صلیبیوں کے علاوہ وہ لگ بھگ انیس سے بیس ہزار فرانسیسی نائٹ اور تیغ زن بھی قیام کیے ہوئے تھے اور وہ اکثر و بیشتر اپنے اخراجات پورے کرنے کے لئے ہوائین سے نکل کر مسلمانوں کے علاقوں پر یلغار کیا کرتے تھے اسی بنا پر سلطان نورالدین زنگی نے حصن الاکراد کے علاوہ فرانسیسیوں کے قلعے ہوائین کو بھی اپنا ہدف بنانے کا ارادہ کیا اس مقصد کے لیے سلطان اپنے لشکر کو لے کر نکلا اس بار اس نے یہ احتیاط کی کہ اس نے اپنے چھوٹے بھائی قطب الدین کو بھی موصل سے طلب کرلیا اس طلبی کے جواب میں قطب الدین بھی ایک لشکر کو لے کر سلطان کے ساتھ آن ملا تھا۔

یوں سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ ضرب لگانے کے لیے پہلے حصن الاکراد کا رخ کیا حصن الاکراد کے صلیبیوں کے ولولے اپنی انتہا کو پہنچے ہوئے تھے انہیں اس بات پر فخر تھا کہ ایک بار وہ حصن الاکراد کے کھلے میدانوں میں سلطان نورالدین زنگی کو پسپا ہونے پر مجبور کرچکے ہیں۔

اس بار انہیں خبر ہوئی کہ سلطان ایک بار پھر ان کا رخ کر رہا ہے تب انہوں نے سلطان کا استقبال کرنے کے لیے حصن الاکراد کے انہیں میدانوں میں صف آراء ہونا شروع کیا

تھا جہاں ایک بار پہلے بھی وہ سلطان سے ٹکرا چکے تھے۔

اس کے علاوہ ہوئین میں یورپ سے آنے والے صلیبیوں کے علاوہ طرابلس اور انطاکیہ سے بھی رضا کاروں کے بڑے بڑے جتھے اور گروہ حصن الاکراد کے صلیبیوں کی مدد کے لیے پہنچ چکے تھے اور وہ سب حصن الاکراد سے باہر سلطان کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھے۔

جونہی سلطان ان کے سامنے آ کے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر چکا نصرانیوں نے جنگ کی ابتداء کرنے کے لیے طبل نقارے اور نفیریاں بجوادیں تھیں سلطان کے لشکر میں کیونکہ طبل نہیں بجوائے جاتے تھے لہٰذا سلطان کے لشکر میں جواباً تکبیریں بلند ہونا شروع ہوئیں تھیں۔ ساتھ ہی سلطان نے دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے بڑی تیزی سے اپنے لشکر کی تقسیم ٹھیک کر کے اس کی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں۔

لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا وسطی اور قلبی حصے میں سلطان نور الدین زنگی خود رہا اپنے ساتھ اس نے نجم الدین اور اسامہ بن مرشد کو رکھا تھا میمنہ یعنی دائیں حصے پر مجد الدین کو کمانداری دی گئی تھی اور مجد الدین کی مدد کے لیے اس کے ساتھ شمس الدین اور خطلخ تھے بائیں جانب کے حصے کی کمانداری سلطان نے اپنے بھائی قطب الدین کو دی تھی اور قطب الدین کی مدد کے لیے اس کا بیٹا زین الدین اور فخر الدین مسعود اس کے ساتھ تھے۔

چوتھے حصے کی کمانداری ایک سالار شہاب الدین عمود حارمی کے سپرد تھی جب کہ اس کے ہمراہ جو دوسرے سالار کام کر رہے تھے وہ عین الدولہ باروتی خطب الدین منجی سیف الدین ہلکاری وغیرہ شامل تھے اور جو لشکر سلطان نے شہاب الدین کی کمانداری میں دیا تھا اس کے ذمے اپنے پڑاؤ کی حفاظت کا کام لگایا گیا تھا۔

سلطان نور الدین حصن الاکراد والوں کو سبق بھی سکھانا چاہتا تھا اس لیے کہ اس سے پہلے حصن الاکراد کے باہر وسیع میدانوں میں حالات کی وجہ سے پسپا ہونا پڑا تھا اس بار وہ حصن الاکراد والوں کو بتانا چاہتا تھا کہ مسلمان اتنے کمزور نہیں ہیں کہ بار بار وہ انہیں زخمی سانپ کی طرح ڈستے پھریں۔

صلیبیوں کے لشکر میں ابھی تک طبل بج رہے تھے کہ سلطان نے جنگ کی ابتداء کر دی جس کے جواب میں طبل بجانے والے صلیبیوں کے پچھلے حصے میں چلے گئے تھے۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے سلطان نور الدین زنگی صلیبیوں کے لشکر پر جلتے صحرا اور کڑکتی دھوپ کے نوحوں میں ہر شے کو دھواں دھواں غبار غبار کر دینے اور لہو کے طوفان اٹھا دینے والی تلملاتی مضطرب لہروں تنہائیں کے تہہ خانوں ٹھنڈی گہری کہر کی چادروں دہشت کے ہیولوں کے اندر لہو کے طوفان اٹھا دینے والے چنگاڑتے ناچتے شعلوں اور ویرانی کے طالب گہرے کرب کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

سلطان کے ساتھ ہی ساتھ مجد الدین نے بھی اپنے لشکر کو آگے بڑھایا تھا اور جس وقت سلطان تکبیریں بلند کرتا ہوا قلب سے والہانہ انداز میں حملہ آور ہوا تھا اس سے تھوڑا ہی فاصلہ رکھ کر مجد الدین نے سلطان کے انداز میں تکبیریں بلند کرتے ہوئے اپنے کام کی ابتداء کی ارادہ بھی دشمن پر شب کے سایوں میں حشر برپا کرتے دردناک عذاب تشنہ دہن زمین پر گرجتے بادلوں کی طرح برستے زندگی کی دیواریں گراتے طاقت قوت کے ہیجان دشمن کے رستے میں کانٹوں کی چٹائیاں بچھاتے ہوئے شیطانی آرائشوں میں آگ کی لپیٹوں کے درندوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا مجد الدین کے حملوں میں نیستی کی تاریکیوں میں جوش مارتے کرب کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

تیسری سمت سلطان نور الدین کا چھوٹا بھائی قطب الدین بھی اپنے بیٹے کے ساتھ عجیب سے انداز میں اپنے کام کی ابتداء کر چکا تھا اور وہ بھی وادی کے سکوت میں پھیلتے خیالات کی گہرائی تک میں اتر جانے والے موت کے سرخ رنگ ہیولوں زیست کی راتوں اور اطمینان میں گھس جانے والی آندھیوں کے بے خوف تھپیڑوں کائنات کے سکون کو ہیجان خیز کر دینے والے قضا سے پھیلتے خونی عناصر اور جلتے تپتے ریگستانوں اور موت بھرے بے آب و گیاہ صحراؤں میں لُو کی صورت گھس آنے والے سرابوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

یوں حصن الاکراد کے باہر مسلمانوں اور صلیبیوں کے ٹکرانے کے باعث میدان تلک وحشتوں کے مہیب جنگل کرب آلود چہروں کے ہجوم وحشت اور سراسیمگی کی آماجگاہ غموں کی نایافت حشر کا سماں پیش کر رہا تھا بڑے بڑے سورما میدان جنگ میں پرانے بتوں کی طرح گرنے لگے تھے میدان جنگ میں ہر سو طوفان زدہ مچھلیوں کی گھنی سراسیمگی سی کیفیت طاری ہونا شروع ہو گئی تھی۔

حصن الاکراد کے باہر جمع ہونے والے صلیبیوں کو پکا یقین اور پختہ امید تھی کہ جس طرح انہوں نے ماضی میں سلطان کو حصن الاکراد سے بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا اس بار بھی وہ سلطان کا ویسا ہی حشر نشر کریں گے لیکن اس وقت دو وجوہات کی بناء پر سلطان کو پسپا ہونا پڑا۔

اول یہ کہ اس کے بڑے سالار اس کے ساتھ نہیں تھے جو اس کے کام میں اس کی مدد کرتے تھے دوسرے صلیبیوں کے مقابلے میں سلطان کے لشکر کی تعداد بالکل تھوڑی تھی اور صلیبیوں کی تعداد کو دیکھتے ہوئے سلطان کے لشکر کی کارکردگی پھر بھی مایوس کن نہ تھی۔ ان وجوہات کی بناء پر سلطان کو پسپا ہونا پڑا تھا لیکن اب معاملہ کچھ اور تھا۔

اب سلطان ان کے مقابلے میں اکیلا نہ تھا لشکر کی تعداد بھی پہلے سے زیادہ تھی اس بناء پر پسپا کرنا تو بہت دور کی بات صلیبی اب مسلمانوں کے حملوں کو روکنے کے لیے ناکام ہوتے دکھائی دے رہے تھے حصن الاکراد کے باہر میدان جنگ وحشتوں کا نہ ختم ہونے والا کھیل اپنے عروج پر آ گیا تھا۔

صلیبیوں نے کئی بار کوشش کی کہ سلطان کو پہلے کی طرح پسپا کر دیں لیکن لمحہ بہ لمحہ سلطان ان پر بھاری ہوتا دکھائی دے رہا تھا مسلمان بڑی تیزی سے اگلی صفوں کو کاٹنے کے بعد ان کے لشکر کے وسطی حصے میں موت کا کھیل کھیلتے ہوئے پچھلی صفوں پر بھی نگاہ رکھنے لگے تھے اور یہ صورت حال دیکھتے ہوئے صلیبی لشکر اپنے لیے انتہائی حوصلہ شکنی محسوس کر رہے تھے۔

پھر آہستہ آہستہ سلطان نور الدین زنگی کے مقابلے میں صلیبیوں کی حالت انسانی چیخوں کے ابلتے ہوئے طوفانوں میں ڈھول لہو ملے گرد و غبار باہیں پھیلائے بین کرتے خشک درختوں سے بھی زیادہ ہولناک ہونا شروع ہو گئی تھی جب کہ دوسری طرف مسلمان لشکری توسنِ مبارزت کو لخت لخت کر دینے والے شوریدہ سر دریاؤں کی تازگی اور تکبیروں کے سائے میں عوام کی تقدیر رقم کرتے عناصر کی طرح بھرپور ضربیں لگا رہے تھے جس کے نتیجے میں حصن الاکراد کے باہر صلیبیوں کو سلطان نور الدین زنگی کے مقابلے میں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور وہ شہر میں محصور ہونے کے لیے بھاگ کھڑے ہوئے۔

لیکن اب سلطان کے سامنے سے بھاگ کر کہیں پناہ حاصل کرنا پڑا مشکل تھا جونہی پسپا ہو کر صلیبی شہر کی طرف بھاگنے لگے سلطان بھی اپنے لشکر کے ساتھ ان کے پیچھے پیچھے شہر پناہ

کے محافظوں کو ٹھکانے لگاتا ہوا شہر میں داخل ہو گیا تھا ایک بار پھر شہر کے اندر گھمسان کا رن پڑا۔

اس رن کے نتیجے میں جب سلطان نے بڑی تیزی کے ساتھ مزاحمت کرنے والوں پر غالب آنا شروع کر دیا تب حصن الاکراد کے اندر جس قدر صلیبی تھے وہ شہر پناہ کے دوسرے دروازوں کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے تھے اور حصن الاکراد سے نکل کر وہ ہوئین کے مضبوط اور مستحکم قلعے کا رخ کر گئے تھے۔

حصن الاکراد کو فتح کرنا سلطان کا ایک بہت بڑا معرکہ تھا حصن الاکراد کے صلیبی جو دوسرے شہر کے صلیبیوں پر اکثر و بیشتر اس بات کا فخریہ اعلان کرتے تھے کہ انہوں نے حصن الاکراد کے باہر مسلمانوں کے سلطان کو پسپا ہونے پر مجبور کیا ہے اس بار یہ شہر اور قلعہ مسلمانوں کے سلطان کے سامنے سرنگوں ہو چکا تھا۔

— حصن الاکراد پر قبضہ کرنے کے بعد سلطان نے وہاں چند روز تک قیام کر کے شہر کے نظم و نسق کو ٹھیک کیا اس کے بعد وہ اپنے لشکر کے ساتھ حصن الاکراد سے نکلا اور اس کے آس پاس کئی چھوٹے چھوٹے نصرانیوں کے قلعوں اور شہروں پر بھی قبضہ کر لیا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ سلطان حصن الاکراد کی فتح سے فارغ ہی ہوا تھا کہ رمضان کے مہینے کا آغاز ہو گیا یہ مبارک مہینہ سلطان نے حمص شہر میں گزارا اور عید الفطر بھی سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ حمص ہی میں منائی۔

سلطان چونکہ دو مہموں کو سر کرنے کے لیے نکلا تھا ایک حصن الاکراد اور دوسری ہوئین حصن الاکراد کو زیر کر کے وہ اس پر قبضہ کر چکا تھا اب دوسری مہم باقی رہ گئی تھی لہٰذا ماہ رمضان گزارنے کے بعد سلطان نور الدین زنگی بانیاس سے ہوتا ہوا فرانسیسیوں کے قلعے ہوئین کا رخ کر رہا تھا۔

حصن الاکراد سے بچ کر نکل جانے والے صلیبی بھی اس قلعے میں آن جمع ہوئے تھے حصن الاکراد کی مسلمانوں کے ہاتھوں فتح نے قلعہ ہوئین کے فرانسیسیوں کی ایک طرح سے کمر توڑ کر رکھ دی تھی اور ان پر مسلمانوں کا عجیب و غریب رعب اور دبدبہ طاری ہو گیا تھا۔

سلطان جب اپنے لشکر کے ساتھ ہوئین کے قریب پہنچا تو ہوئین کے صلیبی دہشت زدہ ہو گئے مورخین لکھتے ہیں کہ اس وقت لگ بھگ انیس ہزار کے قریب فرانسیسی نائٹ اور صلیبی اس قلعے میں موجود تھے مقامی لشکری اس کے علاوہ تھے لیکن انہیں شہر سے باہر نکل کر سلطان کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی اور وہ شہر کے اندر محصور ہو گئے سلطان نے بڑی تیزی سے ہوئین کا محاصرہ کر لیا تھا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ یہ محاصرہ لگ بھگ تین ہفتے جاری رہا اس دوران دونوں لشکر ایک دوسرے پر شدید سنگ باری اور آتش باری کرتے رہے۔

ہوئین کے فرانسیسیوں اور دوسرے صلیبیوں کی بدقسمتی کہ چوتھے ہفتے کے آغاز میں چند مسلمان ایک سرنگ کے ذریعے قلعے کے شمالی برج میں داخل ہو گئے اور اس پر اپنا علم نصب کر دیا۔

یہ ساری کاروائی رات کے وقت ہوئی تھی صبح کو نصرانیوں نے برج پر مسلمانوں کا علم لہراتے دیکھا تو دنگ رہ گئے لہٰذا انہوں نے قلعے سے باہر نکل کر سلطان کے لشکر پر بھٹکتی آوارہ خوف زدہ گدھوں اور خون رسیدہ زمین پر اٹھتے سراب لمحوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔ سلطان نور الدین زنگی کو ان کے ایسے ردعمل کی پہلے ہی امید تھی لہٰذا جونہی وہ مسلمانوں پر جھپٹے ان جیسا ردعمل کرتے ہوئے سلطان اپنی پوری طاقت اور قوت سے کرب خیزی کے نہاں طوفانوں ارمانوں اور حسرتوں تک کو ویران اور بنجر کر دینے والے فضا کے بے چین کھولتے لمحوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

اپنے پہلے ہی زوردار حملے میں سلطان نے اپنے سالاروں اور لشکریوں کے ساتھ لگ بھگ پانچ ہزار صلیبیوں کو خاک و خون میں لپٹا کر رکھ دیا تھا یہ صورت حال ہوئین کے صلیبیوں کے لیے ناقابل برداشت تھی وہ بھاگ کھڑے ہوئے اس کے باوجود سلطان نے چار ہزار کو گرفتار کر کے اسیر بنا لیا تھا۔ سلطان بغیر کسی روک کے ایک فاتح کی حیثیت سے فرانسیسیوں کے قلعے ہوئین میں داخل ہوا۔

یہاں سلطان نے چند روز تک قیام کیا شہر کا نظم و نسق درست کیا وہاں اپنا ایک والی مقرر کیا پھر اپنے لشکر کے ساتھ وہ نکلا اور ایک قریبی قلعے جس کا نام آکاف تھا اس پر صلیبی

قابض تھے اس پر حملہ آور ہو کر اس پر بھی قبضہ کر لیا تھا پھر سلطان اس سے بھی آگے بڑھ کر صلیبیوں پر ضرب لگانا چاہتا تھا کہ سلطان کے مخبروں نے اسے شیر کوہ کے مصر سے واپس آنے کی اطلاع کی۔

مخبروں نے یہ بھی سلطان کو اطلاع دی کہ شیر کوہ اور صلاح الدین دونوں اپنے لشکر کے ساتھ حمص میں قیام کیے ہوئے ہیں لہٰذا سلطان بھی اپنے لشکر کے ساتھ حمص کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

پورے لشکر نے چند روز تک حمص میں قیام کیا اس کے بعد سارے لشکر نے وہاں سے کوچ کرتے ہوئے دریائے فرات کو عبور کرنے کے بعد حلب شہر میں قیام کیا سلطان کے وہاں قیام کرنے سے حلب کے باہر دور تک خیموں کا ایک شہر آباد ہو گیا تھا دمشق کی طرف کوچ کرنے تک سلطان نے یہیں قیام کیے رکھا یہاں اکثر و بیشتر سلطان نور الدین زنگی صلاح الدین یوسف کے ساتھ چوگان کھیلا کرتا تھا۔

سلطان نور الدین الدین زنگی کو اس کھیل کا بڑا شوق تھا اور دوسروں کو بھی اس میں حصہ لینے کی ترغیب دیا کرتا تھا سلطان حقیقت میں چوگان کے اس کھیل کو ایک طرح کی مشق سمجھتا تھا اس کے خیال میں جہاد کے لیے گھوڑوں کو مستعد رکھنے کا یہ ایک بہترین طریقہ کار تھا۔

ایک بار سلطان کے چوگان کھیلنے پر اعتراض بھی کیا گیا پر سلطان نے جواب دیا کہ میں یہ کھیل دل لگی کے لیے نہیں کھیلتا بلکہ اس لیے کھیلتا ہوں کہ ہمارے گھوڑے دشمن کے اچانک حملے کے لیے تیار رہیں۔

بقول مسلمان مورخ علامہ ابن اثیر سلطان نور الدین زنگی کے بعد شاید ہی کوئی حکمران ہوگا جس نے کھیل کو خدا کی رضا جوئی کا باعث بنایا ہو۔

کہتے ہیں کہ حلب میں قیام کے دوران ایک دن سلطان کے ساتھ چوگان کھیلتے ہوئے صلاح الدین کے گھوڑے کا پاؤں پھسل گیا اور اس طرح صلاح الدین گھوڑے سے گردن کے بل گر گیا لیکن گردن ٹوٹنے سے بال بال بچ گئی۔

اس موقع پر سلطان نور الدین زنگی کے کاتب عماد نے بڑے پر لطف اشعار لکھ کر صلاح الدین کو پیش کیے جن کا مفہوم کچھ اس طرح تھا۔

تم کسی عمدہ گھوڑے کی غلطی پر تعجب نہ کرو اس وقت جب کہ اس پر سخاوت کا سمندر سوار ہو تمہارے گھوڑے کی نظر سلطان پر پڑی تو گھوڑا سلطان کو سلام کرنے کے لیے آگے کو جھکا اور تمہاری بخشش کا چھوٹا سا ایک حصہ یہ ہے کہ اس گھوڑے کی لغزش اور غلطی کو معاف کر دو کیونکہ بڑا لغزش اور غلطی کرنے والے سے درگزر کیا کرتا ہے اور یہ کہ تم حد کرنے والوں کی آنکھوں اور ان کی بدی سے بچو کہ تم پر کسی کی نظر بد اپنا اثر نہ دکھائے اور تم نور الدین کے لیے سلامت رہو اور یہ کہ ہر قسم کے حادثات میں اس کے مددگار اور اس کے معاون بن کر رہو۔

گو مصر کی مہم کامیاب نہیں ہوئی تھی لیکن پھر بھی شیرکوہ اور صلاح الدین دونوں نے مل کر مصر کے وزیر عشاور اور یروشلم کے حکمران آموری کو اس قدر بے بس کیا تھا کہ وہ ان دونوں سے معاہدہ کرنے پر مجبور ہو گیا تھا سلطان ان دونوں کی کارگزاری پر بے حد خوش ہوا تھا اور ان دونوں کی کارگزاری دیکھتے ہوئے سلطان نور الدین نے صلاح الدین کو حلب اور عظیم سپہ سالار شیرکوہ کو حمص شہر جاگیر کے طور پر عطا کیا گو سلطان کا چھوٹا بھائی قطب الدین موصل کا والی تھا اس کی بھی کارگزاری سے خوش ہوتے ہوئے سلطان نے رقہ شہر اس کی ولائت میں داخل کر دیا۔

کہتے ہیں کہ سلطان نور الدین زنگی کے پاس بنو کلب کے کچھ لوگ ایک شخص کو پکڑ کر لائے جب اسے سلطان کے پاس پیش کیا گیا تو اس کا تعارف یہ کروایا گیا کہ اس شخص کا نام شہاب الدین بلک ہے اس کا تعلق بن میتب سے ہے اور وہ حابر نام کے قلعے کا حاکم ہے۔

بنو کلب کے لوگ شہاب الدین کو پکڑ کر سلطان نور الدین زنگی کے پاس لائے تھے انہوں نے کہا کہ یہ شخص شکار کھیلتے ہوئے بھٹک گیا اور ان کے ہتھے چڑھ گیا لہٰذا اسے پکڑ کر وہ سلطان کے پاس لے آئے۔

سلطان کی بڑی خواہش تھی کہ جبر کا قلعہ اس کے تسلط میں آئے اس لیے کہ وہ وہاں مضبوط لشکر رکھتے ہوئے صلیبیوں کے سامنے دفاع کا ایک مضبوط بند باندھنا چاہتا تھا لیکن بنو میتب اس پر رضامند نہ تھے۔

یہ وہی قلعہ تھا جس کے باہر چند سال پہلے سلطان نور الدین زنگی کا باپ عماد الدین زنگی شہید ہوا تھا اس کے علاوہ اس قلعہ پر سلطان ملک شاہ سلجوقی کے زمانے سے ہی بن میتب

حکومت کر رہے تھے اس قلعے کو بھی سلطان ملک شاہ سلجوقی نے فتح کیا تھا۔

اس قلعے سے سلطان کی اپنے باپ سے یادیں بھی وابستہ تھیں لہٰذا اس نے بہت سوچ و بچار کے بعد پہلے تو شہاب الدین کو اپنے ہاں مہمان ٹھہرایا پھر ایک روز اسے اپنے پاس بلایا اور گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے سلطان نے اسے کہا کہ وہ جابر نام کا قلعہ اسلامی سلطنت میں شامل کرے۔

شہاب الدین بڑا تیز اور چالاک تھا سلطان نے جب اس سے قلعہ مانگا اس نے قلعہ دینے سے صاف انکار کر دیا سلطان چاہتا تو قلعہ پر بزور شمشیر حملہ کر کے قلعے کو فتح کر سکتا تھا۔ لیکن چونکہ قلعہ کا حاکم مسلمان تھا اس لیے سلطان چاہتا تھا کہ اس قلعے کو کسی خون ریزی کے بغیر شامل کیا جائے۔ اسی بناء پر وہ شہاب الدین پر کوئی جبر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسی لیے اس نے شہاب الدین کو ترغیب دی۔

شہاب الدین اگر تم جابر قلعہ کو مسلمانوں کی سلطنت میں شامل کرنے پر رضامند ہوتے ہو تو پھر اس کے عوض تمہیں ایک خاصی بڑی جاگیر اور نقد رقم بھی ادا کی جائیگی لیکن شہاب الدین ایسا غیر ذمہ دار اور ملت کی بہتری اور فلاح سے ایسا بے بہرہ تھا کہ اس نے قلعہ پھر بھی سلطان کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا چونکہ شہاب الدین کو اس نے ایک مہمان کے طور پر ٹھہرایا تھا۔ اس لیے سلطان نے اس پر جبر کرنا مناسب نہ سمجھا اور اسے قلعہ مصر کی طرف جانے کی اجازت دی۔ حالانکہ اگر سلطان چاہتا تو شہاب الدین کو اسیر بنا کر اپنے پاس رکھ سکتا تھا اس لیے کہ بنو کلب کے لوگ اسے پکڑ کر اس کے پاس لے کر آئے تھے کہ وہ شکار کی طرف بڑھتے ہوئے ان کے علاقوں میں داخل ہوا تھا۔ اور اس کی غیر موجودگی میں سلطان اس کے قلعہ پر اپنا قبضہ جما سکتا تھا لیکن سلطان نے ایسا نہیں کیا۔

اسے جانے دیا لیکن سلطان نے تہیہ کر لیا تھا کہ اس مضبوط اور مستحکم قلعہ کو اسلامی مملکت میں شامل ضرور کرے گا۔ تا کہ اس قلعہ کو وہ صلیبیوں کے خلاف ایک مستحکم حصار کے طور پر استعمال کرے۔

دمشق واپس آ کر سلطان نے چند ماہ انتظار کیا اس کے بعد اس نے ایک لشکر ترتیب دیا اس لشکر کا سالار فخر الدین کو بنایا گیا اور پھر اس لشکر کو قلعہ مصر پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ

کیا گیا۔

دوسری جانب شہاب الدین بھی محتاط ہو گیا تھا اسے اس کے حواریوں نے بتایا تھا کہ سلطان نے ایک لشکر فخر الدین مسعود کی سرکردگی میں قلعہ پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ کیا ہے۔لہٰذا سلطان کے لشکر کی آمد سے پہلے پہلے شہاب الدین نے ایک قلعہ کے دفاع کے انتظامات کیے۔

قلعہ انتہا درجہ مضبوط مستحکم تھا اس کی فصیلیں انتہا درجہ کی مضبوط تھیں۔جنہیں سر کر کے قلعہ میں داخل نہ ہوا جا سکتا تھا۔اور پھر قلعہ فصیل کے اوپر مضبوط برج بنے ہوئے تھے جن کے اندر ہر وقت حفاظت کے لئے مسلح جوان رہتے تھے۔

شہاب الدین کو جب خبر ہوئی کہ فخر الدین مسعود اس پر حملہ آور ہونے کے لیے پیش قدمی کر رہا ہے تو اس نے شہر کے اندر جس قدر لشکر تھا اسے شہر کی فصیل کے اوپر چڑھا دیا۔ چھوٹی چھوٹی منجنیقیں شہاب الدین نے رکھی ہوئی تھیں یہ بھی قلعے کی حفاظت کے لیے تھیں اور ان منجنیقوں کو بھی برجوں کے اندر استوار کرتے ہوئے ان کے لیے پتھروں کے ڈھیر لگا دیے گئے تھے۔اس کے علاوہ فصیل کے اندرونی طرف جو بڑے بڑے شہ نشین سے بنے ہوئے تھے ان پر پانی گرم کرنے کا بھی اہتمام کر دیا گیا تھا۔تا کہ جب فخر الدین مسعود اپنے لشکر کے ساتھ جابر قلعہ کے نزدیک آئے تو اس پر نہ صرف سنگ باری کی جائے۔ بلکہ کھولتا ہوا پانی اور آگ کے انگارے بھی پھینکے جائیں تا کہ کوئی بھی حملہ آور فصیل کے نزدیک تک نہ بھٹک سکے۔

فخر الدین مسعود نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح فصیل کا کوئی کمزور حصہ تلاش کر کے اس پر حملہ آور ہو کر وہاں پر چڑھتے ہوئے شہر میں داخل ہونے کی کوشش کی جائے لیکن اسے کہیں بھی کامیابی کی صورت دکھائی نہ دی۔

شہر پناہ کے دروازے تھوڑے اور انتہا درجہ کے مستحکم تھے اور انہیں توڑ کر شہر میں داخل ہونا ممکن نہ تھا اس لیے کہ فخر الدین کے پاس ان دروازوں کو توڑنے کے لیے کوئی سامان نہ تھا۔اس کے پاس جو زیادہ سے زیادہ وسائل تھے وہ یہی کہ رسوں کی سیڑھیاں پھینک کر فصیل کے اوپر چڑھا جائے کسی نزدیکی برج پر قبضہ کرنے کے بعد قلعہ پر اپنے تسلط کو پھیلایا جائے پھر اپنے قدم شہر کی کسی فصیل کے حصے پر جمانے کے بعد شہر میں ٹھہرا جائے۔شہاب الدین کے لشکر

ایسی ضرب لگائی جائے کہ وہ خود قلعہ حوالے کرنے پر تیار ہو جائے۔لیکن فخر الدین مسعود کو کوئی ایسا موقع نہ ملا حالانکہ کئی مواقع پر اس نے قلعے پر سخت حملے کیے جان کی بازی تک لگانے میں تیار ہو گیا لیکن بدقسمتی سے جابر کا قلعہ فتح نہ ہو سکا۔

یہ قلعہ کافی بڑا تھا اس کی فصیل ایک وسیع رقبے پر پھیلی ہوئی تھی اور فخر الدین کے پاس اتنا بڑا لشکر نہیں تھا کہ وہ لشکر کو قلعے کے چاروں طرف پھیلائے اسی بنا پر وہ قلعے کے ایک طرف رہا اور دوسری طرف سے شہاب الدین کو اس کے حواریوں سے مدد ملتی رہی کھانے پینے کی اشیاء بھی قلعے میں داخل ہوتی رہیں۔اس کے علاوہ جو اس کے ہم نوا تھے وہ اسے دیگر سامان حرب کی مدد سے فراہم کرتے رہے۔

جب اس قلعے کا محاصرہ طول پکڑ گیا اور سلطان نور الدین زنگی کو خبر ہوئی کہ فخر الدین ابھی تک قلعے پر قبضہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوا سلطان نے مجد الدین کو جبر پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

O

ایک روز شمس الدین اور خطلغ مستقر سے حویلی میں داخل ہوئے گھر کے سب افراد حویلی کے کمرے میں بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے کہ وہ بھی ان کے اندر آ کر خاموشی سے بیٹھ گئے مرسینہ اور مشال دونوں سوالیہ سے انداز میں ان دونوں کی طرف دیکھ رہی تھیں۔شاید وہ یہ جاننا چاہتی تھیں کہ امیر مجد الدین ان کے ساتھ کیوں نہیں ہے دوسری جانب عبدہ بھی ان کی جانب بڑے غور سے دیکھ رہی تھی اور گفتگو کا آغاز عبدہ ہی نے کیا پھر ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

میرے بچو! لگتا ہے آج کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آ گیا ہے یا آنے والا ہے تم اس طرح پہلے سوچوں میں غرق ہو کر اپنے گھر کے افراد میں نہیں بیٹھے جس طرح آج آ کر بیٹھ گئے ہو دوسری بات یہ کہ مجد الدین تمہارے ساتھ نہیں ہے اس کا مطلب ہے وہ یا تو کسی مہم پر روانہ ہونے والا ہے یا کسی اہم موضوع پر گفتگو کرنے کے لیے سلطان نے اسے روک لیا ہے اگر روکا ہے تب بھی معاملہ کسی اہم مہم ہی کا ہو سکتا ہے اب تم بتاؤ کہ مجد الدین کہاں ہے اور تم یوں

کھوئے کھوئے سوچوں میں کیوں غرق ہو۔

عبدہ کے سوال پر ایک بار شمس الدین اور خطلخ نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر گفتگو کا آغاز خطلخ نے کیا۔

اماں بات یہ ہے کہ بھائی تو ابھی تک مستقر میں ہے آپ کا اندازہ درست ہے کہ ایک مہم درپیش ہے دراصل جبمر نام کا ایک قلعہ انتہائی مضبوط اور مستحکم ہے اس کے حاکم کا نام شہاب الدین ہے وہ بڑا غیر ذمہ دار اور ملت اسلامیہ کے لیے غیر مخلص ہے سلطان نے اسے قلعہ اسلامی سلطنت میں شامل کرنے کے لیے کہا اس نے انکار کر دیا جس پر سلطان نے اس کے خلاف لشکر کشی کی اور فخر الدین مسعود کو قلعہ فتح کرنے کے لیے روانہ کیا لیکن آج قلعے کا محاصرہ کیے ہوئے کئی روز ہو چکے ہیں قلعہ فتح نہیں ہو رہا اس بنا پر قلعے کو فتح کرنے کے لیے سلطان نے امیر کو ایک نئے لشکر کے ساتھ روانہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے اب امیر تو اس وقت مستقر میں ہیں اس لشکر کی تیاریوں کو آخری شکل دے رہے ہیں جسے لے کر انہوں نے جابر کی طرف روانہ ہونا ہے۔

اماں یہ تو مجدد الدین کی ہمارے ساتھ آنے کی وجہ ہے آپ نے یہ جو اندازہ لگایا کہ ہم سوچوں میں کیوں گم ہیں تو اماں آپ کا یہ اندازہ بھی درست ہے ماں اپنے بچوں کے متعلق صحیح اندازہ نہیں لگائے گی تو پھر کون لگا سکتا ہے۔

اماں سلطان نے مجدد الدین کو جبمر پر حملہ آور ہونے کے لیے جو فیصلہ کیا ہے تو ساتھ ہی اس نے یہ فیصلہ بھی کیا ہے کہ جب قلعہ کو مجدد الدین فتح کرے تو عارضی طور پر شمس الدین کو قلعے کا حاکم بنا کر ٹھہرائے یہ مستقل وہاں نہیں رہے گا بہر حال عارضی طور پر قلعے کا نظم و نسق درست کرے گا اور وہاں چھوٹے سے ایک لشکر کے ساتھ قلعے کے استحکامات کا جائزہ لے گا ساتھ ہی یہ بھی فیصلہ ہے کہ شمس الدین جمارا کو بھی اپنے ساتھ لے جائے گا اس لیے کہ اسے وہاں کچھ روز قیام کرنا ہے لہٰذا یہ دونوں میاں بیوی وہاں رہیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد خطلخ رکا تو اس کی گفتگو کے بیچ میں عبدہ بول پڑی۔

بیٹے اگر وہ قلعہ فخر الدین مسعود کے ہاتھوں فتح نہیں ہو رہا تو یہ بات کیسے یقین کے ساتھ کی جا سکتی ہے کہ مجدد الدین اسے فتح کر لے گا اور یہ کہ مجدد الدین اس کو فتح کر کے شمس

الدین کو حاکم کے طور پر مقرر کرے۔

عبدہ کے اس سوال پر خطلخ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ عبدہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

اماں آپ بھائی کی زندگی کے صرف ایک پہلو سے واقف ہیں اور وہ یہ پہلو ہے جس کا اظہار وہ گھر پر کرتے ہیں اماں گھر پر وہ نگر نگر قریہ قریہ زخموں کے مرہم تلاش کرتے کسی طبیب جیسا مہربان، زندگی کی بے کیف جلن میں دکھ کی دھنکوں میں چراغ کی روشنی جیسا خوشگوار، اداس سنسان ویران کرتی دھوپ کے اندر آرزوؤں کے صحن میں پیڑ کے پرسکون سائے جیسا پسندیدہ ہے ہر رشتے کا خیال رکھتا ہے ہر ایک کو خوش رکھنے کی کوشش کرتا ہے لیکن اماں رزم گاہ میں اس کا پہلو دوسرا ہوتا ہے رزم گاہ میں وہ امیدوں کی سحر ثابت ہوتا ہے ظالموں کی انگار زدہ روایتوں اور ان کے فصیلوں کی زنگ آلود عمارتوں کو وہ لمحوں کے اندر رخصت ہوتی شب کی آخری ساعتوں اور کفن کی دھجیوں میں تبدیل کر دیتا ہے اماں بھائی رزم گاہ میں وقت کی قاطع تیغ اور وحشت ازل سے بھی ہولناک ثابت ہوتا ہے اس بناء پر فخر الدین مسعود کے ہاتھوں قلعہ جبمر فتح نہ ہونے کی وجہ سے قلعہ پر قبضہ کرنے کے لیے سلطان نے مجدد الدین کا انتخاب کیا ہے۔

جب تک خطلخ بولتا رہا سب مسکراتے رہے جب وہ خاموش ہوا تو فخریہ انداز میں اپنے سر کو اوپر اٹھاتے ہوئے عبدہ کہہ رہی تھی۔

خطلخ! مجدد الدین میرا بیٹا ہے میں اس کی ماں ہوں جسے اس نے جنم دیا ہے مجھ سے بہتر اسے کوئی نہیں جانتا میں اس کی زندگی کے صرف اس پہلو سے ہی واقف نہیں جو پہلو اپنے گھر میں استعمال کرتا ہے بیٹے میں اس کے رزم گاہ والے پہلو سے بھی خوب اچھی طرح آگاہ ہوں میں ماں ہوں اس کی زیست کی ہر جہت کی خبر رکھتی ہوں بیٹے میں جانتی ہوں کہ میرا بیٹا بھنور کھڑے کرتے طوفانوں جیسا جرأت مند وحشت کی پت جھڑ جیسا دیسر ادراک کے بیچ ابھرتے بے روگ شوریدہ جذبوں جیسا ناقابل تسخیر ہے اسی بناء پر لشکر میں خداوند قدوس نے میرے بیٹے کو یہ وقار یہ عزت اور یہ مقام بخشا ہوا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد عبدہ رکی اور خطلخ کو دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

خطلخ میرے بیٹے میں دیکھتی ہوں کہ تم مجھے باتوں میں الجھا رہے ہو کچھ کہنا چاہتے ہو لیکن ادھر ادھر کی مار رہے ہو کہو کیا کہنا چاہتے ہو جہاں تک جمارا کا شمس الدین کے ساتھ جانے کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں مجد الدین سے بات کروں گی بیٹے جمارا وہاں اکیلی کیسے رہے گی شمس الدین اکثر و بیشتر نئے فتح ہونے والے قلعے کے نظم و نسق کے سلسلے میں اپنی رہائش گاہ سے باہر رہا کرے گا اس کے پیچھے اکیلی جمارا کیسے وقت گزارے گی اس کے لیے بڑا مشکل ہو جائے گا۔

عبدہ کو کہتے کہتے رک جانا پڑا اس لیے کہ خطلخ مسکراتے ہوئے بول پڑا۔

اماں میں اسی موضوع پر تو گفتگو کرنا چاہتا تھا بھائی کے ساتھ میں اور شمس الدین بھی جا رہے ہیں شمس الدین کے لیے سلطان نے حکم جاری کر دیا ہے کہ قلعہ فتح ہونے کے بعد بھائی اسے وہاں عارضی طور پر حاکم مقرر کرے گا اور جمارا اس کے ساتھ رہے گی ہم چاہتے ہیں کہ جب ہم یہاں سے کوچ کریں تو۔

عبدہ مسکرا دی اور کہنے لگی۔

میں تمہارا مطلب سمجھ گئی ہوں تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ عبیرہ بھی تمہارے ساتھ یہاں سے کوچ کرے۔

خطلخ ہنس دیا اور کہنے لگا۔

اماں یہ آدھی بات ہے صرف عبیرہ ہی نہیں میں چاہتا ہوں آپ مرسینہ مشال بہن کے علاوہ خالہ ازبل اور۔

عبدہ نے پھر اس کی بات کاٹ دی۔

اس کا مطلب ہے تم یہ چاہتے ہو کہ گھر کے سارے افراد لشکر میں شامل ہو جائیں پر یہ تو کہو گھر پر رہے گا کون تم جانتے ہو ہم پہلے حلب کی حویلی چھوڑ کر آئے ہیں اور ابھی تک وہاں کسی کی رہائش کا کوئی اہتمام نہیں کیا گیا اب تم چاہتے ہو کہ گھر کے سارے افراد شکر میں شامل ہو کر قلعہ جعبر کا رخ کر لیں بیٹے یہ کیسے اور کیونکر ممکن ہے۔

جہاں تک میرا ازبل اور زہرون کا تعلق ہے ہم تینوں تو لشکر میں شامل نہیں ہو سکتی نہ ہی لشکر میں اس قدر سخت زندگی گزار سکتی ہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ، دوسری سے تیسری جگہ

چ کرنا بیٹے اب ہم میں تو اتنی ہمت نہیں ہے لہٰذا ہم تینوں تو یہاں رہیں گی اگر ہم تینوں ہاں رہیں گی تو ہمارے ساتھ رہنے کے لیے کوئی اور تو ہونا چاہیے اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تینوں مل ر گھر کے کام کاج کھانے پکانے کا اہتمام کر لیں تو پھر تم جو چاہو فیصلہ کر لو۔

اس موقع پر مرسینہ بول پڑی اور عبدہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی ماں آپ ان کی ت کو ٹالیں نہیں شمس الدین کے ساتھ اگر جمارا جا رہی ہے تو خطلخ کے ساتھ عبیرہ کو جانے دیں ہاں تک ہم دونوں کا تعلق ہے تو میں آپ تینوں کے پاس رہوں گی آپ تینوں کی خدمت روں گی امیر کے ساتھ مشال چلی جائے گی۔

مرسینہ کی اس گفتگو کے جواب میں مشال کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ عین اسی لمحہ د الدین اس حویلی میں داخل ہوا اور ان کے پاس آن بیٹھا پھر جو اب تک گفتگو ہوئی تھی ہ عبدہ نے پہلے مجد الدین کو آگاہ کیا پھر سوالیہ سے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

بیٹے تمہاری آمد سے پہلے یہ گفتگو ہوئی ہے اب تم بتاؤ کہ تم کیا فیصلہ دیتے ہو۔

اس پر مجد الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

اماں اس سلسلے میں سلطان سے میں نے شمس الدین اور خطلخ کی غیر موجودگی میں ات کی ہے۔

اماں! فکر مند نہ ہوں شمس الدین صرف چند روز قلعہ جعبر میں رہے گا۔ اگر سب لوگ ہاں سے روانہ ہو جائیں گھر کا نظم و نسق نہیں چلتا اسی بنا پر میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہمارے لاوہ گھر کا کوئی فرد لشکر میں بھی شامل نہیں ہوگا اور پھر اماں سب سے بڑی بات یہ کہ یہ کوئی اتنی ی مہم نہیں ہے ہو سکتا ہے چند دن کے اندر ہی اس مہم سے سرخ رو ہو کر ہم لوٹ آئیں اماں وئی بھی ساتھ نہیں جائے گا ہم سب اگر یہاں رہیں گے تو گھر کا ماحول بڑا خوشگوار رہے گا اور جھے امید ہے کہ قلعہ بہت جلد فتح ہو جائے گا۔

اس پر مجد الدین اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

عشاء کی نماز کے بعد لشکر یہاں سے کوچ کرے گا دیکھو ابھی کافی وقت ہے تم سب ل کر کھانا تیار کرو اس کے ساتھ ہی سب مجد الدین کے کہنے پر اٹھیں اور گھر کے کام میں لگ

گئیں تھیں اسی روز عشاء کی نماز کے بعد مجد دالدین الدین خطلخ اور شمس الدین ایک لشکر کو لے کر قلعہ جابر کا رخ کر گئے تھے۔

O

مجد دالدین جب اپنے لشکر کے ساتھ قلعہ جابر کے قریب پہنچا تو قلعے کے نواح میں امیر فخر الدین مسعود پہلے سے وہاں خیمہ زن تھا مجد دالدین کا اس نے اس کے لشکریوں نے بہترین استقبال کیا مجد دالدین نے پہلے اپنے حصے کے لشکر کو وہاں خیمہ زن ہونے کا حکم دیا اور یہ حکم ملتے ہی مجد دالدین کے لشکر نے وہاں پڑاؤ کر لیا پھر مجد دالدین فخر الدین مسعود اور خطلخ اور شمس الدین ایک خیمے میں جمع ہوئے یہ خیمہ مجد دالدین کا تھا پھر مجد دالدین نے فخر الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

فخر الدین میرے بھائی یہ بات محسوس نہ کرنا کہ تم جابر کے قلعے کو فتح نہیں کر سکے اور سلطان نے مجھے تم پر فوقیت دیتے ہوئے قلعہ فتح کرنے کے لیے بھیج دیا ہے۔

مجد دالدین اپنی بات مکمل نہ کر سکا تھا کہ فخر الدین مسعود بول پڑا مجد دالدین میرے بھائی کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو میں ہی نہیں لشکر کے سارے سالار تسلیم کریں گے کہ ہمارا اور تمہارا کارگزاری میں زمین آسمان کا فرق ہے میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جو مہم ہم سب سر نہیں کر سکتے وہ اپنے تجربے اپنی بہادری اپنی شجاعت کے باعث تم لمحوں کے اندر تکمیل کر دکھانے کا حوصلہ رکھتے ہو لہٰذا میرے بھائی اس موضوع پر دوبارہ گفتگو مت کرنا میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ میں جبر کو فتح کرنے میں ناکام رہا ہوں اور ساتھ ہی میرے بھائی میں یہ بھی امید کرتا ہوں کہ یہ قلعہ اب تمہارے سامنے زیادہ دیر تک ٹھہرے گا نہیں اس لیے کہ ہماری نسبت تم دشمن سے بہتر انداز میں نپٹنا جانتے ہو۔

فخر الدین خاموش ہوا تو مجد دالدین مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

فخر الدین تم نے میری مشکل خود ہی دور کر دی ہے۔

جو کچھ میں کہنا چاہتا تھا میرے خیال میں اب مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے میرے بھائی قلعے کو ہم نے فتح کر کے چھوڑنا ہے تاکہ قلعے کا حاکم شہاب الدین اس زعم میں نہ

رہے کہ اس کا قلعہ ناقابل تسخیر ہے یہ تو کچھ بھی نہیں اس سے زیادہ مضبوط مستحکم قلعے جن پر صلیبی قابض ہو گئے تھے انہیں ہم نے کاغذ کی لوح کی طرح اڑا کر رکھ دیا۔

مجد دالدین اٹھ کھڑا ہوا اور فخر الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میں پہلے چند دستوں کے ساتھ شہر کی فصیل کے اردگرد چکر لگانا پسند کروں گا۔

فخر الدین نے اس سے اتفاق کیا پھر وہ باہر نکلے چند دستوں کو ساتھ لیا پھر مجد دالدین نے جبر کے اردگرد ایک چکر لگایا دوبارہ اپنے خیمے میں آیا فخر الدین مسعود خطلخ اور شمس الدین اس کے ساتھ تھے۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر مجد دالدین نے گفتگو کا آغاز کیا فخر الدین پہلے یہ کہو کہ تم نے جو قلعے پر حملے شروع کیے تو کیا حملے تم نے ایک ہی سمت سے کیے یا اپنا رخ بدلتے رہے یا لشکر کو پھیلاتے رہے۔

اس پر فخر الدین مسعود کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگا مجد دالدین میرے بھائی جبر کا جو مشرقی دروازہ ہے یہی بڑا دروازہ ہے جس سے آمدورفت ہوتی ہے باقی دروازے چھوٹے چھوٹے ہیں اور وہاں شہاب الدین کے لشکری کم ہیں۔ اس کے علاوہ زیادہ لشکری فصیل کے اوپر رکھتا ہے فصیل کے اوپر سے حملہ آوروں پر پتھر تیر منجنیقوں کے ذریعے سنگ باری گرم پانی اور آگ کے الاؤ پھینکنے کا بہترین انتظام کیا گیا ہے اسی بناء پر جب بھی میں حملہ آور ہونے کے لیے فصیل کے قریب گیا کبھی مجھ پر کھولتا پانی کبھی انگارے کبھی سنگ باری اور تیر اندازی کی گئی جس کی بناء پر مجھے پیچھے ہٹنا پڑا اور میں اس قلعے کو فتح نہ کر سکا۔

فخر الدین جب خاموش ہوا تو کچھ سوچتے ہوئے مجد دالدین کہنے لگا۔

فخر الدین میرے بھائی یہی تمہاری غلطی ہے کہ تم قلعے کے ایک طرف ہی جمے رہے یاد رکھو تم قلعے کے مشرقی دروازے پر شہاب الدین کو طاقت اور قوت کا سرچشمہ سمجھ کر ضرب لگاتے رہے جب کہ دوسری طرف کے چھوٹے دروازوں سے اسے باہر سے رسد اور کمک ملتی رہی اور ضروریات کا دیگر سامان بھی مہیا ہوتا رہا اس بناء پر اس نے ڈٹ کر تمہارا مقابلہ کیا اور محاصرہ طول پکڑ گیا جس کی بناء پر مجھے آنا پڑا۔

اب میں نے قلعہ جبر پر آخری ضرب لگانے کے لیے جو لائحہ عمل اختیار کرنا ہے تو وہ

کچھ اس طرح ہوگا۔

فخر الدین دونوں لشکروں کو یکجا کرنے کے بعد چار حصے کیے جائیں گے ایک حصہ میرے دوسرا تمہارے تیسرا طلخ چوتھا شمس الدین کے پاس میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ شہر کے مشرقی جانب رہوں گا اس جانب کے متعلق تمہیں اعتماد ہے کہ شہر پناہ کا بڑا دروازہ یہی ہے اور اسی سمت شہاب الدین کی زیادہ قوت اور طاقت ہے۔

تم تینوں اپنے حصے کے لشکریوں کے ساتھ قلعہ بھبر کے تین اطراف میں رہو گے لیکن فصیل سے اس قدر فاصلے پر کہ اگر فصیل سے تیر اندازی کی جائے تو تم تک کوئی تیر نہ پہنچے۔

تمہارے ذمے دو اہم کام ہوں گے پہلا یہ کہ دن کے وقت ہم چاروں طرف سے آگے بڑھتے ہوئے فصیل کے اوپر برجوں کے اندر جو محافظ ہیں ان پر تیر اندازی کرتے رہیں گے خود نزدیک نہیں جائیں گے جس وقت تیر اندازی کریں گے اپنے سامنے ڈھالوں کی آڑ بنائیں گے تاکہ فصیل سے جو تیر اندازی کی جائے اس سے ہمیں کوئی نقصان نہ پہنچے ہم نے فی الحال تیر اندازی تک ہی اکتفا کرنا ہے اور کوشش کرنی ہے کہ اپنی تیر اندازی سے برجوں کے اندر جو شہاب الدین کے لشکری ہیں ان کی تعداد کم کی جائے یہ ایک کام ہے دوسرا کام ہم نے یہ کرنا ہے کہ بھبر کا چاروں طرف سے سخت محاصرہ کرنا ہے کوئی شہر سے نکل نہ سکے اور نہ ہی باہر سے کوئی قلعے میں داخل ہو کر کھانے پینے کی کوئی چیز اندر لے جا سکے غرض کہ کوئی بھی شخص ضروریات کی کوئی بھی چیز شہر میں نہ پہنچانے پائے اور نہ ہی باہر سے کوئی شخص شہر میں داخل ہونے پائے اگر کوئی باہر نکلنے کی کوشش کرے تو اسے اپنے تیروں کی زد میں لے لیا جائے۔

میرے عزیزو ہم نے ایک کام کرنا ہے میں قلعے کے مشرقی جانب رہوں گا اب میرا قلعے کے جنوب اور شمال دونوں سے رابطہ رہنا چاہیے گویا میرا رابطہ بیک وقت اپنے لشکر کے دو حصوں سے رہنا چاہیے اسی طرح جو حصہ شمال میں ہوگا اس کا مجھ سے اور مغرب میں رہنے والے حصے سے رابطہ ہونا چاہیے اور یہ رابطہ کچھ اس طرح رکھا جائے گا کہ ہر دو سمت کے درمیانی حصے میں کچھ جوان متعین کیے جائیں گے جو گھات میں بیٹھے رہیں گے اگر کسی بھی دروازے سے نکل کر شہاب الدین حملہ آور ہو تو دو سمتوں کے درمیان جو جوان متعین کئے جائیں گے وہ کم

از کم ہمارے لشکر کے حصوں کو آگاہ کر دیں گے اس طرح سمتوں کے درمیانی حصوں میں جو جوان بیٹھے ہونگے وہ چاروں حصوں تک دشمن کی کسی بھی کاروائی کی اطلاع دیں گے۔

اب جو صورت حال سامنے آئے گی وہ کچھ اس طرح ہو گی کہ اگر بالفرض شہاب الدین محاصرے سے تنگ آ کر مشرقی دروازے سے مجھ پر حملہ آور ہوتا ہے تو شمال مشرق اور جنوب مشرق میں ہمارے مخبر ہمارے حصوں کو مطلع کر دیں گے اسی طرح جنوب مغرب اور شمال مغرب کے دونوں لشکریوں کے درمیان جو گھات میں ہونگے وہ مغرب والے حصے کو بھی اطلاع کر دیں گے جونہی کسی بھی حصے کو اطلاع ملے کہ کسی سمت سے دشمن باہر نکل کر ہم پر ضرب لگانا چاہتا ہے باقی کے حصے فوراً سمٹ کر اپنے اس حصے کی طرف بڑھیں گے جس پر حملہ کی ابتدا کی جائے گی اس طرح اگر ہم اپنے لائحہ عمل کو آخری شکل دیں تو زیادہ دن شہاب الدین ہمارے سامنے محصور رہ کر بچ نہیں سکے گا۔

فخر الدین مسعود طلخ اور شمس الدین تینوں نے مجدد الدین کے طریقہ کار سے اتفاق کیا سارے لشکریوں کو چار حصوں میں تقسیم کیا ان حصوں کو شہر کے چاروں طرف متعین کر دیا مجدد الدین مشرقی حصے میں رہا مغرب کی طرف فخر الدین مسعود کو شمال کی طرف شمس الدین کو جنوب کی طرف طلخ کو رکھا گیا تھا۔ اس طرح اس تقسیم کے بعد دوسرے دن کاروائی کی ابتداء کی گئی دن کے وقت ذرا آگے بڑھتے ہوئے لشکر کے چاروں حصے برجوں پر تیز تیر اندازی کرتے اور برجوں کے اندر شہاب الدین کے لشکریوں کو کافی نقصان پہنچاتے اور شہر میں کسی کو داخل نہ ہونے دیتے نہ کسی کو باہر نکلنے دیتے۔ اس طرح بڑی تیزی کے ساتھ شہاب الدین کے پاس سامان خورد و نوش ختم ہونے لگا۔

مجدد الدین نے جب محاصرے میں تنگی اور تشدد پیدا کرنا شروع کر دیا تب شہاب الدین کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ سامان خورد و نوش اس کے پاس ختم ہونے لگا تھا لہٰذا تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق ایک روز صبح ہی صبح اپنے لشکر کے ساتھ وہ شہر پناہ کے مشرقی دروازے سے نکلا شہاب الدین اور اس کے لشکریوں نے مجدد الدین کے لشکر پر خواب ریزوں کے گلستانوں، روح کے سکوں زاروں اور محبتوں کے عطیوں کے خمار میں نمی سے ناآشنا بنجر پن اور راحتوں کو کرب میں مبتلا کر دینے والے بخت روسیاہ کی طرح حملہ کر دیا تھا۔

مجد الدین اس کے لیے تیار تھا اس لیے کہ اس نے اپنے محاصرے پر جو شدت پیدا کر رکھی تھی اس کے رد عمل پر وہ امید رکھتا تھا کہ شہر پناہ سے نکل کر شہاب الدین حملہ آور ہو سکتا ہے اور اسے یہ بھی امید بلکہ پورا اعتماد تھا کہ شہاب الدین حملہ کی ابتدا اسی سے کرے گا اس لیے کہ اسے خبر ہو چکی ہے کہ فخر الدین مسعود کے کامیاب نہ ہو سکنے کے بعد سلطان نے مجد الدین کو قلعہ فتح کرنے پر روانہ کر دیا ہے۔ پس جوں ہی شہاب الدین حملہ آور ہوا اس کے حملے کے جواب میں سب سے پہلے مجد الدین نے تکبیریں بلند کیں پھر تکبیروں کے جواب میں اس کے لشکر میں ایسے تکبیریں بلند ہوئیں جیسے ہاروت و ماروت کے طلسم میں دھاڑتی شور مچاتی کف اڑاتی کرنوں کی طرح ان گنت گرد باد داخل ہو گئے ہوں اس کے بعد مجد الدین نے اپنے کام کی ابتداء کی اور وہ برے ارادوں کے منجمد جذبوں کو ایک کھولن، بصارتوں کے غیر متحرک ادراک کو متحرک کر دینے والی جراتوں کے نقیب محتسب، استجاب آمیز وقت کے دھاروں میں انسانی تہذیب کالی وحشت ناک پت جھڑ میں انبوہ در انبوہ اترتے پریشانیوں کے ہولناک اضطراب کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

دوسری جانب شہاب الدین کے حملہ کی اطلاع شمس الدین خطلغ اور مغرب کی سمت فخر الدین مسعود کو بھی ہو چکی تھی۔

سب سے پہلے شمس الدین پہنچا اور وہ شہاب الدین کے لشکر کے ایک حصے پر بے کراں اندھیروں، صداؤں کے اندھے صحرا کے اندر کتاب حیات کے اوراق منتشر کر دینے والی مہیب کرب آشنا دیو باد کی طرح ٹوٹ پڑا۔

اتنی دیر تک خطلغ بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ پہنچ چکا تھا وہ شہاب الدین کے لشکر کے دوسرے پہلو پر انسانیت کے ضمیر کو جھنجوڑ دینے والے طوفان باد رشک کی ظلمت کے حساب میں ٹیڑھی ترچھی قاتل پرچھائیوں کی طرح گھس جانے والی خوف بھری آندھیوں کی طرح اپنے کام کی ابتداء کر گیا تھا۔

تیسری جانب فخر الدین مسعود بھی آندھیوں کی طرح مغرب سے ہٹ کر مشرق کی طرف بڑھا تھا۔ اور پھر وقت کی آنکھ نے دیکھا فخر الدین مسعود شہاب الدین کے لشکر کی پشت سے حملہ آور ہوا اس کا حملہ وقت کے سوکھے پیڑوں کو ٹکرا کر ظلم و استبداد کے تاکستانوں سے ٹکراتی

خونی فطرت کی زیر کر لینے والے موت کے طمانچے مارتی آندھیاؤں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

شہاب الدین ایک مصیبت سے نکل کر دوسری مصیبت میں گھر گیا تھا آسمان سے کھجور میں اٹکا کے مصداق وہ قلعے سے نکل کر بڑی مصیبت میں مبتلا ہو گیا تھا قلعے کے اندر اسے سامان خورد و نوش کی فکر تھی اب قلعے کے باہر چاروں طرف سے حملہ ہونے کے باعث سامان خورد و نوش کے علاوہ اسے اپنی اور لشکریوں کی جانوں کے لالے بھی پڑ گئے تھے۔

بڑی تیزی سے چاروں طرف کے حملے نے شہاب الدین کی حالت غم زدہ جیلس جذبوں میں مردہ آرزوں لب بستہ رتوں میں مجبوریوں کے روتے اشجار اور عروس شام پر مسلط ہوتی تاریکیوں میں ماضی کی ٹوٹی منڈیروں سے بھی بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

شہاب الدین نے جب دیکھا کہ جنگ اسی طرح رہی تو چاروں طرف سے اس پر جو حملے ہو رہے ہیں تھوڑی دیر میں اس کے لشکر کا صفایا کر دیں گے لہٰذا اس نے ہتھیار ڈال دینے اور اپنے لشکریوں کو بھی ہتھیار ڈالنے کا حکم دیتے ہوئے صلح کا خواستگار ہوا۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے مجد الدین نے بھی اپنے لشکر کو جنگ روکنے کا حکم دیا مجد الدین کا یہ حکم ملتے ہی شمس الدین خطلغ اور فخر الدین مسعود نے بھی اپنے حملے روک دیئے اور اپنے لشکر کو مجد الدین کے پاس لے آئے تھے۔

پھر شہاب الدین کو مجد الدین کے سامنے لایا گیا۔

مجد الدین نے دیکھا وہ لرز کانپ رہا تھا چہرہ بالکل ہلدی سا ہو چکا تھا مجد الدین کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا شہاب الدین تو بھی عجیب و غریب انسان ہے سلطان نے صلیبیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اس مستحکم اور مضبوط قلعے کو اپنے تسلط میں لینا چاہا لیکن تو نے قلعہ سلطان کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ اسلامی سلطنت کے خلاف سراسر بغاوت کے خلاف تھا۔ دیکھ تو اور تیرے خاندان کے افراد اس قلعے کے اندر حرص و ہوس کے ایوانوں میں صرف عیش و عشرت کے طلب گار ہوتے رہے۔ تم لوگ گاتے دنوں جاگتی راتوں کی اتھاہ گل اندامیوں میں زندگی بسر کرتے رہے۔ رخصت ہوتے پتوں کی آوازوں شبستانوں کی بجھتی ہوئی غلامی کی زنجیروں کو تم لوگوں نے اپنی نگاہ میں نہیں رکھا۔ تم

لوگ شہاب الدین کے اسرار سے مرغوب ہو کر ننگ و ذلت کے شبستانوں میں برق و چنبیلی سی خوبصورت لڑکیوں اور نویلی نکہت بھری دوشیزاؤں کی شیرینی بھری نزہتوں کی گود میں سر رکھ کر زندگی بسر کرتے رہے۔فطرت کے تقاضوں دین کی سطوت مسلم امہ کی عظمت کو تم لوگوں نے پس پشت ڈالے رکھا۔

ایسی زندگی بسر کرتے ہوئے تم لوگوں پر ظلم کر کے اپنی زندگی کے اعمال نامے کی سیاہی میں اضافہ کرتے رہے سن خون کے پروردہ انسان مہر بلب فضاؤں میں صرف اپنی عظمت کے پندار کی پرورش کرنا ہی فطرت کا تقاضا نہیں دیکھ سب سے پہلے تجھے مسلم امہ کے وقار اور اس کی عظمت کو نگاہوں میں رکھنا چاہیے تھا اور جس طرح بڑے پیار بڑی شفقت سے تمہیں اپنے پاس ایک مہذب مہمان کی طرح رکھ کر سلطان نے تم سے یہ قلعہ مانگا تھا تمہیں چاہیے تھا کہ بڑی ممنونیت سے یہ قلعہ سلطان کے حوالے کر دیتے بلکہ یہ کہتے کہ سلطان محترم آپ کے سامنے میری حیثیت غلام کی سی ہے آپ کا فیصلہ میرے لیے حکم کا درجہ رکھتا ہے لیکن تو ایسا کروہ بھرا انسان نکلا کہ تو نے سلطان کی التماس کے باوجود یہ قلعہ سلطان کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا تو یہ سمجھتا تھا کہ یہ قلعہ ناقابل تسخیر ہے اور کوئی اسے فتح نہیں کر سکتا ذرا اب اپنی حیثیت پر نگاہ دوڑاؤ ——— مجد دالدین تھوڑی دیر کے لیے رکا پھر وہ اسے مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

شہاب الدین میں چاہوں تو ابھی اور اسی وقت تیری گردن اپنی تلوار کے ایک ہی وار سے کاٹ کر رکھ دوں لیکن اس لیے کہ نور الدین زنگی نے مجھے ایسا اختیار دیا ہوا ہے اور میں ایسا کرنے کا مجاز ہوں لیکن تو مسلمان ہے اور میں نہیں چاہتا کہ میری تلوار تیری گردن پر گرتے ہوئے تجھے لہولہان کرے گو تو انتہا درجے کا گستاخ سرکش اور باغی انسان ہے اس لیے کہ تو نے سلطان نور الدین زنگی کی نافرمانی کی ایسے سلطان کی جس نے اپنا تن من دھن غرضیکہ ہر شے مسلمانوں کی بہتری اور ان کی فلاح و بہبود پر لگا رکھی ہے۔اب بول خود ہی بتا میں تیرے ساتھ کیا سلوک کروں۔شہاب الدین چپ رہا منہ سے کچھ نہ بولا اس نے نگاہ اٹھا کر مجد دالدین کی طرف بھی نہیں دیکھا بلکہ اس کا جسم کانپ رہا تھا اس کا بدن لرز رہا تھا ہونٹ کانپ رہے تھے اور وہ زمین کی طرف دیکھ رہا تھا۔

مجد دالدین کچھ دیر تک اسے دیکھتا رہا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔اپنی گردن یدھی کرو میں جانتا ہوں تو ایک بہت بڑا مجرم ہے اور تیری گردن جھکی ہی رہنی چاہیے۔لیکن ں تجھے سزا نہیں دونگا تیرے جرم کو میں معاف کر چکا ہوں لیکن اب تو اس قلعے کا حاکم نہیں ہے گا اب میں تجھے ساتھ لے کر جاؤں گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد مجد دالدین رک گیا پھر اس نے اپنے چند سالاروں کو اسے خیمے میں رکھنے اور اس پر پہرہ لگانے کا حکم دیا۔

اس کے بعد مجد دالدین نے وہاں چند دن قیام کیا مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس کے بعد مجد دالدین نے اپنے بھائی شمس الدین کو جعبر کا حاکم مقرر کیا اور شہاب الدین کو لے کر وہ وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔

سلطان نور الدین زنگی نے بڑی رحم دلی سے کام لیتے ہوئے شہاب الدین کو حلب کے نواح میں مقیم کر دیا اور اخراجات کے لیے اسے بیس ہزار دینار نقد بھی دیئے۔جعبر کی فتح سے سلطان ایسا خوش ہوا کہ اس نے مجد دالدین کو پروانہ خوشنودی بھی عطا کیا۔

کئی بار مصر میں داخل ہونے کے بعد یوروشلم کے بادشاہ اموری کو یقین ہو گیا تھا کہ مصر کے اندر صلیبی حکومت قائم کی جا سکتی ہے اس لیے کہ مصری لشکر کی کمزوری اور ضعف کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔اکثر و بیشتر وہ ارادہ کرتا تھا کہ اس وسیع و عریض اور زرخیز زمین کو فتح کر لینا کوئی اتنا مشکل نہیں لیکن اس کو اپنے سامنے سلطان نور الدین زنگی ایک کوہستانی سلسلوں طرح دکھائی دیتا تھا جو اس کے ارادوں کے سامنے لوہے کی دیوار اور چٹان بن سکتا تھا۔اسی بنا پر اموری کھل کر مصر کے خلاف ترکتاز نہیں کر رہا تھا۔

ان ہی دنوں ایک انقلاب اور تبدیلی رونما ہوئی اور وہ یہ کہ یوروشلم کے بادشاہ اموری کی شادی قسطنطنیہ کے بادشاہ مینوئل کی بھتیجی سے ہوگئی۔

شادی کے موقع پر قسطنطنیہ کے بادشاہ مینوئل نے انجیل پر ہاتھ رکھوا کر یوروشلم کے بادشاہ اموری سے حلف لیا کہ وہ مصر پر حملہ آور ہوگا اس سلسلے میں قسطنطنیہ کا بادشاہ مینوئل سامان حرب و ضرب کے علاوہ رسد و کمک کے سلسلے میں بھی اس کی خواہش کے مطابق اس کی مدد کرے گا۔

یوروشلم کا بادشاہ سلطان نورالدین زنگی سے بڑا خوف زدہ تھا جانتا تھا کہ اگر ایک بار سلطان نورالدین زنگی اس کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا تو اسے روکنا مشکل ہو جائے گا لہٰذا اس نے مینوئل کے سامنے اس خطرے کا عذر پیش کیا تو مینوئل نے اسے سمجھایا کہ مسلمان تمہارے خلاف کوئی بڑی کاروائی نہیں کر سکیں گے اس لیے کہ مسلمانوں کے عساکر اس وقت منتشر ہیں۔

مینوئل نے اموری کو یہ بھی تسلی دی کہ شیرکوہ اور اس کا بھتیجا صلاح الدین اس وقت ایک لشکر کے ساتھ حمص شہر میں مقیم ہے دوسرے درجے کا بڑا سالار مجد الدین دمشق میں قیام کیے ہوئے ہے جب کہ خود سلطان نورالدین زنگی عارضی طور پر حلب میں ٹھہرا ہوا ہے تم مصر پر قابض ہو چکے ہو گے۔ اور ایک بار اگر تم نے مصر فتح کر کے وہاں اپنی حکومت قائم کر لی تو یاد رکھنا کوئی بھی فرمانروا کوئی بھی مسلمانوں کا سالار تم سے مصر کی زمین چھین نہیں سکے گا۔

اور پھر یہ بھی سوچو! اگر تم مصر پر اپنی حکومت قائم کر لیتے ہو تو یوروشلم پر بھی تمہاری حکومت قائم ہو جائے گی ورنہ معاملہ اس کے الٹ ہو سکتا ہے اگر نورالدین زنگی حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مصر پر اپنی حکومت قائم کر لیتا ہے تو یاد رکھنا تمہاری یوروشلم کی حکومت کے لیے ایک مسلسل خطرہ بن جائے گا۔

کہتے ہیں مینوئل کی ترغیب اموری کے لیے کارگر ثابت ہوئی اور وہ قسطنطنیہ کے بادشاہ کی اس تجویز پر بڑی سنجیدگی سے غور کرنے لگا۔

اسی دوران یوروشلم کے بادشاہ اموری کو ایک اور ترغیب ملی وہ یہ تھی کہ پچھلی دفعہ جب وہ مصر سے نکلا تو اپنا ایک نائب اور چند مسلح دستے مصر میں چھوڑ کر آیا تھا۔ مصر کی زبوں حالی کو دیکھتے ہوئے اموری نے جو اپنا نائب چھوڑا تھا اس نے قابل اعتبار مخبروں کے ذریعے اطلاع دی کہ مصر کی سیاسی ابتری اور اس کے انتظامی نقائص اپنے انتہا کو پہنچ چکے ہیں۔ اس نے اموری سے یہ بھی کہا کہ فصل پک چکی آپ یہاں پہنچ کر اس کو کاٹ لیں۔

اس کے علاوہ بعض ملت فروش مصری افراد نے بھی اموری کو خط لکھے کہ آپ یہاں آئیں عشاور اور خلیفہ عاضد کے خلاف ہم تمہاری مدد کریں گے ان تمام عوامل نے مصر پر حملہ کرنے کے لیے اموری کا حوصلہ بڑھایا لہٰذا اس نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا اور مصر فتح کرنے کے لیے نکل پڑا۔

اموری کی زد میں جو مسلمانوں کا سب سے پہلا شہر آیا وہ بلبیس تھا اس بدقسمت شہر کو اموری نے سب سے پہلا نشانہ بنایا آگے بڑھ کر اپنے لشکر کے ساتھ بلبیس کا محاصرہ کر لیا۔

بلبیس کے اندر جو مصری لشکر تھا وہ بلبیس کے شہریوں کو صلیبیوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر قاہرہ کی طرف چلا گیا۔ صلیبی بغیر کسی روک تھام کے بلبیس شہر میں داخل ہو گئے۔ اور جو ظلم ستم آرائیاں انہوں نے یوروشلم کو فتح کرنے کے بعد کیں تھیں ایسا ہی ظلم و ستم انہوں نے بلبیس شہر میں بھی ڈھایا۔

کہتے ہیں بلبیس شہر میں صلیبیوں نے مسلمانوں کو انتہائی بے رحمی سے قتل کر ڈالا قتل ہونے والوں میں سن رسیدہ بوڑھے کمزور اور لاچار مائیں اور کم سن بچے بھی شامل تھے۔

صلیبی درندے مسلسل تین دنوں تک مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلتے رہے یہاں تک کہ سارا بلبیس شہر نعشوں سے اٹ گیا اور کوئی رونے والا نوحہ گری کرنے والا نہ رہا اور اس پر مستزاد یہ کہ سارے شہر کو صلیبیوں نے جی بھر کے لوٹا کوئی مزاحمت کرنے والا نہ تھا شہر بھر میں یوں لوٹ مار کی گئی کہ صلیبیوں نے کسی گھر میں ایک تنکا تک نہ چھوڑا۔

بلبیس شہر میں مسلمانوں کے قتل عام کی خبر جب قاہرہ پہنچی تو مصر کا غیر ذمہ دار، غدار اور دھوکے باز وزیر عشاور سمجھ گیا کہ بلبیس فتح کرنے کے بعد صلیبی ہر صورت قاہرہ کا رخ کریں گے لہٰذا جو کھیل انہوں نے مسلمانوں کے خلاف بلبیس میں کھیلا ہے وہی کھیل وہ قاہرہ میں بھی کھیلیں گے اور قاہرہ کے مسلمانوں کے قتل عام کی انتہا کر دیں گے۔

شاور کو یہ بھی خطرات لاحق ہو گئے کہ اگر صلیبی قاہرہ پر قابض ہو گئے تو پھر نہ اس کی وزارت رہے گی نہ خلیفہ کی ملازمت رہے گی اور نہ شہر میں کوئی مسلمان بچے گا چنانچہ ان خدشات کے تحت عشاور نے شہر پناہ کے دروازے بند کر لیے اور پوری طاقت اور قوت سے صلیبیوں کے لشکر کے سامنے بند باندھنے کے لیے تیار ہو گیا۔

بلبیس فتح کرنے کے بعد صلیبیوں نے واقعی قاہرہ کا رخ کیا وہ ہر صورت میں قاہرہ میں داخل ہو کر فلسطین میں اپنی حکومت مستحکم کرنا چاہتے تھے۔

بلبیس سے قاہرہ جاتے ہوئے راستے میں نسطاط سر پڑتا تھا یہ کبھی مصر کا دارالخلافہ ہوا کرتا تھا۔ مصر فتح کرنے کے بعد عمر بن العاص نے اس شہر کو بسایا تھا۔ خطاط کے دفاعی

انتظامات بالکل غیر محفوظ اور نامکمل تھے۔ یہاں عشاور نے ایسا کوئی لشکر بھی نہ رکھا ہوا تھا جو صلیبیوں کے سامنے مدبعفت کرتا۔ لہٰذا یہاں بھی صلیبی بغیر کسی روک ٹوک کے شہر میں داخل ہوئے اور شہر میں جو بھی چیز ملی انہیں لوٹا اور اس کے بعد شہر کو اپنوں نے آگ لگا دی تاریخ کہتی ہے خطاط جیسے عظیم الشان اور اسلامی روایات سے بھرپور شہر خطاط کو آگ لگانے کے بعد صلیبیوں نے قاہرہ شہر کا رخ کر لیا اور اس پر قابض ہو گئے۔

کہتے ہیں عظیم الشان خطاط شہر کے اندر انتہائی درجہ کی خوبصورت عمارات تھیں لاتعداد مساجد تھیں جو برابر 54 دن تک جلتی رہیں صلیبیوں کی خطاط میں لگائی آگ اس وقت خود بخود بجھی جس وقت سارا شہر جل کر خس و خاشاک ہو گیا تھا۔

سلطان نور الدین زنگی کو بھی اس کے رقائع نگار اور مخبر اچانک رونما ہونے والے ان حالات کی خبریں اور اطلاع کر چکے تھے لہٰذا سلطان بڑی تیزی سے حرکت میں آیا حلب سے نکل کر وہ دمشق میں آیا۔ شیر کوہ جس نے اس وقت حمص شہر میں قیام کر رکھا تھا اسے بھی صلاح الدین کے ساتھ اس نے دمشق میں طلب کر لیا تھا۔

سلطان مصر میں نمودار ہونے والی نئی صورت حال پر ابھی کوئی فیصلہ کرنے ہی والا تھا کہ ایک روز اس کے محافظ دستوں کے سالار نے مصر سے ایک قاصد آنے کی اطلاع دی۔ اس پر سلطان نے اپنے سارے سالاروں شہریوں اور دیگر سرکردہ لوگوں کو بھی اپنے پاس بلا لیا پھر ان سب کی موجودگی میں مصر سے آنے والے قاصد کو سلطان کے سامنے پیش کیا گیا۔

سلطان اور اس کے سب ساتھیوں نے دیکھا اس تک آنے والا کوئی قاصد کھلی آستینوں والا عرب تھا چہرہ اس کا دھول سے اٹا ہوا تھا۔ لباس میلا تھا داڑھی غبار آلودہ ہو رہی تھی۔ سلطان کے سامنے جب وہ آیا تو سلطان نے اسے مخاطب کیا۔

مجھے بتایا گیا ہے کہ تم مصر سے کوئی پیغام لے کر آئے ہو اس پر قاصد آگے بڑھا اور پھر اس نے ایک پیغام سلطان نور الدین زنگی کو تھما دیا تھا پھر دوبارہ وہ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

سلطان نے جب پیغام کھول کر پڑھا وہ پیغام مصر کے فاطمی خلیفہ عاضد کی طرف سے تھا اور اس نے وہ پیغام سلطان نور الدین زنگی کو لکھا تھا اس نے ایک انتہائی دردناک الفاظ

کے ساتھ عشاور سے در پردہ روانہ کیا تھا۔ اور اس عرض داشت میں اس نے اپنی خواتین کے لباس خون آلودہ بال ماتمی کپڑوں میں لپیٹ کر بھیجے تھے

اس عرض داشت میں خلیفہ عاضد نے صلیبیوں کے مظالم کی تفصیل لکھی تھی اور ساتھ ہی اس نے سلطان نور الدین زنگی سے التجا کی تھی کہ وہ مظلوم مصریوں کی مشکل گھڑی میں مدد کرے ورنہ مصر میں مسلمانوں کا اقتدار دریائے نیل کی موجوں کا لقمہ بن جائے گا اور مصر کے چپے چپے پر یوروشلم کی خون ریزی کی تاریخ پھر دہرائی جائے گی۔

مصر کے فاطمی خلیفہ عاضد کا یہ پیغام پڑھ کر سلطان نور الدین زنگی انتہا درجہ کا اداس ملول اور فکر مند و پریشان ہو گیا تھا کچھ دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا قریب بیٹھے شیر کوہ صلاح الدین اور دیگر امراء کی بھی ایسی کیفیت تھی پھر سلطان نے آہستہ آہستہ اپنی گردن سیدھی کی اور اپنے سامنے کھڑے کھلی آستینوں والے عرب قاصد کی طرف دیکھا۔

سلطان نے دیکھا سامنے کھڑے اس قاصد کی افسوس ناک الوداعی نگاہوں میں تھکے ماندے راہ گیر کی غم انگیز تباہی صاف دیکھی جا سکتی تھی۔ اس کی بولتی خاموش آنکھوں میں ناامیدی خون اور تلخی میں رقصاں شورش و اضطراب، بے چارگی بے بسی و کسمپرسی رنج و غم کے کھلیان عناصر کے نالہ ماتم کی سی کیفیت تھی سلطان نے یہ بھی دیکھا کہ اس کے چہرے پر علامتی ومحنت کشی کے پس منظر میں گرسنگی و فاقہ کشی اور زندگی کی تاریک گہرائیوں جیسی کیفیت تھی۔

سلطان نور الدین زنگی کی آنکھیں نم ناک ہو گئیں تھیں پھر سلطان نے بڑی مشکل سے خود پر قابو پاتے ہوئے اس قاصد کو مخاطب کیا۔

میرے عزیز جو پیغام تم لائے ہو وہ میں پڑھ چکا ہوں لیکن میں تمہارے منہ سے بھی کچھ سننا چاہتا ہوں۔

سلطان نور الدین زنگی کی حالت دیکھتے ہوئے قاصد کے حلق سے درد میں ڈوبی ہوئی ایک چیخ نکل گئی تھی اور جسے اس نے اپنے حلق میں ہی دبا لیا تھا پھر وہ لرزاں اور پھٹی ہوئی آواز میں بارود کی طرح پھٹ پڑا تھا

سلطان محترم خواہشوں کی گندگی مقاصد کی حیوانیت رکھنے والے گناہ کی پیداوار ننگ و عار کا پھل کھلانے والے ہماری زمینوں میں گھسے چار سوء سدوم کی مکاریاں، عمودہ کی

گناہگاریاں رقص کرتی تھیں۔روحوں کے لطیف لمس محبت کی حدت کو موت کے کرب سے، رحم کی ناآشنا گرم رو اور ہیجان آفرین اندھیاروں میں تقسیم کر دیا گیا۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ کھلی آستینوں والا قاصد رکا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک سیلاب تھا جو رواں ہو گیا تھا۔اپنے حلقوم میں اپنی ہچکیوں اپنی سسکیوں کو بڑی مشکل سے روک رہا تھا۔اس کی یہ حالت دیکھ کر سلطان نور الدین زنگی ہونٹ کاٹ رہا تھا۔آنکھوں سے گرتے ہوئے اس کے اشک اس کی داڑھی کے بالوں کو بھگو رہے تھے تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد قاصد سنبھلا اس کے بعد وہ بھسم کر دینے والی آواز میں پھر کہہ رہا تھا۔

سلطان محترم بلبیس اور خطاط میں خوشی کو غم، آسودگی کو تلخی، شرف کو مایوسی سکون زاروں کو مایوسی کے بھنور میں تبدیل کر دیا گیا پر کوئی ان کی مدد کے لیے پہنچنے والا نہ تھا۔شہروں کو خاکستر کر دیا گیا۔

یہاں تک کہنے کے بعد قاصد پھر رکا تھا اپنی آستینوں سے تھوڑی دیر تک وہ آنسو خشک کرتا رہا پھر دوبارہ وہ کسی آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑا تھا۔

سلطان محترم! میں نے خود اپنی ان گناہ گار آنکھوں سے شفتالو کے درختوں میں چڑیوں کے گیتوں، بہتی ندیوں کے نغمے سننے والی صبح کی روشنی جیسی بیٹیوں کو ننگے سر اپنے دوپٹے تلاش کرتے دیکھا ہے۔لطف و محبت کی نگاہ لطیف و شفاف آئینوں سی ممتا رکھنے والی مائیں خون آلود اوڑھنیوں سے اپنے آنسو پونچھتی ہوئی اپنے جوان بیٹوں کی مرگ پر نوحہ گری کرتے دیکھی ہیں چشموں کی تابانی، چنبیل کی مہک اور پر مسرت آوازوں سی بہنوں کو میں نے پاس کے بھنور اور ستاروں کی دھول میں ہواؤں کے واویلے کی طرح اپنے پاسبانوں اپنے نگہبانوں کو پکارتے ہوئے سنا ہے۔

سعادت کے سرچشموں ہونٹوں پر پھیلے تبسم میں زندگی کے گہرے اسرار رکھنے والے اپنی ملت کے بوڑھوں کو میں نے چوراہوں گلیوں راستوں میں پامال ثمر اور روندے ہوئے پتوں کی حالت میں بھی دیکھا ہے سلطان محترم حملہ آوروں نے اطاعت و انکساری کو روح کی ذلتوں میں آسمان کی رفعتوں کو زمین کی پستیوں میں اور راحت و اطمینان کو موت اور نیستی میں تبدیل کر کے رکھ دیا۔

سلطان محترم بلبیس کے گوشہ گیر خطاط کے دانش ور بے بسی کی حالت میں لامتناہی قوت اور چشم بصیرت رکھنے والے کسی مجاہد کو سرحدی بلندیاں ازلی گہرائیاں ابدی پہنائیاں رکھنے والے کسی پاسبان کو رزم گاہ کی عظمت و شان و شوکت اور فضیلت رکھنے والے اپنے کسی حکمران کو آوازیں دیتے تھے پر کسی نے بھی ان کی ان نوحہ بھری آوازوں پر لبیک نہ کہا۔اور اپنے نصب العین کے لیے مغلوب ہو جانے والے بیداری کے نئے پیغام کی طرح اس دنیا سے کوچ کر گئے۔

آنے والا قاصد مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اپنے حلق میں اپنی ہچکیوں اور سسکیوں کو دباتے ہوئے اور اپنی آنکھیں صاف کرتے ہوئے سلطان نور الدین زنگی چلا اٹھا۔

میرے محترم جو کچھ تم نے کہا ہے مجھ جیسے شخص کے لیے اتنا ہی کافی ہے آگے کچھ نہ کہنا وہ میرے لیے ناقابل برداشت ہو جائے گا۔اگر کسی نے مصر کی بہنوں، ماؤں بیٹیوں اور پکارنے والے کی پکار میں کسی نے لبیک نہیں کہا تو میں اس پکار کے جواب میں صد ہزار بار لبیک کہتا ہوں میں انہیں اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔میں صلیبی حملہ آوروں کو بتاؤں گا ابھی ہم اپنی سرحدوں کے محافظ اپنے علاقوں کے نگہبان زندہ اور بیدار ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان نور الدین زنگی خاموش ہو گیا کچھ سوچا پھر اس نے ظطلخ کی طرف دیکھا اور مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ظطلخ آنے والے اس قاصد کو اپنے ساتھ لے جاؤ دمشق کے سرکاری مہمان خانے میں اس کے قیام اس کے طعام کا بہترین بندوبست کرو اس کے ساتھ ظطلخ اپنی جگہ سے اٹھا اور آنے والے اس قاصد کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

سلطان نے باقی لوگوں کو جانے کا حکم دیا جب کہ شیرکوہ صلاح الدین، مجد الدین کو اس نے وہاں روک لیا کچھ دیر تک ان کے ساتھ صلاح مشورہ ہوتا رہا پھر یہ طے پایا کہ حسب سابق شیرکوہ اور صلاح الدین دونوں چچا بھتیجا چند دوسرے سالاروں کے ساتھ صلیبیوں پر ضرب لگانے کے لیے مصر کی طرف کوچ کریں یہ فیصلہ ہونے کے بعد سلطان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا پھر وہ انہیں اپنے ساتھ لے کر مستقر کی طرف چلا گیا تھا۔

جس لشکر نے شیرکوہ اور صلاح الدین کے ساتھ جانا تھا نور الدین زنگی نے اپنی

نگرانی میں کوچ کی تیاری کی کوچ کے وقت سلطان نور الدین زنگی نے شیر کوہ کو دو لاکھ دینار اخراجات کے لیے جب کہ اس کے لشکر میں شامل ہر لشکری کو سلطان نے بیس بیس دینار انعام کے طور پر دیئے تھے خود اس نے لشکر کو الوداع کہا شیر کوہ اور صلاح الدین کے علاوہ اس لشکر میں جو دوسرے سالار شامل تھے ان میں عزیز الدین شرف الدین برغش عین الدولہ صلاح الدین کا ماموں شہاب الدین محمود حارمی قطب الدین سیف الدین علی بن فکاری شامل تھے۔

O

ادھر مصر میں یروشلم کے بادشاہ آموری نے قاہرہ کا بڑی سختی سے محاصرہ کر رکھا تھا قاہرہ کا وزیر جانتا تھا کہ اگر آموری قاہرہ پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا تو وہ اسے زندہ نہیں چھوڑے گا وہ ہر صورت میں قاہرہ کو آموری سے بچانا چاہتا تھا اس نے آموری کو کہلا بھیجا کہ وہ اسے ایک لاکھ مصری دینار دے گا وہ قاہرہ کا محاصرہ ترک کر دے ساتھ ہی عشاور نے دبے دبے الفاظ میں یہ دھمکی بھی دے دی تھی کہ اگر اس نے قاہرہ کا محاصرہ ترک نہ کیا تو وہ اپنی مدد کے لیے اس کے خلاف سلطان نور الدین زنگی کو بلائے گا۔

اس کے ساتھ ہی قاہرہ میں یہ خبریں پہنچنا شروع ہوئیں کہ شیر کوہ اور صلاح الدین ایک لشکر کے ساتھ مصریوں کی مدد کے لیے روانہ ہو چکے ہیں شیر کوہ اور صلاح الدین کا نام سنتے ہی آموری کے پیروں سے زمین کھسکنا شروع ہو گئی تھی لہٰذا قاہرہ کا محاصرہ ترک کر کے وہ یروشلم کی طرف بھاگ گیا شیر کوہ جب قاہرہ پہنچا تو اس کے وہاں پہنچنے سے کچھ پہلے ہی یروشلم کا بادشاہ یروشلم کی طرف بھاگ گیا تھا عشاور بڑا عیار اور چالاک شخص تھا اس نے شیر کوہ کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ صلیبیوں کا تعاقب کرے لیکن شیر کوہ بڑا عقل مند تھا وہ سمجھ گیا کہ اس بہانے عشاور اسے قاہرہ سے دور ہٹانا چاہتا ہے اس نے عشاور کا مشورہ رد کیا اور اپنے لشکر کے ساتھ قاہرہ میں قیام کر گیا۔

شیر کوہ کے قاہرہ میں داخل ہونے کے باعث شہر میں امن و امان قائم ہو گیا شہر کے لوگوں کے چہروں پر رونق آ گئی کہتے ہیں شیر کوہ صلاح الدین جب قاہرہ پہنچے تو مصر کا فاطمی خلیفہ عاضد شیر کوہ اور صلاح الدین سے ملنے آیا رات کے وقت تینوں میں ملاقات ہوئی عاضد نے

شیر کوہ اور صلاح الدین کو خلعت اور قیمتی تحائف بھی دیئے ساتھ ہی ان کے ساتھ مصر کے متعلق مشورے بھی کیے دوران گفتگو خلیفہ عاضد نے شیر کوہ اور صلاح الدین پر یہ بھی واضح کیا کہ جب تک عشاور کا خاتمہ نہیں کیا جاتا اس وقت تک مصر میں امن و امان قائم نہیں ہو سکتا۔

خلیفہ عاضد کے ساتھ شیر کوہ اور صلاح الدین کا ملنا جلنا عشاور کو ناگوار گزرا عشاور ایک غدار اور عیار قسم کا آدمی تھا بظاہر وہ شیر کوہ کے ساتھ بڑی عاجزی اور انکساری سے پیش آتا رہا باطن میں اس نے شیر کوہ کے خاتمے کا تہیہ کر لیا تھا تا کہ وہ شیر کوہ کا خاتمہ کرنے کے بعد پہلے کی طرح مصر میں من مانی کر سکے۔

صلاح الدین اور اس کے دست راست عزیز الدین جردیک کو خبر ہو چکی تھی کہ عشاور شیر کوہ کا خاتمہ کرنے کے درپے ہے لہٰذا دونوں نے اپنے کچھ آدمی مقرر کیے جنہوں نے عشاور پر نگاہ رکھنا شروع کی ادھر عشاور نے ایک گھناؤنی چال چلنے کی کوشش کی اس نے ارادہ کیا کہ شیر کوہ صلاح الدین اور دیگر سالاروں کو ضیافت کے بہانے بلا کر گرفتار کر لیا جائے اور قتل کر دیا جائے۔

شاور کی اس سازش کی خبر اس کے بیٹے کو ہو گئی لہٰذا اس نے اپنے باپ کی اس سازش کی کھل کر مخالفت کی اور اپنے باپ کو خبردار کیا کہ شیر کوہ اور اس کے سالاروں کے قتل سے مصر کے لیے بڑے بھیانک نتائج نکلیں گے اس نے عشاور پر یہ بھی واضح کیا کہ اگر ہم شیر کوہ اور اس کے سالاروں کا خاتمہ کرنے کے بعد شیر کوہ کے لشکریوں کی انتقامی کاروائی سے بچ بھی گئے تب بھی مصر کی حالت دیکھتے ہوئے صلیبی ہم پر چڑھ دوڑیں گے اور ہمارا قتل عام کر کے مصر پر قبضہ کر لیں گے۔

کہتے ہیں کہ جب عشاور نے اپنے بیٹے کے ان دلائل کو بھی قبول نہ کیا تب اس کے بیٹے نے دھمکی دی کہ اگر عشاور اپنے ارادوں سے باز نہ آیا تو وہ اس کی سازش کی خبر شیر کوہ کو کر دے گا اپنے بیٹے کے یہ الفاظ سن کر عشاور کے ہوش ٹھکانے آ گئے اور وہ اس سازش پر عمل کرنے سے باز رہا۔

یہ ساری خبریں وہ مخبر جو عشاور کے پیچھے لگے ہوئے تھے صلاح الدین اور عزیز الدین جردیک تک پہنچا رہے تھے۔

لیکن عشاور کی چالبازی اور عیاری کی بھی کوئی انتہا نہ تھی وہ ہر صورت میں شیرکوہ کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا لہٰذا ایک روز وہ اپنے مسلح جوانوں کو لے کر اسی ارادے سے نکلا کہ آج ہر صورت میں شیرکوہ کا خاتمہ کر دے گا۔

دوسری جانب صلاح الدین اور عزیز الدین جرویک کو بھی اس کے ان ارادوں کی خبر ہو گئی تھی وہ بھی اپنے چند مسلح جوانوں کے ساتھ اس کے پیچھے لگ گئے تھے۔

تیسری جانب خلیفہ عاضد بھی عشاور سے بڑا بیزار تھا وہ بھی جلد از جلد عشاور کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا صورت حال یہ تھی کہ عشاور وقت ضائع کیے بغیر شیرکوہ کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا جب کہ خلیفہ عاضد جلد از جلد عشاور کو ٹھکانے لگانا چاہتا تھا۔

شیرکوہ کا خاتمہ کرنے کے لیے جب اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ عشاور شیرکوہ کے خیمے میں گیا تو اس نے دیکھا خیمہ خالی تھا پوچھنے پر اسے بتایا گیا کہ شیرکوہ اس وقت امام شافعی کے مزار پر گیا ہوا تھا عشاور نے اسے اچھا موقع جانا اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ شیرکوہ کا خاتمہ کرنے کے لیے امام شافعی کے مزار کی طرف ہو لیا تھا۔

صلاح الدین اور عزیز الدین جرویک بھی اس کے پیچھے پیچھے تھے ایک جگہ انہوں نے عشاور اور اس کے ساتھیوں کو روک لیا صلاح الدین نے ہاتھ بڑھا کر عشاور کو گھسیٹ کر گھوڑے سے نیچے اتار لیا جب کہ عزیز الدین نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ عشاور کے مسلح ساتھیوں کا خاتمہ کرنا شروع کر دیا ان میں سے کچھ مارے گئے اور کچھ بھاگ گئے صلاح الدین اور عزیز الدین عشاور کو پکڑ کر ایک خیمے میں لے گئے پھر انتہائی ہولناکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے صلاح الدین نے اسے مخاطب کیا۔

عشاور تیرے جیسے غرض کے بندے اور عیاری کے پتلے ہی ضرورت کے وقت خوفناک شام اور ویران گھروں کی تیرگی ماتمی سایہ اور دھکتی آگ ثابت ہوتے ہیں تیرے جیسے لوگ ہی اپنوں کے لیے آشوب زخم نفرت اور بدی کے دلدل بنتے ہیں تیرے جیسے غیر ذمہ دار لوگ ہی اپنے ہی دیس کی عبا کو چیر چیر اس کے بدن کو زخم زخم کرنے پر تل جاتے ہیں۔

شاور ہم نے تمہیں بہت برداشت کیا لیکن تو حقیقت میں ابلیس کی امت کا ایک فرد ثابت ہوا ہر موقع تو نے عالم اسلام کے لیے درد بھری نفرت دکھ کی لہروں کا بھنور تباہی کا قاصد

ذلالت اور ظلم کا رکھوالا۔ اور جبر اور خون ریزی کا عقرب بننے کی کوشش کی تیرے جیسے لوگ ہی قرن در قرن بدی کی دھول عہد در عہد موت کی خاک غسل در غسل بھیانک طوارت لحہ غضب کی خونخواری ثابت ہوتے ہیں تیرے جیسے فاعل شر و ظلمت کے انتقام کی پیاس کبھی بجھتی نہیں ہے۔

تو نے شیرکوہ کو قتل کرنے کی کوشش کی جو عالم اسلام کا ایسا سالار ہے جس نے ہمیشہ صلیبیوں کے سامنے دفاع کا بند باندھا جس نے دشمن کے چڑھتے سیلاب کے سامنے ایک ناقابل تسخیر چٹان بننے کی کوشش کی تو نے اسی چٹان کو گرانے کی کوشش کی اب تو خود ہی سوچ تیرے جیسے آدمی کا کیا انجام ہونا چاہیے ابھی شیرکوہ آتا ہے تو تیری ذات کا فیصلہ کرے گا۔

صلاح الدین یہیں تک کہنے پایا تھا کہ خاموش ہو گیا اس لیے کہ عین اسی لحہ خلیفہ عاضد کا قاصد خیمے میں داخل ہوا اس نے صلاح الدین سے عشاور کا سر مانگ لیا تھا در اصل خلیفہ عاضد کو خبر ہو گئی تھی کہ شیرکوہ کو عشاور ختم کرنا چاہتا تھا اور صلاح الدین اور عزیز الدین نے اسے گرفتار کر کے اور ایک خیمے میں بند کر دیا ہے لہٰذا اس کا جلد خاتمہ کرنے کے لیے عاضد نے اپنا آدمی بھیج کر عشاور کا سر مانگ لیا تھا۔

اس موقع پر صلاح الدین نے پس و پیش کی وہ نہیں چاہتا تھا کہ عشاور کا سر کاٹے لیکن عزیز الدین نے صلاح الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

صلاح الدین میرے بھائی ایسے لوگ زخمی سانپ ہوتے ہیں یاد رکھنا زخمی سانپ کو چھوڑنا نہیں چاہیے ایسے لوگوں کا پھن کچل دینا چاہیے ایسے لوگ اپنوں کے لیے ہی خطرناک ثابت ہوتے ہیں خلیفہ عاضد نے اس کا سر مانگا ہے تو اس نے صحیح مطالبہ کیا ہے اس شخص کو نہ مصر کی سرزمین پر چلنے کا حق حاصل ہے نہ اسے زندہ رہنے کا اس لیے کہ اس نے مسلمانوں کے ساتھ بار بار غداری کی اور ہر بار اس نے صلیبیوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی اس کے ساتھ ہی عزیز الدین نے ایک جھٹکے سے اپنی تلوار نکالی اور عشاور کی اس نے گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔

عشاور کا کٹا ہوا سر خلیفہ عاضد کے پاس بھیج دیا گیا تھا اس طرح ایک ننگ ملت اور اپنی مسلم قوم سے بے وفائی کرنے والے شخص کا خاتمہ ہوا جو لگ بھگ عمر کے سات برس لوگوں کی قسمت سے کھیلتا رہا۔

شاور کے قتل کے بعد مصر کے خلیفہ عاضد نے شیرکوہ کو وزیر مقرر کیا اور اسے امیر جیوش کا خطاب دیا۔

وزارت کا قلمدان سنبھالتے ہی شیرکوہ نے اپنے لشکریوں کے روزینے میں اضافہ کیا مصر کے اندر اس نے مکمل طور پر امن وامان قائم کر دیا کسی کو اب صلیبیوں کے ساتھ مل کر سازش کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی لیکن شیرکوہ کو زیادہ عرصہ اس عہدے پر رہنا نصیب نہ ہوا اور صرف دو ماہ اس عہدے پر رہنے کے بعد وہ اپنے خالقِ حقیقی سے جاملا۔

شیرکوہ ایک عہد ساز سالار تھا اس نے جہاں سلطان نور الدین زنگی کے سالار کی حیثیت سے کام کیا وہاں اس کے باپ سلطان عماد الدین زنگی کے ساتھ بھی ایک نہایت قابل اعتماد اور وفادار سالار کی حیثیت سے کام کیا تھا کہتے ہیں کہ سلطان نور الدین زنگی کو جب شیرکوہ کے مرنے کی خبر پہنچی تو وہ بے اختیار رو دیا اور کئی دن تک افسردہ اور غم زدہ رہا۔

شیرکوہ کے مرنے کے بعد وزارت کا قلمدان صلاح الدین کو سونپا گیا وزارت صلاح الدین کو سونپتے وقت مصر کے خلیفہ عاضد نے صلاح الدین کو چند انتہائی قیمتی اور بے شمار تحائف پیش کیے ان میں ایک شمشیر جواہرات تھی مورخین لکھتے ہیں اس تلوار کی قیمت لگ بھگ پانچ ہزار دینار تھی ایک سونے کے کام کا عمامہ تھا جس کے کناروں پر موتیوں کی جھالر لگی ہوئی تھی۔ اسی طرح کا ایک قیمتی جبہ تھا اور ایک جوہرات کا ہار پیش کیا جس کی قیمت دس ہزار دینار بتائی جاتی ہے۔

زرد رنگ کا ایک انتہائی قیمتی گھوڑا سامان آرائش بھی صلاح الدین کو دیا اس کے علاوہ اعلیٰ نسل کے کئی گھوڑے بھی خلیفہ عاضد نے وزارت کا قلمدان سنبھالنے پر صلاح الدین کو پیش کیے۔

مصر میں صلاح الدین کی کارگزاری پر سلطان نور الدین زنگی بے حد خوش ہوا صلاح الدین کا باپ نجم الدین اور بڑا بھائی شمس الدین اب تک سلطان کے پاس ہی قیام کیے ہوئے تھے مصر میں جب صلاح الدین وزیر بنا تو صلاح الدین کے بڑے بھائی شمس الدین نے سلطان نور الدین زنگی سے مصر جانے کی التماس کی اس موقع پر سلطان نور الدین زنگی نے توران شاہ کو مخاطب کرتے ہوئے اس خدشے کا اظہار کیا۔

توران شاہ تم صلاح الدین کے بڑے بھائی ہو اور صلاح الدین مصر میں میرا نائب ہے اس کے پاس پہنچ کر تم یہی خیال کر لو گے کہ صلاح الدین تمہارا چھوٹا بھائی ہے اور وہ وہی ہے جو ہر وقت نور الدین کی خدمت میں کھڑا رہتا تھا اس لیے چھوٹا بھائی ہونے کے سبب وہاں پہنچ کر مجھے خدشہ ہے تم اس کا ادب اور لحاظ نہیں کرو گے اس لیے کہ اب وہ ادب اور احترام کے لائق ہے کہ اب وہ مصر میں میرا نائب اور مصر کی حکومت میں وزیر ہے۔

توران شاہ نے جب سلطان نور الدین زنگی کو یقین دلایا کہ وہ صلاح الدین کو چھوٹا بھائی نہیں بلکہ اسے اپنا سردار سمجھے گا اور اس کے احکام سے انحراف نہیں کرے گا اور چونکہ وہ مصر میں آپ کا نائب ہے لہٰذا عمر میں بڑا ہونے کے باوجود اس کا پورا پورا ادب و لحاظ کروں گا۔

کہتے ہیں توران شاہ کے اس جواب سے سلطان نور الدین زنگی مطمئن ہو گیا اور اسے صلاح الدین کے پاس جانے کی اجازت دے دی تاہم اس موقع پر صلاح الدین کے باپ نجم الدین ایوب نے سلطان نور الدین زنگی کے پاس ہی قیام کرنے کو ترجیح دی۔

مصر کا وزیر بننے کے ساتھ ہی صلاح الدین کے لیے جو مصر میں پہلی مصیبت اٹھی وہ اس کے خلاف سوڈانیوں کی بغاوت تھی کہتے ہیں مصر میں سوڈانی حبشیوں کا بڑا زور تھا اور ان حبشیوں کا ایک سردار جس کا نام موتمن تھا وہ مصر میں قصرِ خلافت کے سارے انتظامات کا محافظ اعلیٰ تھا چونکہ یہ لوگ براہ راست خلیفہ کے تحت آتے تھے اس لیے ہر وزیر انہیں کسی نہ کسی طریقے سے اپنے قابو میں رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔

صلاح الدین جب مصر کا وزیر بنا تو وہ چونکہ ایک بہادر نڈر اور محبِ وطن شخص تھا اس نے ان لوگوں کو کوئی خاص اہمیت نہ دی اور اپنی مرضی کے مطابق انتہائی خلوص کے ساتھ وزارت کا کاروبار چلانے لگا۔

سوڈانیوں کے سردار موتمن کو صلاح الدین کی یہ روش پسند نہ آئی لہٰذا اس نے درپردہ یروشلم کے بادشاہ کو ایک خط لکھا کہ صلاح الدین کو مصر سے نکالنے میں ہماری مدد کرو۔

یہ خط اتفاق سے صلاح الدین کے ایک مخلص آدمی کے ہاتھ لگ گیا صلاح الدین نے جب خط پڑھا اس نے اسی وقت غدار موتمن کو گرفتار کرنے کا حکم دے دیا۔ موتمن کو بھی اس

حکم کا پتا چل گیا لہٰذا وہ موقع پا کر بھاگ نکلا۔

صلاح الدین نے اپنے وفادار آدمیوں کے ساتھ اس کی تلاش جاری رکھی یہاں تک کہ اسے ایک نواحی گاؤں سے گرفتار کر کے قتل کر دیا۔

موتمن کے قتل سے سوڈان کے حبشیوں میں بڑی ناراضگی پیدا ہوئی انہوں نے پچاس ہزار کی تعداد میں جمع ہو کر صلاح الدین کے خلاف علم بغاوت کھڑا کر دیا۔

صلاح الدین کے پاس اس وقت وہ لشکری تھا جسے وہ اور شیرکوہ اپنے ساتھ شام سے لائے تھے مزید یہ کہ اس کا بھائی شمس الدین توران شاہ بھی وہاں پہنچ چکا تھا لہٰذا باغی سوڈانیوں کا ڈٹ کا مقابلہ کیا گیا اور انہیں شکست دے کر ان کا قلعہ قمع کر دیا گیا باغی عناصر اور صلیبیوں کے ساتھ ساز باز کرنے والوں کا مکمل خاتمہ کرنے کے بعد مصر کے اندر ایک طرح سے امن وسکون قائم کر دیا گیا۔

سوڈانیوں کی طرف سے صلاح الدین کو کچھ سکون ہوا ہی تھا کہ اس کے خلاف صلیبی اٹھ کھڑے ہوئے دراصل شیرکوہ اور صلاح الدین کی مصر میں کامیابیاں حاصل کرنے کے بعد صلیبی انتقام لینے پر تل گئے تھے وہ ہر حال میں وہاں سے صلاح الدین کو نکال کر خود مصر پر قابض ہونے کا خواب دیکھنے لگے تھے مصر پر سلطان نور الدین زنگی کے تسلط کو صلیبی فی الوقت اپنے لیے بہت بڑا خطرہ خیال کرتے تھے اس لیے وہ یہ سمجھتے تھے کہ اب وہ چکی کے دو پاٹوں میں پس جائیں گے ان کے ایک طرف سلطان نور الدین زنگی اور دوسری طرف صلاح الدین ہے لہٰذا آنے والے دور میں مسلمان ان پر دوطرفہ حملہ کر کے یروشلم میں ان کی سلطنت کو ختم کر سکتے ہیں اس بنا پر یروشلم کا بادشاہ آموری حرکت میں آیا صلاح الدین کو مصر سے نکالنے کے لیے اس نے قسطنطنیہ کے بادشاہ مینوئل سے مدد طلب کی مینوئل فوراً اس کی مدد کے لیے تیار ہو گیا اس لیے کہ یروشلم کا بادشاہ آموری اب مینوئل کا داماد تھا ساتھ ہی اہل یورپ سے بھی مدد طلب کی اور اس کے نتیجے میں سسلی سے ایک بہت بڑا لشکر اور جنگی بیڑا بھی صلاح الدین کو مصر سے نکالنے کے لیے آموری کی طرف روانہ ہو گیا۔

اب صلیبیوں کی ایک اچھی خاصی قوت تھی جو مصر پر ضرب لگانے کے لیے جمع ہو گئی تھی لہٰذا صلیبیوں کا ایک بہت بڑا لشکر حرکت میں آیا اور اس نے مصر کے شہر دمیاط پر حملہ کر دیا۔

صلیبیوں سے مقابلہ کرنے کے لیے صلاح الدین کے پاس جس قدر لشکر تھا اسے لے کر وہ بڑی برق رفتاری سے دمیاط کی طرف بڑھا تھا ساتھ ہی اس نے تیز رفتار قاصد سلطان نور الدین زنگی کی طرف بھجوائے اسے مطلع کیا کہ میں مصر میں عجیب سی کشمکش میں مبتلا ہو گیا ہوں اگر میں زیادہ عرصہ قاہرہ سے نکل کر دمیاط میں رہتا ہوں تو قاہرہ کے اندر فتنہ اور بغاوت کھڑی ہونے کے اندیشے ہیں اور اگر میں قاہرہ واپس جا کر وہاں کے نظم ونسق کو سنبھالتا ہوں تو دمیاط شہر صلیبیوں کے ہاتھ میں چلے جانے کا اندیشہ ہے یہ پیغام بھیجتے ہوئے صلاح الدین نے صلیبیوں کے خلاف سلطان نور الدین زنگی سے مدد طلب کی تھی۔

☆

سلطان نور الدین زنگی ایک روز دمشق میں اپنے قصر میں بیٹھا ہوا تھا سارے سالار اس کے سامنے تھے سالاروں کے علاوہ عدلیہ انتظامیہ اور شہر کے امراء اور دوسرے ذمہ دار لوگ بھی وہاں موجود تھے اس موقع پر سلطان نے گفتگو کا آغاز کیا اور سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

آپ سب لوگوں کو یہاں آنے کی زحمت اس لیے دی گئی ہے کہ دمیاط پر صلیبیوں نے حملہ کر دیا ہے اب صلاح الدین کے لیے مصر میں پیچیدگیاں اور دشواریاں اٹھ کھڑی ہوئیں ہیں اس نے مدد کے لیے جو پیغام بھیجا ہے وہ اس کی پریشانیوں کو ظاہر کرتا ہے اس کا کہنا ہے اگر وہ دمیاط میں صلیبیوں کے سامنے زیادہ دیر تک ان کے ساتھ جنگوں میں مصروف رہتا ہے تو پیچھے قاہرہ میں بغاوت اٹھ کھڑی ہونے کا اندیشہ ہے اگر وہ قاہرہ میں جا کر قیام کرتا ہے تو اس کی غیر موجودگی میں صلیبی دمیاط پر قبضہ کر لیں گے۔

یہ دشواریاں اس کے لیے اس بنا پر اٹھ کھڑی ہوئی ہیں کہ ابھی تک کچھ باغی عناصر جو عشاور کی قسم سے تعلق رکھتے ہیں مصر میں مقیم ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو ماضی میں بھی صلیبیوں کے ساتھ ساز باز کرتے رہے ہیں ان حالات میں صلاح الدین دو محازوں سے بیک وقت نہیں نبٹ سکتا۔

اور پھر ہمارے اپنے مخبروں نے جو اطلاع دی ہے اس کا کہنا ہے کہ دن بدن دمیاط پر صلیبیوں کا زور بڑھتا جائے گا یروشلم کے بادشاہ آموری نے یورپ سے بھی مدد طلب کی تھی اور جو اطلاعات مجھے ملی ہیں ان کے مطابق مسلی کا ایک بحری بیڑہ مصر کے ساحل پر لنگر انداز ہو کر دمیاط میں مسلمانوں کے خلاف صلیبیوں سے آن ملے گا۔

اس جنگ میں یروشلم کا بادشاہ آموری بذات خود ملوث ہے اور آموری قسطنطنیہ کے

بادشاہ مینوئل کا داماد ہے لہٰذا مینوئل نے ایک لشکر تو بحری جہازوں میں بیٹھا کر دمیاط کی طرف روانہ کر دیا ہے اور دوسرا خشکی کے راستے انطاکیہ کا رخ کر رہا ہے انطاکیہ سے وہ طرابلس ہوتا ہوا دمیاط کا رخ کرے گا دو مزید لشکر آمور کے لیے دمیاط کا رخ کرنے والے ہیں ایک لشکر انطاکیہ کا دوسرا طرابلس والوں کا اب جو لائحہ عمل صلیبیوں نے تیار کیا ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ قسطنطنیہ کا جو لشکر خشکی کے راستے آ رہا ہے وہ پہلے انطاکیہ پہنچے گا انطاکیہ کا وہ لشکر جو دمیاط والوں کی مدد کے لیے جانا ہے اس کے ساتھ مل کر یہ متحدہ لشکر دمیاط کا رخ کرے گا اس کے علاوہ ایک لشکر طرابلس سے روانہ ہوگا اور یہ بھی کوچ کی تیاریوں میں ہے اب ایک طرح سے ہمارے سامنے تین محاز ہیں۔

سب سے پہلے فی الفور ایک لشکر کو دمیاط کا رخ کرنا ہوگا تا کہ صلاح الدین پر دشمن کا دباؤ کسی طرح کم ہو جو لشکر یہاں سے جائے گا وہ صلیبیوں کے خلاف ایک نیا محاز کھولے گا جس کی بناء پر ان کی قوت تقسیم ہوگی اور صلاح الدین پر دباؤ کم ہو جائے گا۔

ایک لشکر یہاں سے بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ اس لشکر کا رخ کرے گا جس نے طرابلس سے روانہ ہو کر ضرب لگائی ہے کہ وہ دمیاط پہنچ ہی نہ سکے۔

تیسری مہم سب سے بڑی ہے اس لیے کہ یہ لشکر بھی بڑا ہے یہ قسطنطنیہ اور انطاکیہ والوں کا ایک صرار اور بڑا لشکر ہوگا جو متحد ہو کر دمیاط کا رخ کرے گا اور اس لشکر سے ہم نے اس وقت نپٹنا ہے جب یہ انطاکیہ سے نکل کر اپنی منزل کی طرف روانہ ہوگا

میرے عزیز و تم لوگوں کے آنے سے پہلے میں مجد الدین کے ساتھ تفصیل کے ساتھ گفتگو کر چکا ہوں جو لائحہ عمل ہم نے طے کیا ہے وہ کچھ اسطرح ہوگا

ابھی تھوڑی دیر تک ایک لشکر صلاح الدین کی مدد کے لیے دمیاط کی طرف روانہ ہوگا اس لشکر کو میں اپنے چھوٹے سالار قطب الدین کی سرکردگی میں روانہ کر رہا ہوں لشکر کا وہ حصہ جو طرابلس کا رخ کرے گا اس کی کمانداری خطلخ کرے گا اور خطلخ کے نائب کے طور پر نجم الدین اس کے ساتھ ہوگا۔

اب جو قسطنطنیہ اور انطاکیہ والوں کا متحدہ لشکر ہے اس کی طرف مجد الدین جائے گا مجد الدین کے نائب کے طور پر اس کے ساتھ اسامہ بن مرشد ہوگا جب کہ فخر الدین مسعود اور

شمس الدین دونوں یہاں میرے پاس رہیں گے اس لیے کہ اگر خدانہ کرے کوئی اور مہم نکلتی ہے تو میں اس کے لیے فخر الدین اور شمس الدین کو نامزد کر سکتا ہوں نہیں تو میں خود اس کے لیے ان دونوں کے ساتھ روانہ ہو سکتا ہوں۔

سلطان نے جو لائحہ عمل تیار کیا تھا اس کے متعلق سلطان نے سب سے رائے لی سب نے سلطان کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر سلطان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اس کے ساتھ ہی وہاں جس قدر لوگ بیٹھے ہوئے تھے کھڑے ہو گئے پھر سلطان نے مستقر کا رخ کیا سب سے پہلے چھوٹے سالار قطب الدین کو ایک لشکر مہیا کیا گیا اور وہ بڑی تیزی سے صلاح الدین کی مدد کے لیے دمیاط کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ ایک دوسرا لشکر خطلخ اور نجم الدین لے کر طرابلس کا رخ کر گئے تھے جب کہ مجد دالدین اور اسامہ بن مرشد ایک لشکر لے کر قسطنطنیہ اور انطاکیہ کے متحدہ لشکر پر ضرب لگانے کے لیے کوچ کر گئے تھے ہر لشکر کے لیے سلطان نے اطلاع پہنچانے والے اور مخبر بھی روانہ کر دیئے تھے ساتھ ہی خطلخ اور نجم الدین کو خصوصیت کے ساتھ یہ تاکید کر دی گئی تھی کہ طرابلس کے لشکر سے نبٹنے کے بعد اگر وہ اس کے خلاف کامیاب ہوتے ہیں تو جہاں وہ طرابلس کے لشکر کو شکست دیتے ہیں وہاں رک کر مجد دالدین کا انتظار کریں اور پھر مجدد الدین کے ساتھ وہ دمیاط کا رخ کریں اس طرح سارے لشکر اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے تھے۔

سب سے پہلے خطلخ اور نجم الدین نے اپنے کام کی ابتداء کی انہوں نے طرابلس سے روانہ ہونے والے صلیبی لشکر کو راستے میں جا لیا اور اس کی راہ روک کھڑے ہوئے۔

طرابلس کے لشکر کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ سلطان نور الدین کا ایک لشکر ان سے ٹکرانے کے لیے ان کی طرف پیشقدمی کر رہا ہے لہٰذا جونہی خطلخ اور نجم الدین ان کے سامنے آئے وہ شیطنت و نحوست کے کھلاڑی۔ آتش جبر کی پھیلتی تاریکیوں۔ ابلیس کی خونخوار امنگوں اور نقش باطل کو عیاں کرتی شدید عداوتوں کی طرح ان پر حملہ آور ہو گئے تھے۔

ان کے سامنے آتے ہی نجم الدین اور خطلخ نے اپنی صفوں کو درست کر لیا تھا بڑی جانبازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہوں نے طرابلس کے لشکر کو روکا تھا پھر تکبیریں بلند کرتے ہوئے انہوں نے اپنے کام کی ابتداء کی تھی اور وہ طرابلس کے لشکر پر ہر طرف وحشت خوف اور

فضاء کی آگ بھڑکاتی اعصابی خوف طاری کر دینے والے قہر کی خونخواری پرستی اور فرازی پر فخر اور سرفرازی پر قہر شدید اور جنونی جبلت کو وقت کے سپنے نابود کرنے کے لیے سنسناتی پرشور ہواؤں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

خطلخ اور نجم الدین نے اپنی پوری مہارت طاقت کے ساتھ حملہ کیا تھا وہ جانتے تھے کہ دمیاط کی مہم ان کی منتظر ہے انہیں یہ بھی خدشہ تھا کہ کہیں ان سے پہلے نبٹ کر مجد دالدین ان کے پاس نہ پہنچ جائے لہٰذا لمحوں کے اندر انہوں نے طرابلس کے لشکر کی حالت سرابوں میں پھنسے ویرانوں بیابانوں لٹے ہوئے بے آب تاکستانوں اور نقوش پا تخم ریزی سے خالی صحراؤں سے بھی بدتر بنا کر رکھ دی تھی طرابلس کا لشکر تھوڑی دیر ہی ان کے سامنے ڈٹ سکا اسے بدترین شکست ہوئی دور تک خطلخ اور نجم الدین نے ان کا تعاقب کیا ان کی تعداد اس قدر کر دی کہ آئندہ وہ صلیبیوں کی مدد کے لیے دمیاط کا رخ نہ کریں پھر جس جگہ وہ طرابلس کے لشکر سے ٹکرائے تھے وہاں لوٹے طرابلس کے لشکری جو اپنی ہر چیز چھوڑ کر بھاگے تھے ان پر انہوں نے قبضہ کر لیا اور وہیں وہ ایک طرح سے پڑاؤ کر کے مجد دالدین کا انتظار کرنے لگے تھے۔

O

دوسری جانب جو مجد دالدین کے لیے کام کر رہے تھے انہوں نے مجد دالدین اور اسامہ بن مرشد کو اطلاع کر دی تھی کہ قسطنطنیہ اور انطاکیہ کا متحدہ لشکر بھی دمیاط کے رخ پر کوچ کر چکا ہے اور جس قدر لشکر مجد دالدین کے پاس ہے اس کی تعداد اس سے کسی بھی صورت چار گنا سے کم نہ ہو گی۔

جس وقت مجد دالدین کو یہ اطلاع دی گئی اس نے اپنے لشکر کو روک دیا اور اپنے پہلو میں گھوڑے پر سوار اسامہ بن مرشد کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ابن مرشد میرے عزیز بھائی دیکھ تیرے میرے امتحان کا وقت ہے خداوند قدوس نے چاہا تو اپنے سے چار گنا دشمن کے لشکر کو ہم الٹ پلٹ کر رکھ دیں گے اسامہ بن مرشد امیر جیوش شیر کوہ ہم سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو چکا ہے اور تو جانتا ہے چار گنا تو بہت کم تعداد ہے وہ اپنے سے بارہ گنا زائد لشکر سے بھی ٹکرا جایا کرتا تھا ابن مرشد اگر تم میرا ساتھ دو تو یاد رکھنا

قسطنطنیہ اور انطاکیہ کے لشکر کی میں وہ حالت بناؤں گا کہ زندگی بھر ہم سے ٹکرانے پر پچھتاتے رہیں گے۔

مجدالدین جب خاموش ہوا تب بڑی عاجزی اور انکساری سے مجدالدین کی طرف دیکھتے ہوئے اسامہ بن مرشد کہنے لگا۔

امیر مجدالدین آپ کیسی باتیں کرتے ہیں خدا کی قسم ذرا دشمن پر حملہ آور ہونے کا وقت تو آنے دیں پھر دیکھیے گا اپنی ملت اپنی مسلم قوم کے لیے مجھے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں بھی چھلانگ لگانا پڑی تو تکبیر کے نعرے بلند کرتا ہوا میں ایسا بھی کر گزروں گا۔

اسامہ بن مرشد کے ان الفاظ پر مجدالدین ایسا خوش ہوا کہ اپنے گھوڑے کو اس کے قریب لے گیا اس کی پیٹھ تھپتھپائی اور کہنے لگا۔

اسامہ میرے عزیز بھائی مجھے تم سے ایسی ہی امید تھی اب جو اطلاعات ہمارے اطلاع گروں نے دی ہے ان کے مطابق میں چاہتا ہوں کہ آنے والی شب کو دشمن پر ضرب لگائیں دیکھو سورج غروب ہونے میں ابھی تھوڑی دیر باقی ہے کسی اچھی جگہ پڑاؤ کر کے لشکر کو کھانا کھلانے کا موقع فراہم کریں گے اس کے بعد اپنے مخبروں کی راہنمائی میں رات کے پچھلے حصے میں دشمن پر ایسی ضرب لگائیں گے کہ چیختا چلاتا واپس بھاگے۔

اسامہ بن مرشد نے مجدالدین کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر تھوڑا سا آگے جا کر انہوں نے پڑاؤ کیا مغرب کی نماز ادا کی لشکر کو کھانا کھلایا پھر وہ وہاں سے بھی کوچ کر گئے تھے۔

O

رات اپنی آنکھوں میں منزلوں کا غبار لیے پاؤں میں امیدوں کے سراب باندھے گھٹا ٹوپ اندھیروں لہراتی تاریکیوں کو اپنے شانوں پر سوار کیے بڑی تیزی سے بھاگتی چلی جا رہی تھی چار سو اداس راستوں پر فریب منزل میں لٹ جانے والے قافلوں سی ویرانی دل کے تپتے صحراؤں میں محرومیوں کی داستانوں جیسی خاموشی اور شب کی آخری ساعتوں میں غم زدہ اور اشک بار جذبوں جیسی سنسانیاں پھیلی ہوئی تھیں۔

قسطنطنیہ اور انطاکیہ کا متحدہ لشکر اپنے طور پر ایک انتہائی محفوظ جگہ پڑاؤ کیے ہوئے تھا

رات اپنے انجام کے قریب پہنچ چکی تھی احتیاط کی خاطر قسطنطنیہ اور انطاکیہ کے متحدہ لشکر کا ایک حصہ جاگ کر پہرہ دے رہا تھا۔

ایسے میں مجدالدین اور اسامہ بن مرشد دونوں اپنے لشکر کے ساتھ بالکل ان کے قریب نمودار ہوئے جو لشکری جاگ رہے تھے انہوں نے ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے خطرہ محسوس کر لیا تھا اور وہ شور کرنے لگے تھے زور زور سے آوازیں دے کر اپنے لشکریوں کو جگانے کی کوشش کر رہے تھے ایسے میں مجدالدین اور اسامہ بن مرشد ان کے سروں پر پہنچ گئے پھر دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے اور ان کے سارے لشکر نے سوز و ساز سے بھری آوازوں اور بے خوفی سے بہتے دریاؤں کی روانی کی طرح تکبیریں بلند کیں پھر وہ قسطنطنیہ اور انطاکیہ کے متحدہ لشکر پر پت جھڑ کی رتوں، زندگی کی دشواریوں میں جوش مارتی شعلہ فشاں آگ، نہ رکنے والا ہنگ باری سیاہ بھیانک سناٹوں کے اندھ دل کی ویران فضاؤں میں جان سوز کراہیں کھڑی کر دینے والی تیز و تند ہنگامہ خیزیوں درد و کرب کے باب کھول کر ہر شے کو خون اور اشکوں میں نہلا دینے والی پر اسرار جراتوں لہو کی آرزو لیے غیر فانی جذبوں لپکتے شعلوں اور انگارے برساتی بارش کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

جوابی کارروائی کرتے ہوئے صلیبی بھی زندگی کی بھرپور تپ انقلابی شعور شعلہ شیطانی جیسے حربی تجربوں اور ذوق جنگ آوری کی سی مذموم کی طرح حملہ آور ہوئے تھے رات کی گہری تاریکی میں اس شب خون کے باعث چاروں طرف نگر نگر پکارتی موت ہر طرف بھڑکتی آگ جسموں کو تار تار کرتے نزع کے بے عکس ہیولے رقص کرنے لگے تھے۔

کچھ دیر تک مجدالدین اور اسامہ بن مرشد اکٹھے اپنے شب خون کو اپنے شباب پر لاتے رہے پھر اچانک اپنے طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق لشکر دو حصوں میں بٹ گیا ایک مجدالدین کے پاس رہا دوسرا اسامہ بن مرشد کی سرکردگی میں تھا اور دونوں نے علیحدہ علیحدہ رخ اختیار کرتے ہوئے پہلے سے بھی زیادہ اپنے شب خون میں ہولناکی بھر دی تھی۔

اب ایک طرف سے مجدالدین اس چوپان کی طرح دائیں بائیں مڑتے ہوئے دشمن پر ضرب لگا رہا تھا جس کے ریوڑ میں اچانک بھیڑیے گھس آئے ہوں اس کے لشکری ظلمت و اندوہ اور تیرگی کو کھلاڑتے ہوئے آفاق کی رفعتوں پر مہیب ہو جانے والے برق کی طرح

چمکتے ہوئے اپنی بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کر رہے تھے اپنے دائیں بائیں مجدالدین خاک و خاکستر کر دینے والی بجلیوں کی کڑک زلزلوں کی دھمک کی طرح اپنا کام کرتا چلا جا رہا تھا دشمن کی تعداد اس کے ان حملوں کے باعث بڑی تیزی کے ساتھ کم ہونا شروع ہو گئی تھی۔

دوسری سمت اسامہ بن مرشد بھی کچھ ایسا ہی رخ اختیار کیے ہوئے تھا اس نے دشمن کے دوسرے پہلو پر سمندر کے سینے پر موجزن ہو جانے والے شعلہ سامان لہروں دشت کے ذرے ذرے دریا کے قطرے قطرے زمین کی رگ رگ میں جوہر لاتخف سے فرزند جلیل کی طرح اپنے حملوں کی ابتداء کر دی تھی۔

قسطنطنیہ اور انطاکیہ کے صلیبیوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ جوابی کاروائی کرتے ہوئے شب خون مارنے والوں کو مار بھگائیں لیکن مجدالدین اور اسامہ بن مرشد نے بڑی تیزی سے ان کی حالت دشت عقوبت میں مسمار ہو جانے والے خوابوں دھواں دھواں بستیوں ویران ویران کوہستانوں سے بھی زیادہ ہولناک بنانا شروع کر دی تھی۔

یہاں تک کہ قسطنطنیہ اور انطاکیہ کے لشکر کا تقریباً تین چوتھائی حصہ رات کی تاریکی میں کاٹ دیا گیا اپنے لشکر کی یہ حالت دیکھتے ہوئے صلیبی اپنے پڑاؤ کی ہر شے چھوڑ کر اپنی جانیں بچاتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔

مجدالدین اور اسامہ بن مرشد نے رات کی گہری تاریکی میں کچھ دور تک ان کا اس طرح تعاقب کیا جس طرح تجربہ کار گڈریے اپنے سامنے ریوڑ کی بے ضرر بھیڑ بکریوں کو ہانک کر رکھ دیتے ہیں۔ رات کا جو حصہ بچا تھا اس میں زخمیوں کی دیکھ بھال کی گئی لشکر کا ایک حصہ پہرے پر متعین کر دیا گیا باقی حصے کو آرام کرنے کا حکم دے دیا گیا تھا۔

اگلے روز فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد لشکریوں کے کھانے کا اہتمام کیا گیا اس کے بعد مجدالدین اور اسامہ بن مرشد نے دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹا اور پھر بڑی تیزی سے طرابلس کے رخ پر کوچ کر چکے تھے طرابلس کے جنوب میں پہنچ کر انہوں نے خطلخ نجم الدین اور ان کے لشکریوں کو بھی ساتھ لیا پھر سارے لشکر کو لے کر مجدالدین دمیاط کا رخ کر رہا تھا۔

دوسرے جانب صلاح الدین نے ایک شیر دل چوپان کی طرح جنوب کی طرف سے صلیبیوں کے زور کو روکا ہوا تھا اور قطب الدین کی سرکردگی میں جو لشکر تھا وہ اتنا مختصر تھا کہ

صلیبیوں سے ٹکرا نہ سکا تاہم اس نے شب خون کا کھیل کھیلتے ہوئے صلیبیوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کی تھی۔

لیکن جب مجدالدین نجم الدین اسامہ بن مرشد اور خطلخ نے دمیاط پہنچ کر قطب دین کو اپنے ساتھ ملا کر شمال کی طرف سے صلیبیوں پر ایسی ضرب لگائی کہ ان پر موت کی گہری نیند طاری کرنی شروع کی تب صلیبیوں کے ہوش ٹھکانے آ گئے۔ دوسری جانب صلاح الدین کو جب خبر ہوئی کہ نورالدین کی جانب سے ایک ایسا بڑا لشکر صلیبیوں پر شمال کی طرف سے حملہ آور ہوا ہے تب اس نے عجیب وغریب رنگ اختیار کیا۔ صلیبیوں پر ایسے خوف ناک ایسے جان لیوا حملوں کی ابتدا کی کہ اس کے حملوں سے مشہور عیسائی مورخ آرچ لکھتا ہے۔

''صلاح الدین کی مستعدی اور جنگی مہارت کی بدولت محصورین کے بجائے محاصرین کو اپنی زندگی کی فکر لاحق ہو گئی تھی۔ سارے صلیبی اس کے حملوں کے باعث بددل ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ وہ محاصرہ اٹھا لینے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اس طرح رومنوں اور لاطینیوں کے عظیم جنگی بیڑوں اور متحدہ لشکر کا انتہائی اذیت ناک انجام ہوا اور صلیبی لشکر بہت زیادہ نقصان اٹھا کر محاصرہ اٹھا لینے پر مجبور ہوا اور فتح صلاح الدین کے ہاتھ رہی۔''

دمیاط کے میدان میں صلاح الدین کی جرأت مندی سے متعلق دوسرا نصرانی مورخ یعنی پول لکھتا ہے۔

''دمیاط کے محاصرہ کے درمیان میں اللہ نے مسلمانوں کی پوری مدد کی پہلے سخت بارش ہوئی صلیبیوں کی لشکر گاہ پانی میں ڈوب گئی۔ پھر ایک سخت ہوا چلی جس سے ان کے خیمے اکھڑ گئے اور بحری بیڑہ تباہ ہو گیا اب بے شمار لوگ ہلاک ہو گئے ان کی نعشیں ان شہروں کے قریب بہنے لگی جن کو وہ فتح کرنے کے لیے آئے تھے۔''

صلیبیوں پر دمیاط کے نواح میں ایک قہر برس پڑا تھا شمال کی طرف سے مجدالدین اپنے دیگر سالاروں کے ساتھ صلیبیوں کے اندر گھس کر موت کا کھیل شروع کر چکا تھا اور اس نے ہزاروں کی تعداد میں صلیبیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا صلیبیوں کے وسط میں گھستے ہوئے مجدالدین خاصا زخمی بھی ہوا اس کی ایک ران اور بازو پر گہرے زخم آئے لیکن اس نے اپنے آپ کو سنبھالے رکھا بے پناہ قوت برداشت کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ اپنے لشکر کی کمان

داری کرتا رہا۔ خطلخ اسامہ بن مرشد نجم الدین، قطب الدین کو زخمی ہونے کی ابھی تک خبر نہ ہوئی تھی اس لیے کہ وہ ایک طرف ہو کر لشکر کے ایک حصے کے ساتھ بڑی تیزی سے صلیبیوں کی تعداد کم کرتا چلا جا رہا تھا۔

جنوب میں صلاح الدین نے پہلے کی نسبت اپنے حملوں میں زیادہ ہولنا کی پیدا کر دی تب صلیبی شمال اور جنوب کی طرف سے ہونے والے حملوں میں ایسا محسوس کر رہے تھے کہ ہزاروں کی تعداد میں صلیبی جو بحری بیڑے یورپ کی طرف سے آئے تھے ان کے اکثر جہاز اور کشتیاں ڈبو دی گئی یہاں تک کہ بدترین شکست اٹھاتے ہوئے صلیبی اپنے اپنے قصبوں کو بھاگ گئے۔

صلاح الدین کو چونکہ قاہرہ کی فکر تھی اسے خدشہ تھا کہ اس کی غیر موجودگی میں قاہرہ میں بغاوت نہ اٹھ کھڑی ہو لہٰذا جب صلیبی میدان جنگ سے بھاگ گئے تو وہ پلٹا اور بڑی تیزی سے قاہرہ کی طرف چلا گیا تھا۔

صلیبیوں کے بھاگنے کے بعد مجد الدین کے لشکر میں افواہیں پھیل گئیں کہ مجد الدین بری طرح زخمی ہوا ہے۔ان آوازوں نے خلطخ اسامہ۔ بن مرشد قطب الدین نجم الدین کو پریشان اور فکرمند کر دیا تھا وہ اس کی طرف لپکے جب وہ اس جگہ آئے یہاں مجد الدین تھا انہوں نے دیکھا مجد الدین ریت پر لیٹا ہوا تھا اور لشکر کے طبیب اس کی ران اور بازو پر جو زخم آئے تھے اس پر پٹیاں باندھ رہے تھے۔اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے خلطخ کا رنگ پیلا ہو گیا تھا چہرے پر اداسیاں اور ویرانیاں آ گئی تھیں نیچے جھکا مجد الدین کی پیشانی چومی اور کہنے لگا۔

میرے عزیز بھائی اس سے آگے خطلخ کچھ نہ کہہ سکا جواب میں مجد الدین مسکرا دیا بڑے پیارے انداز میں اپنا ہاتھ خطلخ کے منہ پر رکھا کہنے لگا۔

فکر کی کوئی بات نہیں میں ٹھیک ہوں یہ دو زخم آئے ہیں یہ ایک مجاہد کا زیور ہیں پریشان مت ہونا خطلخ اللہ کی قسم صلیبیوں کے خلاف یہ دو زخم کھا کر میدان جنگ میں وفا کا حق ادا کرنے کا لطف آ گیا ہے۔

تم ایسا کرو کہ ہر چیز کو سمیٹو دشمن اب پلٹے گا نہیں کچھ قاصد سلطان کی طرف بھجواؤ

اور دمیاط کی طرف سے سلطان کو صورت حال سے آگاہ کر دو اس لیے کہ سلطان دمیاط کی طرف سے جاننے کے لیے بڑا فکرمند اور پریشان ہو گا میری فکر نہ کرو میں ٹھیک ہوں۔اور ساتھ ہی لشکر کے زخموں کی دیکھ بھال کے علاوہ ان کے کھانے کا بھی اہتمام کرو میں چاہتا ہوں کہ لشکر دو دن یہاں قیام کرے اس خیال سے نہیں کہ صلیبی ملیں گے مجھے امید ہے انہیں ایسا کرنے کی جرأت نہیں ہو گی لشکریوں سے کہو کہ خیمے نصب کر دیں۔ایک تو جو لوگ زخمی ہوئے ہیں اس کی دیکھ بھال اچھے طریقے سے ہو سکے گی دوسرے دشمن کے جو مخبر ان علاقوں میں سرگرداں ہیں وہ یہ جان جائیں گے کہ ہم نے یہاں پڑاؤ کر لیا ہے لہٰذا اگر کسی صلیبی گروہ نے قسمت آزمانے کی کوشش کی تو وہ ادھر آنے کا رخ نہیں کرے گا۔اب تم جاؤ جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر عمل کرو اس کے ساتھ ہی خطلخ وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

اس کے ساتھ زخمیوں کی دیکھ بھال ہونے لگی تھی اور بڑی تیزی سے خیمے نصب ہونا شروع ہو گئے تھے۔

☆

اپنے گھوڑے کی باگ تھامے ایک روز شمس الدین حویلی میں داخل ہوا جمارا نے بھاگ کر اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور اسے اصطبل میں باندھ آئی تھی صحن میں کھڑا ہو کر شمس الدین اس کا انتظار کرتا رہا جب وہ گھوڑے کو باندھ کر اصطبل سے نکلی تو دونوں حویلی کے اندرونی حصے میں داخل ہوئے۔

نشست گاہ میں اس وقت سب لوگ بیٹھے ہوئے تھے جمارا کے ساتھ شمس الدین بھی وہاں جا کر بیٹھ گیا کچھ دیر خاموشی رہی پھر عبدہ کی طرف دیکھتے ہوئے شمس الدین کہنے لگا۔

ماں آپ لوگوں سے ایک خبر کہنا چاہتا ہوں لیکن میری آپ لوگوں سے ایک شرط ہے آپ لوگ۔

اس سے آگے شمس الدین کچھ نہ کہہ سکا عبیرہ نے اس کی بات کاٹ دی تھی۔

بیٹے کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو؟

یہ بھی کہو کہ جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو کیا یہ میرے بیٹے مجدالدین سے متعلق ہے دیکھو میں تمہارے چہرے کو پڑھ رہی ہوں میں نے بہت لوگوں کو ایک عرصہ جنگوں میں حصہ لیتے دیکھا ہے اور جو تاثرات تمہارے چہرے پر ہیں وہ پہلے نہ تھے۔ بیٹے کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ میں ایک نہیں تین مجاہدوں کی ماں ہوں اور سب سے بڑھ کر ایک مجاہد کی بیوی ہوں میں ہر بری سے بری خبر سننے کے لیے تیار ہوں۔

عبدہ کے ان الفاظ پر مرسینہ اور مشال کانپ اٹھی تھیں چہرے دونوں کے پیلے ہو گئے تھے۔ مشال تو زیادہ لرزنے کانپنے لگی تھی رو دینے والی ہو گئی تھی تاہم مرسینہ کسی قدر اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے حواس میں تھی۔

شمس الدین ان دونوں کی بدلتی ہوئی حالت کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا پھر ماں کی

طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

ماں میں نے یہ کہنا ہے کہ پہلے ان دونوں کی حالت دیکھیں کیا ہو رہی ہے۔ مشال تو رونے والی ہو گئی ہے اگر میں نے کچھ کہہ دیا تو یہ بے ہوش ہو کر گر پڑے گی۔ اور مرسینہ کی حالت بھی اس سے کچھ مختلف نہیں ہے۔ میں کوئی اتنی بڑی بات تو نہیں کہنے والا بس میں کہنا چاہتا ہوں کہ جنگ کے دوران بھائی زخمی ہوئے تھے۔

یہ الفاظ سنتے تھے کہ مشال بیچاری آنکھیں بند کیے نشست سے ٹیک لگا گئی تھی جیسے وہ بے سدھ سی ہو گئی ہو۔

مرسینہ فوراً حرکت میں آئی اس کا سر اپنے کندھے پر رکھا اس کا گال تھپتھپایا پھر کہنے لگی مشال اپنے آپ کو سنبھالو امیر زخمی ہوئے ہیں سنو تم ایک مجاہد کی بیوی ہو اور۔

مرسینہ کو رک جانا پڑا اس لیے کہ شمس الدین بول پڑا تھا۔

میری عزیز بہنو! بھائی کے زخمی ہونے کی خبر مجھے کئی دن پہلے مل چکی تھی اس لیے کہ بھائی کی طرف سے دمیاط میں فتح کی خبر لے کر جو مخبر آیا تھا اس نے بھائی کے زخمی ہونے کی بھی اطلاع دی تھی لیکن میں نے احتیاطاً بھائی کے زخمی ہونے کا ذکر نہیں کیا تھا اب بھائی اپنے لشکر کے ساتھ واپس آ گئے ہیں وہ مستقر میں ہیں میں ان سے مل چکا ہوں خطلخ انہیں اپنے ساتھ لے کر آئے گا۔ وہ پہلے زیادہ تکلیف میں تھے اب خود چل پھر سکتے ہیں ان کی ران اور بازو پر زخم ہیں۔

مشال رونے لگی تھی مرسینہ اس کو سنبھال رہی تھی اس موقع پر انہیں مخاطب کرتے ہوئے بڑے عزم بڑی جرأت مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عبدہ کہہ رہی تھی۔

میری دونوں بچیو! تم دونوں ایک مجاہد کی بیویاں ہو اور یاد رکھنا مجاہد کو کبھی حال و مستقبل کے خونی آہنگ میں جاوداں اور شعلہ فشاں ہونا پڑتا ہے۔ کبھی بے کراں موجوں میں تلخ لہجوں جیسی تکبیریں بن کر گھسنا پڑتا ہے۔ میری دونوں بچیو! مجاہد کو اپنی جرأت محکم عزم راسخ اپنے عظیم اعتماد اور لازوال ایمانی جذبوں سے کبھی سحر نصرانی کبھی ہنر سازی کبھی طلسم اسرائیل کبھی جادوئے بابل کبھی آرزوئے مانی اور کبھی ابلیس کی نصرت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسے ہر طرح کے محبوب و اوصاف اور عادات و طبائع کے سامنے تمنا کے آنچل پر کھڑے ہو کر اور

اپنے لہو میں فروزاں ہو کر وفا کا خونی دستور رقم کرنا پڑتا ہے اپنے خداوند کا شکر کرو وہ زخمی ہوا ہے۔اس کی جسم کی زکوۃ اس کے لہو کا صدقہ نکل گیا ہے وہ زندہ ہے اور تمہارے پاس آرہا ہے۔

عبدہ کے ان الفاظ سے مشال کو تھوڑا بہت حوصلہ ہوا اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اس کے بعد آنکھوں سے بہتے آنسو اس نے پونچھ لیے اس موقع پر شمس الدین بول پڑا مشال میری بہن سنبھلو بھائی آنے والے ہیں۔وہ میرے پیچھے پیچھے ہی خطلخ کے ساتھ آرہے ہیں وہ جب تمہاری حالت دیکھیں گے تو انہیں بڑا دکھ اور صدمہ ہوگا پہلے دونوں بہنیں اٹھو منہ پر چھینٹے مار کر آؤ تاکہ بھائی کو یہ نہ پتہ چلے کہ میں نے ان کے زخمی ہونے کی خبر تم سے کہی ہے اور تم دونوں روتی رہی ہو۔

شمس الدین کا کہا مانتے ہوئے دونوں اٹھ کھڑی ہوئیں اور طہارت خانے میں جا کر منہ پر چھینٹے مار آئیں تھیں دوبارہ آکر وہ بارہ نشست پر بیٹھی ہی تھیں کہ حویلی میں خطلخ اور مجدد الدین اپنے گھوڑوں پر سوار داخل ہوئے ان دونوں کو دیکھتے ہی سب صحن کی طرف لپکے تھے۔مجدد الدین اور خطلخ دونوں نے اپنے گھوڑوں کو صحن کے اندر روک دیا تھا۔خطلخ جست لگا کر اپنے گھوڑے سے کود گیا تھا۔پھر خطلخ اور شمس الدین ایک ساتھ آگے بڑھے اور چاہتے تھے کہ مجدد الدین کو سہارا دے کر اپنے گھوڑے سے نیچے اتاریں لیکن مجدد الدین اپنے گھوڑے پر بیٹھا رہا۔ایک بھرپور نگاہ اس نے سامنے آنے والی مرسینہ اور مشال پر ڈالی پھر اس کے لبوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگا۔

تم دونوں کی حالت سے لگتا ہے کہ میرے زخمی ہونے کی اطلاع تم دونوں کو شمس الدین نے کر دی ہے اور میں یہ بھی اندازہ لگانے میں حق بجانب ہوں کہ تم دونوں منہ دھو کر آئی ہو اور روتی رہی ہو گی کیا میں نے غلط کہا ہے۔

اس پر عبدہ مسکراتے ہوئے کہنے لگی میرے بیٹے نے غلط نہیں کہا ٹھیک کہا ہے بیٹے تمہارے زخمی ہونے کی خبر سن کر انہیں رونا تو تھا ہی یہ ایک قدرتی عمل ہے بہر حال شمس الدین اور خطلخ تمہیں نیچے اتارنے لگے ہیں۔

مجدد الدین مسکرایا پھر کہنے لگا۔

ماں میں کوئی اتنا زیادہ زخمی تو نہیں ہوں کہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو سکتا ہوں اتر سکتا ہوں اس کے ساتھ ہی مجدد الدین نے جب ایک پاؤں رکاب سے نکالا تو بھاگ کر اور لپک کر مشال آگے بڑھی مجدد الدین کا بازو پکڑ کر اپنے کندھے پر رکھ لیا تھا اتنے دیر میں مرسینہ بھی آگے بڑھی اور مجدد الدین کا دوسرا بازو بھی پکڑ کر اس نے اپنے شانے پر رکھ لیا تھا۔دونوں پاؤں زمین پر ٹیکاتے ہوئے مجدد الدین اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا باری باری اپنے دائیں بائیں مشال اور مرسینہ کو دیکھا پھر کہنے لگا۔

میں تم دونوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم اس قدر میرا خیال کر رہی ہو لیکن تم دونوں یوں میری بغلوں کے نیچے اپنے شانے رکھ رہی ہیں جیسے میں چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہوں۔ذرا مجھے چھوڑ دو میں تمہیں چل کر دکھاتا ہوں اس پر روہانسی سی آواز میں مشال بول پڑی۔

نہیں ہم دونوں آپ کو اندر لے کر جائیں گی۔

مجدد الدین نے بڑے پیار سے مشال کا گال تھپتھپایا لیکن مجھے ابھی تو چھوڑ دو مجھے سب سے بات کرنے دو۔

آہستہ آہستہ مشال پیچھے ہٹ گئی مرسینہ بھی اس کی طرف دیکھتے ہوئے پیچھے ہٹ کر کھڑی ہو گئی تھی۔مجدد الدین چند لمحوں کے لیے رکا پھر اپنی ماں کو مخاطب کر کے کہنے لگا تھا۔

ماں فکر مند نہ ہونا میں بالکل ٹھیک ہوں پھر اس نے اپنی پھوپھی ازبل کو حوصلہ دیا پھر اس کے بعد اس نے شفقت بھرا ہاتھ عبیرہ اور جمارا پر رکھا عبیرہ فوراً حرکت میں آئی دونوں گھوڑوں کو پکڑ کر وہ اصطبل کی طرف لے گئی پھر مجدد الدین نے مشال اور مرسینہ کی طرف دیکھا اب تم دونوں میرے آگے آگے لگو اور میں تم لوگوں کے پیچھے آتا ہوں اور دیکھو میں کیسے چلتا ہوں تاکہ تم دونوں نے جو اپنے چہرے پر دنیا بھر کی اداسیاں اور افسردگیاں بکھیر لی ہیں وہ رفع دفع ہو جائیں مرسینہ اور مشال دونوں نے کافی حد تک اپنے آپ کو سنبھال لیا۔اس کے بعد سب چلتے ہوئے حویلی کے اندرونی حصوں کی طرف گئے عبیرہ بھی ان میں آشامل ہوئی تھی۔

اس موقع پر مجد دالدین کو شمس الدین نے مخاطب کیا بھائی آپ سیدھے اپنی خواب گاہ تک چلیں آپ چل کر بستر پر لیٹیں آرام کریں ہم سب لوگ آپ کے ہاں بیٹھتے ہیں۔ جواب میں مجد دالدین کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے خطلخ بول پڑا شمس الدین ٹھیک کہتا ہے بھائی آپ اپنی خواب گاہ میں بستر پر چل کر لیٹیں اور پھر ہم سب لوگ آپ کے پاس بیٹھیں گے آپ کا دل بہلائیں گے۔

مجد دالدین مسکرا دیا سیدھا اپنی خواب گاہ کی طرف گیا۔ اور جب وہ مسہری کے قریب گیا تو سب سے پہلے مشال حرکت میں آئی فوراً آگے بڑھی مجد دالدین کی تلوار اور خنجر والی پٹی ایک طرف رکھ دی پھر اس کے سر سے عمامہ اور نیچے پہنچی خود اتارا، اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ اتنی دیر تک مجد دالدین مسہری پر بیٹھ گیا ایک دم مشال نیچے جھکی اور اس کے جوتے اتارنے لگی۔ مجد دالدین نے اپنا پاؤں کھینچ لیا۔

مشال یہ کیا کرتی ہو میں اپنے جوتے اتار سکتا ہوں۔

مشال نے بڑی دکھ بھری اور افسردہ نگاہ مجد دالدین پر ڈالی اور کہنے لگی نہیں میں خود آپ کے جوتے اتاروں گی۔ ساتھ ہی اس نے مجد دالدین کی پنڈلی پکڑ کر اس کا پاؤں نیچے کر لیا تھا اتنی دیر تک دوسرا جوتا مرسینہ اتارنے لگی تھی۔

جب وہ جوتے اتار چکیں تب مجد دالدین کہنے لگا اگر تم دونوں اس طرح میری خدمت کرتی رہی تو یاد رکھنا تم مجھے چلتے پھرتے کو معذور بنا دو گی مجد دالدین کے ان الفاظ پر عبدہ ڈانٹ دینے والی آواز میں کہنے لگی بیٹے ایسے الفاظ نہیں کہتے اس کے ساتھ ہی مجد دالدین لیٹ گیا۔ مشال نے آگے بڑھ کر اس پر ایک سوتی چادر اوڑھا دی۔ پھر مرسینہ نے مجد دالدین کو مخاطب کیا۔

آپ کو یقیناً بھوک لگی ہوگی۔ مجد دالدین مسکرا دیا پھر کہنے لگا۔ بھوک تو مجھے لگی ہے پہلے سب مل کر کھانا تیار کرو۔ اس پر خطلخ شمس الدین عبدہ زہران از بل تو وہاں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ جب کہ مرسینہ مشال عبیرہ اور جمارا چاروں مطبخ کی طرف چلی گئیں تھیں ان کے جانے کے بعد عبدہ نے مجد دالدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

بیٹے، کیا سلطان کو تمہارے زخمی ہونے کی اطلاع ہے۔

مجد دالدین کے بجائے خطلخ بول پڑا تھا۔

اماں جس وقت بھائی اور میں مستقر میں پہنچے تو سلطان، شمس الدین، فخر الدین دیگر سالاروں اور امراء کے ساتھ مستقر میں پہلے سے موجود تھے۔ بھائی کی طرف سے جو قاصد دمیاط کی فتح کی خبر لے کر آیا تھا۔ اسی وقت اس نے سلطان کو بھائی کے زخمی ہونے کی بھی اطلاع کر دی تھی اس لیے بھائی کے مستقر پہنچنے پر سلطان وہاں موجود تھے سلطان نے وہیں مستقر میں دو بہترین طبیبوں کے ذمے بھائی کی دیکھ بھال اور مرہم پٹی کے فرائض سونپے تھے اب وہ طبیب صبح و شام آکے بھائی کے زخموں کی دیکھ بھال کیا کریں گے۔

خطلخ کی اس گفتگو سے سارے مطمئن ہو گئے تھے پھر گھریلو موضوع پر گفتگو کرنے لگے تھے۔ یہاں تک کہ مرسینہ مشال جمارا اور عبیرہ کھانے کے برتن اٹھا کر وہیں لے آئیں۔ سب نے مل کر کھانا کھایا اور جس وقت وہ چاروں برتن اٹھا رہی تھیں حویلی کے بیرونی دروازے پر کسی نے دستک دی تھی۔ شمس الدین اپنی جگہ سے اٹھا اور مجد دالدین کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

میرے خیال میں اس وقت طبیب ہی آسکتے ہیں میں انہیں اندر لاتا ہوں۔

اس کے ساتھ ہی شمس الدین حویلی کے بیرونی دروازے کی طرف گیا اور وہاں واقعی دونوں طبیب کھڑے تھے۔ شمس الدین انہیں اندر لایا دونوں طبیب اندر آکر بیٹھ گئے مرسینہ مشال جمارا اور عبیرہ بھی وہاں آکھڑی ہوئیں تھیں۔

اس موقع پر مجد دالدین نے مرسینہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

تم چاروں جاؤ میں ذرا زخموں پر مرہم پٹی کروا لوں۔

اس پر مرسینہ وہیں کھڑی رہی کہنے لگی۔

ہم بھی آپ کے زخم دیکھیں گیں کیسے ہیں۔

عبدہ جواب تک بڑی خاموشی سے مجد دالدین کو مسکراتے ہوئے دیکھ رہی تھی، کہنے لگی۔

بیٹے میں جانتی ہوں تم ان چاروں کو اس لیے باہر بھیج رہے ہو کہ وہ تمہارے زخم دیکھ

کر پریشان ہو جائیں گی، ایسی کوئی بات نہیں انہیں یہیں کھڑا رہنے دو۔

مجددالدین خاموش رہا پھر طبیبوں نے اپنا کام شروع کیا۔

مجددالدین کا ایک زخم گھٹنوں سے تھوڑا اوپر تھا دوسرا کہنی سے اوپر تھا۔ دونوں طبیب زخموں پر بندھی ہوئی پٹیاں کھولنے لگے پہلے انہیں زخموں کو خوب صاف کیا پھر ان میں سفوف اور مرہم رکھ کے تازہ پٹیاں باندھ دی تھیں۔

دونوں طبیب جب اپنے کام سے فارغ ہوئے تو مجددالدین نے انہیں مخاطب کیا۔

اب آپ بیٹھیں کھانا کھا کر جایئے گا۔ اس پر ایک طبیب بول پڑا۔

نہیں امیر کھانا تو ہم کھا کر آئے ہیں بس ہم اپنا کام کر چکے ہیں۔

اس کے بعد دونوں اٹھے شمس الدین انہیں بیرونی دروازے تک چھوڑنے گیا۔ حسب سابق سب مجددالدین کے پاس بیٹھ گئے تھے اس موقع پر مجددالدین کی طرف دیکھتے ہوئے عبدہ بول پڑی تھی۔

مجددالدین بیٹے میں نے تمہارے زخم دیکھے ہیں اتنے گہرے نہیں۔ گو جس وقت یہ گھاؤ لگے تھے گہرے ہوں گے اب بھر چکے ہیں اور بھرتے جا رہے ہیں۔

مرسینہ اور مشال بھی کھڑی تھیں وہ کافی مطمئن لگی تھیں۔ اس کے بعد مجددالدین نے سب سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

میرے اللہ نے چاہا تو میرے سارے زخم ٹھیک ہو جائیں گے اور میں پہلے کی طرح اپنے فرائض ادا کرنے کے قابل ہو جاؤں گا اب آپ لوگ اٹھیں جا کر آرام کریں۔

اس پر عبدہ کھڑی ہو گئی اور سب کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

میرے خیال میں سب اٹھو آرام کرو اور مجددالدین کو بھی آرام کرنے دو۔

اس کے ساتھ ہی سب اٹھ کر مجددالدین کے کمرے سے نکل گئے تھے اس کے بعد مشال اور مرسینہ سامنے آ کر بیٹھ گئیں تھیں۔

کچھ دیر تک تینوں آپس میں باتیں کرتے رہے پھر تینوں نے وہیں عشاء کی نماز ادا کی اس کے بعد دوبارہ جب مرسینہ اور مشال مجددالدین کے پاس آ کر بیٹھیں تب مجددالدین نے انہیں مخاطب کیا۔

اب تم دونوں اٹھو اور جا کر سو جاؤ اور آرام کرو میں تم دونوں کا کوئی بھی بہانہ نہیں سنوں گا کہ تمہیں میرے پاس بیٹھنا چاہیے کسی چیز کی ضرورت پیش آ سکتی ہے مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے اور پھر میں چل پھر سکتا ہوں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس پر مرسینہ نے بڑے غور سے مجددالدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

آپ فکر مند نہ ہوں آپ آنکھیں بند کر کے سو جائیں ہم دونوں بہنوں کو بھی جب نیند آئے گی ہم دونوں سو جائیں گی۔

ساتھ ہی بڑے پیارے انداز میں مرسینہ نے اپنا ہاتھ مجددالدین کے ماتھے پر رکھ دیا تھا۔ مجددالدین مسکرا دیا آنکھیں اس نے بند کر لیں پھر وہ سونے کی کوشش کر رہا تھا۔

☆

صلاح الدین مصر میں حالات بڑی تیزی کے ساتھ درست کرنے پر مصروف ہو گیا تھا۔اپنے اہل خانہ کو پہلے ہی اپنے پاس بلا لیا تھا صرف اس کا باپ نجم الدین ایوب نور الدین زنگی کے پاس رہ گیا تھا اس لیے کہ وہ سلطان سے دیوانگی کی حد تک پیار کرتا تھا۔صلاح الدین کے پاس جانے کے بجائے اس نے سلطان نور الدین زنگی کے پاس رہنے کو ترجیح دی تھی۔سلطان نور الدین زنگی جانتا تھا کہ نجم الدین ایوب کو اس سے کتنی محبت ہے سو اس نے بڑی شفقت سے سمجھاتے ہوئے اسے صلاح الدین کے پاس جانے کے لیے کہا تب سلطان کا کہا مانتے ہوئے نجم الدین ایوب دمشق سے قاہرہ چلا گیا تھا۔

قاہرہ میں قیام کے دوران صلاح الدین کے باپ نجم الدین نے ایک موقع پر اسے سلطان نور الدین زنگی کے متعلق نصیحت کی وہ تاریخ میں سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے اپنے بیٹے صلاح الدین کو مخاطب کرتے ہوئے صلاح الدین کے ماموں شہاب الدین کی موجودگی میں کہا تھا۔

اے میرے فرزند نور الدین ہمارا سلطان بہت بہادر ہے ہم اس کے ادنیٰ غلام ہیں ہماری کیا مجال کہ ہم اپنے آقا کا سامنا یا مقابلہ کرنے کا تصور بھی اپنے ذہن میں لا سکیں اے فرزند میں تیرا باپ ہوں اور یہ سامنے تیرا ماموں کھڑا ہے تو جانتا ہے ہم تیرے خیر خواہ تیرے ہمدرد ہیں لیکن یہ بات بھی خوب اچھی طرح جان لینا کہ کبھی سلطان کے احکامات کی حکم عدولی نہ کرنا جب کبھی بھی ہم اور تم سلطان کو دیکھیں تو میرا اپنا فیصلہ یہ ہے کہ خدا کی قسم میں سلطان کے پیروں پر گر پڑوں اس لیے کہ عالم اسلام پر اس کے ایسے احسانات ہیں جنہیں فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

بیٹے سلطان نور الدین زنگی کا میرے دل میں وہ مقام وہ عزت وہ احترام ہے کہ اگر

کسی موقع پر تو اس کی مخالفت کرے اور وہ ہم سے تیرا سر مانگے تو خدا کی قسم اس کے حکم کی تعمیل میں تیرا سر کاٹ کر بھی دے دوں گا ہمارا حال یہ ہے کہ پھر تو کسی دوسرے پر کیا بھروسہ کر سکتا ہے۔

’’میرے فرزند ان سرزمینوں کی حکومت تجھے نور الدین زنگی نے عطا کی ہے اگر وہ تجھے معزول کرنا چاہے تو کبھی لشکر کشی کا ارادہ نہ کرنا وہ ایک حکم دے تو فوراً مصر کی حکومت چھوڑ کر اس کی خدمت میں چلے جانا وہ ہم سب کا سلطان اور ہم سب اس کے خدمت گار ہیں۔‘‘

صلاح الدین نے اپنے باپ کی وصیت پر عمل کیا بے کار نہیں بیٹھا جب کبھی بھی صلیبیوں نے پر نکالنے کی کوشش کی وہ ان پر برق بن کر گرا اور اسلامی مملکت کی سرحدوں سے انہیں بھاگ جانے پر مجبور کیا۔

صلیبی اب بھی مصر پر نظریں جمائے ہوئے تھے وہ کہا کرتے تھے کہ یروشلم کی سلطنت چیری ہوئی لکڑی کے درمیان پھنس گئی ہے یعنی کہ ان کے ایک طرف اب صلاح الدین ہے دوسری طرف نور الدین لہٰذا وہ اپنی پوری کوشش میں تھے کہ اگر وہ نور الدین پر ضرب نہ لگا سکے تو کم از کم مصر اس سے چھین لیں تاکہ یروشلم کی سلطنت چکی کے دو پاٹوں میں پسنے سے بچ جائے۔

اسی بناء پر وہ وقت بے وقت کسی وجہ کے بغیر مسلمانوں کے خلاف جنگ کی ابتداء کر دیتے تھے صلاح الدین نے بڑی تیزی سے مصر کے حالات کو اپنی گرفت میں لے لیا اس دوران صلیبیوں نے عسقلان اور رملہ کے قریب سر اٹھایا اور وہاں بڑے لشکر جمع کر لیے صلاح الدین بڑی برق رفتاری سے ان کے سر پر جا پہنچا۔عقلان اور رملہ کے قریب دونوں مقامات پر اس نے صلیبیوں کو بدترین شکست دی اور انہیں بھاگنے پر مجبور کر دیا پھر وہ بحر احمر کے شمالی سرے سے خلیج عقبہ کے پاس ایلہ کے نامور اور مشہور قلعے پر جا حملہ آور ہوا۔

یہ بہت اہم قلعہ تھا اور صلیبی اس قلعے کو مرکز بنا کر حجاز کی سرزمین کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے تھے۔

صلاح الدین اس زوردار انداز میں صلیبیوں کے اس قدر اہم اور مضبوط قلعے پر حملہ آور ہوا کہ قلعہ ان سے چھین کر ان کے سارے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا تھا اور ایلہ کو فتح

کرنے کے بعد کئی دیگر مقامات پر بھی اس نے صلیبیوں کو شکست دے کر بھاگ جانے پر مجبور کر دیا اسی سال صلاح الدین نے اسکندریہ اور قاہرہ کی شہر پناہوں کی مرمت کر لی اور وہاں کے باشندوں کی بھرتی کی۔

اس دوران خلیفہ عاضد وفات پا گیا اب سلطان نور الدین زنگی کے ایک عامل کی حیثیت سے مصر پر صلاح الدین کا کامل اختیار ہو گیا تھا۔

ان ہی دنوں سلطان نور الدین کے لیے ایک حادثہ اور المیہ اٹھ کھڑا ہوا کہ موصل میں سلطان نور الدین کا بھائی قطب الدین فوت ہو گیا مسلمانوں کی نصرانیوں کے حق میں رواداری کا یہ عالم تھا کہ قطب الدین کا وزیر عبدل مسیحی نام کا ایک عیسائی تھا۔

قطب الدین کی وفات کے بعد عبدل مسیحی نے ایک چال چلی قطب الدین کی بیوہ کے ساتھ ساز باز کر کے اس نے قطب الدین کے بڑے بیٹے عماد الدین زنگی کو نظر انداز کر دیا اور چھوٹے بیٹے سیف الدین کو موصل کا والی مقرر کر کے حکومت کا سارا کاروبار اس نے اپنے ہاتھ میں لے لیا عبدل مسیحی کوئی اچھا انسان نہیں تھا اور پھر عموماً مسلمانوں کے ساتھ اس کا سلوک بھی روا نہیں تھا اور اس کی کچھ شکایتیں بھی سلطان نور الدین زنگی کو پہنچتی رہی تھیں۔

قطب الدین کا بڑا بیٹا عماد الدین اس وقت موصل سے باہر تھا لہٰذا عبدل مسیحی کو سازش کرنے کا موقع مل گیا اور سیف الدین کو والی بنا کر اس کا سرپرست ہو بیٹھا۔

اس صورت حال سے بڑے بیٹے عماد الدین کو بڑا دکھ ہوا اور وہ سلطان نور الدین زنگی کی خدمت میں حاضر ہوا ناانصافی کی شکایت کی اور ساتھ ہی عبدل مسیحی کی مسلمانوں کے خلاف رویے کی بھی نالش کی۔

سلطان پہلے ہی عبدل مسیحی کے خلاف شکایات سنتا آ رہا تھا عماد الدین کا بیان سن کر وہ عبدل مسیحی کے خلاف اور بھڑک اٹھا لہٰذا ایک مختصر سے لشکر کو لے کر وہ چلا تاکہ عبدل مسیحی کی سرکوبی کی جا سکے۔

یکم محرم کو سلطان نے قلعہ جعبر کی طرف سے پہلے دریائے فرات کو عبور کر کے رقہ شہر کا رخ کیا وہاں کے والی نے سلطان کے حق میں بڑی عاجزی سے اطاعت کا اظہار کر دیا رقہ سے سلطان خابور گیا وہاں سے کوچ کر کے نصیبین سے ہوتا ہوا سلطان سنجار پہنچا سنجار موصل

کی ولائت کا ایک عسکری مرکز تھا اور یہاں موصل کا ایک کافی بڑا لشکر تھا سلطان نے شہر کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور منجنیقیں نصب کر دیں اور شہر کے اندر عبدل مسیحی کے محصور لشکر پر شدید دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔

سلطان کے سخت محاصرے اور تیز حملوں کے باعث سنجار میں محصور لشکر زیادہ دیر تک سلطان کا مقابلہ نہ کر سکا انہوں نے اطاعت قبول کر لی شہر سلطان کے حوالے کر دیا گیا سلطان نے اپنے بھائی قطب الدین کے بڑے بیٹے عماد الدین کو سنجار کی حکومت سونپی اور خود دریائے دجلہ کو عبور کر کے موصل کا رخ کیا۔

عبدل مسیحی کو خبر ہوئی کہ انتہائی غضبناکی کی حالت میں سلطان نور الدین زنگی اس کا رخ کر رہا ہے تو اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اس نے ایک ایلچی سلطان کی خدمت میں روانہ کیا اور یہ عرضداشت پیش کی کہ میں تو سلطان کا ایک ادنیٰ غلام ہوں اور سلطان کے مقابل آنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا لہٰذا سلطان موصل آئیں تو اس میں اس کی خوشی ہوگی۔

سلطان موصل شہر میں داخل ہوا سیف الدین نے بڑی عاجزی سے سلطان نور الدین زنگی کا استقبال کیا قدم بوسی کی سلطان نے اسے گلے لگا لیا ساتھ ہی اسے موصل کی ولائت سے فارغ کر دیا اس موقع پر عبدل مسیحی نے گذارش کی کہ اسے وہیں رہنے دیا جائے لیکن سلطان نے اس کی یہ درخواست قبول کرنے سے انکار کر دیا موصل کے بجائے اسے شام میں آباد کر دیا گیا۔

موصل میں داخل ہونے کے بعد سلطان نور الدین زنگی نے چند روز تک وہاں قیام کیا اور وہاں ایک جامع مسجد کی بنیاد رکھی جس کا نام جامع نوری رکھا گیا موصل کے حالات کو اپنے حق میں کرنے کے بعد سلطان اپنے لشکر کے ساتھ واپس دمشق کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

............☆............

مجدالدین خطلخ اور شمس الدین ایک اور حویلی کے اصطبل میں گھوڑوں کو کھریرا کر رہے تھے گھر کے سب افراد اصطبل کے سامنے کھجور کے پتوں کی چٹائیوں پر دھوپ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

شمس الدین نے گھوڑے کو کھریرا کرنا بند کر دیا حویلی کے بیرونی دروازے کی طرف گیا دروازہ کھول کر وہ کسی سے باتیں کرنے لگا پھر اس نے آواز دے کر مجدالدین کو بیرونی دروازے پر بلایا اس پر مجدالدین اور خطلخ دونوں اصطبل سے نکل کر بیرونی دروازے کی طرف گئے گھر کے دیگر افراد جو کھجور کے پتوں کی چٹائیوں پر بیٹھے ہوئے تھے وہ بھی چونکنے کے انداز میں حویلی کے بیرونی دروازے کی طرف دیکھنے لگے تھے۔

مجدالدین جب حویلی کے دروازے پر آیا تو دروازے پر سلطان نور الدین زنگی کے محافظ دستوں کا سالار کھڑا تھا مجدالدین کو دیکھتے ہی کہنے لگا۔

امیر آپ تینوں کو سلطان نے فی الفور طلب کیا ہے۔

مجدالدین فکر مند سا ہو گیا اس کی طرف دیکھتے ہوئے خطلخ اور شمس الدین بھی ایک جستجو میں پڑ گئے تھے مجدالدین نے پھر اسے مخاطب کیا۔

خیریت تو ہے؟

آنے والا مسلح جوان کہنے لگا۔

امیر آپ کو پتا ہے چند دن پہلے کچھ مسلمان نالش لے کر آئے تھے کہ نصرانیوں نے ان کی کشتیاں چھین لیں ہیں سلطان نے ان کو کشتیاں دینے کے لیے کہا تھا لیکن صلیبیوں نے کشتیاں دینے سے انکار کر دیا ہے لہٰذا سلطان نے اجلاس طلب کر لیا ہے اور اس میں سلطان صلیبیوں کو سزا دینے کے لیے اہم فیصلہ کرنا چاہتے ہیں مجدالدین کے چہرے پر مسکراہٹ تھی

وہ کہنے لگا۔

میں سارا معاملہ سمجھ گیا ہوں تم چلو ہم تینوں تمہارے پیچھے پیچھے آتے ہیں اس کے ساتھ ہی وہ مسلح جوان وہاں سے چلا گیا تینوں جب اس جگہ آئے جہاں باقی چٹائی پر بیٹھے ہوئے تھے تب مجدالدین کو مخاطب کرتے ہوئے عبدہ نے پوچھ لیا۔

مجدالدین میرے بیٹے خیریت تو ہے۔

اس پر مجدالدین بول پڑا۔

اماں سلطان نے فی الفور بلایا ہے میں نے آپ لوگوں سے چند دن پہلے ذکر کیا تھا کہ مسلمانوں کی کچھ کشتیوں پر صلیبیوں نے قبضہ کر لیا تھا سلطان نے وہ کشتیاں مانگیں تھیں لیکن جو قاصد بھجوائے تھے وہ لوٹ آئے انہوں نے آ کر سلطان کو اطلاع دی ہے کہ صلیبی کشتیاں دینے سے انکار کرتے ہیں میرے خیال میں اب سلطان صلیبیوں کے خلاف ان کشتیوں کے لیے لشکر کشی کریں گے اس لیے ہم تینوں کو بلایا ہے۔

عبدہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی کہنے لگی۔

میرے بچو ان کپڑوں میں مت جانا پہلے تینوں بھائی لباس تبدیل کرو اس کے بعد جانا۔

تینوں اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تھے لباس تبدیل کرنے کے بعد وہ مقر کی طرف ہو لیے تھے۔

O

سلطان نور الدین زنگی نے صلیبیوں کے ساتھ ایک معاہدہ کر رکھا تھا کہ دونوں قوتیں سمندر کے اندر سفر کرنے والی مسلمانوں اور صلیبیوں کی تجارتی کشتیوں کو نہیں چھیڑیں گے البتہ جس کے علاقے میں جو کشتی ڈوب جائے یا شکستہ ہو جائے اس علاقے کے مالک کو حق ہو گا کہ وہ اس پر قبضہ کر لے۔

یہ معاملہ کچھ یوں تھا کہ لاذقیہ کے قریب مسلمانوں کی تجارتی کشتیاں صلیبیوں نے پکڑ لیں ان پر جو مسلمان تاجر سوار تھے انہیں گرفتار کر لیا گیا یہ کشتیاں مصر سے شام کی طرف

آرہی تھیں ان کشتیوں سے جو لوگ فرار ہو کر بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے انہوں نے آ کر سلطان سے نالش کی سلطان نے اس نالش کے جواب میں صلیبیوں سے کشتیاں مانگیں یہ کشتیاں چونکہ تر ابلس کے قریب لوٹی گئی ہیں اور ان پر قبضہ کیا گیا لہٰذا سلطان نے اپنے قاصد بھی طرابلس کے حکمرانوں کی طرف روانہ کیے لیکن ان کشتیوں کے سلسلے میں طرابلس کے حکمرانوں نے جھوٹ بولا معاہدے کے مطابق انہیں چاہیے تھا کہ کشتیاں واپس کر دیتے اور سلطان کشتیاں مانگنے میں حق بجانب بھی تھا لیکن جھوٹ کا سہارا لیتے ہوئے انہوں نے سلطان کو یہ جواب دیا کہ کشتیوں میں پانی بھر آیا تھا اس بنا پر ان پر قبضہ کر لیا گیا ہے یہ سراسر جھوٹ اور دھوکہ دہی تھی۔

بہر حال مجد الدین شمس الدین اور خطلخ مقر میں پہنچے تو اس وقت سلطان کے سامنے دیگر سالاروں کے علاوہ عمائدین سلطنت بھی بیٹھے ہوئے تھے وہ تینوں اپنی اپنی نشستوں پر جا کر بیٹھ گئے اس موقع پر سلطان نے مجد الدین کو مخاطب کیا۔

مجد الدین میرے بیٹے میرے خیال میں جو شخص تمہیں بلانے گیا تھا اس نے تمہیں اس اجلاس کی کچھ تفصیل بتا دی ہوگی۔

مجد الدین نے سلطان کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم اس نے تفصیل بتا دی ہے۔

طرابلس کے حکمرانوں نے کشتیاں دینے سے انکار کر کے حماقت کا ثبوت دیا ہے اور انہیں ان کی حماقت کی سزا ضرور ملنی چاہیے کشتیاں ہماری اپنی ہیں واپس کرنی ہوں گی۔

مجد الدین کے ان الفاظ پر سلطان مسکرایا۔ پھر سب کو مخاطب کر کے سلطان کہہ رہا تھا۔ اس وقت ہمارے خلاف چار قوتیں جمع ہو رہی ہیں ایک انطاکیہ کا بادشاہ دوسرا طرابلس کا حکمران تیسرا صلیبیوں کے شہر سافیثا اور عریمہ کا حاکم اور چوتھا عرقہ شہر کا حاکم۔

میں چاہتا ہوں ان چاروں قوتوں کو متحد نہ ہونے دیا جائے چونکہ ہماری کشتیاں طرابلس والوں نے لوٹی ہیں لہٰذا صلیبیوں کو یقین ہے کہ ہم طرابلس ہی کے خلاف حرکت میں آئیں گے اس بنا پر جن حاکموں کا میں نے ذکر کیا ہے یہ اپنے اپنے عساکر طرابلس والوں کی مدد کے لیے روانہ کریں گے لیکن ہم انہیں طرابلس نہیں پہنچنے دیں گے اس بنا پر میں نے بھی چار

لشکروں کے ساتھ ہی حرکت میں آنے کا فیصلہ کیا ہے۔

مجد الدین میرے بیٹے جو چار لشکر ترتیب دیے جائیں گے ان میں سے جو بڑا حصہ ہوگا وہ تمہاری کمانداری میں ہوگا تم انطاکیہ کا رخ کرو گے اس لیے کہ انطاکیہ کے لشکر کی تعداد بھی زیادہ ہوگی اور وہ پوری جانفشانی اور بھرپور طاقت سے طرابلس والوں کی مدد کرنے کی کوشش کریں گے اسامہ بن مرشد تمہارے نائب کی حیثیت سے کام کرے گا۔

میں عرقہ شہر کا رخ کروں گا میرے ساتھ نجم الدین ہوگا تیسرا لشکر صافیثا اور عریمہ کی طرف جائے گا اس کی کمانداری خطلخ کرے گا شمس الدین اس کے نائب کی حیثیت سے ان کے ساتھ ہوگا لشکر کا چوتھا حصہ فخر الدین مسعود کی کمانداری میں ہوگا اور چھوٹا سالار جو قطب الدین ہے جسے ہم نے اس سے پہلے پڑاؤں کے کماندار طور پر بھی کچھ مہموں پر روانہ کیا تھا وہ فخر الدین مسعود کے نائب کی حیثیت سے کام کرے گا فخر الدین اور قطب الدین دونوں طرابلس کا رخ کریں گے۔

اب آگے ہم نے اپنے کام کی ابتداء کچھ یوں کرنی ہے کہ خطلخ اور شمس الدین دونوں صافیثا اور عریمہ پر حملہ آور ہوں گے انہیں زیر اور فتح کرنے کے بعد یہ عرقہ میں مجھ سے آ کر ملیں گے ان کی آمد تک مجھے امید ہے کہ میں عرقہ شہر فتح کر چکا ہوں گا اور ان کا انتظار کر رہا ہوں گا اس کے بعد میں اپنے اور خطلخ دونوں کے لشکروں کو لے کر طرابلس کا رخ کروں گا۔

مجد الدین میرے بیٹے تمہارا کام یہ ہوگا کہ تم انطاکیہ کا محاصرہ نہ کرنا اس طرح محاصرہ طول پکڑ جائے گا اس لیے کہ انطاکیہ کے اندر جو حفاظتی لشکر ہے اس کی مقدار اس لشکر سے کئی گنا زیادہ ہوگی جو تم اپنے ساتھ لے کر جا رہے ہو انطاکیہ سے باہر گھات میں رہنا جب انطاکیہ کا لشکر نکل کر طرابلس کی طرف روانہ ہو تو اس پر حملہ آور ہونا اور مجھے یہ بھی امید ہے کہ تمہارے آنے سے پہلے ہی انطاکیہ کا لشکر طرابلس کی طرف روانہ ہو چکا ہوگا اور تمہیں اس پر حملہ آور ہونے میں آسانی رہے گی تمہارا کام یہ ہوگا کہ انطاکیہ کے لشکر سے نپٹ کر تم طرابلس کا رخ کرو گے۔

اب جہاں تک فخر الدین مسعود اور قطب الدین کا تعلق ہے تو یہ طرابلس کے نواح میں رہیں گے لیکن طرابلس پر حملہ آور نہیں ہوں گے انہیں میں طرابلس کی طرف اس احتیاط کے

طور پر روانہ کر رہا ہوں کہ ہم تینوں میں سے اگر کسی کے حصے کا صلیبی لشکر ہمارے وہاں پہنچنے سے پہلے طرابلس کی طرف روانہ ہو جاتا ہے تو فخر الدین مسعود اور قطب الدین اسے طرابلس میں داخل نہیں ہونے دیں گے باہر ہی اس سے نبٹ کر اسے بھاگ جانے پر مجبور کر دیں گے اس کے بعد ہمارے لشکر کے چاروں حصے طرابلس میں جب جمع ہوں گے تو اپنی پوری طاقت اور قوت سے ہم طرابلس کا محاصرہ کریں گے اور دباؤ ڈالیں گے تو مجھے امید ہے کہ طرابلس کا حکمران ہمارے حملوں کی شدت برداشت نہیں کر سکے گا اور ہماری کشتیاں ہمارے حوالے کرنے کے علاوہ کشتیوں میں بھرا ہوا سامان بھی ہمیں دے گا اگر سامان نہ دے گا تو اس سامان کی مالیت ہمیں ادا کرے گا اور مسلمان قیدی بھی ہمارے حوالے کرے گا۔

مجد الدین کے علاوہ دیگر سالاروں نے بھی سلطان نور الدین زنگی کے اس لائحہ عمل سے اتفاق کیا پھر اجلاس ختم کر دیا گیا اسی روز لشکر کے چار حصے اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے تھے مورخین نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے کہ کشتیوں کے معاملے میں سلطان نے اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کر کے چار مختلف اہداف کی طرف روانہ کیا تھا۔

سب سے پہلے خطلخ اور شمس الدین صافیثا اور عریمہ پہنچے ان کی خوش قسمتی کہ جس روز وہ وہاں پہنچے اسی روز صلیبیوں کا ایک لشکر مل کر طرابلس کی طرف روانہ ہوا تھا خطلخ اور شمس الدین راستے میں اسے روکے کھڑے ہوئے تھے گو صافیثا اور عریمہ کے لشکر کی تعداد شمس الدین اور خطلخ کے لشکر سے زیادہ تھی لیکن ان دونوں نے عددی فوقیت کی پرواہ کیے بغیر ان پر شوریلی غصیلی آوازوں میں بے زنجیر موجوں معمولی جز سے اٹھ کر کل میں سما کر قسمتوں کو برگشتہ کرتے بگولوں حیات کو مرگ کے خونی کھیل میں مبتلا کر دینے والی جوش مارتی حدت ہر شے کو زمین بوس اور پاش پاش کر دینے والے پر قہر لمحوں کے پھندوں ہلاکتوں کے پیشتر و اور موت کی اترائی کی طرح حملہ آور ہونے کی ابتداء کر دی تھی۔

صلیبیوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ حملہ آوروں کو مار بھگائیں اپنا راستہ صاف کر لیں اور طرابلس کی طرف کوچ کریں لیکن شمس الدین اور خطلخ نے انہیں ایسا جکڑا تھا کہ انہیں ایک قدم بھی آگے نہ بڑھنے دیا تھا تیزی سے وہ دشمن کے لشکر کی حالت ظلمت بھرے نگر اور برے ایام کی ویرانیوں میں پریشان لمحوں کے فروغ اور جان کنی کی ساعتوں سے بھی بدتر

کرنے لگے تھے۔

کھلے میدانوں میں خطلخ اور شمس الدین دونوں نے صلیبیوں کے اس لشکر کو بدترین شکست دی صلیبی شکست اٹھا کر واپس بھاگے ان کے پیچھے پیچھے وہ بھی صافیثا شہر میں داخل ہو گئے شہر میں ایک بار پھر گھمسان کا رن پڑا جس میں خطلخ اور شمس الدین فاتح بن کر نمودار ہوئے صافیثا پر انہوں نے قبضہ کر لیا اس کے بعد وہ عریمہ کی طرف بڑھے وہاں صلیبیوں کے لشکر کا خاتمہ کرنے کے بعد کوئی مزاحمت کرنے والا نہ تھا لہٰذا وہ عریمہ پر بھی قابض ہو گئے تھے بڑی تیزی سے انہوں نے دونوں شہروں کا نظم و نسق درست کرنا شروع کر دیا تھا ایسا کرنے کے بعد وہ وہاں سے نکلے اور طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق طرابلس شہر کا رخ کر گئے تھے۔

عرقہ شہر کا رخ خود سلطان اور نجم الدین نے کیا تھا عرقہ کا لشکر ابھی طرابلس کی طرف روانہ نہ ہوا تھا انہیں جب خبر ہوئی کہ سلطان نور الدین زنگی ان پر حملہ آور ہونے کے لیے آ رہا ہے تو سلطان کے آنے سے پہلے ہی انہوں نے شہر کے باہر اپنی صفیں درست کرنا شروع کر دیں اور جونہی سلطان اپنے لشکر کے ساتھ ان کے سامنے آیا وہ فوراً سلطان اور نجم الدین دونوں پر حملہ آور ہو گئے تھے۔

کہتے ہیں سلطان نور الدین زنگی کا مخبری کا محکمہ اپنے کام میں مہارت رکھتا تھا انہوں نے سلطان کو پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا کہ عرقہ کا صلیبی لشکر شہر سے باہر نکل کر جونہی سلطان کے قریب پہنچے گا سلطان پر حملہ آور ہو جائے گا لہٰذا صلیبیوں کا حملہ روکنے کے بعد سلطان نے بھی اپنا رنگ دکھانا شروع کیا پھر عرقہ شہر کے باہر صلیبیوں پر امیدوں کی میٹھی گود میں خواہشوں کو بے ثمر کر دینے والے آگ اور خون کے وحشت بدوش کھیل ظلم و تعدی کی سیاہ گھٹاؤں اور وحشی جذبوں کے غبار پر چھا جانے والے بے روک اندھیاروں اور بدی کی خواہشات میں داخل ہو کر دمادم رقص کرتی آندھیوں زخموں کے نقش و نگار کھڑے کرتی ہمت مردانہ جرأت مندانہ کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

صلیبیوں کو بڑی امید تھی کہ وہ عرقہ شہر کے باہر سلطان کو پسپا کر کے طرابلس کی طرف روانہ ہو جائیں گے لیکن عرقہ شہر کے باہر سلطان نے اپنے تیز حملوں کے باعث ان کے سارے دم خم نکال دیئے تھے۔ اور وہ اپنے آپ کو سلطان کے سامنے شکستوں کے غبار [illegible]

لاشوں بے وطن مسافروں ویران گزرگاہوں کے تشنہ لب مسافروں سے بھی زیادہ بدتر محسوس کر رہے تھے پھر شکست اٹھا کر وہ عرقہ شہر میں داخل ہوئے اور محصور ہو گئے سلطان نے عرقہ شہر کا محاصرہ کر لیا۔

محاصرہ ابھی جاری تھا کہ خطلخ اور شمس الدین بھی اپنے حصے کے دونوں شہروں کو فتح کر کے عرقہ میں سلطان سے آن ملے تھے۔

ان کی آمد سے سلطان کو تقویت ہوئی اور عرقہ کا محاصرہ پہلے سے زیادہ شدت اختیار کر گیا۔ عرقہ کا قلعہ اور فصیل انتہائی مضبوط اور مستحکم تھے لہٰذا سلطان نے فصیل پر منجنیقوں کے ذریعے سنگ باری شروع کر دی تھی اور سنگ باری کی تاب نہ لاتے ہوئے عرقہ کی فصیل لرزنے لگی تھی اور ٹوٹنی شروع ہو گئی تھی۔

صلیبیوں نے جب اندازہ لگایا کہ مسلمانوں کا سلطان نورالدین زنگی عرقہ کو فتح کیے بغیر نہیں ٹلے گا تب انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور امان طلب کی۔

سلطان نورالدین زنگی نے انہیں معاف کر دیا انہیں اجازت دے دی کہ جس قدر وہ مال واسباب اٹھا سکتے ہیں لے کر قلعے سے نکل جائیں قلعہ خالی کر دیں اور مسلمانوں کے حوالے کر دیں۔

جب صلیبیوں نے قلعہ خالی کر دیا تو سلطان قلعے پر قابض ہو گیا کہتے ہیں سلطان نے لگ بھگ سات دن وہاں قیام کیا اور شہر کا نظم ونسق درست کرنے کے بعد وہ اپنے اور خطلخ کے متحدہ لشکر کو لے کر طرابلس کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

• ادھر انطاکیہ کے لشکر کو خبر ہو چکی تھی کہ سلطان نورالدین کا ایک لشکر ان سے ٹکرانے کے لیے بڑی تیزی سے ان کی طرف بڑھ رہا ہے لہٰذا انطاکیہ سے باہر کھلے میدانوں میں وہ اس کا انتظار کرنے لگے تھے یہاں تک کہ مجدالدین اپنے لشکر کے ساتھ ان کے سامنے جا کھڑا ہوا انہیں دیکھتے ہی انطاکیہ کے صلیبی لشکر نے اپنی صفیں درست کرنا شروع کر دیں تھیں۔

اپنے لشکر کے آگے کھڑے مجدالدین اور اسامہ بن مرشد نے دیکھا صلیبیوں کا لشکر ان کے لشکر سے کئی گنا زیادہ تھا کچھ دیر تک مجدالدین دشمن کے لشکر کا جائزہ لیتا رہا پھر گھوڑے پر سوار ہو کر مڑا اس کے لشکری جو اس کے پیچھے اپنی صفیں درست کر چکے تھے انہیں مخاطب کر کے

وہ کہہ رہا تھا۔

''امت مسلمہ کے پاسبانوں ملت کے نگہدارو یہ تمہارے سامنے وہی لوگ ہیں جو اس سے پہلے کئی بار وقت کے تیز رفتار قہرمانوں میں بستیاں برباد شہر ویران کرنے والے بن کر اٹھے کئی بار اضطراب بیزاری کے اثرات انہوں نے اٹھانے کی کوشش کی ان گنت بار انہوں نے اوروں کی حرمت کے چراغوں کو بجھانے کا ارادہ کیا لیکن ہم نے ہر بار ان کے دلوں کو زخم زخم کر کے بھاگ جانے پر مجبور کر دیا آج پھر جنگل کی کالی رات میں آتش کے ساگر دغل و فریب کی کرب خیزیاں اور دست درازیاں لے کر تمہارے سامنے آن کھڑے ہوئے ہیں۔

آؤ تاریخ کا قرض چکانے کے لیے صداقتوں اور سطوتوں کی لہروں کے ماورائی سفر میں ریزہ ریزہ کر دینے والے عذابوں قرب کے آخری لمحوں میں شعلوں کے رقص کی طرح ان پر حملہ آور ہو کر ان کی آنکھوں میں آتشی بگولے بھر دیں ان کے لہو میں درد کا بوجھ بڑھا دیں ان کی نبض میں خونی مد و جزر کھڑے کر دیں ان کے دلوں میں گریبان چاک کرتے ہوئے نوحے بھر دیں ان کے ہونٹوں پر بنجر زمینوں کی سی سیلی آہیں ان کی جراتوں کی دل افروزیوں میں قبروں کی خاموشی اور بوسیدہ قفس سی ویرانیاں سجا کر رکھ دیں۔

اپنی قوم کی تقدیر اپنی ملت کا بخت رقم کرنے والو! آخری رسول کے ماننے والو! آؤ کڑی راتوں میں فتح مندی کی بازگشت بن کر اپنی بہنوں کی دعاؤں کی تاثیر کے حقدار بن جائیں آؤ گمراہی سے مل کر چلنے والوں کے خلاف راہوں کا آشوب بن کر اپنی بیٹیوں کے دوپٹوں کے سایوں کے محافظ بن جائیں۔ آؤ سیل وقت کی تپش ولو میں ممبر کی سربلندی مسجدوں کا وقار صداقتوں کے امین بن کر تائید خداوندی کے عنوان بن کر دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھیں آؤ اپنی دعاؤں اپنی صداؤں اپنے خیالوں اپنی خواہشوں اپنے شعور اپنے وجدان میں دونوں جہاں کے رب مہربان کو یاد کرتے ہوئے نعرے ماریں کہ ہم زمین پر اس کے خلیفہ ہیں آؤ میرے ساتھ تکبیر بلند کرو کہ ہم انسانیت کی روح ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی مجدالدین نے اپنی تکبیر بلند کی تو اس کے جواب میں اس کے لشکریوں نے اس انداز میں تکبیر بلند کی جیسے وہ زمین کا جگر پاش پاش اور آسمان کا سائبان ادھیڑ کر رکھ دیں گے پھر فضا میں اپنی ڈھال اور تلوار بلند کرتے ہوئے ایک بار پھر اپنے لشکریوں کو

مخاطب کرتے ہوئے مجدالدین کہنے لگا۔

میرے عزیزو دشمن کی عددی فوقیت کو اپنے دل میں جگہ مت دینا میں مجدالدین موت پر بیت کرتے ہوئے دشمن کے خلاف جنگ کی ابتداء کرنے والا ہوں اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ لمحوں کے اندر ہم دشمن کو بلور کی طرح توڑ کر جھاگ کی طرح مٹا کر رکھ دیں گے۔

اس کے بعد مجدالدین اور اسامہ بن مرشد اپنے اپنے حصوں کے لشکر کے سامنے کھڑے ہو گئے ایسا ہونے کے بعد مجدالدین نے مخصوص اشارہ کیا یہ اشارہ ملتے ہی لشکر حرکت میں آیا پھر مجدالدین اور اسامہ بن مرشد انطاکیہ کے لشکر پر سینوں میں اسباب ہلاکت کی چنگاریاں کھڑی کرتی طوفانی شہامت ذہنوں میں قہر مانیت کی جنم دیتی وحشت ابدیت کی راہوں میں پھیلے قضا و مرگ کے شکنجوں لاکراں افلاک کی گہرائیوں میں پنہاں صدیوں کے رکے تھمے کرب خیز ارادوں لشکریوں پر عتاب بن کر نزول کرتی کروٹیں لیتی برق کی ہولناکی اور اشجار ویران اور خیموں تک کو اکھاڑ پھینکنے والے آندھیوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

انطاکیہ کے لشکریوں نے اپنی طرف سے پوری طاقت اور قوت استعمال کرتے ہوئے مجدالدین اور اسامہ بن مرشد کو شکست دے کر پسپا کرنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے محسوس کیا کہ ان کی لغت میں پسپائی اور ہزیمت نام کا کوئی لفظ تھا ہی نہیں انطاکیہ والوں نے یہ بھی دیکھا کہ ان کے حملوں میں فتح کے گیتوں سچائی کے پرچموں جیسی شادابی قہر بھرے جکڑوں لحد میں اتار دینے والی قضا کے لمحوں جیسا زور صبح کی زرفشانی دل کشی فرحت بخش داستانوں جیسی جاذبیت اور ہواؤں کی سنسناہٹوں میں دل فریب مناظروں جیسی ایک عجیب و غریب ان دیکھی اور انوکھی جستجو تھی۔

حملہ آور ہوتے ہوئے وہ جس سمت کا بھی رخ کرتے اپنے آگے اپنے پیچھے مرگ و زیست کی آہ و بکا چیختے چنگاڑتے تفکرات کا شور نا شاد و سوگوار ساعتیں آواز کی پراگندگی۔ ساعت کی بندش کا باعث بنتے برق عاطف کے ردعمل کا سماں چھوڑتے چلے جا رہے تھے۔ انطاکیہ والوں نے یہ بھی محسوس کیا کہ مجدالدین اور اسامہ بن مرشد کے سامنے ان کے لشکریوں کی حالت بڑی تیزی سے دشت در دشت بھٹکتی اداس دنوں کی زرد یوں صدیوں کے سربستہ راز لیے یادوں کے سوکھے اشجار ٹوٹے بوسیدہ آبگینوں اور ڈوبتے لخت لخت سفینوں جیسی ہولناک

ہونا شروع ہو گئی تھی۔

پھر زمین کی بصارت آسمان کی آنکھ اور ہواؤں اور فضاؤں کی مسکراتی چشم نے دیکھا انطاکیہ کے لشکر کو مجدالدین کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ پوری طاقت اور قوت کے ساتھ مجدالدین نے اپنے سامنے بھاگتے صلیبیوں کے لشکر کا تعاقب کیا اور یہ تعاقب لگ بھگ انطاکیہ کے گردونواح تک جاری رہا اور انطاکیہ کے لشکر کو اس تعاقب کے دوران اس قدر اپاہج کر دیا تھا کہ آئندہ وہ کچھ عرصہ مسلمانوں کے خلاف سر اٹھانے کی جرأت نہ کر سکے۔

پھر مجدالدین اور اسامہ بن مرشد دشمن کا تعاقب کرتے ہوئے اس جگہ آئے جہاں میدان کارزار گرم ہوا وہاں جس قدر زخمی لشکری تھے انہیں ایک جگہ جمع کر کے مجدالدین اور اسامہ بن مرشد نے اپنی نگرانی میں ان کی دیکھ بھال اور مرہم پٹی کا کام کرنا شروع کر دیا تھا۔

جس وقت مجدالدین اور اسامہ بن مرشد بڑی تندہی سے اپنے زخمی لشکریوں کی دیکھ بھال کر رہے تھے اسی وقت لشکر میں شامل کسی زندہ دل مغنی نے اپنی دف پر ہاتھ مارا پھر وہ زخمیوں کا دل بہلانے کے لیے نغمہ سرا ہوا تھا اس کے نغمے کا مفہوم کچھ اس طرح تھا۔

ہم بے دینی اور ظلم کے سیلاب کے خلاف اپنی ملت کے وقار کے مضبوط قلعے مستحکم برج اور آہنی چٹان ہیں۔

خون کی ندیوں کی طرح اٹھنے والے بغاوت اور بدبختی کے شعلوں کے سامنے لا بغلب تحریک اور فتح مندی کا نعرہ ہیں۔

دھوکے پر دھوکہ دینے اور قہر برسانے والوں کے خلاف ہم محشر کا صحرا اور موت کے سایوں کا کوہسار ہیں۔

قلبی اور ذہنی شقاوت اور ظلم سے زمین بھرنے والوں کے خلاف ہم انصاف کے راستوں کے مشعل بردار فرزند ہیں۔

ساتھیو! عزیزو! بھائیو! مہربانو!

آؤ حرمت کے چراغوں میں روغن ڈالیں۔

بے نشان راستوں پر شجاعت کے سنگ میل نصب کریں۔

کہ ہم دار پر چڑھ کر تکبیر بلند کرنے والے ہیں۔

اڈتی آندھیوں میں چراغ روشن کرنے والوں کے فرزند ہیں۔
نجیب وشجاع اور مہربان رفیقو!
فطین وذہین ملت کا درجہ رکھنے والے ندیمو!
آؤ اپنی مسلم قوم کے لیے اپنی ملت کے لیے۔
آورش کا سورج حوصلوں کی رفعت۔
مستقبل کی روشنی نیکی اور خیر کے معنی بن جائیں۔
آؤ جبر کے دیوتاداں کے خیالات کو
شجاعت کی سوچوں سے نئی سرگوشیوں میں دفن کردیں۔
ہڈیوں میں بے قراری طاری کرنے والا نعرہ مارو۔
دلوں پر صرع کے دورے طاری کرنے والی تکبیریں بلند کرو۔
کہ ہم ان سرفروشوں کے جدوجہد کے وارث ہیں۔
موت جن کے سامنے لہو کے آنچل میں اپنا منہ چھپاتی تھی۔
زیست بھٹکے شور کی طرح جن کا تعاقب کرتی تھی۔
ساتھیو! عزیزو! مہربانو! بھائیو! جنگ میں زخمی ہونے والوں سے کہو۔
ہم نے وحشت طاری کرنے والوں پر موت کا کرب خیز سناٹا طاری کیا ہے۔
شہروں کو عریاں کرنے والوں پر قضا کے زندان کا سایہ بنادیا ہے،
بے ضمیری کے خواب دیکھنے والوں، دستار فضیلت گرانے والوں کے خلاف بدی کی دھول اٹھادینے والی زریں داستانیں رقم کی ہیں۔ ہم تمہاری شجاعت تمہاری نگہداری اور پاسبانی کو سلام کرتے ہیں۔ تقدس کے پاسبانو! آفاق کے اسرار کے راز دانوں آؤ۔
دشمن پر واضح کریں کہ ہم اپنی ملت کے لیے آندھیوں کے ہم سفر اور ہمت مردانہ کے جوہر ہیں۔
آؤ اپنی مسلم قوم اپنی مہربان ملت کے لیے
دھر کے فتنے میں وقت کے قافلوں کے خضر راہ بنیں۔

بکھری پتیوں کے لاشوں کو پھولوں کے خواب عطا کردیں آؤ عہد کریں آؤ بیعت کریں کہ۔
ہم بدی کے ویرانوں میں خیر کے گلستانوں کی آبیاری کریں گے اپنی عزت وآزادی اور اپنی ملت کے ناموس کی پاسبانی کریں گے۔

....

یہاں تک کہنے کے بعد دف بجنی بند ہوگئی تھی مغنی کی آواز بھی خاموشی اختیار کرگئی تھی زخمی ہونے والوں کی دیکھ بھال بڑی تندہی سے ہو رہی تھی ایک طرف لشکریوں کے لیے کھانا بھی تیار کیا جارہا تھا آنے والی شب مجدالدین اور اسامہ بن مرشد نے لشکر کے ساتھ وہیں بسر کی دوسرے روز وہ پہلے سے طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق طرابلس کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

اب سلطان نورالدین زنگی کے سارے لشکر اس کے پاس طرابلس میں جمع ہو گئے تھے لہٰذا سلطان نے پوری شدت کے ساتھ طرابلس کا محاصرہ کرلیا طرابلس کے صلیبیوں کو سلطان کے خلاف آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ لہٰذا انہوں نے سلطان کے پاس صلح اور فرمانبرداری کا پیغام بھیجا سلطان نے صلح کے لیے یہ شرط رکھی کہ صلیبی مسلمانوں کی کشتیوں کو مال واسباب سمیت واپس کردیں اور جو مسلمان ان کے پاس اسیر ہیں انہیں رہا کردیں تو صلح ہوسکتی ہے ورنہ سلطان شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دے گا۔
صلیبیوں نے یہ شرط قبول کرلی اور ایک صلح نامہ ترتیب دیا گیا جس کی رو سے صلیبیوں نے مسلمانوں کی تجارتی کشتیوں کے علاوہ جو ان میں مال واسباب تھا وہ بھی اور جو مسلمان اسیر بنائے تھے سب رہا کردیئے اس طرح سلطان نورالدین زنگی اپنی اس مہم کو کامیاب اور کامران بنانے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ دمشق کا رخ کر گیا تھا۔

..........☆..........

سلطان نورالدین کی صلیبیوں کے خلاف ان مہموں کے بعد دو بڑے واقعات عالم اسلام میں نمودار ہوئے پہلا یہ کہ مصر میں صلاح الدین کا باپ نجم الدین ایوبی فوت ہو گیا دراصل نجم الدین ایوبی کو سلطان نورالدین کی طرح چوگان کھیلنے کا بڑا شوق تھا مورخین لکھتے ہیں۔ کہ نجم الدین ایوبی سفر میں چوگان کھیلتے ہوئے اپنے گھوڑے کو اس قدر تیزی سے دوڑایا کرتا تھا کہ دیکھنے والے کو گھوڑے کی رفتار دیکھ کر وحشت ہوا کرتی تھی کہتے ہیں کہ چوگان کھیلتے ہوئے وہ گر پڑا سخت زخمی ہوا طبیبوں نے اس کا بہترین علاج کیا لیکن چونکہ اس کا وقت آخر پہنچ چکا تھا لہٰذا کوئی علاج کارگر ثابت نہ ہوا اور وہ اس فانی دنیا سے کوچ کر گیا۔

دوسرا بڑا حادثہ یہ ہوا کہ سلطان نورالدین زنگی اور قونیہ کے سلطان قلیج ارسلان کے درمیان اختلافات کی خلیج اٹھ کھڑی ہوئی۔

اس کی علت کچھ اس طرح اٹھی کہ قونیہ کے سلطان قلیج ارسلان نے ملطیہ اور سیواس کے مسلم فرمانرواؤں کے علاقوں پر زبردستی قبضہ کر لیا ملطیہ اور سیواس کے حکمرانوں نے سلطان نورالدین زنگی سے التماس کی کہ وہ قلیج ارسلان سے ان کے علاقے واپس لے کر دے۔

سلطان نورالدین زنگی نے ایک قاصد پیغام دے کر قونیہ کے سلطان قلیج ارسلان کی طرف روانہ کیا اور اس سے ملطیہ اور سیواس کے علاقے مسلمانوں کو واپس کرنے کے لیے لکھا لیکن قلیج ارسلان نے سلطان کے اس پیغام کو کوئی اہمیت نہ دی اور سلطان کے قاصد کو کوئی خاص عزت دیے بغیر واپس کر دیا۔

اس پر سلطان نورالدین سخت غضب ناک ہوا اور قلیج ارسلان کو سبق سکھانے اس سے مسلمانوں کے علاقے واپس دلانے کے لیے اس نے قلیج ارسلان کے علاقوں پر حملہ کر دیا اور اس سے کیون مرغش مہرزبان اور کچھ دیگر علاقے چھین لیے۔

اب قلیج ارسلان کے ہوش ٹھکانے آئے اور وہ جان گیا کہ وہ کسی بھی صورت سلطان نورالدین کا مقابلہ نہیں کر سکتا لہٰذا سلطان سے صلح کا خواستگار ہوا۔

سلطان نورالدین زنگی انتہا درجہ کا رحم دل اور شفیق حکمران تھا اس نے قلیج ارسلان کی صلح کی درخواست قبول کر لی لیکن ساتھ ہی دو شرطیں بھی عائد کیں۔

پہلی یہ کہ قلیج ارسلان نے جن مسلمان حکمرانوں کے علاقوں پر زبردستی قبضہ کیا وہ واپس کر دے گا دوئم یہ کہ جب کبھی بھی سلطان نورالدین زنگی صلیبیوں کے خلاف برسر پیکار ہوا کرے گا قلیج ارسلان اپنے عساکر سے اس کار خیر میں سلطان کی مدد کیا کرے گا۔

قلیج ارسلان نے سلطان کی ان دونوں شرائط کو قبول کر لیا اس طرح دو مسلمان حکمرانوں کے درمیان نفرت اور جنگ طول پکڑنے کی بجائے صلح ہو گئی۔

ان دنوں سلطان نورالدین زنگی کے پاس موصل اور سنجار کی طرف سے اس کے بھتیجے عمادالدین اور سیف الدین کے علاوہ موصل کے شیخ عمر کی طرف سے کچھ قاصد آئے اور سلطان کی صلیبیوں کے خلاف حالیہ کامیابیوں پر سلطان کو مبارکباد پیش کی۔

سیف الدین اور عمادالدین تو دونوں سلطان کے بھتیجے تھے جہاں تک شیخ عمر کا تعلق ہے تو ان سے سلطان کو بڑی عقیدت اور ارادتمندی تھی۔

دراصل سلطان خود شریعت کا پابند تھا اور جو لوگ شریعت کی پابندی کرتے تھے حضورؐ کی سیرت کو اپنانے کی کوشش کرتے تھے سلطان ان سے بے پناہ محبت کرتا تھا۔

سلطان نورالدین شرک اور بدعت کا سخت دشمن تھا اور اسے خانقاہی زندگی سے شدید نفرت اور بیزاری تھی وہ جاہل قسم کے فقراء اور نام نہاد صوفیوں سے بھی بیزاری کا اظہار کیا کرتا تھا لیکن ایسے اہل علم اور فقراء جن کے اقوال اور افعال سنت نبوی کے مطابق ہوا کرتے تھے اور جو حقیقی معنوں میں اہل اللہ کہلائے جانے کے حق دار ہوا کرتے تھے سلطان کے دل میں ان کے لیے بڑی قدر اور وقار تھا اور وہ ان کے قدموں میں بیٹھنا سعادت کا باعث اور نجات اخروی کا ذریعہ سمجھتا تھا۔

شیخ عمر موصل کے ایک ایسے بزرگ تھے جو بذات خود جونا چلا کر اپنی گزر بسر کرتے تھے لیکن علم و دانش کے بحر ذخار تھے میدان جہاد میں وہ اکثر حصہ لیتے اور دشمن پر سرفروشانہ انداز

میں حملہ آور ہونے میں حصہ لیا کرتے تھے۔

شیخ عمر کی ان ہی خوبیوں اور اوصاف کی وجہ سے سلطان نورالدین زنگی ان کا احترام ان کی عزت کرتا تھا۔

شیخ عمر کے متعلق سلطان نورالدین زنگی کی یہ کیفیت تھی کہ جب کبھی بھی وہ موصل جاتا ہمیشہ شیخ عمر کے ہاں قیام کرتا اور ان کے دسترخوان کی روکھی سوکھی کو اپنے لیے بیش بہا نعمت سمجھتا۔

شیخ عمر اگرچہ زہد و قناعت کا پیکر تھے سلاطین اور امراء سے بے نیازی کی زندگی بسر کرتے تھے لیکن سلطان نورالدین زنگی کے زہد و ورع اور ان کے جذبہ جہاد اور دوسرے بے مثل اوصاف کی بناء پر شیخ عمر انہیں بے حد پسند کرتے تھے اور انہیں اپنی نظر التفاد کا مستحق خیال کرتے تھے وہ سلطان سے نہایت لطف و کرم سے پیش آتے تھے اور سلطان کو نہ صرف نیر د نصیحت سے نوازتے بلکہ دین کے دشمنوں کے مقابلے میں اس کی فتح اور نصرت کے لیے ہمیشہ دعا کرتے۔

O

سلطان نورالدین زنگی کے ہاتھوں پے در پے شکستیں اٹھانے کے باوجود صلیبی سلطان نورالدین زنگی کو نقصان اور زک پہنچانے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہ دینا چاہتے تھے گو ہر میدان میں ہر رزم گاہ میں سلطان نورالدین زنگی نے انہیں بدترین شکستیں دی تھیں اور جو علاقے گزشتہ صلیبی جنگوں میں اہل یورپ کے ساتھ مل کر صلیبیوں نے چھینے تھے ان میں سے اکثر علاقے سلطان نے چھین کر اپنی مملکت میں شامل کر لیے تھے اس کے باوجود صلیبی یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ کسی نہ کسی روز وہ نورالدین زنگی کو اپنے سامنے ڈھیر کرنے کے بعد اپنے علاقوں پر دوبارہ قبضہ کر لیں گے جو سلطان نورالدین زنگی نے ان سے چھینیں ہیں۔

ان دنوں صلیبیوں کو ایک اور امید کی لچک دکھائی دی وہ اس طرح کہ ایک رومن سالار جسے وہ رومن شہزادہ سمجھتے تھے کچھ یورپی صلیبیوں کے ساتھ ایشیا میں داخل ہوا اس کے ساتھ جو لوگ تھے وہ دنیا کے مانے ہوئے تیغ زن اور گلیڈی ایٹر خیال کیے جاتے تھے اور خود اس رومن سالار کا خیال تھا کہ کوئی طاقت اسے اور اس کے ساتھیوں کو شکست نہیں دے سکتی۔

اس کی اس لاف زنی سے صلیبیوں کو بھی کچھ حوصلہ ہوا اور انہوں نے اسے ترغیب دی

کہ وہ سلطان نورالدین زنگی کے علاقوں پر حملہ آور ہو۔

اس پر رومن سالار حران پر حملہ آور ہوا اور اس کے نواحی علاقوں پر اس نے ترک تاز لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا اور سمسکین نام کے ایک قصبے کے قریب اس نے پڑاؤ کر لیا تھا۔

سلطان کے مخبروں نے جب واقع کی اطلاع دی تو سلطان اپنے لشکر کے ساتھ نکلا۔

حیرت کا مقام یہ ہے کہ سلطان کے کوچ کا سن کر ہی اس رومن سالار کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی تھی جس بستی کے پاس اس نے پڑاؤ کر رکھا تھا وہاں سے اس نے پڑاؤ فوراً اٹھایا ساتھ ہی اس کے مخبروں نے یہ بھی اطلاع دی کہ سلطان بڑی برق رفتاری کے ساتھ اس کا رخ کر رہا ہے اور آتے ہی ان پر حملہ آور ہوگا۔

یہ خبر ان میں مزید خوف و ہراس پیدا کر گئی اور وہ رومن سالار سمسکین سے اٹھ کر عشترا کے مقام پر جو ذرا فاصلے پر تھا پڑاؤ کر گیا پھر وہاں سے بھی بھاگ کر شلامہ چلا گیا۔

سلطان کو بھی پورے حالات سے اس کے طلایہ گر خبریں دے رہے تھے لہٰذا سلطان اپنے لشکر کے ساتھ عشترا کے مقام پر مقیم ہو گیا اور اپنے ایک سالار کو اس نے لشکر کا چھوٹا سا حصہ دے کر طبریہ کی طرف روانہ کیا۔

چھوٹے سے لشکر کے ذمے سلطان نے یہ کام لگایا تھا کہ جس طرح اس رومن سالار نے حران کے نواح میں مسلمانوں کے علاقوں میں داخل ہو کر یلغار اور ترک تاز کی ہے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا ہے اس طرح لشکر کا وہ حصہ بھی نصرانیوں کے علاقوں میں داخل ہو کر انہیں اسی طرح نقصان پہنچائے اور جو کچھ مال ہاتھ لگے وہ ان لوگوں میں تقسیم کیا جائے جن کا حران کے نواح میں نقصان ہوا ہے۔

لشکر کے اس حصے نے طبریہ کے نواحی علاقے میں انتہائی کامیاب اور سود مند شب خون مارے اور کثیر مال غنیمت لے کر عشترا کا رخ کیا جہاں سلطان نورالدین زنگی نے لشکر کے باقی حصے کے ساتھ قیام کر رکھا تھا۔

کہتے ہیں راستے میں مخاصہ کے مقام پر رومن شہزادہ اپنے لشکر کے ساتھ مال غنیمت لے جانے والے سلطان کے لشکر کی راہ روک کھڑا ہوا۔

لیکن آفرین ہے سلطان کے لشکر کے چھوٹے سے حصے پر کہ جب اس کی مڈھ بھیڑ

صلیبیوں سے ہوئی تو دونوں میں گھمسان کی جنگ ہوئی مورخین لکھتے ہیں کہ یہ جنگ لگا تار لگ بھگ چھ گھنٹے تک جاری رہی اور بالآخر سلطان کے اس چھوٹے سے لشکر نے ان نامور اور اپنے آپ کو ناقابل تسخیر سمجھنے والے رومنوں کو بدترین شکست دی اور انہیں بھاگ جانے پر مجبور کر دیا اس طرح طبریہ پر شب خون مارنے والا سلطان نورالدین زنگی کے لشکر کا وہ حصہ مال غنیمت لے کر سلطان کے پاس پہنچ گیا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ صلیبیوں کے خلاف نورالدین زنگی کی یہ آخری جنگ تھی جس میں بذات خود اس نے حصہ لیا۔

............☆............

انہی دنوں مصر میں صلاح الدین کے لیے تین افتاد اور ابتلائیں اٹھ کھڑی ہوئیں پہلی یمن میں دوسری مصر کی سرزمینوں میں حبشیوں کی بغاوت اور تیسری ایک شخص عمار یمنی کی سازش تھی۔

جہاں تک یمن کا تعلق ہے وہاں ایک شخص عبدالنبی بن مہدی خارجی نے خروج کیا اور یمن پر اس نے تسلط جمالیا اور بنو عباس کا خطبہ اس نے موقوف کر کے اپنا خطبہ جاری کر دیا۔

صلاح الدین کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے اپنے بڑے بھائی شمس الدین کو یمن پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ کیا۔

شمس الدین توران شاہ پہلے مکہ معظمہ پہنچا اور وہاں سے زبیدہ پہنچا جہاں عبدالنبی بن مہدی خارجی نے ایک بہت بڑا لشکر جمع کر رکھا تھا۔

یہاں صلاح الدین کا بھائی توران شاہ اس ہولنا کی اور اس قوت کے ساتھ عبدل نبی نام کے باطنی پر حملہ آور ہوا کہ اپنے پہلے ہی حملے میں توران شاہ نے اسے بدترین شکست دی اور وہ بھاگ کھڑا ہوا۔

وہاں توران شاہ نے سیف الدولہ کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود اس نے عدن کا رخ کیا عدن پر حملہ آور ہوا اس پر قبضہ کرنے کے بعد وہ مخلاف، صناء اور مدینہ الجنہ کو فتح کرتا ہوا واپس زبیدہ آیا اس دوران توران شاہ کے نائب سیف الدولہ نے عبدل نبی کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا تھا اس طرح یمن کو صلاح الدین کے بھائی شمس الدین توران شاہ نے باغیوں اور سرکشوں سے بالکل پاک کر دیا تھا ساتھ ہی اس نے اپنی کارگزاری کی خوشخبری صلاح الدین کو بھیجی۔

صلاح الدین نے یمن کے حاکم کی حیثیت سے اپنے بھائی شمس الدین توران شاہ کو وہیں قیام کرنے کا حکم دیا ساتھ ہی اپنے بھائی کو یہ بھی پیغام بھجوادیا کہ یمن کی تمام مساجد کے

اندر عباسی خلیفہ کے ساتھ سلطان نور الدین زنگی کا خطبہ پڑھا جائے اور سکوں پر بھی سلطان نور الدین زنگی کا نام کندہ کیا جائے۔

اس کے بعد کہتے ہیں صلاح الدین نے یمن میں رونما ہونے والے واقعات کی اطلاع سلطان نور الدین کو بھیجی اور یہ تفصیل سن کر سلطان صلاح الدین سے بے حد خوش ہوا اور اس نے یمن کی فتح پر کمال مسرت کا اظہار کیا ساتھ ہی سلطان نور الدین زنگی نے یہ خوشخبری بغداد بھیجی جس پر خلیفہ بغداد نے بے حد خوشی کا اظہار کیا مورخین لکھتے ہیں کہ خلیفہ بغداد کی رضا مندی سے یمن ہی نہیں بلکہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں خلیفہ بغداد کے ساتھ سلطان نور الدین کا نام بھی خطبہ میں پڑھا جانے لگا۔

دوسری مہم جو صلاح الدین کے لیے اٹھی وہ عمار یمنی کی سازش تھی عمار یمنی ایک شاعر تھا جو مصر میں مقیم تھا لیکن یہ باطنی تھا جب مصر میں باغیوں کی حکومت ختم ہو گئی اور اقتدار صلاح الدین کے ہاتھوں میں آ گیا تو عمار یمنی کوشش کرنے لگا کہ کسی طرح صلاح الدین کو قتل کر کے یا صلیبیوں کی مدد سے صلاح الدین کو مصر سے نکال کر مصر میں پھر باطنیوں کی خلافت کو از سر نو قائم کر دیا جائے اس نے باطنیوں کی مدح میں کئی قصیدے بھی لکھے جن میں ایک قصیدے کے چند اشعار اس کی دلی خواہشوں اور سازش اور بغاوت کی غمازی کرتے ہیں۔

عمار یمنی نے لکھا۔

’’باطنیوں سے محبت کرنے پر مجھے ملامت کرنے والے اگر تو نے مجھے ملامت کرنے میں کوئی کوتاہی کی تو میں تجھے قابل ملامت سمجھوں گا تجھے خدا کی قسم دونوں شاہی محلوں کے میدان کی زیارت کر اور میرے ساتھ قاہرہ کے ان محلوں کی بربادی کا ماتم کر وہاں کے رہنے والوں کو میرا یہ پیغام پہنچا دے کہ خدا کی قسم تمہاری وجہ سے مجھ کو جو پھوڑے نکلے تھے وہ کبھی اچھے نہ ہوں گے نہ میرا زخم کبھی مندمل ہو گا۔‘‘

مصر میں قیام کے دوران باطنیوں کی حکومت کو بحال کرنے کے لیے عمار یمنی نے ایک خوفناک سازش تیار کی اور اپنے کچھ قابل اعتماد ساتھیوں کو اس نے مختلف صلیبی حکمرانوں کی طرف روانہ کیا اور انہیں مصر پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی۔

خوش قسمتی سے ان میں سے ایک شخص صلاح الدین کے خیر خواہ کے ہتھے چڑھ گیا اس نے اسے گرفتار کر لیا اور صلاح الدین کے پاس لے گیا۔

صلاح الدین کو جب اس سازش کی اطلاع ملی تو اس نے فوراً عمار یمنی کو گرفتار کر لیا اور جب اس نے اپنا جرم تسلیم کر لیا تو عمار یمنی اور جس قدر اس کے ساتھی اور فدائین تھے سب کو تہ تیغ کر دیا گیا اس طرح مصر کے اندر یہ فتنہ کوئی بڑا طوفان کھڑا کرنے سے پہلے ہی دب گیا تاہم عمار یمنی کے کچھ ساتھی اس کا پیغام لے کر صلیبی حکمرانوں کے پاس پہنچ گئے تھے۔

صلیبی پہلے سلطان نور الدین زنگی اور اس کی مملکت میں کوئی بغاوت کھڑی کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتے تھے سلطان نور الدین زنگی یا اس کی مملکت میں کوئی نقصان ہو وہ بے حد خوشی کا اظہار کرتے تھے گو مصر میں عمار یمنی کا خاتمہ کر دیا گیا تھا اس کے باوجود صلیبیوں کو امید کی ایک جھلک دکھائی دی شاید وہ مصر پر حملہ آور ہوں اپنی پوری طاقت اور قوت کو استعمال کر کے مصر پر ضرب لگائیں تو ہو سکتا ہے مصر میں صلیبی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

صلیبی حکمران ابھی ان ہی خیالات سے متعلق سوچ رہے تھے کہ مصر کے اندر ایک تیسرا حادثہ رونما ہوا جس نے صلیبیوں کی حوصلہ افزائی کی اور سارے صلیبیوں نے آپس میں مشورہ کر کے بہت بڑا اور متحدہ لشکر تیار کیا تا کہ مصر پر نا قابل برداشت ضرب لگائی جائے۔

مصر میں جو تیسرا حادثہ رونما ہوا تھا وہ مصر میں حبشیوں نے بغاوت کر دی تھی صلیبیوں کا خیال تھا کہ صلاح الدین حبشیوں کی بغاوت فرو کرنے میں مشغول ہو جائے گا اور جنوب کی طرف جائے گا مصر کے شمالی حصے کو بالکل فراموش کر کے وہاں اس کا کوئی لشکر نہیں ہو گا اور اگر اس موقع پر جب کہ وہ حبشیوں کے خلاف برسر پیکار ہو گا وہ شمال سے نمودار ہو کر مصر پر یلغار کر دیں تو کوئی طاقت انہیں مصر پر اپنی حکومت قائم کرنے سے روک نہ سکے گی۔

لیکن صلاح الدین بڑا دانش اور بینش رکھنے والا سالار تھا وہ جانتا تھا کہ مصر کی بغاوت سے صلیبی فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے لہٰذا اس نے بہترین بصیرت کا مظاہرہ کیا وہ خود اس بغاوت کو فرو کرنے کے لیے نہیں نکلا بلکہ قاہرہ ہی میں رہا حبشیوں نے نوبہ کے شہروں سے نکل کر صعید شہر پر حملہ کیا اور پھر دوسرا شہر اسوان تاراج کرنا شروع کر دیا تھا۔

صلاح الدین اسوان نے والی کنز الدولہ کو حکم بھیجا کہ وہ باغی حبشیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے نکلے ساتھ ہی اس نے شجاع نام کے ایک سالار کو اس کی مدد کے لیے روانہ کیا۔

گو امیر کنز الدولہ اور شجاع دونوں نے کئی مقامات پر حبشیوں کا تعاقب کر کے انہیں شکست دی لیکن وہ مکمل طور پر حبشیوں کا زور توڑنے میں ناکام رہے۔

خوش قسمتی سے ان دنوں صلاح الدین کے بھائی شمس الدین توران شاہ نے بھی اس کے ہاں قیام کیا ہوا تھا صلاح الدین نے حبشیوں کا زور توڑنے کے لیے اپنے بھائی کو روانہ کیا۔

باغی حبشی توران کی آمد کا سن کر صعید شہر سے نکل کر نوبہ کے شہروں میں پھیل گئے شمس الدین نے اس خونخواری اس دلیری اور جرأت مندی سے ان کا تعاقب کیا کہ ہر جگہ انہیں اپنے سامنے رگڑتا چلا گیا اور جس قدر باغی تھے ان کا خاتمہ کرتے ہوئے نکل گیا تھا یہاں تک کہ سارے حبشی باغی اکٹھے ہو کر ابریم نام کے قلعے میں محصور ہو گئے۔

توران شاہ نے آگے بڑھ کر ابریم کے اس مضبوط گڑھ اور قلعے کا محاصرہ کر لیا اور اس قدر شدت سے محاصرہ کر لیا کہ محاصرین چیخ چلا اٹھے پھر توران شاہ اس زور سے حملہ آور ہوا کہ ان کا محاصرہ توڑتے ہوئے وہ ابریم میں داخل ہوا جس قدر باغی تھے ان کا خاتمہ کر دیا گیا اس طرح صلاح الدین کے بھائی شمس الدین توران شاہ نے حبشیوں کی بغاوت کو کامیابی کے ساتھ ناکام کر دیا تھا۔

لیکن جن دنوں حبشیوں کی سرکوبی کی جا رہی تھی ان دنوں صلیبیوں کا لشکر متحد ہو چکا تھا اور مصر پر ضرب لگانے کے لیے پیش قدمی کرنے والا تھا۔

............☆............

کہتے ہیں پانچ سو انہتر ہجری کو عید الفطر کے روز سلطان نور الدین زنگی غرباء اور مساکین میں خیرات اور صدقہ اور مستحقین کی مدد کرنے کے بعد عید کی نماز ادا کرنے کے لیے گیا اور یہ سلطان نور الدین زنگی کی آخری عید الفطر تھی مورخین لکھتے ہیں سلطان کے لشکریوں کے قاضی شمس الدین نے عید پڑھائی اس کے بعد سلطان دمشق کے میدان اخضر میں چوگان کھیلنے گیا۔ ایک امیر نے سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

سلطان محترم یہ کتنا بابرکت دن ہے کہ آج ہم سب اس میدان میں جمع ہیں لیکن خدا معلوم آئندہ سال ہم یہاں ہوں گے بھی یا نہیں اس پر سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا سال تو بڑا لمبا عرصہ ہے میرے عزیز ہم تو یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ ایک مہینے کے بعد ہم یہاں جمع ہو سکیں گے یا نہیں شاید ایک مہینے کے یہ الفاظ قدرت ان کے منہ سے خود نکلوا رہی تھی اس لیے کہ چند دن بعد سلطان کے گلے میں معمولی تکلیف ہوئی پھر بڑھتے بڑھتے خناق کی صورت اختیار کر گئی طبیبوں نے علاج شروع کیا لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا اسی دوران صلیبی ایک بہت بڑا لشکر جمع کر چکے تھے اور مصر پر حملہ آور ہونے کے لیے کوچ کی تیاری کر رہے تھے انہیں سلطان نور الدین زنگی کے علیل ہونے کی خبر بھی مل گئی تھی جس پر وہ اور زیادہ سیر اور شیر ہو گئے اس بنا پر ان کے لشکر نے مصر کی طرف کوچ کیا۔

سلطان بے شک بیمار تھا لیکن اس نے اس موقع پر لشکر کو تیار کیا لشکر کی کمانداری مجد الدین کو سونپی گئی بڑے بڑے سالار اس کی کمانداری میں دیئے گئے اس طرح صلیبیوں کے اس لشکر کی راہ روکنے کے لیے مجد الدین اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کر گیا تھا مجد الدین چاہتا تھا کہ مصر کی حدود سے بہت دور صلیبیوں کے اس لشکر کو جا لے ایسے ہی ہوا اس نے بڑی برق رفتاری سے سفر کیا اور مصر کی سرزمین سے دور کھلے میدانوں میں صلیبی لشکر کی راہ روک کھڑا ہوا۔

سب سے پہلے مجدالدین نے اپنے لشکر کی صفیں درست کیں اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا وسطی حصے میں خود رہا ساتھ اس نے اپنے بھائی شمس الدین کو رکھا لشکر کے دائیں حصے کی کمانداری خطلخ کر رہا تھا اس کی نائب کی حیثیت سے نجم الدین اس کیساتھ تھا لشکر کے بائیں حصے پر اسامہ بن مرشد سالار تھا جب کہ قطب الدین اس کے نائب کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔

لشکر کی صفیں جب درست ہو چکیں تب سارے سالار مجدالدین کے کہنے پر اس کے قریب جمع ہوئے اور وہ انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیزو! آج ہمارا رہنما ہمارا خضر ہمارے ساتھ نہیں ہے بیمار ہے میرا اللہ اسے شفا دے۔ ہمارا جنگ کرنے کا طریقہ وہی ہو گا جو پہلے سلطان کا ہوا کرتا تھا یاد رکھو اسے اپنی زندگی کی سب سے اہم اور آخری جنگ سمجھ کر لڑنا ہے اگر آج ہم نے ان صلیبیوں کو شکست دے دی تو یاد رکھنا یہ بہت سوچ بچار کے بعد آئندہ ہمارے خلاف اٹھنے کی کوشش کریں گے۔

یہاں تک کہتے کہتے مجدالدین خاموش ہو گیا اس لیے کہ صلیبیوں کے لشکر میں طبل اور نفیریاں بجنے لگیں تھیں لہٰذا اپنے سالاروں کو مخاطب کرنے کے بجائے وہ دشمن کے لشکر کی طرف دیکھنے لگا تھا دشمن کے لشکر میں ایک قیامت خیز سی ہلچل برپا تھی اس موقع پر چند لمحوں تک دشمن کے لشکر کو دیکھنے کے بعد مجدالدین کی نگاہیں لحہ بھر کے لیے آسمان کی طرف اٹھ گئیں پھر گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے سجدے کے انداز میں اس کا سر اپنی زین کے ہنے پر جھک گیا تھا پھر وہ دعا مانگ رہا تھا جب کہ اس کے اردگرد کھڑے سارے سالار اس کے دعائیہ الفاظ کو سن رہے تھے وہ کہہ رہا تھا۔

''اے خدائے مہربان تیرے ہی حکم سے شفق آسمان کی بیگوئی سے گلے ملتی ہے تیرے ہی حکم سے سردی کے برفانی جنگ میں برف سے ڈھکی وادیوں کے اندر بے برگ و بار درخت پتوں کا لباس پہنتے ہیں۔ خشک گھاس ہریالی کو گلے لگاتی ہے پھولوں کی گہرائیوں میں خوشبوئیں اترتی ہیں سورج کی شعاعیں بادلوں کو رنگین کر جاتی ہیں۔

میرے اللہ تو ہی اپنے امر سے موجوں کو شور بشرف کو کڑک عطا کرتا ہے زندگی کی تہوں میں حسن و فرحت پوشیدہ کرتا ہے تیرے ہی فرمان کی وجہ سے رات اپنی تاریکیوں کے ساتھ نزول کرتی ہے سحر فطرت کے گیت گاتے ہوئے نمودار ہوتی ہے تیرے ہی کہنے پر بادلوں

کے تاریک وزنی ٹکڑے ہواؤں کے دوش پر سوار ہوتے ہیں۔

میرے اللہ میرے مالک قلزموں کے بکھرتے زور صحراؤں کی تپتی ریت زمین کے ذرے ذرے دریاؤں کے قطرے قطرے نگاہوں کی وسعتوں ذہن کی کشادگیوں برق کی کڑک زلزلوں کی دھمک میں تیری ہی صناعی تیری ہی قدرت پنہاں ہے۔

میرے اللہ اس پیمانہ مشیت میں تو ہی مکاں کو لا مکاں تو ہی ستاروں کو کہکشاں تو ہی ذرے کو صحرا تو ہی قطرے کو سمندر کرتا ہے میرے مالک مسجدوں میں دیر وحرم میں تجھے ہی معبود کہہ کر عبادت کی جاتی ہے۔ کلیساؤں اور صومعوں میں تیری ہی پرستش کی جاتی ہے۔ ہیکلوں اور معبدوں میں تو ہی پکارا جاتا ہے اذیتوں کے سمندروں میں عذابوں کے قلزموں میں میرے مالک لوگ تجھے ہی مایوس ہو کر مدد کے لیے پکارتے ہیں۔

میرے اللہ دشمن ہمارے سامنے مایوسی میں لپٹی مرگ ظلمت اندھے جبر کی علامت بہرے ستم کا نشان بن کر کھڑا ہے چاہتا ہے اپنی گندی تہذیب اور ثقافت کے شعلوں مرگ کے تہواروں کی سی ہولناک تباہی میں ہمارے جسموں میں جبر خون ریزی اور خون بھری صلیبیں نصب کر دے میرے اللہ اپنی ذات کے تقدس کے صدقے میں مجھے استطاعت فرما کہ میں تیری حمایت اور بل بوتے پر دشمن کے حلق کا پھندہ اس کی زبان کا کانٹا بن جاؤں میرے اللہ میں نے زندگی میں اگر کوئی نیکی کی ہے تو اس نیکی کے صلے ہی میں اس میدان کارزار میں مجھے کامیاب اور کامران رکھنا میرے اللہ میرے رسول کے تقدس کے صدقے میں صدیق کی صدیقیت، فاروق کے عدل، عثمان کی حیا اور علی کی شجاعت اور جواں مردی کے صدقے میں میرے اللہ دشمن کے مقابلے میں مجھے اسلامی احیاء کی لہروں، روشنی کے سفیروں جیسا کامیاب کرنوں کے فقیوں، حقائق آشنا لمحوں اور صبح درخشاں جیسا فوز مند رکھنا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد مجدالدین نے اپنا سر اوپر اٹھا لیا تھا اس کے اردگرد کھڑے سارے سالاروں کی آنکھیں نم ہو چکی تھیں سب نے دیکھا اپنے سینے سے سر اٹھانے کے بعد اس کی آنکھیں مجدالدین کی چھاتی بن گئی تھی اور وہ دشمن کے لشکر کی طرف دیکھنے لگا تھا اس موقع پر اس کی آنکھوں میں قضا کے سائے بانوں جیسی چمک اور چہرے پر اجل کے کاروانوں کے سالار جیسی غضنا کی چھا گئی تھی۔ پھر اپنے سالاروں کی طرف دیکھے بغیر اس نے بلند آواز میں انہیں

اپنے اپنے لشکر کے سامنے چلے جانے کا حکم دیدیا تھا اور یہ حکم سنتے ہی خطلغ نجم الدین اسامہ بن مرشد اور قطب الدین اپنے اپنے حصے کے لشکر کے سامنے چلے گئے تھے پھر مجد دالدین نے تیز انداز میں تکبیر بلند کی اور اس کے جواب میں اس کے لشکریوں نے ایسے پر جوش انداز میں تکبیریں بلند کیں کہ تکبیروں کی آوازیں یوں بلند ہو کر سنائی دیں جیسے وہ کوہ و دمن کو ہلا کر رکھ دیں گی پھر مجد دالدین نے اپنے کام کی ابتدا کی لشکر کو اس نے آگے بڑھایا پھر وہ صلیبیوں پر خدو خال اور اعضاء پر مدقوق کیفیت طاری کرنے والے موسم سرما کے سرد قہر آلود جھکروں دشت و یران میں بدی کی تحریکوں کو ریت پر لکھی تحریروں کی طرح مٹا دینے والے ہواؤں کے تیز کھولتے سفر آفاق کے اسرار میں خوابوں کو ادھورا تعبیروں کو بانجھ اور منجمد کر دینے والے فوق العارت قہر ماینوں کے مدو جزر کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

صلیبیوں نے اپنی پوری طاقت اور قوت سے مجد دالدین کے حملوں کو روکتے ہوئے جوابی کارروائی کی لیکن اپنی کارروائی میں وہ کوئی خاص تاثر نہ چھوڑ سکے اس لیے کہ اس وقت تک مجد دالدین اور اس کے سالاروں نے بے روک حملے کرتے ہوئے ان کی اگلی صفوں کا یکسر خاتمہ کر کے رکھ دیا تھا اور اب تیز نوک والے تیروں کی طرح صلیبیوں کے لشکر کے وسطی حصے کی طرف گھسنے کی کوشش کر رہے تھے پھر صلیبی سالاروں نے دیکھا کہ ان کے وسط میں پہنچ کر مجد دالدین اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے بلند آواز میں کہہ رہا تھا۔

”رب قادر قدوس کی عبادت کرنے والو! رسول خاتم کی آن کے پاسبانو! ابو بکر کی راست گوئی، عمر کی معدلت، عثمان کی غم گساری، علی کی سادگی اور فرمانبرداری کے وارثو! کن کے جگر دارو! قافلہ رفتگان بدر و حنین یرموک و احد کی ہمت ارجمند بخت بلند کے رکھوالو دشمن کی اگلی صفوں کا خاتمہ کرنے کے بعد اب دشمن کے وسط تک تم پہنچ چکے ہو اور ان کی حالت ٹوٹے پیالے کرچی کرچی جام جیسی کر کے رکھ دو دیکھو دشمن شکست اٹھا کر بھاگنے کے لئے پر تول رہا ہے اور شکست دیکر ان کا ایسا تعاقب کرنا ہے جیسے کوئی سعادت مند جانثار چرواہا اپنے ریوڑ پر حملہ آور ہونے والے بھیڑیوں کا پیچھا کرتا ہے۔“

مجد دالدین کے ان الفاظ نے اس کے لشکر میں ایک آگ سی لگا دی تھی اور وہ پہلے سے بھی زیادہ زور دار انداز میں حملہ آور ہونے لگے تھے ان کے حملوں نے صلیبیوں کے بازو شل

کرتے ہوئے انہوں نے اپنے قلب و جگر میں پشیمانیاں اور رسوائیاں بھرنی شروع کر دی تھیں اپنے تیز حملوں کے باعث مجد دالدین اور اس کے لشکریوں نے دشمن کے نخوت بھرے ضمیر و پندار فسق و فجور بھرے ان کے رشک و حسد و عداوت و رقابت بھری حیوانی خواہشوں چہروں کو شکن شکن تن کو لخت لخت کرتے ہوئے جلتی رزم گاہ میں چار سو جراتمندی و شجاعت کی مہریں ثبت کرتے ہوئے اپنی فتح و فوز مندی کے در کھولنے شروع کر دیے تھے۔

تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد صلیبیوں کو بدترین شکست ہوئی ہزیمت اٹھا کر وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ مجد دالدین اور اس کے لشکریوں نے ایسا خوف ناک تعاقب کیا کہ تعاقب کے دوران دور تک ان کی لاشیں بکھرتی چلی گئی میدان جنگ میں پہلے اس نے خیمے نصب کرنے کا حکم دیا پھر زخمیوں کی دیکھ بھال شروع کر دی تھی۔

وقت کی ستم ظریفی کہ جس روز مجد دالدین صلیبیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوا اس کے اگلے روز مسلم قوم کا رجل عظیم سلطان نور الدین زنگی موت کی پکار پر لبیک کہتا ہوا اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔ انتقال کے وقت سلطان کی عمر اٹھاون برس تھی اور مدت حکومت اٹھائیس برس تھی۔ وفات پاتے وقت اس کی ساری آرزوئیں قریب قریب پوری ہو چکی تھیں۔ صلیبیوں کو اس نے ارض شام سے نکال دیا تھا مصر کو وہ اپنے زیر اقتدار لا چکا تھا صرف ایک آرزو باقی تھی کہ وہ بیت المقدس کو نصرانیوں کے پنجے سے چھڑائے اور یہ حسرت وہ اپنے دل میں لے کر کوچ کر گیا۔

سلطان کی میت کو دمشق علماء اور صلحاء نے غسل دیا اور پھر رزق حلال سے تیار کیے ہوئے پاک کپڑے سے اسے کفنایا گیا لوگوں کے دکھ اور رنج اور افسوس کا یہ عالم تھا کہ کوئی اس کا منہ دیکھنے کی تاب نہیں رکھتا تھا۔ اس کا جنازہ جب اٹھایا گیا تب ہر طرف نالہ و شیون رونے اور آہ و زاری کرنے کی آوازیں بلند ہونا شروع ہو گئی تھیں دمشق اور اس کے گرد و نواح کے لوگوں کا اس قدر اژدھام تھا کہ اس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ لوگ جوق در جوق امبوہ در امبوہ آتے اور میدان اخضر میں نماز جنازہ پڑھتے اس طرح سلطان پر کئی جگہ نماز جنازہ پڑھی گئی پھر میت کو مدرسہ نوریا میں لایا گیا جو سلطان نے سفر آخرت سے پہلے اپنی نگرانی میں نہایت اہتمام سے بنایا تھا۔ اس جگہ لوگوں نے اس کی آخری آرام گاہ تیار کی اور ملت اسلامیہ

کے اس فرزند جلیل کو وہاں سپرد خاک کر دیا گیا۔

سلطان کی وفات کا دن دمشق میں قیامت کا دن تھا۔ اس کی رحلت اہل دمشق پر بجلی اور برق بن کر گری اور ہر ایک کے دل میں صبر و ضبط کو خاک کرتی چلی گئی اکثر لوگ سلطان کی رحلت پر دھاڑیں مار مار کر رونے لگے تھے اور کئی افراط الم سے بے ہوش ہو گئے تھے۔ دمشق کا چپہ چپہ شور محشر کا نمونہ پیش کرتا تھا۔ عالم اسلام میں یہ خبر پھیلی تو ہر طرف ماتم برپا ہو گیا اور مسلمانوں کی نظروں میں دنیا تاریک ہوتی دکھائی دی۔

خلیفہ بغداد اور مصر میں صلاح الدین کو جب یہ خبر ملی تو وہ بے اختیار رو دیے اور سلطان کے بیٹے کے علاوہ دمشق کے امراء کو دردناک ازیتی خطوط لکھے۔ سلطان نور الدین زنگی کا مزار آج بھی دمشق کے بازار شوق الخیاطین میں مرجع خاص و عوام ہے۔

O

صلیبیوں کو شکست دینے کے بعد مجد دالدین نے اپنے لشکر کے ساتھ ایک شب وہیں قیام کیا اگلے روز جس وقت وہ وہاں سے دمشق آیا تو قاصد وہاں پہنچے اور انہوں نے سلطان کی رحلت کر جانے کی خبر سنائی۔

یہ ہولناک خبر سنتے ہی مجد دالدین کے علاوہ سارے سالاروں کی آنکھیں نمناک ہو گئیں تھیں سب رو دیئے تھے لشکر کے اندر ہچکیوں اور سسکیوں کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا پھر لشکر نے وہاں سے کوچ کیا تھا۔

جس وقت لشکر دمشق کی طرف جا رہا تھا سب سے آگے مجد دالدین تھا اس سے پیچھے خطلخ شمس الدین نجم الدین اسامہ بن مرشد اور قطب الدین تھے۔ اور پیچھے پورا لشکر سفر کر رہا تھا۔ پورے لشکر میں خاموشی تھی صرف گھوڑوں کے گردن سے بندھی جرس کی آوازیں یا ہچکیوں اور سسکیوں کی صدائیں لشکر کے اندر سنائی دیتی تھیں۔ ایسے میں لشکر کے اندر جو مفتی تھا وہ بڑے دل سوز آواز میں کہہ رہا تھا۔

ہمارا سلطان تو ہمارا مہربان آقا اور جانثار ساتھی تھا موت کے بے کنار سایوں حبابوں کی طرح اٹھنے والے بغاوت کے شعلوں کے سامنے مسلمان قوم کی رگوں کا متحرک خون

ملت کی فتح مندیوں کا سہاگ تھا۔ گو کائنات کی ہر شے کو ختم ہو جانا ہے لا فنا صرف میرے رب کی ذات ہے پھر بھی اے ہمارے مہربان سلطان ہم تمہیں بھول نہ سکیں گے۔

صلیبیوں کے آگ و خون کے آشوب ان کے گھناؤنے مقاصد ان کی مکروہ خواہشوں کے سامنے تو اپنے آباء کے کارناموں کی درخشانی، بھسم کر دینے والی جوالا مکھی، سرفروشوں کی سرفراز کرتی سعی اور روحوں کی شادابی تھا، دشمن کو پابند سلاسل کرنے والا ہمارے لیے ایک قلعہ شکن گرز تھا تو ہمارے گھروں کی برکت اور ہمارے وجدو حوصلوں کا امین تھا۔

یہاں تک کہنے کے بعد اس مفتی کی آواز آنی بند ہو گئی تھی اس لیے کہ اس کی آواز سے لگتا تھا کہ وہ خود بھی دھاڑیں مار کر رو رہا ہو اس کے اس انداز پر لشکر میں آہوں اور سسکیوں کی آواز اور زیادہ گہری اور بلند ہو گئی تھی لشکر کے آگے آگے سفر کرنے والے مجد دالدین کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور اس کے پیچھے جتنے سالار تھے ان کی آنکھیں بھی بارش کی طرح برس رہی تھیں یہاں تک کہ مفتی نے پھر کہنا شروع کیا۔

تیرے بعد ہماری حالت تنگ و تاریک زندان شب کی خاموش فضاؤں میں زندگی کی قید و بند کے آزاد ساحلوں سے نا آشنا سمندروں کی لہروں سے بھی ہولناک اور بدتر ہو گی۔

ہم تم سے تمہاری ذات کے اندر صفات سے محبت کرتے تھے تو ہماری آنکھوں ہمارے آدرشوں کا نصف النہاد تھا۔ تیری بولتی خاموش آنکھیں تیرا جلال آگیں چہرہ دشمن پر ایسا خوف، ایسی وحشت طاری کرتا تھا جیسے سورج کی شعاعوں سے بادل رنگین ہو جاتے ہیں۔

دشمن کی بے دینی اور ظلم کے سامنے تو ہمارا مستحکم قلعہ ناقابل تسخیر برج تھا ہمارے ہاتھوں میں تو صلیبیوں کو درست کر دینے والا آہنی اور طلسمی عصا تھا تیرے بعد ہماری کامیابیاں خاک آلود ہماری سرفرازیاں راکھ ہو جائیں گی ہاں تو ہماری جراتمندی ہماری سرفروشی کی کتھا تھا۔ ہماری جانثاری کا ایک سنہرا باب تھا۔

تیرے بعد قوم کے جوان شام غم کی طرح دھواں دھواں ڈانواں ڈول ہو رہے ہوں گے۔ قوم کے بوڑھے دیمک زدہ در و بام کی طرح لرزتے ہوں گے۔ بہنیں ابر کا سایہ تلاش کرتی پرندوں کی طرح بھٹکتی ہوں گی۔ بیٹیاں شجر کی گود میں خزاں رسیدہ پتیوں کی طرح زمین پر گرتی پڑتی ہوں گی۔ چرواہے اپنے کپڑوں کو چیتھڑے کیے رجز پڑھتے ہوں گے۔ سیاہ رات کے کفن

میں مائیں کھڑے بے ثمرو بے بار اداس درختوں کا سماں پیش کر رہی ہوں گی۔ پوری قوم ملت نا امیدیوں اور محرمیوں کی لہروں کے اخراج کا منظر پیش کر رہی ہوں گی۔ آہ! تو ہمیں ڈوبتے سورج کے اداس دھندلکوں اور دشت ویران میں ابد کے مسافروں کی طرح لٹا لٹا چھوڑ کر چلا گیا۔ کاش میں شکستوں کے غبار سے محفوظ کوئی خیمہ ہوتا اور تیری قبر پر یتیم کی گہری گھٹاؤں کی طرح تنا رہتا۔ کاش میں پانی سے بھرا بادلوں کا ٹکڑا ہوتا اور تیرے مرقد پر برس کر دکھوں کے نوحوں کی طرح ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا ہوتا۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مفتی بری طرح رو دیا تھا۔ اس کی آواز آنا بند ہو گئی تھی لشکر کے اندر ہچکیوں اور سسکیوں کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ لشکر کے آگے مجدد الدین ایک عجیب سے کرب میں مبتلا تھا۔ اس کا دل اس کی روح رو رہی تھی آنکھیں پانی برسا رہی تھیں۔

اسلم راہی۔ ایم۔ اے
غریب پورہ، گجرات